رئیس المحققین سید المفسرین حضور شیخ الاسلام والمسلمین
حضرت علامہ مفتی الشاہ ابوالحمزہ سید محمد مدنی میاں
اشرفی جیلانی اختر مدظلہ العالی جانشین محدث اعظم ہند
کی ۸۰ ویں یوم پیدائش کے حسین موقع پر خصوصی پیشکش

حضرت شیخ الاسلام :
حیات وخدمات
(سیریز ۲)

مجلس ادارت

مولانا پیر سید نثار احمد چھگن اشرفی، مولانا نعیم الدین اشرفی، بشارت علی صدیقی ، ڈاکٹر غلام ربانی فدآ

مجلس مشاورت

مولانا سید یوسف پیرزادے، حافظ شارق، حافظ عمران، مولانا سید شبیر، حافظ ارشاد احمد،
قاری عبدالغفار

مجلس اشاعت

حافظ یاسین اشرفی، مولانا اسماعیل اشرفی، مولانا نثار قاضی، حافظ سلیم ساقی، حافظ سراج اشرفی
حافظ شریف اشرفی، حافظ عرفان، مولانا عبدالقادر قاضی، مولانا عبدالرزاق بھدراوتی، حافظ مولا علی

ناشر
مدنی فاؤنڈیشن
قادریہ مسجد کامپلیکس بنکاپور چوک ہبلی کرناٹک

نام کتاب	:	حضرت شیخ الاسلام: حیات وخدمات (سیریز ۲)
مجلس ادارت	:	سید نثار احمد چھگن، نعیم الدین شیخ، بشارت صدیقی، غلام ربانی فدآ
سن اشاعت	:	اپریل 2016
کمپوزنگ	:	نعیم الدین اشرفی، شارق احمد اشرفی
سرورق وتزئین	:	غلام ربانی فدآ
ناشر	:	مدنی فاؤنڈیشن ہبلی
تعداد	:	1000
قیمت	:	200 روپے
ملنے کے پتے	:	مدنی بک اسٹال قادریہ مسجد بنکاپور چوک ہبلی
		برکاتیہ کتب خانہ قول پیٹھ ہبلی
		محدث اعظم مشن بلگام
		مکتبہ شیخ الاسلام، احمد آباد گجرات
		محدث اعظم مشن مرزاپور احمد آباد گجرات
		سُنّی پبلی کیشنز، کوچہ چیلان، دریا گنج، نئی دہلی

مدنی بک اسٹال
قادریہ مسجد کامپلیکس، بنکاپور چوک ہبلی کرناٹک
0836-2244196,9886019710,9448559903
Email: madnifoundation@gmail.com

فہرست مشمولات

تقریظ جلیل

فاضل بغداد حضرت علامہ الشاہ سید حسن عسکری میاں اشرفی جیلانی صاحب قبلہ
نائب سجادہ نشین محدث اعظم ہند و جانشین امیر ملت کچھوچھا شریف

گذشتہ سال کی طرح امسال بھی حضور شیخ الاسلام والمسلمین کی یوم پیدائش کے مسرت بخش موقع پر مدنی فاؤنڈیشن کی جانب سے 10 اپریل 2016 کو ''شیخ الاسلام: حیات وخدمات سیمینار'' منعقد کیا جا رہا ہے۔ گذشتہ سال انہوں نے ''حضرت شیخ الاسلام: حیات و خدمات سیریز 1'' (جلد اول) شائع کیا تھا اس سال اسی نام سے سیریز 2 (جلد دوم) کی اشاعت ہو رہی ہے۔ جس میں تین ابواب قائم کیے گئے ہیں، اول، تاثرات، دوم مقالات اور سوم منظومات۔ تقریباً تین سو صفحات پر مشتمل یہ خصوصی مجلہ اعلی صفت کا حامل ہے۔

اس کتاب میں اکابر علماء ومشائخ کے تاثرات، مختلف ذی وقار، اہل علم ومقالہ نگاروں کے مقالات اور حضور شیخ الاسلام کی شان میں منقبتی وتہنیتی اشعار شامل ہیں۔ اس سے پہلے بھی حضرت کی شخصیت پر چند کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہو چکیں ہیں انہیں میں سے یہ کتاب بھی حیاتِ شیخ الاسلام کا مستند مجموعہ ہے۔ قابل مبارکباد ہیں اس مجلہ کی مرتبین ومشاورین جنہوں نے خلوص دل سے اس کی ترتیب واشاعت کا کام انجام دیا۔ بالخصوص مدنی فاؤنڈیشن کے صدر مولانا سید نثار احمد چھگن، سکریٹری مولانا محمد نعیم الدین اشرفی و جملہ اراکین اور محترم بشارت علی صدیقی اشرفی اور ڈاکٹر مولانا غلام ربانی فدؔا صاحبان جنہوں نے اپنی انتھک محنتوں سے اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ مدنی فاؤنڈیشن کا سرپرست ہونے کی حیثیت سے میں ان تمام مقالہ نگار حضرات اور ارباب علم ودانش کو ہدیۂ تشکر پیش کرتا ہوں جنہوں نے اپنے قلمی تعاون سے حضرت شیخ الاسلام کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔

المختصر۔ فقیر اشرفی تمام وابستگان سلسلہ اشرفیہ ومتبعین عقائد حقہ سے درخواست کرتا ہے کہ اس کتاب کو خود بھی حاصل کریں اور اس کو گھر گھر تک پہنچا کر اپنے مرشد ورہنما کے ذکر جمیل سے مستفیض ہوں۔ اور مدنی فاؤنڈیشن اور اس کے تمام معاونین کو اس کاوش کے لیے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالی اس خدمت کو قبول فرمائے اور حضور شیخ الاسلام کا سایہ دراز فرمائے۔

اداریہ

اللہ کی حمد وثنا کے بعد درود وسلام ہو پیارے آقا علیہ الصلوۃ والسلام اور ان کے آل واصحاب پر۔

معزز قارئین! سالِ گذشتہ مرشدی حضور شیخ الاسلام حضرت العلام الشاہ مفتی سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی دام ظلہ علینا کی اناسویں (۷۹) یوم پیدائش کے حسین موقع پر مدنی فاؤنڈیشن کی جانب سے علمی مجلہ ''حضرت شیخ الاسلام: حیات وخدمات'' سیریز 1 (جلد اوّل) کی اشاعت ہوئی تھی۔ جس میں خاص کر کے صوبہ کرناٹک میں حضرت کی خدمات جلیلہ کا تذکرہ تھا۔ حیات وخدماتِ شیخ الاسلام کے دیگر گوشوں پر ضخیم کتاب ترتیب دینے کا ہم نے ارادہ کیا تھا۔ اسی ارادہ وعزم کے ساتھ اس سال بھی کوشش کی گئی، قلمکار، مقالہ نگار، مضمون نگار حضرات سے رابطہ کیا گیا، ان سے مختلف عناوین پر لکھنے کی مخلصانہ گزارش کی گئی۔ مرشد کامل کے صدقے ہماری حقیر کاوش رنگ لائی اور حضرت شیخ الاسلام کی ۸۰ ویں یوم پیدائش کے موقع پر تین مہینوں کی قلیل مدت میں 300 سے زائد صفحات پر مشتمل ''حضرت شیخ الاسلام: حیات وخدمات'' سیریز 2 (جلد دوم) آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اس کتاب میں حضرت شیخ الاسلام کی حیات وخدمات کے تذکروں کے ساتھ علماء ومشائخ کے تاثرات اور تہنیتی ومنقبتی اشعار شامل ہیں۔ ہم اپنی اس ادنیٰ کاوش میں کہاں تک کامیاب ہیں یہ اہلِ ذوق قارئین ہی بتا سکتے ہیں۔ اتنا تو ہمیں یقین ہے کہ تذکرۂ حضرت شیخ الاسلام سے آپ قلبی مسرت محسوس کریں گے۔ ویسے حضرت کی اناسی سال کے مبارک لمحات اور دینی، علمی وروحانی خدمات کا احاطہ کرنا کوئی آسان کام نہیں۔

میری ناقص معلومات کے مطابق حضرت شیخ الاسلام کی شخصیت اور آپ کے حیات وخدمات پر یہ پانچویں کتاب ہے۔ اس سے قبل جنوری 2011 میں حضرت سید منیر پاشا باشیبان انعامدار صاحب بلگام کا ایم فل مقالہ ''حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی کی علمی وادبی خدمات''، انٹرنیشنل محدث اعظم کانفرنس کے موقع پر اپریل 2011 میں جام نور کا خصوصی شمارہ ''محدث اعظم نمبر'' جس میں حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کے حیات وکارنامے کے بعد گوشۂ شیخ الاسلام کے نام سے 41 صفحات، جنوری 2015 میں سید عبداللہ باشیبان اکیڈمی بلگام کرناٹک کی جانب سے ''کل ہند شیخ الاسلام سیمینار'' کے موقع پر باشیبان مجلہ بنام ''حضرت شیخ الاسلام شخص وعکس نمبر''، اپریل 2015 میں مدنی فاؤنڈیشن ہبلی کی جانب سے ''حضرت شیخ الاسلام: حیات و

خدمات سیریز1 ''اوراس سال اپریل 2016 میں ''حضرت شیخ الاسلام: حیات وخدمات سیریز 2''۔ان شاءاللہ تعالیٰ حضرت پر مزید کام ہوتا رہے گا۔

ہمارا اگلا منصوبہ یہ ہے کہ ان دونوں سیریز (حضرت شیخ الاسلام: حیات وخدمات، جلد اوّل، جلد دوم) کو ملاکر مزید اضافے کے ساتھ ایک کتابی شکل دی جائے اور آپ کے علمی کارنامے یعنی حضرت کی قدیم تصنیفات وخطبات کو عصری تقاضوں کے تحت طباعت واشاعت کی جائے وغیرہ۔۔۔

بفضلہ تعالیٰ حضرت کے جشن یوم پیدائش پر 10 اپریل 2016 کو فرزند آغوشِ حضور شیخ الاسلام فاضل بغداد حضرت علامہ سید حسن عسکری میاں اشرفی جیلانی صاحب قبلہ، حضرت مولانا مفتی محمد ایوب اشرفی شمسی سنبھلی انگلینڈ، مولانا ظفر الدین برکاتی ایڈیٹر ماہنامہ کنز الایمان نئی دہلی اور علمائے کرام ومشائخ عظام کے دست مبارک سے ''حضرت شیخ الاسلام: حیات وخدمات سیریز 2'' کی رونمائی ہوگی۔

صدر واراکین مدنی فاؤنڈیشن تمام صاحبانِ فکروفن، ارباب علم ودانش، مقالہ نگار، مضمون نگار و شعراء کرام کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے ہماری درخواست قبول فرما کر وقت متعینہ میں اپنے مقالات، گرانقدر تاثرات اور منظومات سے نوازا اور ان حضرات کے بھی شکر گزار ہیں جنہوں نے معروضہ تو قبول کی مگر کوئی تحریری معاونت نہ کرسکے۔ آئندہ ہم اُن تمام حضرات سے حسنِ ظن رکھتے ہیں کہ ہمارا علمی وقلمی تعاون فرمائیں گے۔ نیز ان معاونین کے بھی مشکور وممنون ہیں جنہوں نے کتاب کی اشاعت کے لیے مالی تعاون فرمایا۔ اس موقع پر میں اپنے رفقاء کار یعنی مجلس ادارت کے ذمے داران جناب بشارت علی صدیقی اشرفی حیدرآبادی جدہ، مولانا ڈاکٹر غلام ربانی فداؔ صاحب، مولانا نثار احمد کے بھی ہم شکر گذار ہیں جنہوں نے اس کتاب کی ترتیب اور مقالات وتاثرات جمع کرنے میں کافی کوششیں کی اور ہمارا بھرپور ساتھ دیا۔ جزاکم اللہ خیرا۔

آخر میں ہمارے قارئین کرام سے عرض ہے کہ کتاب میں کوئی غلطی ہوئی ہو تو ہمیں آگاہ فرمائیں اور ہمارے پورے اراکین، ہمارے معاونین ومشاورین کے لیے دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری خدمات قبول فرمائے اور مرشد کامل کا سایۂ کرم قائم دائم رکھے۔ آمین۔

نعیم الدین اشرفی

سکریٹری مدنی فاؤنڈیشن ہبلی

تاثرات

مخدومی افکار ومشن کے نقیب: حضرت شیخ الاسلام

علامہ پیر سید عرفان شاہ مشہدی موسوی کاظمی، کراچی، پاکستان

میں یہ سمجھتا ہوں کہ بڑا عرصہ سے، بچپنے سے، ہم اس سلسلہ عالیہ (اشرفیہ) کا تذکرہ ان کا نام سنتے ہیں۔ پنجاب پاکستان کا میں رہنے والا ہوں تو ہمارا پنجاب کچھوچھا شریف سے بڑا دور ہے زمینی اور جغرافیائی لحاظ سے۔ گجرات منڈی بہاء الدین ہمارا علاقہ ہے اور یہ ہندستان میں کچھوچھا شریف جہاں حضرت کی درگاہ اقدس ہے وہ زمینی اعتبار سے بہت دور ہے لیکن وہاں کا فیض۔۔۔۔۔۔حضرت مخدوم العالم سمنانی کی ہستی ایسی ہے جنہوں نے تخت کو چھوڑ دیا اور زہد اختیار کیا، یہ ایران میں بادشاہ تھے، صاحب تخت تھے، ان کے والد، دادا، پردادا سب بادشاہ تھے۔ انہوں نے حکومت چھوڑی اور دنیا کی حکومت ترک کی اللہ تعالیٰ نے ان کو ولایت کا مالک بنایا، ولایت کی بادشاہی عطا فرمائی۔

ہم بچپن سے یہ بات سنتے آئے ہیں کہ حضرت شیخ الاسلام مدنی میاں دامت برکاتہم القدسیہ ان کے جو والد گرامی ہیں حضور محدث اعظم ہند کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ پاکستان بننے سے پہلے یعنی ۱۹۴۴ء ۱۹۴۵ء ۱۹۴۶ء میں گجرات پنجاب میں آپ خطاب فرماتے تھے۔ میں تو بہت بعد میں پیدا ہوا ہوں سن ۱۹۵۹ء میری پیدائش ہے۔ لیکن میں پورے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ میں نے ایسے بے شمار بزرگ دیکھے جو حضرت محدث اعظم کچھوچھوی کی تقریروں کا باقاعدہ حوالہ دیتے تھے اور بعض ان کی تقریروں کے اقتباسات بھی ہمیں سناتے تھے اور ان کا انداز بھی بتاتے تھے کہ کتنی گرج کے ساتھ حضرت تقریر فرمایا کرتے تھے۔

حضرت مخدوم العالم کی بڑی شان ہے۔۔۔ان کا جود ریائے رحمت موجزن ہے اس کا اندازہ ہم اسی سے کرتے ہیں آج تک ان کے وقت سے لیکر اس وقت تک۔ حضرت مخدوم العالم سرکار کو پردہ فرمائے ہوئے چھ سو سال ہوگئے، سن ۸۰۸ھ میں حضرت کا وصال ہو، حضرت کی عمر مبارک سو سال (۱۰۰) ہوئی۔ مفتی محمد ایوب اشرفی صاحب قبلہ نے بڑی خوبصورت تقریر فرمائی اور کرامات بیانات فرمائے۔ ۶۰۰ سال کے عرصہ میں سب سے بڑی آپ کی خوبی،

کرامت، میں آج بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں، زندہ کرامت جو میں دیکھ رہا ہوں وہ یہ ہے کہ چھ سو سال میں کچھو چھا شریف سے دعوت دین کا جو فیض ہے کبھی ختم نہیں ہوا۔ اور نہ صرف ختم نہیں ہوا بلکہ وہاں کی دعوت دین اللہ کے فضل وکرم سے صف اوّل میں ہے، ۶۰۰ سالوں میں ہمیشہ صف اوّل میں رہے۔ وہاں کے اکابر سادات دین والوں کی اور اہلِ سنت کی قیادت فرماتے رہے ہیں۔ اس بات کو آپ لوگ محسوس کر سکتے ہیں۔

اس لیے کہ ایک دو چار دس پشت تک ایک فیضان کو، ایک سلسلہ کو لے جانا یہ بات بڑی مشکل ہے۔ آپ کو پتہ ہے عمرانیات کے، تمدن کے، معاشرت کے جو بڑے فلسفی علماء میں علامہ ابن خلدون کا شمار ہوتا ہے اور ان کی کتاب کے مقدمہ میں انہوں نے لکھا ہے دنیا میں عمرانیات کے اور تمدن کے جو ماہرین ہیں اس کو سند سمجھتے ہیں۔ علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں کہ ایک ہی پیشہ پر چار پشت اگر فن کے ماہرین موجود رہیں نا تو اس گھرانے کو خانوادہ اور گھرانہ کہتے ہیں۔ گھر تو ہوتے ہیں گھرانے کم ہوتے ہیں۔ ایک جیسے کمال کے، ایک جیسے ماہر اگر ایک فن میں چار پشت مسلسل اگر خاندان میں ہونا، اس فن کا اس خاندان کو خانوادہ اور گھرانا کہتے ہیں۔ علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں چار پشت اگر ایک جیسے لوگ ماہر ہوں ایک لڑی میں، دادا، پوتا، پڑپوتا اس طرح چلے ان کو گھرانا کہتے ہیں۔ شریعت میں طریقت میں کتنے لوگ ہیں جو خود ماہر ہیں، ان کا بیٹا ماہر ہے، کسی کا پوتا ماہر ہے۔ بہت کم ایسے لوگ ہوں گے جنکا پڑپوتا بھی ماہر ہو، ایسے لوگ بہت کم کم، خال خال نظر آتے ہیں۔ لیکن اتنا تو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھا حضور شیخ الاسلام ہیں ان کے بھائی ہیں کس کو آگے کریں کس کو پیچھے کریں! سید محمد مدنی میاں حضور شیخ الاسلام کا ایک اپنا مقام ہے۔ ان کی زیارت کی ہے، ان کی تفقہ اور ان کی بصیرت ہم اور آپ نے دیکھی ہے۔ ان کے والد گرامی کا تذکرہ ہم نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے اور ان کی کیفیت کیا تھی؟ کیفیت یہ تھی کہ جب ۱۹۴۶ء کے اندر آل انڈیا بنارس کانفرنس ہوئی ہے ۵۰۰۰ علماء ومشائخ وہاں موجود تھے۔ صرف علماء اتنے موجود تھے پبلک کا حساب ہی نہیں ہے۔ آپ کا وہ خطبہ چھپا ہوا ہے اس وقت بھی دستیاب ہے بازار میں مل جاتا ہے۔ اب یہ باتیں ایسی نہیں ہیں کہ جو صرف کسی کے بیان کے محتاج ہوں۔ پانچ ہزار علماء اور وہ بھی کیسے علماء کہ حضور صدر الافاضل موجود ہیں۔ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی اس کانفرنس کے انتظامیہ کمیٹی کے چیرمن تھے۔ آپ نے وہ

کانفرنس بنائی ہے صدر الافاضل بدر الاماثل صاحب خزائن العرفان، کنز الایمان پر جن کا حاشیہ ہے۔ جس کانفرنس کے بنانے والے انتظام کرنے والے مینجمینٹ کمیٹی کے چیرمن صدر الافاضل ہوں، جس کی ایک نشست میں تقریر کرنے والا صدر الشریعہ ہوں۔ صدر الشریعہ، بدر الطریقہ صاحب بہار شریعت علامہ امجد علی اعظمی جس کی ایک نشست کے مقرر ہوں اور صدر الافاضل جس کا انتظام کرنے والے ہوں اس پانچ ہزار علماء میں سے اگر صدارتی خطبہ دینے کے لیے اس وقت کے متدیّن علماء سید محمد محدث کچھوچھوی کا انتخاب کریں، تو پھر سمجھو نا پانچ ہزار علماء ان کو اپنا صدر تسلیم فرماتے تھے۔

اور ان سے بھی آگے جن سے ہم واقف ہیں حضرت (محدث اعظم ہند) کے سسر کے والد اور آپ کے نانا حضرت قبلۂ عالم سید علی حسین اشرفی (اشرفی میاں اعلیٰ حضرت) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہمارے پنجاب کے جتنے علماء ہم نے دیکھے ان میں سے میرے ذہن میں، ایک طالب علم کی حیثیت سے ہمارے ذہنوں میں جس کا بڑا ایک نقشہ ہے ہمارے زندگیوں میں، میری ڈائری میں بھی میں نے لکھا ہے جن ہستیوں کو دیکھنے کے بعد ہم فخر سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ کچھ دیکھا ہے ان میں سے جس ہستی کا نقشہ آج بھی میرے ذہن میں ہے، میں بچہ تھا اس وقت حضرت کی زیارت کی۔ مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت ابوالبرکات حضرت سید احمد قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان جیسا فقیہ اور ان جیسا متقی عالم زندگی میں مَیں نے نہیں دیکھا، اتنی بڑی ہستی تھے وہ۔ میں بچہ تھا اس وقت ابھی صَرف کی کتابیں پڑھا کرتا تھا حضرت دورۂ حدیث پڑھایا کرتے تھے۔ لاہور کو ایک دو مرتبہ جانا ہوا تو حضرت کو دورۂ حدیث پڑھاتے ہوئے دیکھا، زیارت کے لیے گئے۔ دوران درسِ حدیث فرماتے یہ بات میں نے اپنے کانوں سے حضرت کے منہ سے سنی۔ آپ فرمایا کرتے تھے: میرے والد حضرت سید دیدار علی شاہ ہیں شیخ المحدثین جن کا لقب ہے۔ محدثین کا شیخ اور وہ بھی اعلیٰ حضرت بریلوی کے خلیفہ ہیں۔ شیخ المحدثین حضرت سید دیدار علی شاہ محدث علویری اور ان کے یہ فرزند تھے۔ حضور مفتیٔ اعظم پاکستان ابوالبرکات حضرت سید احمد قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فقیر نے اپنے کانوں سے سنا، فرماتے تھے: ’’پچاس ساٹھ سال ہو گئے مجھے خدمتِ حدیث کرتے ہوئے لیکن میرے پاس اگر کوئی سرمایہ ہے تو حضرت سید علی حسین اشرفی کی نسبت ہے جو میرے پاس سرمایۂ آخرت ہے‘‘۔ اتنے بڑے ولیٔ کامل تھے وہ۔ حضور اشرفی میاں حضرت شیخ الاسلام سید محمد مدنی میاں کے پرنانا ہیں۔

حضرت مخدوم سمنانی کا بہت بڑا گھرانہ ہے جس میں ایک سے ایک باکمال گزرے ہیں۔اس دور کو'گیا گذرا'دور کہا جاتا ہے، اس میں جب اتنے باکمال لوگ ہیں تو اُس دور کا کیا کہنا۔حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کے خلیفۂ اجل و اعظم حضرت سید عبدالرزاق نورالعین کو اپنا جانشین بنایا۔ پہلے ان کی تربیت کی، اپنا بیٹا بنایا اور نورالعین کا لقب عطا فرمایا۔تربیت فرما کر اپنا جانشین بنایا۔اپنی نسبتیں ان کے حوالے کیں۔جہاں تک میں نے پڑھا ان چھ سو سال میں۔حضرت نورالعین قدس سرہ العزیز سے لیکر حضرت شیخ الاسلام تک، حضرت ہاشمی میاں تک اس خاندان کو قیادت وسیادت، رہبری حاصل ہے۔اس خاندان میں صرف عالم نہیں ہوئے بلکہ عالموں کے سردار ہوئے۔

نوٹ:۔یہ اقتباسات 2014ء کو بریسٹن انگلینڈ میں منعقدہ عرس مخدوم پاک میں حضرت کے خطاب سے ماخوذ ہیں مکمل بیان یوٹیوب پر موجود ہے۔

آبروئے علومِ رضا: حضور شیخ الاسلام

مناظر اہل سنت حضرت علامہ پیر سید مظفر شاہ صاحب، پاکستان

اللہ کی حمد وثنا اور نبی کریم صاحب صد تکریم، باعث تخلیق ارض وسماء ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں انتہائی عقیدت واحترام کے ساتھ درود وسلام پیش کرنے کے بعد تمام تعریف اور تمام تر محاسن و مکارم صرف اور صرف اللہ وحدہ لاشریک کے لیے ہے۔حضور رئیس المحققین، عمدۃ المحدثین، زبدۃ الفقہاء، حضور شیخ الاسلام سیدی وآقائی حضرت قبلہ سید محمد مدنی میاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ، اور اسٹیج پر جلوہ گر آپ ہی کے خاندان کے تمام چشم و چراغ اور یہاں پر موجود آپ کے خلفاء و مریدین منتسبین محبین اور سلسلہ عالیہ اشرفیہ سے منسلک تمام حضرات!

ہمارے لیے یہ لمحہ قابل حیرت بھی ہے اور محبت وسرور کا غلبہ میرے دل پہ ایسا ہے کہ میرے کلمات میرے جذبات کا ساتھ نہیں دے رہے ہیں کہ حضور شیخ الاسلام سید نا مدنی میاں دامت برکاتہم العالیہ کی موجودگی میں حجۃ اللہ علی الرض، حضور محدث اعظم ہند کچھوچھوی علیہ الرحمۃ ولرضوان کے فضائل ومناقب ذکر کرنے کا مجھے شرف حاصل ہورہا ہے۔اور حضور شیخ الاسلام کی 50 سالہ گرانقدر خدمات جس پر مجھ سے قبل فاضل علماء بڑے خوبصورت انداز میں اپنے اپنے تاثرات اور اپنی اپنی عقیدت کو بڑے اعتدال کے ساتھ دلائل کے ان تمام نظم کا لحاظ رکھتے ہوئے

آپ کی خدمت میں پیش کررہے تھے۔

عن ابو هريره رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ الناس معادن كمعادن الذهب و الفضه خيارهم فى الجاهليه و خيارهم فى الاسلام اذا فقهوا۔او كما قال رسول الله ﷺ۔رواه مسلم

امام مسلم نے اپنی صحیح میں نقل کیا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں کی مثال کان کی مانند ہے۔لوگ کانوں کی طرح مختلف ہوتے ہیں جس طرح کچھ سونے کی کانیں ہوتی ہیں کچھ چاندی کے۔صحیح مسلم شریف کی حدیث ہے۔ہم جس کا حوالہ دیتے ہیں اس کا نام بھی بتاتے ہیں۔کیا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی 'بستان المحدثین' آپ کو یاد نہیں! امام جلال الدین سیوطی اور علامہ قسطلانی کا 'مناقشہ' آپ کو یاد نہیں، شاگرد ہونے کے ساتھ خصائص الکبریٰ سے ساری عبارتیں لیکر انہوں نے 'مواہب اللدنیہ' لکھ دی۔جب امام کو پتہ چلا ناراض ہوگئے اور اتنے شفیق امام مرتے دم تک اس سے بات نہ کیا۔اور یہ علمی خیانت ہے۔جو علمی تسلسل کو ذکر کرے اسی کو مجدد کہتے ہیں۔اور یقینا جو عقائد کے تحفظ کے ساتھ ان باتوں کو آگے بڑھائے اور اس کو من وعن آگے پہنچائے اور پچھلوں کی بات کو آگے پہنچانے کا جو ذریعہ بنے میں اس مجمع میں کہتا ہوں اسی کو شیخ الاسلام مدنی میاں کہتے ہیں۔یہ مبالغہ غیر حق نہیں ہے۔اب ذرا سنیے میری بات کو، ذرا توجہ سے سنیے۔مجھے حضور مدنی میاں سے محبت ہے۔یقیناً آپ سادات ہیں، آپ اولاد غوث اعظم ہیں یہ اپنی جگہ پر ہے، یہ بہت بڑی فضیلت ہے۔لیکن ہم مولوی بھی ہیں، کیا ہیں؟ ہم مولوی بھی ہیں۔لیکن حضور شیخ الاسلام کی تحقیقات اور آپ کی تنقیدات اور آپ کی جرح وتعدیل پر مبنی کتابیں اور آپ کا اندازِ قبض وبسط کو دیکھا گیا تو یقیناً وہی چیز نظر آئی جو امام احمد رضا نے جس فکر کے ساتھ باشرع لوگوں کی تعلیمات کو جس اعتبار سے مضبوط بند شروع کیا تھا اس کا وافر حصہ شیخ الاسلام کو عطا ہوگیا ہے۔

یقیناً کیا کتابت نسوں پر ان کا محدثانہ انداز نہیں؟ میں نے زمانہ طالب علمی میں حضور غازی ملت کے صاحبزادے مولانا نورانی صاحب ان کے ہاتھوں سے بغداد شریف میں وہ کتاب لی اور اس کا مطالعہ کیا۔جناب! ہمیں تو کچھ پتہ نہیں کہ فن حدیث میں استدلال کے کیا طریقے ہوتے ہیں۔میں ایک طالب علم کی حیثیت سے، میرا ایک انفرادی حصہ ہے، میری ایک ذاتی رائے

ہے آپ قبول کرنا چاہیں کریں نہ کرنا چاہیں نہ کریں ۔ استادوں نے پڑھا دیا اور منبر پر بٹھا دیا ۔ ٹانگیں کانپتی ہیں کہ منہ چھوٹا اور ترجمان بڑوں کا بن گیا! آج بھی جب ہم میڈیا پر بیٹھتے ہیں واللہ العزیز دو رکعت نماز ادا کر کے بارگاہ غوثیت میں عرض کرتے ہیں حضور! ہماری کوئی حیثیت نہیں مگر بیٹھے غیروں کے ساتھ ہیں لاج آپ کو رکھنی ہے ۔ میرے دوستو اگر حدیث کی آپ بات کریں، فن حدیث کی بات کریں تو جہاں پر ایک حدیث کے طالب علم کو جہت استدلال اور انداز استدلال اور فہم فن اسماء الرجال کی تمیز میرے امام اہل سنت کے ''مونے العین'' سے آتی ہے وہیں پر دین کے اثاثہ کو بچانے کا انداز آپ کی مقدس کتاب ''کتابت نسواں'' سے آتی ہے ۔ اس طریقے کے ساتھ حضور شیخ الاسلام نے امام اہل سنت کے علم کی آبرو کی تحفظ کیا ہے ۔ اور جس طرح حضرت مدنی میاں قبلہ نے اس مسئلے کا جواب دیا حضور قبلہ مفتی شجاعت علی قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو پاکستان کے بڑے نامور شخصیت تھی، مسائل افتاء کے اندر اور مدارس کے اندر، تدریسی معاملات کے اندر اور افتاء کے معاملات کے اندر بلا مبالغہ اکثر حصہ اہل سنت کا ان سے استفادہ کرتا تھا، حضور غزالی زماں کے پروردہ تھے ۔ آپ نے خود لکھا کہ ''اس مسئلے کو لکھنے کے بعد میری توجہ امام احمد رضا کے مقام کے تحفظ کے لیے جس کی طرف پڑی تھی وہ کچھوچھا کا سید شاہ مدنی تھا'' ۔ یہ ایک وجہ ہے ہمارا نذرانۂ عقیدت کے لیے دل کو جھکانا ۔ یہاں علماء کرام بیٹھے ہیں،

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم

اس سے آپ سمجھ لیجیے ۔ سیدھی بات ہے، ہم بھائی سیدھے سیدھے جو ہمارے عقیدے کو بچائے گا ہم اس کی واہ واہ کریں گے، جو ہمیں پچھلوں کا درس صحیح انداز میں دینگے ہم اس کی واہ واہ کریں گے، ہمارے اساتذہ نے جو ہمیں اصول سکھایا ہے جو اندازِ استنباط و استخراج سکھائے گا ہم اس کی واہ واہ کریں گے ۔ اصول الشاشی ہم نے پڑھ لی، نورالانوار پڑھ لی، نخبۃ الفکر پڑھ لی، نظام اعتدال کو دیکھ لیا، تہذیب التہذیب کو بھی دیکھ لیا تحقیق کے سارے طریقے لیکن جہتیں یہاں سے متعین ہوگئیں ۔ جرح وتعدیل کے اندر جو سنجیدگی تھی اور انداز جو اپنے ختم پر لانا ہے اس میں ذکاوت و فطانت کا ملکہ ہمیں اس کتاب سے ملتا ہے ۔

انسان کی عظمت وفضیلت دو طریقوں سے ہوتی ہے ایک حسب دوسرا نسب ۔ محدث اعظم کچھوچھوی علیہ الرحمہ اور شیخ الاسلام سید محمد مدنی میاں صاحب قبلہ نے جو جرات و بے باکی والا کام کیا اس

کو بہت جلدی مقبولیت ملی اس لیے کہ آپ سید ہیں، یہ نسب کی برکت ہے ۔ آپ کے پاس نسب بھی ہے حسب بھی ہے ۔ حضرت سید مدنی میاں کا علم وتقوی اعلی ہے ۔

نوٹ: مورخہ 5،6 مارچ 2011ء ۔ بمقام واگھرا ضلع بھروچ گجرات ۔ دو روزہ انٹرنیشنل محدث اعظم کانفرنس میں علامہ صاحب کی تقریر کے چند اقتباسات قارئین کے نذر ہے ۔

حضرت شیخ الاسلام کی خدمات نے پورے عہد کو متاثر کیا

علامہ عبد المبین نعمانی رضوی
المجمع الاسلامی مبارکپور اعظم گڑھ

علما تو بہت ہوتے ہیں لیکن ایسے عالم جو اپنے پورے عہد کو متاثر کریں بہت کم نظر آتے ہیں شیخ الاسلام حضرت علامہ مولانا مفتی سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی دامت برکاتہم القدسیہ (جانشین محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ) انھیں علماء میں ہیں جنہوں نے اپنی دینی تبلیغی اور تصنیفی خدمات سے پورے عہد کو متاثر کیا، آپ جہاں حضور مخدوم ملت محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کے سچے جانشین ہیں ۔ وہیں استاذ العلما حافظ ملت علامہ شاہ حافظ عبد العزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ کے ارشد تلامذہ میں شمار کیے جاتے ہیں ۔ اساتذہ کے نزدیک بھی آپ ذی استعداد قابل ذکر تلامذہ میں تھے تو احباب درس میں بھی آپ کا مقام ومرتبہ بہت بلند ہے ۔ حضور محدث اعظم کے وصال کے بعد آپ نے ان کی جانشینی کا حق ادا کیا اور ان کے سلسلے کو فروغ دیا ۔ خطابت اور ارشاد وہدایت کے ذریعے ایک وسیع حلقے کو مستفیض ومتاثر کیا ۔

تصنیفی خدمات میں تفسیر اشرفی کو نمایاں مقام حاصل ہے جو دس جلدوں پر مشتمل ہے اور ایک عام فہم تفسیر ہے ۔ بلکہ ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ منقسم ہندوستان میں لکھی جانے والی پہلی تفسیر ہے، ورنہ حال اور ماضی قریب میں تفسیر کا جتنا کچھ کام ہوا ہے وہ پاکستان میں ہوا ہے ۔

حضرت شیخ الاسلام نے اور بھی متعدد موضوعات پر بھی کتابیں لکھی ہیں، لیکن دین کو غلط ڈھنگ سے اور گمراہ کن طریقے سے پیش کرنے والے مودودی جماعت کے بانی مولانا ابوالاعلی مودودی کے رد میں آپ کا سب سے زیادہ حصہ ہے ''دین اور اقامت دین، اسلام کا تصور الہ اور

مودودی صاحب، اسلام کا تصور عبادت اور مودودی صاحب، فریضۂ دعوت وتبلیغ'' نامی کتابیں شاہد وعادل ہیں۔

دیابنہ اور منکرین ختم نبوت کے رد میں ''ختم نبوت اور تحذیر الناس'' نامی کتاب بڑی تحقیقی اور مفید ہے اور اس سلسلے میں پھیلائی جانی والی غلط فہمیوں کا بخوبی ازالہ کرتی ہے۔

حضرت شیخ الاسلام مدنی میاں ایک تحریکی اور تنظیمی شخصیت کا نام ہے کئی دینی ادارے اور اسلامی رنگ سے ہم آہنگ کالج کے آپ بانی ہیں۔

مجدد اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ محدث بریلوی پر ایک بدعقیدہ اور دردیدہ دہن نے جب اعتراضات کیے تو آپ نے اس کے رد میں ایک مبسوط مقالہ قلم بند فرمایا جو 'المیزان' امام احمد رضا نمبر میں شائع کیا گیا پھر بعد میں اسے کتابی شکل میں بھی پیش کیا گیا۔

شعر وشاعری میں بھی آپ حضور محدث اعظم ھند علیہ الرحمہ کے نقش قدم پر ہیں اور انہیں کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں، آپ کے اشعار سہل ممتنع کی بہترین مثال ہیں، اختر تخلص رکھتے ہیں اور یہ تخلص آپ نے دور طالب علمی ہی سے اختیار فرمایا جیسا کہ ناچیز نے دوران درس پڑھی ہوئی بعض کتابوں کی تعلیقات پر خود لکھا ہوا دیکھا بلکہ مصباحی لکھنے کی ابتداء بھی غالباً آپ نے یا آپ کے رفقائے درس کی ہے، آپ نے اپنے دستخط کے طور پر کئی جگہ ''اختر مصباحی'' لکھا۔

آپ کی خطابت بے مثال ہے۔ کئی علمی مسئلے کو عام فہم انداز میں پیش کردینا آپ ہی کا حصہ ہے اس کے لیے حضرت کے خطابت کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ ایک اچھے خطیب میں جتنی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب آپ میں پائی جاتی ہیں۔ الفاظ کا شکوہ، استدلال کا بانک پن، زور بیان شخصیت کا وقار، سامعین پر چھا جانے والی کیفیت، انداز بیان کا زیروبم، احقاق حق اور ابطال باطل پر بھرپور کمال، آواز کا جاہ وجلال وغیرہ صفات خطابت میں آپ یکتا وممتاز ہیں، اگرچہ اب میدان خطابت کو آپ نے چھوڑ کر گوشہ نشینی اختیار کرلی ہے، اور صرف علمی وتصنیفی کاموں میں ہمہ تن مشغول و مصروف ہیں، ایک مرتبہ اس سوال کے جواب میں کہ ''اس وقت کون کون سا علمی کام چل رہا ہے'' فرمایا: اب کام بہت کم ہوتا ہے، اس میں زیادہ دخل ضعیفی کو ہے اور کچھ سستی کو بھی۔ اللہ حضرت کے سایہ کو دراز فرمائے ان کے فیوضات علمیہ سے ہم کو متمتع فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین۔

معاصرین میں بدر فی النجوم: حضرت شیخ الاسلام

حضرت علامہ مفتی عبد الحلیم اشرفی رضوی صاحب قبلہ،

خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند۔ ناگپور۔ سرپرست دعوت اسلامی ہند

محترمی مولانا نعیم الدین صاحب اشرفی، سلام ورحمت!

میں آندھرا پردیش سے ناگپور آرہا تھا۔ ٹرین میں آپ کے فون سے بے حد مسرت ہوئی کہ آپ حضور شیخ الاسلام علامہ مدنی میاں پر کوئی مجلّہ شائع کررہے ہیں۔ مولائے کریم آپ کو مخدومی فیضان سے مالا مال فرمائے۔ آپ کے اس اقدام پر قبل از وقت قلب کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

علامہ مدنی میاں اپنے والد گرامی کی کھلی ہوئی کرامت ہیں۔ اوائل عمری میں بہت کم بولتے تھے۔ ایک دن والدہ ماجدہ نے حضور محدث اعظم سے کہا آپ نے اپنا جانشین ایسے کو نامزد کیا ہے جو بولتے نہیں۔ فرمایا: ''جب وقت آئے گا تو خوب بولیں گے''۔ دنیا نے ماتھوں کی آنکھوں سے دیکھ لیا علامہ مدنی میاں اپنے والد گرامی کی کرامت بن کر چمکے۔ جب ممبر خطابت پر آئے تو خطیب البراھین، تقریر کی دنیا میں آئے تو رئیس المقررین، تصنیف کی دنیا میں آئے تو ممتاز المصنفین۔ ان کی علمی صلاحیتوں کا اندازہ ان کی دیگر تصانیف کے علاوہ ''سید التفاسیر المعروف بہ تفسیر اشرفی'' سے لگایا جاسکتا ہے۔ جس کے مطالعہ کے بعد آفتاب نیم روز کی طرح روشن وآشکارا ہوجائے گا کہ قدرت نے آپ کو قرآن فہمی وتفسیر شناسی کی بھرپور صلاحیتوں سے مالا مال فرمایا ہے۔ ذٰلک **فضل اللہ یؤتیہ من یشاء**۔۔۔

معاصرین میں علامہ مدنی کو بدر فی النجوم کہئے جو اپنی گوناگوں صلاحیتوں کی بنیاد پر ممتاز العلماء والمشائخ نظر آرہے ہیں۔ حدیث میں ہے **من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین**۔ اللہ جس کے لیے خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔ حدیث مذکورہ کی روشنی میں آپ کے فتاوے اور تحقیقی مسائل جدیدہ کے مطالعہ سے فقہی بصیرت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

علامہ مدنی میاں بیک وقت شیخ طریقت بھی ہیں رہبر شریعت بھی، فقیہ دین بھی ہیں مفکر اسلام بھی۔ علم وعمل، فضل وکمال، زہد وتقویٰ کے علاوہ اخلاق وکردار، صبر وضبط، تحمل وبردباری،

تواضع وانکساری کے مظہراتم ہیں۔ چندلمحوں کی صحبت بےقرار دلوں کا قرار، بےچین دلوں کا چین ہے۔جس خوش نصیب کو آپ کی ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا ہوگا انہیں ضرورمحسوس ہوا ہوگا کہ لبہائے مبارک سے جھڑنے والے پھول مشام جاں کومعطر کردیتے ہیں،آپ کی مسکراہٹ سے دل کی مرجھائی ہوئی کلیاں کھل جاتی ہیں۔علامہ مدنی میاں مخدوم پاک کی امانتوں کے امین ،حضور محدث اعظم ہند کے سچے جانشین اوراپنے پیرومرشد حضورسرکارکلاں کے رازداراورعکس جمیل ہیں،

نہ جانے کیسی کیسی خوبیاں مدنی میاں میں ہیں

مولائے کریم حضور والا کے سایۂ عاطفت کوسروں پرتا دیرسلامت رکھے تاکہ دنیائے اسلام آپ سے اکتساب علم اورروحانی فیضان حاصل کرتی رہے۔آمین۔

ایں دعاءازمن وجملہ جہاں آمین باد

آپ کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے چندسطورحضورشیخ الاسلام کی بارگاہ میں بطورخراج عقیدت پیش ہے ۔گرقبول افتدزہےعزوشرف ۔۔۔ محتاج کرم،محمدعبدالحلیم،شانتی نگر،ناگپور

حضرت شیخ الاسلام علامہ سیدمدنی میاں کاایک نمایاں وصف

مفتی اعظم باسنی حضرت علامہ مفتی ولی محمدرضوی

سربراہِ اعلیٰ راجستھان سنی تبلیغی جماعت باسنی،ناگورشریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

حضرت شیخ الاسلام،جانشین حضورمحدث اعظم ہندحضرت علامہ الحاج الشاہ سیدمحمدمدنی میاں صاحب قبلہ اشرفی جیلانی دامت برکاتہم کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں۔حضور سیدنا سلطان العارفین،تارک بادشاہت مخدوم اشرف جہانگیرسمنانی علیہ الرحمۃ والرضوان کے واسطے سے ہندوستان میں سلسلۂ چشتیہ اشرفیہ کی جوشاخ جاری ہوئی فی الوقت اس کے آپ شیخ طریقت اور اہل سنت وجماعت کے عظیم مقتدیٰ ہیں اورتلمیذاعلیٰ حضرت (امام احمدرضامحدث بریلوی قدس سرہٗ) حضورمحدث اعظم ہندسیدالخطباء سیدی علامہ سیدمحمدمیاں کچھوچھوی علیہ الرحمہ کے روحانی جانشین ہونے کے ساتھ ان کے مذہبی،دینی،اورمسلکی مشن کے بےباک نمائندہ اورصاحب تصانیف کثیرہ عالم وفقیہ ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام مدظلہٗ سے مختلف مقامات پردوچارمرتبہ راقم الحروف کوملاقات کاشرف حاصل ہے۔سب سے پہلی ملاقات تقریباً۲۷ سال قبل ممبئی کی سرزمین پر ’’تحفظ گنبدخضریٰ کانفرنس‘‘ میں ہوئی۔بعدہٗ ہمارےقصبہ باسنی ضلع ناگورشریف (راجستھان) میں ۲۵ سال قبل حضور کی آمددوبارہوئی تھی توپھرآپ سے شرف لقاحاصل ہوا،اورقصبہ باسنی سے ۳۰ کلومیٹردور’’روحل شریف‘‘ واقع ہے جہاں ہمارے آقاومولیٰ حضورسیدعالم ﷺ کا جبہ شریف ہے،اس کی زیارت کے لیے حضرت تشریف لے گئے تواستاذگرامی حضورقائداہل سنت حضرت علامہ ظہوراحمداشرفی علیہ الرحمہ (سربراہِ اعلیٰ سنی تبلیغی جماعت باسنی) اورفقیررضوی بھی ساتھ میں شریک سفررہا،اورمختلف علمی ودینی اورمسلکی موضوعات پرحضرت سے گفتگوکرنے کاموقع ملا۔

حضرت شیخ الاسلام مدظلہٗ کی ذات کے اندرعلمی ودینی اورفقہی وتحقیقی خوبیوں کے ضمن میں راقم کوجونمایاں وصف نظرآیاوہ احقاق حق اورابطال باطل ہے،اسی وجہ سے میں آپ کی ہمہ جہت شخصیت سے کافی متاثرہوں،کہ امت میں جب بھی فتنے اٹھے توآپ نے اہل سنت وجماعت (مسلک اعلیٰ حضرت) کاتحفظ فرمایااوراہل باطل کاسدباب کیا،چاہے وہ مودودیت کافتنہ ہویا طاہرالقادری کافتنہ ہو۔ہروقت نمایاں کردارپیش فرماکرعوام اہل سنت کی رہنمائی فرمائی اورتحریراً و تقریراً فتنوں کاسدباب فرمایا،جوایک ذمہ دارعالم ربانی اورشیخ طریقت کی شان ہوتی ہے،ایسے موقع پرآپ نے کسی بھی طرح سے پس وپیش نہ کیا،بلکہ مشائخ اہل سنت بالخصوص حضورتاج الشریعہ اورحضورمحدث کبیردامت برکاتہم کے فتاوے اورقول فیصل کواپناقول وارشادوفتویٰ قرار دےکرطاہرالقادری پاکستانی کے عظیم فتنۂ صلح کلیت سے عوام اہل سنت کے ایک بڑے طبقہ کے ایمان وعقیدہ کی حفاظت فرمائی۔اس حق بیانی پرمیں صمیم قلب کے ساتھ حضورشیخ الاسلام کی بارگاہ میں ہدیۂ تبریک پیش کرتاہوں،مولیٰ تعالیٰ قبلہ موصوف کے ذریعہ حضورمخدوم اشرف سمنانی علیہ الرحمہ کے فیضان کواورعام وتام فرمائے،اورہم غربائے اہل سنت کواکابرعلماوسادات ومشائخ کا ادب واحترام کرنے کی توفیق بخشے،آمین۔

آخرمیں’’مدنی فاؤنڈیشن‘‘ ہبلی کرناٹک، کےارباب حل وعقدکوبھی مبارک بادپیش کرتا ہوں جنہوں نے ایک عظیم شخصیت پرمبسوط کتاب شائع کرنے کابیڑااٹھایاہےاللہ تعالیٰ کامیابی عطا فرمائے،اورحضرت موصوف کوصحت وتوانائی کے ساتھ درازئ عمرعطافرمائے آمین۔

حضرت شیخ الاسلام سرچشمۂ علوم اسلامیہ

ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد صاحب نقشبندی

شاہی امام مسجد فتح پوری، مسند نشین مفتی اعظم دہلی

شہزادۂ حضرت محدث اعظم ہند یعنی شیخ الاسلام حضرت سید محمد مدنی اشرفی جیلانی دامت برکاتہ کی ذات عظیم الصفات کے فضائل ومناقب اور آپ کی عظمت ورفعت کو احاطۂ تحریر میں لانا ممکن نہیں ہے۔ اناسی سال کے مقدس لمحات اور مبارک واقعات کو نیز جلیل القدر علمی اور روحانی خدمات کو کما حقہ کون بیان کرسکتا ہے؟

جس مقدس خانوادہ کے آپ چشم و چراغ ہیں اس کا فیضان ہندستان میں ہی نہیں بلکہ اکناف عالم میں صدیوں سے جاری ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس خانوادۂ جلیلہ نے صرف خانقاہی نظام کے تحت عقیدتمندوں کی روحانی تربیت نہیں فرمائی بلکہ ارباب علم و دانش نے علوم منقولہ ومعقولہ میں ان بزرگوں سے بھرپور استفادہ کیا اور الحمد للہ آج بھی اس خانوادہ کی خدمات شہزادگان عالی مرتبت کے ذریعہ جاری ہے وساری ہے۔

احقر کے جدامجد مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۔۱۳۸۶ھ) ہرسال شاہی مسجد فتح پوری میں عید میلا دالنبی ﷺ کی محافل کا انعقاد فرماتے تھے۔ احقر کے والد ماجد امام الملت مولانا شاہ محمد احمدؒ (م۔۱۳۹۱ھ) اور عم محترم مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ (کراچی۔م:۱۴۲۸ھ) ان محافل کے انتظام وانصرام کے انچارج ہوتے تھے۔ ہرسال حضرت محدث اعظم ہند اور حضرت صدر الافاضل پابندی کے ساتھ اس جلسہ میں تشریف لاتے تھے۔ اپنے بزرگوں سے احقر نے جو حضرت محدث اعظم ہند کے فضائل سنے ہیں وہی فضائل مزید نکھار کے ساتھ حضرت شیخ الاسلام سید محمد مدنی اشرفی جیلانی دامت برکاتہم کی ذات میں دیکھے جارہے ہیں یہ فیضان نظر کی کرامت بھی ہے اور خاندانی ولایت بھی نیز والدین کریمین کی خصوصی تربیت اور نگہداشت کا اثر بھی ہے۔

جامعہ اشرفیہ میں شیخ الاسلام زیر تعلیم تھے اس وقت بھی آپ کے چہرۂ انور سے عظمتیں جھلک رہی تھیں سچ ہے مچھلی کے جائے کو تیرنا نہیں سکھایا جاتا۔ تب ہی سے آپ کی تنظیمی اور تحریکی

صلاحیتیں منظر عام پر آرہی ہیں۔ ۱۹۷۴ء میں دورۂ برطانیہ سے مشرق ومغرب یوروپ وایشیا میں آپ کی خدمات کا اعتراف کیا جارہا ہے اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ سلسلہ اشرفیہ سے وابستگانِ اہل علم وفضل بڑے اہتمام کے ساتھ ۲۰۰۷ء سے ہرسال حضرت کی حیات وخدمات پر محفل وسیمینار کراتے ہیں پھران مقالات کو جامع اور عام فہم اسلوب کے ساتھ شائع کرتے ہیں۔ حضرت کے نام سے منسوب تعلیمی، فلاحی اور رفاہی ادارے ایشیا اور یورپ بالخصوص ہبلی کرناٹک میں خدمت خلق انجام دے رہے ہیں۔ اس سلسلے میں شیخ الاسلام ٹرسٹ احمد آباد، گلوبل اسلامک مشن نیویارک امریکہ اور مدنی فاؤنڈیشن (ہبلی) بالخصوص مولانا سید نثار احمد چھگن اشرفی اور مولانا نعیم الدین اشرفی شیخ اور دیگر رفقاء وارا کین کی خدمات قابل قدر ہیں۔

اللہ تعالی حضرت شیخ الاسلام کی عمر میں برکتیں عطا فرمائے۔ آپ کا سایۂ عاطفت تادیر قائم رہے آپ سب ہی عاشقان کی سرپرستی فرماتے رہیں نیز دعا ہے کہ پروردگار عالم اپنے حبیب ﷺ کے وسیلہ سے فاونڈیشن کی خدمات کو قبول فرمائے اور ملت کو زیادہ سے زیادہ استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت شیخ الاسلام اہل سنت کے امام ومقتدیٰ

علامہ ڈاکٹر انوار احمد خان بغدادی، دارالعلوم علیمیہ، جمداشاہی، یوپی

کشمیر سے کنیا کماری تک اور بنگال کی کھاڑیوں سے راجستھان کے لق ودق صحرا کی آخری حدوں تک پھیلے ہوئے پورے ہندوستان پر نظر ڈالیے تو صرف ایک ہی ذات ملے گی جس کو اس وقت ''جامع الصفات'' کہا جاسکتا ہے، حسب ونسب کی شرافت ہو یا تقوی وپرہیزگاری، علوم و فنون میں مہارت ہو یا اخلاق وکردار کی شفافیت، یا پھر تدبر وحکمت، صبر ورضا، عقل ودانائی، فہم و فراست اور تصوف وروحانیت وغیرہ۔۔۔۔۔

ان تمام خوبیوں کی جامع شخصیت گل گلزار اشرفیت، مخدومی مشن کے سچے نقیب، شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ سید محمد مدنی مدظلہ النورانی کی ذات گرامی ہے۔

ممکن ہے کہ ان کلمات میں کسی کو مبالغہ آرائی دکھائی دے مگر واقع امر یہی ہے کہ کہیں شرف علم وتقوی ہے تو شرف سیادت نہیں، کہیں سیادت و پرہیزگاری ہے تو مینارہ علم بلند نہیں، اور کہیں علم و

سیادت ہے تو تقویٰ پرہیزگاری اوراحتیاط نہیں، مگرحضرت مدنی میاں کی ذات ستودہ صفات میں یہ تینوں خوبیاں پائی جاتی ہیں۔

حالات وزمانہ کی نزاکتوں سے ہم آہنگ آپ کے فقہی آراء، لبرل ازم، فکرِاکبری، مودودیت اور فیورک جیسے فتنوں کے خلاف آپ کا قلمی اور عملی جہاد، آپ کے ایمانی مواقف اورآپ کی فکری صلابت کا حال یہ ہے کہ آپ کو فی زماننا اہل سنت کا امام اورمقتدیٰ کہا جانا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا سایۂ عاطفت ہم سب کے سروں پرتادیرقائم ودائم رکھے آمین۔

محب گرامی حضرت مولانا نعیم الدین صاحب اوران کے رفقاء کار نے حضرت کی ذات گرامی پرایک نمبرنکالنے کا عزم کیا ہے جوکسی حدتک قابل مبارک باد ہے اللہ تعالیٰ ان حضرات کو اخلاص کا بہترین صلہ عطا فرمائے۔

مگر یہاں ایک بات کا ذکر بے محل نہ ہوگا کہ آج ہمارا جماعتی مزاج یہ بن چکا ہے کہ ہم کسی بھی شخصیت سے عقیدت رکھتے ہیں توہمیں اول وآخر ایک ہی فکر ستاتی ہے کہ ہم کسی طرح ان کی شخصیت پرنمبرشائع کردیں جس میں عام طور پرعلمی موادکم تعریف وتوصیف کے بےحوالے جملوں کو زیادہ سے زیادہ جگہ ملتی ہے، جب کہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ ہم اپنی جماعت کی علمی شخصیتوں کا تعارف فرسودہ اورغیر مفید طریق کار سے ہٹ کرکرواتے۔ کتنی اچھی بات ہوتی کہ اپنے بزرگوں کے افکارونظریات اوران کے علمی خزانے سے دنیا کو متعارف کرواتے تاکہ جہاں دنیا ہمارے ممدوح سے متعارف ہوتی وہیں ان کے علوم وفنون سے استفادہ بھی کرتی اورساتھ ساتھ بین الاقوامی سطح پر ہندوستان سے جماعت اہل سنت کی نمائندگی بھی ہوجاتی۔

کتنے افسوس کے ساتھ میں یہ جملے لکھ رہا ہوں کہ آج پورے عالم عرب بلکہ عالم اسلام کے کونے کونے میں غیروں کے چرچے ہورہے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے دنیا کے سامنے سوانحیات پرمشتمل تحریریں کم بلکہ اپنا علمی سرمایہ زیادہ سے زیادہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے جبکہ ہم سوانحیات کے حدود پارنہیں کرسکے۔

مثال کے طور پرحضرت مدنی میاں مدظلہ النورانی کی ہی ذات گرامی کولے لیجئے، آپ نے مودودیت کا تعاقب آج سے ۵۰ سال پہلے ہی کیا تھا، آج پچاس سال گزرنے کے بعد علمائے عرب ببانگ دہل یہ کہہ رہے ہیں کہ داعش جیسی خونخوار دہشت گرد تنظیمیں درحقیقت مودودی اورسید

قطب وغیرھما کی انتہا پسندانہ تحریروں کا نتیجہ ہیں جیسا کہ شیخ اسامہ سیدازہری مدظلہ نے اپنی کتاب ''الحق المبین فی الردعلی من تلاعب بالدین'' میں بڑی جرات و بے باکی کے ساتھ اس بات کا انکشاف کیا ہے۔

ایسی خطرناک تحریروں کا تعاقب ہندوستان کی اس عظیم شخصیت نے اسی وقت کرلیا تھا کہ جب یہ تحریریں منصۂ شہود پرآنا شروع ہوئیں تھیں چنانچہ حضرت مدنی میاں مدظلہ النورانی 1964 ہی میں ''اسلام کا تصور الٰہ اورمودودی صاحب'' لکھ کراپنا فرض ادا کردیا تھا۔ کاش ان تحریروں کا عربی ترجمہ اسی وقت ہوجاتا اور عالم عرب ان تحریروں سے واقف ہوجاتا تو جہاں تشدد ودہشت گردی سے بچایا جاسکتا وہیں مودودیت کی مقبولیت پرروک بھی بآسانی لگائی جاسکتی۔

مودودیت کے رد میں آپ کی تحریروں کو سنجیدگی سے مطالعہ کرنے والا مودودیت کے دام فریب میں قطعاً نہیں آتا اور جہاں لوگ مودودی کا نام لیتے وہیں سرکار مدنی میاں کا بھی تذکرۂ جمیل ضرور ہوتا مگر یہاں تو تصویر کا ایک ہی رخ پہنچ پایا جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ آج ہم اپنی شناخت کھوتے جارہے ہیں، جب کہ بدمذہبیت سنیت کا لبادہ اوڑھ کر اپنا تعارف کروارہی ہے اورایسے لوگ ہی عالم، محدث، اورمتکلم کی حیثیت سے جانے اور پہچانے جارہے ہیں جن کا علم ہمارے اکابر کے عشرعشیر بھی نہیں ہے۔

اس لیے میں جماعت اہل سنت کے کاز کے حوالے سے سنجیدہ ارباب حل وعقد اوراصحاب فکر ونظر سے اپیل کرتا ہوں کہ لایعنی اوراختلافی مسائل میں الجھنے کے بجائے بزرگوں کی تحریروں، ان کے افکارونظریات اوران کے علوم وفنون کو پوری دنیا میں عام کریں، یہ وقت کا اہم تقاضا ہے۔

واضح رہے کہ وقت کے اسی تقاضا کو محسوس کرتے ہوئے مودودیت کے رد میں حضرت مدنی میاں کی تینوں کتابوں (۱) ''اسلام کا تصور الٰہ اورمودودی صاحب''۔ (۲) ''اسلام کا نظریۂ عبادت اورمودودی صاحب''۔ (۳) ''دین اوراقامت دین اورمودودی صاحب''۔ کا عربی ترجمہ قسط وار ماہنامہ ''المشاہد'' میں شائع کرنے کا عزم کیا گیا ہے جس کی پہلی قسط آئندہ ماہ قارئین کے نذرہوگی ان شاء اللہ العظیم۔ اللہ ہمیں اخلاص بخشے اورشرف قبولیت سے نوازے۔

ملت اسلامیہ کی عظیم ترین شخصیت ۔

حضور شیخ الاسلام الشاہ سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی دامت برکاتہم العالیہ

سید جمال اللہ قادری

صدر تعلیمی کمیٹی دار العلم جدہ، عرب۔

حضور شیخ الاسلام الشاہ سید محمد مدنی میاں قبلہ دامت برکاتہم العالیہ کی شان میں کچھ لکھنے والا خود کو ان کے لاکھوں کروڑوں مداحوں کی فہرست میں خود کو شامل کر کے فخر وانبساط محسوس کرتا ہے۔ جدہ میں سب سے پہلے آپ سے ملاقات کا شرف آپ کے ارادتمند اور خلیفہ حضرت مولانا فرحت علی صدیقی علیہ الرحمہ والرضوان کے عشرت کدے پر حاصل ہوا، پھر اس کے کچھ عرصے بعد دو مرتبہ اور زانوئے ادب طئے کرنے کا شرف نصیب ہوا۔

مجھے اپنی کم علمی وکم مائیگی کا بخوبی احساس ہے، اس کے باوجود اس عظیم المرتبت شخصیت کے بارے میں چند الفاظ قلمبند کرنے کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ حضور شیخ السلام کے مداحوں اور عقیدتمندوں میں اپنی بھی شمولیت ہوجائے۔ حضور شیخ الاسلام سے ملنے کے بعد اور آپ کے بارے میں سننے اور کچھ پڑھنے کے بعد یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوئی کہ آپ ملت اسلامیہ کے لیے نا صرف بابرکت ہیں بلکہ فیوض ربانی کا سرچشمہ بھی ہیں جن سے چند لمحوں کی ہی ملاقات میں حقانیت اور معرفت کے پردے اٹھ جاتے ہیں۔ بلا شبہ حضور شیخ الاسلام اُن نفوس قدسیہ میں سے ہیں جن کے قلوب زہد وتقوی سے معمور اور جن کے صدور عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے منور ہیں۔ آپ کی شخصیت ایک ہشت پہل ہیرے کی مانند ہے جن کے ایک ایک پہلو پر ہزاروں صفحات قلمبند کیے گئے اور کیے جارہے ہیں۔ حضور شیخ الاسلام مفتی اعظم، ایک عالم دین، ادیب، مقالہ نگار، متعدد کتابوں کے مصنف، شعلہ بیاں مقرر منفرد انداز بیان کے عدیم المثال نعت گو شاعر اور زبان اردو ادب کے محسن ومربی ہیں۔ حضور شیخ الاسلام کی فکر انگیز تحریریں اور ایمان افروز تقریریں قرآن و حدیث کی روشنی میں تاریخ اور واقعات کی صداقت ہمارے اعتراف وتحسین کے ہرگز محتاج نہیں لیکن ہمارے قلب کی شرافت، علم کی دیانت اور سچائی کے ذوق کا تقاضہ یہی ہے کہ ہم ان صداقتوں کا بہ صمیم قلب اعتراف کریں اور حیات ملی کی تلاش وقیام میں حضور شیخ الاسلام کی خدمات کو خراج تحسین

پیش کریں۔

اس ارض مقدسہ میں موجود آپ کے سینکڑوں ارادتمند، محبان اور عقیدت مندوں کے ساتھ اللہ تعالی کے حضور دست بدعا ہوں کہ حضور شیخ الاسلام کی عمر واقبال میں صحت وعافیت کے ساتھ درازی عطا فرمائے اور ان کے قلم اور زبان و بیان میں خوب اضافہ فرمائے تا کہ لاکھوں کروڑوں فرزندان اسلام آپ کے فیوض وبرکات سے باریاب ہوں۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

عصر حاضر کی مقتدا شخصیت: حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی دامت برکاتہم القدسیہ

حضرت مولانا مفتی یحییٰ رضا مصباحی صاحب

صدر المدرسین جامعۃ المدینہ، فیضان کنز الایمان، ممبئی۔

برصغیر ہندو پاک کا خطہ قدیم زمانہ ہی سے علم وعرفان، فضل وکمال، زہد وتقوی، مراقبہ ومجاہدہ کی آماجگاہ اور زینت بنا ہے۔ اور ہر زمانے میں آنے والے مختلف افراد اپنی دینی وعلمی وجاہت کے ساتھ افق ہند پر ابھرتے رہے اور اپنی اپنی بساط کے مطابق مذہبی، دینی، علمی، ملی، قومی خدمات انجام دے کر روپوش ہوے۔ مگر ایسے کچھ ہی خانوادے ہیں جن کی خدمات کا ایک ''سلسلۃ الذہب'' ہے اور ان کا رشتہ اپنے ماضی سے مکمل مربوط ہے۔ انہیں افراد میں عصر حاضر کی مقتدا شخصیت بقیۃ السلف عمدۃ الخلف، شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی دامت برکاتہم القدسیہ کی ذات والا صفات بھی ہے، حضور شیخ الاسلام کی ذات محتاج تعارف نہیں۔ بلکہ شیخ الاسلام مختلف خوبیوں کے حاصل اور اوصاف کمالات میں اپنے اسلاف کے مظہر کامل ہیں۔ ان کے علم وفضل، خصائل کریمہ، اوصاف حمیدہ کا ڈنکا برصغیر میں پورے آب وتاب کے ساتھ بج رہا ہے اور ایک عالم امن سے مستفیض ہورہا ہے خصوصاً آپ کی تصانیف علوم ومعارف اور تحقیق و تدقیق کا گرانقدر سرمایہ ہیں۔ قرآن وحدیث اور دلائل شرعیہ کو عمدہ، سادہ اور سلیس پیرائے میں بیان فرما کر آپ نے امت مسلمہ کی ہدایت ورہنمائی کا عظیم کام انجام دیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ غزالی دوراں علامہ سعید احمد کاظمی علیہ الرحمۃ والرضوان نے شیخ الاسلام دامت برکاتہم القدسیہ کو ''رئیس المحققین'' کا عظیم خطاب مرحمت فرمایا تھا۔ آپ کی تصانیف میں ''سید التفاسیر المعروف تفسیر اشرفی'' خصوصاً گوہر بے بہا وتحقیق وتدقیق کا نایاب خزینہ ہے۔ عصر حاضر کے اذہان وافکار کو مدنظر رکھ کر حضور

شیخ الاسلام دامت برکاتہم القدسیہ نے سابقہ تفاسیر کا نچوڑ قوم کو پیش کر کے احسان عظیم فرمایا ہے۔

اسی طرح حضور شیخ الاسلام دامت برکاتہم القدسیہ نے بیعت وارشاد کے ذریعے لاکھوں گمگشتگان راہ کو ضلالت وگمراہی کی تاریکی سے نکال کران کے قلوب کو نور ایمان سے مجلّٰی ومصفّٰی کر دیا اور مراسمِ خانقاہی میں اپنے اسلاف کی روایت کو قائم رکھتے ہوئے نیا نظام بھی قائم فرما دیا۔

اسی طرح آپ دامت برکاتہم القدسیہ میدان خطابت کے عظیم شہ سوار ہیں۔ دلائل سے پُر، سنجیدہ لب ولہجہ میں روحانی وعرفانی خطاب سے برصغیر ہی نہیں بلکہ یورپ، امریکہ وافریقہ دیگر بر اعظم کے ممالک کو بھی فیضیاب فرمایا۔ ''ماہ نور'' کے ''اشرف العلماء نمبر'' میں ہے ''دی ورلڈ اسلامک مشن کی پہلی تنظیمی کانفرنس بریڈ فورڈ برطانیہ کے سینٹ جارج ہال میں مولانا شاہ احمد نورانی (متوفی 2003) صدر جمیعۃ العلماء پاکستان کی زیر صدارت مورخہ 21 اپریل 1974ء کو منعقد ہوئی۔ اس میں دنیا کے مختلف ممالک سے خطباء شریک تھے۔ آپ دامت تہم القدسیہ کی تقریر بہت پسند کی گئی اس زمانے میں پورے برطانیہ کا طوفانی دورہ کیا، کم وبیش 30 خطبات ہوئے ان میں سے 9 تقریروں کا مجموعہ ''خطبات برطانیہ'' کے نام سے شائع ہوکر ہر خاص وعام سے خراج تحسین حاصل کر چکا ہے۔

حضور شیخ الاسلام دامت برکاتہم القدسیہ تبلیغ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوت اسلامی سے بے حد محبت کرتے ہیں اور اس کی تائید فرماتے ہیں اور گجرات میں خصوصاً دعوت اسلامی کی مقبولیت کی وجہ حضور شیخ الاسلام دامت برکاتہم القدسیہ ہیں۔

اللہ تبارک وتعالی سے دعاء ہے کہ مولی تعالی اپنے حبیب پاک ﷺ اور مشائخ کرام کے صدقے ان کا سایہ عاطفت تادیر اہل سنت پر قائم ودائم فرمائے۔

آمین آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

شیخ الاسلام کا وجود ایک ولی کامل کا وجود ہے

حضرت علامہ مفتی انصار القادری صاحب قبلہ، برطانیہ

ہمارے لیے بڑی خوش نصیبی ہے کہ آفتاب طریقت ماہتاب شریعت حضرت شیخ الاسلام مدنی میاں دامت برکاتہم العالیہ کی سرپرستی میں چلنے والے اس ادارے میں حاضر ہونے کا شرف و

اعزاز حاصل ہوا ہے۔

حضور مدنی میاں اس وقت عالم اسلام کی ان مقتدر شخصیات میں نہ صرف شامل ہیں بلکہ مشائخ کی صف میں وہ اسی طرح ہیں جس طرح ستاروں کی جھرمٹ میں چودہویں کا چاند ہوتا ہے۔ اور ان کے عقیدت مندوں کا حلقہ پورے عالم اسلام پر محیط ہے۔ اور وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی سنتوں اور آپ کی اسوۂ حسنہ کی چلتی پھرتی تصویر ہے۔ سرزمین امریکہ میں پہلی ملاقات حضور سے ہوئی اور متعدد مرتبہ آپ سے شرف نیاز رہا۔ جمعۃ المبارک کے مواقع پر اور بعض دیگر مواقع پر بھی مجھے آپ کی دست بوسی کا شرف واعزاز حاصل ہوتا رہا ہے۔ میں بذات خود ان کے لیے وہی نظر رکھتا ہوں جو ایک مرید اپنے پیر کے لیے رکھتا ہے۔ وہ اس وقت اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ اور ان کا وجود اللہ تعالی کی بہت بڑی نعمت ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالی حضور شیخ الاسلام حضرت مدنی میاں دامت برکاتہم العالیہ کے فیوض وبرکات کو قیامت تک کے لیے وسعتیں عطا فرمائے۔ اور ان کی عمر میں برکت ودرازی عطا فرمائے۔ ان کا سایہ اہل اسلام پر تادیر قائم ودائم رکھے۔ اور ان کے وہ مرید، ان کے وہ نام لیوا جو انتہا درجے کی عقیدت ومحبت ان کے لیے رکھتے ہیں میرا ان کے متعلق یہ خیال ہے کہ یہ بھی ان کی خوش قسمتی ہے کہ حضور شیخ الاسلام سے ان کا رابطہ ہے۔

جہاں تک ان کی عبادت وریاضت کا تعلق ہے تو ہماری نظر سے اس زمانہ میں حضرت جیسا کوئی اور شخص نہیں گزرا ہے جس طرح وہ عبادت میں، ریاضت میں اور جس طرح مریدوں سے جو ان کا تعلق ہے کسی قسم کا کوئی لالچ ان کے ذہن میں سرے سے ہے ہی نہیں۔ اس زمانہ میں یہ ایسی چیز ہے جو مفقود نظر آتی ہے۔ شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ کے یہاں یہ چیز بدرجہ اتم موجود ہے کہ ہر شئی سے بے نیاز ہیں۔ رب ذوالجلال کی ذات سے جو لو لگی ہے۔۔۔۔ ان کا وجود ایک ولی کامل کا وجود ہے۔ وہ اللہ کے برگزیدہ بندوں میں سے ایک خاص ترین بندے ہیں۔ میرے لیے یہ خوش نصیبی کی بات ہے کہ میں حضرت سے اور ان کے مریدوں اور عقیدت مندوں سے میرا بھی رابطہ رہتا ہے۔ اور میں اس کو اپنے لیے سرمایۂ حیات اور اپنی اخروی نجات کا سبب سمجھتا ہوں۔ اللہ تبارک وتعالی آپ کے قائم کردہ اس سنٹر کو نمازیوں اور طلبہ کی برکت سے آباد اور قائم ودائم رکھے۔ محترم المقام جناب بھائی فیروز صاحب میرے پاس تشریف لائے اور حضرت کی تفسیر کے

نسخہ جات بھی مجھے پیش کیے بذات خود ہمارے حضرت مسعود قادری صاحب نے بھی مجھے وہ نسخہ بھجوایا۔اوراس کے ساتھ ساتھ بھائی فیروز صاحب نے جواس کے تعلق سے جومعلومات مہیا کی بذات خود میں نے رمضان المبارک کی مصروفیت کی کڑیوں میں چندایک مقامات سے حضرت کے جوملفوظات ہیں ان کو ملاحظہ کیا۔یہ ہراعتبار سے نئے دور کی ہرضرورت کو پوری کرنی والی تفسیر ہے۔اوراس کے کئی گوشے تو ایسے ہیں جس پر بندے کی طبیعت پر وجدانی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔اوربے ساختہ بندے کی زبان سے سبحان اللہ نکل جاتا ہے۔میرا حسن ظن ہے کہ یہ اس زمانہ کی لاجواب ترین تفسیر ہوگی۔

(مندرجہ بالا اقتباسات قبلہ مفتی صاحب کے ایک بیان سے ماخوذ ہیں جو
انہوں نے محدث اعظم مشن ایجوکیشن سنٹر ڈیوسبیری برطانیہ میں فرمایا تھا)

حضرت شیخ الاسلام کی شخصیت سلفِ صالحین کا اعلیٰ نمونہ

علامہ ڈاکٹر حق النبی نقشبندی ازہری (دارالعلوم صبغۃ الہدیٰ، شاہپور، سندھ پاکستان)

سرزمینِ ہند بھی کیا عجب خطہ ہے کہ ایک وقت تھا جب کفر وشرک سے اس خطہ کو یاد کیا جاتا تھا، لاکھوں بتوں کی پرستش سے یہ سرزمین پہچانی جاتی تھی مگر چشمِ فلک نے یہ نظارہ بھی دیکھا کہ جب اسی کفر وشرک کی سرزمین پر ''اولیائے کرام'' نے قدم رکھے تو یہ سرزمین کفر کی تاریکیوں سے نکل کر ''نورِ حق'' کا گلستاں بن گئی اور ہر طرف سے ''اللہ اکبر'' کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔

بتوں کے سامنے سربسجود نظر آنے والا انسان اب وحدہ لاشریک کی عبادت میں مستغرق نظر آنے لگا۔

انہیں اولیائے کرام کے ایک طویل سلسلہ کی حسین ودلکش کڑی حضرت سید سلطان اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی ہیں جنہوں نے اس سرزمین کو اپنے ''قدوم'' سے شرف بخشا اور لاکھوں ''تشنگانِ معرفت'' کو سیراب فرمایا۔اس اشرفی فیض کا جو سلسلہ حضرت سلطان مخدوم اشرف جہانگیر سے شروع ہوا تھا وہ آپ کی روحانی ومعنوی اولاد سے اب تک جاری وساری ہے۔

ربِّ ذوالجلال نے جو کرم نوازی مخدومِ سمناں پے کی تھی اس کرم کے مظاہر اب بھی سرزمینِ ہند وپاک میں موجود ہیں۔ہمارے عہدِ حاضر میں اس پرکیف وپرفیض سلسلے کی ''اہم کڑی

''حضرت شیخ الاسلام الشاہ سید محمد مدنی میاں کچھوچھوی دامت برکاتہم العالیہ کی صورت وشخصیت میں موجود ہے۔

اشرفی فیض سے وابستہ علماء ومشائخ نے ہمیشہ دینِ متین کی بے لوث خدمت سرانجام دی ہے مگر اس قافلے میں ایسی بھی شخصیت موجود ہے جو اپنی ذات میں ''قافلہ'' اور ''امیرِ قافلہ'' کی صفات لیے ہوے ہیں۔

حضرت محققِ اہلِ سنت السید الشاہ محمد مدنی میاں کچھوچھوی دام ظلہ نے ساری زندگی شریعت وطریقت اور علومِ ظاہری وباطنی کو فروغ دیا ہے اور پاک وہند کے باشندوں کی اخلاقی وروحانی تربیت میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

ان کی، علمی، عملی، روحانی خدمات کا دائرہ فقط اپنے سلسلۂ طریقت کے تشنگاں تک محدود نہیں بلکہ ان کا فیض عام ہے یہی سبب ہے کہ آپ کی شخصیت ان مشائخ میں سرِ فہرست نظر آتی ہے جنہیں برِّصغیر پاک وہند میں ''مقبول بندے'' کی صفات سے یاد کیا جاتا ہے۔

قسامِ ازل نے آپ کے وجود کے اندر مختلف صفاتِ حمیدہ کو جمع کیا ہے مگر ان تمام صفات میں سب سے نمایاں جس صفت کو دیکھا جا سکتا ہے وہ ''پختہ علم وعمل'' ہے۔

آپ کی تصانیف میں سے ''سید التفاسیر'' ہند وپاک کی ان کتب میں سب سے عمدہ تصنیف ہے جو قرآن کریم کی خدمت کے حوالے سے مشہور ومعروف ہیں۔

باری تعالیٰ حضور السید الشاہ محمد مدنی میاں حفظہ اللہ کا سایہ اہلِ سنت پر قائم ودائم رکھے۔

ان کی شخصیت سلفِ صالحین کا اعلیٰ نمونہ وپیکرِ علم وعمل ہے۔میں حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے اس فرمان پر اپنی بات ختم کرتا ہوں، آپ نے فرمایا:

''دنیا دار'' دنیا کے پیچھے دوڑ رہے ہیں اور دنیا اہل اللہ کے پیچھے دوڑتی ہے''۔

اس دور میں حضور سیدنا غوث الاعظم کے اس فرمان کا مصداق حضرت شیخ الاسلام مدنی میاں کی ذات ہے جن کے پیچھے دنیا ودنیا دار اس نیت سے دوڑ رہے ہیں کہ ان کے ''فیض'' کا ذرہ ہمیں بھی مل جائے۔

اللہ رب العزت سے دعاء ہے کہ ہمیں اہل اللہ کے دامن سے ہمیشہ وابستہ رکھے۔

شیخ الاسلام ایک ہمہ جہت شخصیت

مفتی ارمان علی القادری صاحب (دارالعلوم اہل سنت، جبل پور)

علم وحکمت کا آفتاب درخشاں، شرف وکمال کا نیر تاباں، اخلاص ووفا کا پیکر دلنواز اور تحقیق و تدقیق کے کوہ ہمالہ کا نام شیخ الاسلام والمسلمین، رئیس المحققین، سیدالمفسرین حضرت علامہ مولانا مفتی الحاج الشاہ السید محمد مدنی اشرف الاشرفی الجیلانی کچھوچھوی مدظلہ العالی والنورانی ہے۔ ان کا اسم گرامی سن کر ذہن وفکر کے آئینے میں ایک ایسی عظیم وجلیل اور عبقری شخصیت کی تصویر منعکس ہوتی ہے۔

جو اپنے علمی اور تحقیقی کارناموں کی بنیاد پر اپنے زمانے کے علماء میں اپنی مثال آپ ہیں، جن کی تحقیقی وتنقیدی تحریرات ومقالات کو پڑھ سن کر بڑے بڑے محققین روزگار اور علماء وفضلاء و دانشوران انگشت بدنداں ہیں، جن کو تفسیر وحدیث ،فقہ وافتاء، منطق وفلسفہ، فصاحت وبلاغت اور شعر وادب وغیرہ درجنوں علوم وفنون پر ماہرانہ دسترس حاصل ہے، جو بے شمار لاینحل مسائل کا حل پیش کر کے بارہا ارباب علم ودانش سے خراج تحسین وآفریں وصول کر چکا ہے۔ جن کی تصنیفات و تالیفات سے علم وفضل، فکر وفلسفہ اور تدبر ودانائی کے آبشار پھوٹتے ہیں، جو اپنے اسلاف کی نشانی اور اپنے اخلاف کا مقتدا بھی ہے۔ قدرت نے انہیں جس طرح تحقیق وتدقیق کے لیے فکر وفہم مستقیم عطا فرمایا ہے اسی طرح زبان وادب کے لیے طبع صحیح اور ذوق سلیم سے بھی نوازا ہے اسی لیے ان کی علمی تحقیق ہو یا فنی تدقیق ان میں قارئین کو زبان کے چمکتے غنچے اور بیان کے کھلتے گلاب ملتے ہیں۔ آپ پوری تفسیر اشرفی پڑھتے چلے جایئے زبان وبیان کے حسن وجمال میں چنے ہوئے الفاظ، عمدہ تشبیہات واستعارات، شگفتہ بندشیں، شستہ تراکیب، سبک اور حسین جملے فن تفسیر میں چار چاند لگا رہے ہیں۔ میرانیس نے کہا ہے، ؎

گلدستۂ معنی کو نئے ڈھنگ سے باندھوں
اک پھول کا مضمون ہو تو سو رنگ سے باندھوں

حضرت شیخ الاسلام اپنے سحر طراز قلم اور علم وآگہی وبصیرت ومعرفت کی سیاہی سے میدان تحقیق وتدقیق میں جہان نو پیدا کرتے نظر آتے ہیں، نفع وضرر سے بے نیاز حکمت ودانائی کے چراغ روشن کرتے دکھائی دیتے ہیں، فکر وفن کے گیسو سنوارنے میں اپنی زندگی تجتے نظر آتے ہیں

جبھی تو ان کے افکار وخیالات کی نکہتیں علمی فضاؤں میں بسی ہوئی ہیں، ان کی نکتہ رسی کی کہکشاؤں سے آسمان علم وادب تابندہ ہے، ان کی دیدہ وری کے فیضان سے فکر وفن کی انجمن آباد ہے۔ الغرض تقریر میں محدث اعظم ہند کی تقریری جھلک، تفسیر میں امام جلال الدین سیوطی ومحلی کی تفسیری چمک تحقیق میں محقق علی الاطلاق علامہ شامی کی تحقیقی مہک، حدیث میں عبدالحق محدث دہلوی کی حدیثی دمک، فقہ میں امام اعظم وامام ابو یوسف کی کی فقہی دھمک، شعر وشاعری میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی نغمہ سرائی کی چہک، تصوف میں امام غزالی کی استغراق ومحویت اور منطق وفلسفہ میں امام رازی کی بصارت وبصیرت نظر آتی ہے اگر میں یہ کہوں تو بے جا نہ ہوگا کہ آپ کو صرف نسبی سیادت ہی نہیں بلکہ اپنے زمانے میں تقریری، تحریری، تفسیری، تحقیقی، فقہی اور منطقی وفلسفی ہر طرح کی سیادت حاصل ہے۔ یہ کوئی افسانہ نگاری نہیں بلکہ حقیقت بیانی ہے اور اس پر آپ کی تصنیفات و تالیفات بالخصوص ''سیدالتفاسیر المعروف تفسیر اشرفی'' شاہد عدل ہے۔ ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست　　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اگر کسی بندۂ خدا کو میرے اس مضمون کی صداقت تک رسائی مطلوب ومقصود ہو تو انہیں چاہیے کہ شیخ الاسلام کے قلم اعجاز رقم کی خوبصورت یادگار تفسیر اشرفی، الاربعین الاشرفی، محبت رسول روح ایمان، (حدیث محبت) تعلیم دین وتصدیق جبرئیل امین، فریضۂ دعوت وتبلیغ، انما الاعمال بالنیات، دین کامل، نظریۂ ختم نبوت اورتحذیر الناس، اسلام کا نظریۂ عبادت اور مودودی صاحب، اسلام کا تصور الٰہ اور مودودی صاحب، دین اور اقامت دین، مقالات شیخ الاسلام، تجلیات سخن (حمد ونعت ومنقبت کا مجموعہ) وغیرہ کا منصفانہ ذہن وفکر سے مطالعہ کرے ان شاء اللہ وہ شخص حضرت کے فضل وکمال، علم وعرفان، شعور وادراک، درک وکمال، عظمت و اہمیت، تدبر وبصیرت، خیالات ورجحانات، معاملہ فہمی ومستقبل بینی اور رہنمائی ومسیحانفسی کا معترف ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا نیز وہ یہ بھی محسوس کرے گا کہ حضرت اپنوں کے ساتھ رفق ونرمی، ملاطفت ومہربانی اور تواضع و انکساری کے ساتھ پیش آتے ہیں تو اعدائے دین کے ساتھ شد ومد، ردوطرد اور شدت وغلظت کے ساتھ، کیونکہ محبت خدا اور سول بے عداوت دشمنان آں صورت نہ بندد۔ وتولا بے تبرا نیست ممکن دریں جا

رب کعبہ کی بارگاہ بے نیاز میں نیاز مند بندہ دعاء گو ہے کہ حضرت کی حیات ظاہری کے ساتھ ان کا سایۂ علم وفن ہم پر ضوفگن رکھے اور ہمیں ان کی ذات وبات سے استفادہ واستفاضہ کی توفیق انیق عطا فرمائے۔

حضور شیخ الاسلام کا فیض رواں

حضرت مولانا محمد رفیق احمد ازہری صاحب

الجامعۃ النوریہ مڑوال بنگلور، کرناٹک۔

شہنشاہ مطلق رب ذوالجلال نے اپنی قدرت کاملہ سے کائنات کو ہر طرح کی زیب وزینت سے آراستہ فرما کر بنی نوع انسان کا مسکن بنایا اوران کی رہبری ورہنمائی کے لیے انبیاء ورسل کو رشد و ہدایت کا پیامبر بنا کر خاکدان گیتی پر مبعوث فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام تا نبیٔ آخر الزماں خاتم پیغمبراں ﷺ ہر نبی کی بعثت اسی مقصد کی خاطر ہوتی رہی۔ نبی آخر الزماں ﷺ کے بعد گمگشتگان راہ کو چراغ ہدایت سے روشن کرنے کے لیے صحابہ، تابعین وائمہ مجتہدین کو پسند فرمایا۔ اس اہم فریضہ کی تکمیل کے لیے صاحبان علم وحکمت، دانا وہوشمند افراد کو ہر دور میں وجود بخشا تاکہ آسمان علم وعرفان کے ان مہکتے ستاروں کی علمی کرنوں سے خدا کے بندوں کے دل ایمان وایقان کی ضیا سے قیامت تک منور ہوتے رہینگے، علمی کہکشاں پہ بزم اہل ایماں کے مشام جاں کو معطر کرتی رہے گی اور مصطفی جان رحمت ﷺ کا دین حسن اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ پھلتا پھولتا رہے گا۔

حضور شیخ الاسلام کی شخصیت کوئی محتاج بیاں نہیں، آپ کی دینی خدمات دعوت فکر وعمل اور باعث تقلید ہیں۔ شب یکشنبہ ۵ ۱۳۵۷ھ مطابق اگست ۱۹۳۸ء کچھوچھہ شریف میں آپ کی ولادت ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے اپنی علمی ضیا باریوں سے عالم پر مثل آفتاب کے چھا گئی اور دنیا رئیس المحققین حضور شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی الجیلانی سے جاننے لگی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

آپ عہد طفلی سے ہی بچوں کے ان افعال وحرکات سے کنارہ کشی اختیار کر لیے جو عام طور پر بچوں کے اندر پائے جاتے ہیں۔ کھیل کود لہو ولعب میں کسی طرح کی کوئی دلچسپی نہ لیتے، نہ کوئی میلان تھا نہ کوئی رغبت۔ ابتدائی تعلیم کا آغاز کچھوچھہ شریف کے مکتب سے ہوا اور والد گرامی کے نگاہ الطاف وعنایات سے فیضیاب ہوتے رہے۔

۱۰ رشوال المکرم ۱۳۷۱ھ دار العلوم اشرفیہ مبارکپور میں اعلی تعلیم کے حصول کے لیے والد گرامی محدث اعظم حضرت سید محمد اشرفی الجیلانی علیہ الرحمہ نے داخل فرمایا۔ جہاں فارسی تا بخاری

تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، معقولات ومنقولات کے علم سے بہرور ہوے۔ ذوق طلب نے مزید کتابوں سے بھی استفادہ فرمایا اور تشنگی کو بجھاتے رہے۔ یوں تو دور طالب علمی بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے آپ پوری پوری لگن وتوجہ سے درس میں حاضر رہتے، بڑی دلچسپی اور انہماک کے ساتھ کتابیں مطالعہ فرماتے اور دیگر طلباء سے بالکل الگ تھلگ ہی آپ اپنا مزاج رکھتے، اوقات تضیع بالکل پسند نہ فرماتے، لہو ولعب طنز ومزاح سے گریز کرتے۔ جو صاحب حکمت ہو بھلا وہ طنز و مزاح وظرافت سے کیوں نہ پرہیز کرے! وہ تو اس کے نزدیک عیب ہے۔ شیخ سعدی نے فرمایا۔

تو بر سر قدر خویشتن باش و وقار
بازی و ظرافت بہ ندیماں بگزار

وقت کا اکثر حصہ مطالعہ وکتب بینی ہم سبق ساتھیوں کو تکرار کرانے اور افہام وتفہیم میں بسر کرتے۔ تقریباً دس سال دس ماہ کا مکمل عرصہ دار العلوم اشرفیہ کی علمی فضاؤں میں گذرا اور دس شوال المکرم ۱۳۸۳ھ مطابق جنوری ۱۹۶۳ء کو سند فراغت ودستار فضیلت سے نوازے گئے۔ والد گرامی کی نگاہ فیض سے خوب خوب فیضیاب ہوے جو کہ علم وحکمت زہد وورع، تقوی وطہارت، حلم و بردباری، توکل وقناعت، صداقت وشرافت، بصیرت وبصارت، قیادت وسیادت کا چمکتا آفتاب تھے اور محدث اعظم ہند کے لقب سے جانے اور مانے گئے۔

حضور شیخ الاسلام آپ ہی کا پرتو اور آئینہ ہیں۔ سنجیدگی اور متانت تحمل وبردباری، دور اندیشی اور نباضی کے علاوہ بقول ڈاکٹر اقبال ؎

نگہ بلند سخن دلنواز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لیے

آپ نے سب کچھ پایا اور جانشین محدث اعظم بن کر کاروان محدث اعظم ہند کے امیر کارواں بن گئے۔ سربلندی وسرفرازی کے آثار پہلے ہی سے نمایاں تھے۔ ؎

بالائے سرش ز ہوشمندی
می تافت ستارۂ سر بلندی

میدان تصنیف وتقریر کے تو آپ شہ سوار ہیں، آپ کی تصانیف علماء قدر کی نگاہ سے استفادہ کرتے ہیں۔ امت مسلمہ کی اصلاح فکر واعتقاد کا عزم مصمم فرما کر میدان خطابت کو آپ نے منتخب فرمایا تاکہ عوام وخواص میں سے ہر فرد فیضیاب ہو سکے اس طرح آپ کے فیضان خطابت کا دریا جاری ہوا۔

اربابِ علم و دانش صاحبان فکر وفن سے یہ امر مخفی نہیں کہ قوم وملت کی ہدایت کے لیے سمت و جہت کا تعین کتنا دشوار ہے۔مگر شیخ الاسلام نے علم وحکمت، فہم وفراست دور بینی سے ہر وہ انداز بیاں کو اپنایا جو عوام وخواص کو متاثر کرے۔اس طرح اپنی خداداد صلاحیتوں سے افراد ملت کے قلوب فیضیاب کرتے رہے۔امریکہ، برطانیہ، ہالینڈ، کینیڈا بلکہ ساری دنیا کا گوشہ گوشہ آپ کے خطبات سے مستفیض ہوتا رہا۔

عشق مصطفی کا چراغ، اہلبیت عظام کی عقیدت ومحبت کی قندیل لوگوں کے دل میں روشن فرمائی، عالم انسانیت کو صاف وشفاف افکار واعمال، تہذیب وتمدن کا سلیقہ عطا فرمایا، جذبۂ اخوت کو جگایا، مرور ایام کے طوفانوں کے اثر کو یکسر مسترد کر کے ؎

نہ ہو ماحول سے مایوس دنیا خود بنا اپنی
نئی کشتی نئی آندھی نیا طوفاں پیدا کر

کے اپنی دنیا آپ بنائی۔محافل خطبات میں مسلک حقہ مسلک اہلسنت کو قرآن واحادیث اکابرین اسلام کے اقوال وافعال کی روشنی میں اس قدر احسن انداز سے توضیح وتشریح فرماتے کہ سامعین پر وجدانی کیفیت سا سماں بندھ جاتا۔علماء کرام کی جماعت آپ کے علمی نکات سے عش عش کر اٹھتی، مشکل سے مشکل اصطلاحات کو آسان سے آسان تر بنا دینا آپ کا خاصہ ہے۔دلائل و براہین کی روشنی میں باطل عقائد وافکار کا رد اس طرح دلکش انداز میں فرماتے کہ ارباب عدل و انصاف کے لیے انکار کی گنجائش نہ رہتی۔آپ کی خطبات کا جاری چشمہ سرزمین کرناٹک کے مختلف علاقوں میں بھی ہر خاص وعام کو فیضیاب کر رہا ہے۔

خصوصاً بنگلور، میسور، بلاری ہاسپیٹ۔ہبلی دھارواڑ، ہری ہر داونگیرہ، شیگاؤں قابل ذکر ہیں۔شہر ہبلی میں علم وحکمت کا بہتا چشمہ مرکزی ادارہ بنام ''مدنی میاں عربک کالج''، شہر ہبلی اور اس کے مضافات بلکہ ہندستان وبیرون ہندستان کے گوشہ گوشہ سے آنے والے تشنگان علوم کو سیراب کر رہا ہے۔داونگیرہ ودیگر شہروں میں خانقاہیں علم وعرفان کے جام پلا رہے ہیں۔

خدا کرے مدنی فیضان کو دوام عطا ہو۔قلم میں اتنی جرات کہاں کہ شیخ الاسلام کی شخصیت اور آپ کے کارناموں کا احاطہ کر سکے ؎

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

جو کچھ نوک قلم پر آئے آپ کی شخصیت اس سے وراء ہے، زندہ قومیں اپنے محسن کی مرہون منت ہوتی ہیں اور اس کی یادیں حرز جاں بن جاتی ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام: پیکرِ عشقِ مصطفیٰ

حضرت مولانا جسیم اختر رضوی صاحب، تھنجاور، تمل ناڈو

اہل سنت کی جان وشان رئیس المحققین، سید المفسرین، حضور شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی مدظلہ النورانی جانشین محدث اعظم ہند کچھوچھا شریف کی حیات طیبہ اور دینی خدمات تو مکمل تحریر میں آ نہیں سکتی مگر چند سطر رقم طراز کرتا ہوں۔دینی خدمات تو بعد میں، سب سے پہلے ظاہری وباطنی آپ کی ذات، عشق رسول کا عین مجسمہ نظر آتی ہے ؎

آنکہ عشق مصطفی سامان اوست
بحر و بر در گوشۂ دامان اوست

عشق رسول ہی وہ جذبہ ہے جو کہ آپ کی تحریر کردہ ہر کتب سے جلی حرفوں میں عیاں ہے، جس کی بدولت شرقی وغربی عجمی وعربی میں علم کے طغیانی لہریں کی ٹھاٹھیں مار رہی ہیں، بدعقیدوں پہ ان کی تحریر شمسیر ہوتا ہے کہ یہ وہ علمی سمندر ہے جو سب اس کے اندر ہے۔اس دور میں ان کی تحریر و تقریر نے علماء وفقہاء کو حرز جاں بنا یا ہوا ہے۔ان کی کتاب بار بار ورق گردانی کرنے کا دل کرتا ہے، جن کی تحریر سے متعلم ہی نہیں معلم بھی استفادہ کر رہے ہیں۔اور ان شاء اللہ العزیز یہ مقبول و مرغوب روحانی غذا تا ابد بنا رہے گا۔

آپ کے محاسن ومحامد جو کہ انوکھے ونرالے ہیں۔حقیقت عیاں ہے کہ بہت عظیم، قابل قدر علم کا ذخیرہ، شریعت مطہرہ کے ہر گوشے کو آپ نے جمع فرمادیا۔مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ ہر ذی علم و اہل دل کی روحانی وعرفانی غذا بنا ہوا ہے۔آپ کی تحریر جب بھی منظر عام پہ آ کر برق پاش فصاحت اور آتش زیر تلواریں لیکر باطل کے حوصلے ومقاصد کو پاش پاش، ریزہ ریزہ کر جاتا ہے۔جو دور حاضر میں بحر وبر، خشک وتر میں اسلام کا پرچم متمدن ترین خطوں میں لہرایا ہے، انسانی ذہن کے شکوک وشبہات کے جنازے نکال کر پا کباز وحب رسول کے سانچے میں ڈھال دیا ہے۔

سرکار دوعالم ﷺ کے عاشقوں میں آپ بلند وارفع مقام پر فائز ہیں۔

حضور شیخ الاسلام مثالی اور عبقری شخصیت

شفیق احمد ایم یوسف اشرفی (مالیگاؤں)

جس طالب علم نے درسِ بخاری تک خطابت کا کوئی مظاہرہ نہ کیا ہو وہ جب کانپور میں منعقدہ آل انڈیا سنّی جمیعتہ علماء کی کانفرنس میں خطابت کے جوہر دکھلاتا ہے تو عوام تو عوام خواص جھوم اُٹھتے ہیں وہ طالب علم آگے چل کر حضرت سیّد محمد اشرفی جیلانی المعروف حضور محدث اعظم ہند کا جانشین ہوگیا اور انہیں رہتی دنیا تک شیخ الاسلام والمسلمین، سید المفسرین، رئیس المحققین سیّد محمد مدنی اشرفی الجیلانی کے نام سے یاد کیا جاتا رہے گا۔ کانپور کے اجلاس میں خواص وعوام اہلسنت کے تاجدار سیّد العلماء سیّد آل رسول قادری برکاتی مارہروی برکاتی کی خوشی کا عالم قابل دید تھا کہ کانپور کی آل انڈیا سنی جمیعتہ علماء کانفرنس میں نور نگاہ محدث اعظم ہند سیّد محمد مدنی میاں قبلہ نے فنِ خطابت پر ایسی دسترس ثابت کی ہے کہ جس کی مثال ماضی قریب میں نہیں ملتی۔

شیخ الاسلام جیسی عبقری شخصیات صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں آپ کا سلسلۂ نسب مخدوم سلطان سیّد اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوتے امام الاولین والآخرین ﷺ سے ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مقدس گھرانے میں بے شمار نعمتیں اور برکتیں عطا کی ہیں۔ شیخ الاسلام جملہ علوم وفنون پر یکساں دسترس رکھتے ہیں آپ کے محققانہ کردار سے باطل کے ایوان لرزتے ہیں۔ اہلسنت والجماعت کے مدمقابل جتنے باطل فرقے ہیں سب کا قلع قمع کرنے کا فریضہ حضور شیخ الاسلام نے انجام دیا ہے اس عبقری شخصیت نے امام الانبیاء ﷺ کی عظمتوں پر انگشت نمائی کرنے والوں کے سر قلم کرنے کے لیے جہاں قلم کی ضرورت تھی وہاں تحریر سے کام لیا اور جہاں خطابت کی ضرورت تھی وہاں مواعظ حسنہ سے خوش عقیدہ مسلمانوں کے عقائد کے تحفظ میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا۔

آپ کی علمی بصیرت کا زمانہ معترف ہے۔ آپ کی فقہی خدمات کی مثالیں دی جاتی ہیں۔ جب دنیا سہولت تلاش کررہی تھی تب شیخ الاسلام تحقیق کی پُرخار وادیوں سے گوہر آب دار جمع کر رہے تھے آپ کی قربانیوں کا نتیجہ ہے کہ پورے برصغیر میں اسلام کے نام پر جتنی غیر اسلامی تحریکیں شروع ہوئیں سب کے سب یکسر ناکام ہوئیں اس کی بنیادی وجہ شیخ الاسلام کی فقہی خدمات اور

محققانہ ومجاہدانہ کردار رہا ہے۔

اس وقت دنیائے اہلسنت والجماعت میں شیخ الاسلام کا ثانی دور دور تک نظر نہیں آتا۔ کچھوچھہ کی دھرتی پر رہتے ہیں اور پورے عالم میں آپ کی علمی وخاندانی شہرت کا غلغلہ برپا ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ جب اسلام پر حملہ ہوا تو میدان کربلا میں حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا گھرانہ شہید ہوگیا۔ یہ اُسی گھرانے کا چشم وچراغ ہے جسے دنیا شیخ الاسلام جانشین محدث اعظم ہند حضور سیّد محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی مدظلہ النورانی کے نام سے جانتی ہے۔

اللہ تعالیٰ حضور محدث اعظم علیہ الرحمہ کے جانشین حضور شیخ الاسلام مدنی میاں اشرفی الجیلانی صاحب قبلہ اور انتخاب شیخ الاسلام حضرت علامہ سیّد حسن عسکری اشرفی الجیلانی کا سایہ کرم ہم سب پر قائم ودائم رکھے۔ آمین۔



غازی دوراں حضرت علامہ سید محمد قاسم اشرف اشرفی جیلانی صاحب قبلہ،

نبیرۂ محدث اعظم ہند کچھوچھا شریف

صدارتی تقریر

(بموقعہ ''شیخ الاسلام حیات وخدمات سیمینار'' منعقدہ مدنی فاؤنڈیشن ہبلی۔
بتاریخ 18 اپریل 2015ء ۔بمقام چیمبر آف کامرس ہبلی کرناٹک
صدارتی تقریر کے اہم اقتباسات)

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم   بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان اللہ وملیٰئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما

اللھم صل علی سیدنا جد الحسن والحسین وعلی ال سیدنا جد الحسن والحسین

اے میری قوم تیری عظمت رفتہ کی قسم
تجھ میں احساس کے جذبات شکستہ کی قسم
اپنے کھوئے ہوئے محور کو پلٹ کر آجا
پھر اسی منزل اقدارِ کہن کو پا جا
جگمگاتے ہوئے اخلاق کی تنویر کو دیکھ
اپنی تاریخ کے آئینے میں تصویر کو دیکھ
اپنی تاریخ کو جو قوم بھلا دیتی ہے
صفحۂ دہر سے وہ خود کو مٹا دیتی ہے

شیخ الاسلام کے والد بزرگوار حضور محدث اعظم ہند فرماتے ہیں۔

سونے والے جاگو جاگو اس نیند کی دنیا سے بھاگو
جو قوم کہ سوتی رہتی ہے تقدیر بھی اس کی سوتی ہے

گیہوں سے گیہوں پیدا ہو اور جو َسے جو ہی پیدا ہو
ہر قوم وہی کل کاٹے گی جو کھیت میں آج وہ بوتی ہے

محقق مسائل جدیدہ، فاضل علوم اسلامیہ حضرت علامہ مفتی نظام الدین صاحب صدر مفتی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور، عالی مرتبت پروفیسر عبدالحمید اکبر صاحب صدر شعبۂ اردو گلبرگہ یونیورسٹی، واجب الاحترام علماء کرام، محترم سامعین وحاضرین! السلام علیکم

حضور شیخ الاسلام حضرت علامہ الشاہ سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی دامت فیوضھم علینا کی حیات و خدمات پر منعقدہ یہ سیمینار مدنی فاؤنڈیشن کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ اس کے لیے میں انہیں ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔

بفضلہٖ تعالیٰ جس موضوع پر اس سیمینار کا انعقاد ہوا مجھ سے پیشتر ہمارے دونوں مقالہ نگاروں نے اس پر مکمل ومفصل سیر حاصل گفتگو کی۔خصوصیت کے ساتھ مفتی نظام الدین صاحب نے جس انداز سے حضرت شیخ الاسلام کی علمی خدمات کا تذکرہ فرمایا وہ قابل ستائش ہے۔ وقت اجازت نہیں دیتا کہ میں کوئی سیر حاصل گفتگو کروں ۔ مجھ سے قبل مفتی صاحب حضرت شیخ الاسلام کے تواضع کا ذکر خطوط وتحریر کی روشنی میں فرمارہے تھے میں چاہتا ہوں کہ حضرت کے اسی وصف کو اپنے عینی مشاہدات کی روشنی میں بیان کردوں۔

حضور شیخ الاسلام بے شک تواضع کے پیکر ہیں۔اس بات کی دلیل یہ ہے۔ایک دفعہ فون پر میں نے اپنے ایک جلسہ کا ذکر کیا۔ایسے میرا ان سے اکثر ٹیلوفونک رابطہ رہتا ہے بلکہ شرف ملاقات اور بابرکت صحبت سے بھی خود کو مستفیض کرتا رہتا ہوں، ان سے رہنمائی ملتی ہے اور فکر کو جِلا حاصل ہوتی ہے۔ مجھے ان سے بے پناہ عقیدت ومحبت ہے اور وہ مجھے اپنی شفقت وعنایت سے نوازتے ہیں۔ میں ہر چھوٹی بڑی بات ان کو بتا کر زرین مشورے اور دعا حاصل کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ میرے نانا ہیں اور ان سے میرا بڑا قریبی تعلق ہے۔ میں نے اپنے ایک جلسہ کا ذکر کرتے ہوئے ان سے عرض کیا نانا میاں! مجھے اچھا نہیں لگتا جب میں کسی جلسہ میں جاتا ہوں تو میرے تعارف میں بڑے لمبے چوڑے القاب کہے جاتے ہیں۔کوئی مفکر کہتا ہے، کوئی مدبر کہتا ہے، مجھے اچھا نہیں لگتا۔ہاں اتنا مجھے اچھا لگتا ہے کہ یہ آل رسول ہیں، مخدوم سمناں کی اولاد ہیں، غوث پاک کے شہزادے ہیں، اتنا مجھے اچھا لگتا ہے۔لیکن جب ارباب علم ودانش کی صف میں، علم وفکر کے حوالے سے مجھے پیش کیا

جاتا ہے تو بڑی تکلیف ہوتی ہے اور ناظم اجلاس جب میرے نام کے ساتھ علمی وفکری القابات کے سابقے لگاتے ہیں تو مجھے اذیت پہنچتی ہے اور اپنی بے بضاعتی وکم علمی کا احساس ہونے لگتا ہے۔ میری ان باتوں کو سننے کے بعد میرے نانا نے کیا کہا؟ میں من وعن ان کے اقتباس کو نقل کر رہا ہوں جس سے ان کے تواضع کا اندازہ ہوتا ہے، عجز وانکساری کا احساس واظہار ہوتا ہے۔ یہ بات مریدوں کے بیچ نہیں ہو رہی تھی، یہ بات علماء ومشائخ کی جماعت میں نہیں ہوئی بلکہ یہ بات اپنے نواسے سے کر رہے ہیں۔ جہاں صرف صداقت ہے، حقیقت ہے۔

انہوں نے فرمایا: قاسم میاں میرا بھی یہی حال ہے۔ انسان کا تعارف دو صفتوں سے ہوتا ہے ایک وہبی صفت دوسرا کسبی صفت۔ کچھ تو اس کے وہبی اوصاف ہوتے ہیں اور کچھ اس کے کسبی اوصاف ہوتے ہیں۔ عالم وفاضل ہونا، مفتی ومحدث ہونا، مفسر ومحقق ہونا، مفکر ومدبر ہونا، شاعر و ادیب ہونا یہ کسبی اوصاف ہیں۔۔۔۔ آل رسول ہونا، اولاد غوث اعظم ہونا، اولاد مخدوم سمناں ہونا یہ وہبی اوصاف ہیں جو خدا کے فضل سے حاصل ہوتا ہے۔ نیز فرمایا: میرا تعارف وہبی اوصاف سے ہوتا ہے تو مجھے اچھا لگتا ہے اور کسبی اوصاف تو میرے اندر ہے ہی نہیں۔۔ نہ میں اپنے کو عالم سمجھتا ہوں نہ فاضل، نہ مفتی نہ محقق، نہ مفسر نہ مدبر، نہ شاعر نہ ادیب۔

ایسے تواضع کے پیکر کا نام ہے شیخ الاسلام۔

دوسرا۔ میں نے ایک مرتبہ ملاقات کے دوران نانا میاں سے پوچھا! آپ ایک زبردست عالم ہیں، شیخ ہیں، پیر بھی ہیں بلکہ آپ کا شمار بڑے مشائخین میں ہوتا ہے۔ لیکن ایک چیز میں آپ میں نہیں دیکھتا۔ میں نے علماء کرام کو دیکھا ہے، ایک عالم علماء کی بڑی جماعت اپنے ساتھ رکھتا ہے، اس کے ساتھ پیچھے پیچھے وہ جماعت چلتی ہے، ان سے فکری لین دین کرتا ہے، تبادلۂ خیال کرتا ہے۔ اور پیروں کو دیکھا ہے کہ اپنے سرمایہ دار مریدوں کی جماعت لے کے چلتے ہیں، ان کو قریب رکھتے ہیں۔ اور آپ کے ساتھ میں دیکھ رہا ہوں نہ علماء کی کوئی جماعت نظر آتی ہے نہ ارباب علم ودانش کا قافلہ آپ کے ساتھ ہے نہ ہی سرمایہ داروں کی جماعت۔ بلکہ میرا مشاہدہ یہ ہے کہ آپ کے قریب ایسے مصاحبین ہیں جو نہ عالم ہیں نہ سرمایہ دار نہ کوئی دانشور۔

نانا میاں نے فرمایا: قاسم میاں! میں اہل علم ودانش کی قدر کرتا ہوں، علماء کی تعظیم کرتا ہوں، میں ان سے محبت کرتا ہوں، پڑھے لکھے لوگوں سے مجھے کوئی الرجی نہیں ہے، نہ سرمایہ داروں

سے مجھے نفرت ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ اگر میں اہل علم کو اپنے قریب کروں تو ہو سکتا ہے کسی اہل علم کے ذہن میں یہ بات آئے کہ مجھے میرے علم کی بنیاد پر قربت ملی ہے اس طرح کہیں نہ کہیں ان کے بے ادب وگستاخ ہونے کا امکان ہے۔ میں ان کو اپنے اخلاص کی بنیاد پر قریب کرونگا اور وہ سمجھیں گے کہ مجھے علمی بنیاد پہ قربت ملی ہے۔ اور رہا سرمایہ دار اور دولت مند تو ان میں بھی کسی نہ کسی کا بے ادب وگستاخ ہونے کا امکان ہے۔ میں ان کو اپنے ساتھ رکھونگا اخلاص کی بنیاد پر اور وہ یہ سمجھینگے کہ میں پیسے والا ہوں، دولتمند ہوں، میری دولت کی بنا پر مجھے ساتھ رکھے ہیں۔ اس طرح دونوں کے بے ادب وگستاخ ہونے کا اندیشہ ہے۔

رہے یہ لوگ جو میرے ساتھ ہیں، یہ معاشی وعلمی اعتبار سے کمزور لوگ ہیں۔ نہ ان کے پاس علم کا سرمایہ ہے نہ دولت کا سرمایہ۔ یہ سوچینگے میرے پاس کچھ نہیں پھر بھی میں قریب ہوں، پھر بھی حضرت مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ اب میں ان سے محبت کرونگا، قریب رکھونگا تو یہ میرے خلوص اور محبت کے حقیقی قدرداں ہوں گے۔۔۔ یہ ہیں شیخ الاسلام۔۔۔۔۔

ہمارا عینی مشاہدہ ہے کہ شیخ الاسلام اپنی زندگی میں ہمیشہ بڑوں کا ادب اور چھوٹوں سے شفقت فرماتے ہیں۔ آپ کی زندگی باادب بانصیب کے مصداق ہے۔

اسی لیے کسی نے سچ کہا ہے شیخ الاسلام ظلمت کدۂ حیات کا اجالا ہے، شیخ الاسلام بھٹکی ہوئی انسانیت کی نشان منزل ہے، شیخ الاسلام گم کردہ راہ کے لیے مشعل راہ ہیں، شیخ الاسلام نیکی کے نقیب کا نام ہے، بھلائی کے داعی کا نام ہے، بدی کے دشمن کا نام ہے، ظلم کے مخالف کا نام ہے، عفت وحیا کے پیکر کا نام ہے، صلح وآشتی کے عظیم معلم ومرشد کا نام ہے شیخ الاسلام۔

وما علینا الا البلاغ



خطبۂ اِستقبالیہ، بموقعہ ''شیخ الاسلام!

شخص وعکس سیمینار'' بمقام بلگام۔کرناٹک

رئیس التحریر، مولانا یٰسین اختر مصباحی، نئی دہلی

ہم اورآپ،خوش قسمت ہیں کہ دَورِ حاضر کے ایک عظیم المرتبت اور جلیلُ القَدر عالِمِ دین کی دینی وعلمی خدمات کوخراجِ عقیدت پیش کررہے ہیں۔

یہ موقع ،فراہم کیا ہے سید عبداللہ باشیبان اکیڈمی ،بلگام نے ،اوراس سیمینار کے ذریعہ ،اپنی احسان شناسی کا ثبوت دیا ہے۔

آج کے ،اس کل ہند شیخ الاسلام سیمینار کے اندر، ہم اور آپ جو کچھ کہہ رہے اورسن رہے ہیں، بظاہر ایسا لگتا ہے کہ حضرت شیخ الاسلام کی قدرومنزلت میں ہم، کچھ اضافہ کررہے ہیں۔لیکن میں سمجھتا ہوں کہ:

معاملہ، ایسا نہیں ہے۔ بلکہ ان کی خدمات کوخراجِ عقیدت پیش کرکے، ان کے اوصاف وکمالات کا ذکر کرکے، ان کی دینی وعلمی خدمات کوخراجِ تحسین پیش کرکے، ہم اورآپ، خود اپنی قدرومنزلت میں اضافہ کررہے ہیں۔حضرت شیخ الاسلام کی شخصیت، آپ کی علمی وتحقیقی شخصیت اورآپ کی علمی وتحقیقی وجاہت، سارے عُلمائے اہلِ سنّت کے درمیان ہمیشہ، مسلّم رہی ہے۔

آپ حضرات نے ابھی نام سنا، دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ، اتر پردیش کا۔

یہ ادارہ، منسوب ہے۔سلطانُ التارکین، حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی، کچھوچھوی ،رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ، کی طرف۔ اور اس نسبت کا فیضان بِحَمْدِہٖ تَعَالیٰ آج بھی جاری ہے۔اسی اشرفیہ مبارکپور کے سرپرست، حضور محدّثِ اعظمِ ہند، عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ وَالرِّضْوَان تھے۔

حضرت شیخ الاسلام نے دس گیارہ سال تک، اسی دارالعلوم اشرفیہ سے تعلیم پائی اور تکمیلِ تعلیم بھی فرمائی۔

انسان کے جو، اوصاف وکمالات ہوتے ہیں، ان کے اندر کئی بنیادی چیزیں، خمیر کے طور پر شامل ہوتی ہیں۔

ایک چیز ہوتی ہے نَسبی شرافت، ایک چیز ہوتی ہے وَہبی صلاحیت۔ اور ایک چیز ہوتی ہے اِکتسابی۔یعنی نَسبی، وَہبی، اِکتسابی، تین چیزیں اگر کسی شخصیت کا خمیر بن جائیں تو فرش سے اُٹھ کر، عرش تک اُس کی رسائی ہوجاتی ہے۔

اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ نَسبی وَہبی اِکتسابی، یہ ساری عظمت وفضیلت، سارے اوصاف وکمالات اور ساری خوبیاں، حضرت شیخ الاسلام کے اندر موجود تھیں اور موجود ہیں۔

قاعدہ، یہ ہے کہ جو شخص، دوسروں کا احسان، مان کر، اُن کا شکریہ ادا کرتا ہے، اُس کے لیے اہلِ ایمان واسلام کے قلوب، کشادہ ہوجاتے ہیں۔حضرت شیخ الاسلام، ابتدا ہی سے اپنے اساتذہ اوراپنے اکابر کی بارگاہ میں مؤدَّب، رہے ہیں۔

کئی سوصفحات پر مشتمل ''حافظِ مِلّت نمبر'' ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور کا، 1978ء میں شائع ہوا۔اوراسی طرح سے کئی سوصفحات پر مشتمل ''مفتیِ اعظم نمبر'' استقامت ڈائجسٹ، کانپور کا، شائع ہوا۔ مجھے جہاں تک یاد ہے، ان دونوں نمبروں میں حضرت شیخ الاسلام کے مضامین، شامل ہیں۔

حافظِ مِلّت پر، اور حضور مفتیِ اعظم ہند پر، حضرت شیخ الاسلام کے جو مضامین ہیں، ان میں ہر مضمون، اتنا شاندار، اتنا جامع اور اتنا مؤثر ہے کہ اسے پڑھ کر، ان شخصیتوں کا صحیح عکس، دل و دماغ میں نمایاں ہوجاتا ہے۔

ان دونوں نمبروں کے اعلیٰ اور معیاری مضامین کو منتخب کیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ دونوں نمبروں میں، حضرت شیخ الاسلام کا مضمون، اعلیٰ درجہ پر فائز ہے۔حضرت شیخ الاسلام کہ بہت سی دینی وعلمی خدمات کے ساتھ، اُن کی یہ احسان شناسی ایسی ہے کہ:

آج ہم، حضرت شیخ الاسلام کی خدمات، ان کے احسانات کو یاد کرکے، دل کی گہرائیوں سے انہیں، خراجِ تحسین اور خراجِ عقیدت، پیش کررہے ہیں۔

ایک نہایت اہم پہلو کی طرف، مَیں، آپ حضرات کی توجہ دلادوں کہ:

ہماری جماعتِ اہلِ سنّت میں عُلما، مشائخ اور بزرگوں کے وصال کے بعد تو بہت دھوم دھام کے ساتھ، اُن کا عرس منایا جاتا ہے۔لیکن ان کی زندگی میں کسی کا جشن، شاید ہی منایا جاتا ہے۔

آپ حضرات، بڑے خوش قسمت ہیں کہ سیمینار کی شکل میں، حضرت شیخ الاسلام کی حیاتِ مبارکہ ہی میں ان کی خدمات کا جشن، منارہے ہیں۔

یہ آپ حضرات کی احسان شناسی ہے جو تاریخ اہلِ سنّت میں یاد، رکھے جانے کے لائق ہے۔

1963ء میں حضرت شیخ الاسلام، دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور سے فارغ التحصیل ہوئے۔ اور میرا داخلہ 1966ء میں وہاں ہوا تحصیلِ علم کے لیے۔ اور اپنی تعلیمی زندگی سے لے کر، تدریسی زندگی تک، لگ بھگ پندرہ سولہ سال، میں نے وہاں گذارے۔

حضرت شیخ الاسلام سے متعلق، ایک خاص بات، آپ حضرات کو بتلادوں کہ:

اپنی تعلیمی زندگی کے زمانے سے تدریسی زمانے تک۔ اور اس کے بعد بھی اب تک، اشرفیہ کے عُلما کے درمیان، جب بھی حضرت شیخ الاسلام کا ذکر آیا ہے، تو ایک تأثر، دل میں برجستہ اور بلا تکلف اُبھرا کہ:

بہت سے لوگ حضرت شیخ الاسلام کو اچھی طرح، جانتے ہیں۔ بہت سے لوگ، حضرت شیخ الاسلام کو، نہ صرف، یہ کہ جانتے ہیں بلکہ انھیں مانتے بھی ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام، ایک علمی شخصیت ہیں۔ آپ کی علمی شخصیت ہونے کے بارے میں، مَیں نے عُلما کی محفل میں بارہا، سنا ہے۔

اشرفیہ، مبارک پور سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نے چند کتابیں لکھیں، تصنیف فرمائی۔ وہ بہت ہی معرکۃ الآرا ہیں۔

کاش! وہ سلسلہ جاری رہتا تو آج، دنیا، چشمِ حیرت سے انہیں دیکھتی اور پڑھتی۔ کسی وجہ سے وہ سلسلہ، منقطع ہوگیا۔ وہ، علم کا ابتدائی دَور تھا اور ان کی عجیب شان تھی۔

اور مجھے یہ کہتے ہوئے خوشی محسوس ہورہی ہے کہ حضرت شیخ الاسلام کی زندگی کا، یہ آخری جو دَور ہے جس میں آپ نے اشرف التفاسیر کے نام سے یا۔ تفسیر اشرفی کے نام سے جو عظیم الشان خدمت، انجام دی ہے، یہ خدمت بتا رہی ہے کہ آغاز بھی اچھا تھا اور انجام بھی اچھا ہے۔

حضرت شیخ الاسلام کی تحریر اور تقریر میں، مَیں نے یہ محسوس کیا ہے کہ قدامت وجِدّت دونوں کا بہترین اِمتزاج اور دونوں کا سنگم ہے۔

ہمارا قاری، ہمارا سامع، کس طرح سے ہماری بات کو سمجھ سکتا ہے؟ اس کے ذہن سے کیسے قریب ہوسکتی ہے ہماری بات؟ وہ سلیقہ، وہ اسلوب، آپ اپنی تقریر وتحریر میں استعمال کرتے ہیں۔ اور یہ فصاحت وبلاغت کا اعلیٰ معیار ہے کہ مخاطَب اور سامع کے ذوق ومزاج کو پیشِ نظر،

رکھ کر، کوئی شخص، کوئی بات کہے تو وہ سامع اور مخاطَب کو بڑی آسانی کے ساتھ، سمجھ میں آجاتی ہے۔

بہت بھاری بھر کم الفاظ، بھاری بھر کم تعبیرات، بھاری بھر کم جملوں کے استعمال کا نام، فصاحت وبلاغت نہیں ہے۔ بلکہ آسان انداز سے سامع اور مخاطَب کے دل ودماغ میں بات ڈال دی جائے، یہی فصاحت وبلاغت ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ حضرت شیخ الاسلام کو اِس باب میں اور اِس فن میں درجۂ کمال، حاصل ہے۔

یہاں آج کے اِس سیمینار میں، مَیں ایک بات، اپنی اِس گفتگو کے ذریعہ اور آپ حضرات کے واسطے سے، حضرت شیخ الاسلام کی بارگاہ تک پہنچانا چاہتا ہوں کہ:

جس طرح سے آپ نے تفسیرِ اشرفی لکھ کر دنیائے اردو کو اور دنیائے اہلِ سنّت کو مالا مال فرمایا ہے، اسی انداز کی کوئی اور عظیم دینی علمی خدمت، آپ انجام دیں، تو یہ ہم سب پر، پوری جماعت پر، آپ کا احسانِ عظیم ہوگا۔

میں اپنی اِس گفتگو کے ذریعہ بھی ان کی بارگاہ تک، یہ درخواست پہنچا رہا ہوں اور آپ حضرات سے بھی گزارش کرتا ہوں کہ:

جب ملاقات کی سعادت، میسر آئے تو اپنی طرف سے یہ درخواست اور گزارش کریں کہ:

حضرت! جس طرح آپ نے تفسیرِ اشرفی لکھی ہے، اسی طرح، اسی معیار، اسی انداز کا کوئی اور علمی کارنامہ، انجام دیں۔ بہت سارے حضرات اپنے خیالات کا اظہار کر رہے ہیں اور کچھ اور لوگ بھی کریں گے۔

میں، آپ حضرات کو اس سیمینار کے انعقاد پر مبارک باد پیش کر رہا ہوں اور:

یہ جو علمی فکری مجلس اور محفل، آپ نے سجائی اور سنواری ہے، اس کا سلسلہ، کسی نہ کسی شکل میں آپ حضرات، آئندہ بھی جاری رکھیں۔ تاکہ عوام کے ساتھ ساتھ، خواص اور تعلیم یافتہ طبقے کے بھی ذوق کے سامان، آپ، فراہم کرتے رہیں۔

تعلیم یافتہ طبقے پر توجہ دینا، نہایت ضروری ہے۔ تاکہ وہ، ہم سے، مذہبِ اہلِ سنّت سے جماعتِ اہلِ سنّت سے، وابستہ رہیں۔ اور اِدھر اُدھر جانے، نہ پائیں۔ کیوں کہ عام طور پر، یہ دیکھا جاتا ہے کہ: جس کے پاس، دنیوی تعلیم، زیادہ ہوجاتی ہے۔ جو کسی دنیاوی منصب پر فائز ہوجاتا ہے۔ جس کے پاس، پیسے، زیادہ ہوجاتے ہیں، وہ اِدھر اُدھر بھٹکنے لگتا ہے۔

آپ حضرات، اِس طرح کے پروگرام کے ذریعہ، اور صالح اور مفید لٹریچر کے ذریعہ، اس تعلیم یافتہ طبقے کو بھی اپنے ساتھ، وابستہ رکھیں اور ان کو مذہبِ اہلِ سنّت سے، جماعتِ اہلِ سنّت سے وابستہ رکھیے اور اسے اپنے ساتھ جوڑے رکھیے۔

اِنْ شَاءَ اللہ، آپ حضرات کا یہ بہترین کارنامہ ہوگا جو باعثِ اجر وثواب ہوگا۔ اور اِنْ شَاءَ اللہ، آپ کو دیکھ کر، دوسرے حضرات بھی اور دوسرے شہر کے لوگ بھی، یہ طور وطریقہ اپنائیں گے تو آپ کو ان کا بھی ثواب ملتا رہے گا۔ کیوں کہ فرمایا گیا ہے کہ: اَلدَّاعِیْ اِلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ۔ کسی نیکی کی رہنمائی کرنے والا، بالکل اسی طرح، اس کو ثواب ملے گا جیسے کرنے والا دوسرا کوئی پارہا ہو۔ اس کی بات، دیکھ کرکے، اس کا کام، دیکھ کرکے، اسی کے انداز میں وہ نیکی کررہا ہو۔ بس انہیں الفاظ کے ساتھ، میں اپنی بات ختم کرتا ہوں۔ وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن۔



خطبۂ استقبالیہ

مولانا پیر سید نثار احمد چھگن اشرفی، صدر مدنی فاؤنڈیشن

(بموقعہ ''شیخ الاسلام حیات وخدمات سیمینار'' منعقدہ مدنی فاؤنڈیشن ہبلی بتاریخ 18 اپریل 2015ء بمقام چیمبر آف کامرس ہبلی کرناٹک۔)

محترمان قوم وملت!

آج کے تاریخ ساز علمی سیمینار بنام حضرت شیخ الاسلام حیات وخدمات سیمینار میں آپ کی شرکت ہمارے لیے باعث مسرت وفخر ہے۔ آج کا دور اسلاف سناشی کے قحط کا دور ہے۔ مادیت کا دور ہے۔ آج ہر دن کوئی نہ کوئی فتنہ سر اٹھا سکتا ہے مجاہدین دین وسنیت اس کا سر کچل دیتے ہیں۔

موجودہ دور میں ان مجاہدین میں سرفہرست حضور شیخ الاسلام کی ذات ہے

حضور شیخ الاسلام مدظلہ کی ذات بابرکت ملت اسلامیہ کے لیے ابر رحمت ہیں۔

یہ سیمینار حضور شیخ الاسلام والمسلمین علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی مدظلہ کی بارگاہ میں حقیر سا نذرانہ محبت اور ان کی خدمات جلیلہ کے اعتراف کی ادنی سی کاوش ہے۔

شیخ الاسلام مدظلہ ایک مایہ ناز مفکر، بہترین انشا پرداز، اعلیٰ درجے کے محقق، غزالیِ زماں، غوثِ وقت، رازی عصر، سید المفسرین ہیں۔ حضور شیخ الاسلام کی تعلیمات وخدمات مفصل طور پر اناسویں یوم ولادت کے موقع پر منعقدہ اسی سیمینار میں مدنی فاؤنڈیشن کے جانب سے شائع ہونے والی کتاب شیخ الاسلام حیات وخدمات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ وقت کی تنگ دامانی کی وجہ سے مختصر طور پر عرض کررہا ہوں حضور شیخ الاسلام مدظلہ کی فن اور شخصیت. حیات وخدمات پر سینکڑوں سیمینار و اجلاس کیے جائیں اور لاتعداد کتابوں کی تالیف وتصنیف کی جائے تب بھی کما حقہ حق ادا نہیں ہوسکتا۔

ایک جملے میں اگر کہا جائے تو یوں ہوگا حضور شیخ الاسلام مدظلہ ایک فرد واحد کا نام نہیں بلکہ ایک انجمن کا نام ہے. حضور شیخ الاسلام مدظلہ مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمہ کے فیضان. غوث وخواجہ ورضا کے علمی وفکری ترجمان کا نام ہے. محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کے عشق رسول کا نام ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے شمار معجزوں میں سے ایک معجزہ کا نام ہے.

ایک عرصہ قبل ناچیز حضور شیخ الاسلام کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل کیا اور سیمینار کے انعقاد کی اجازت حاصل کی۔اور بابائے قوم وملت سید محمد قاسم اشرف مدظلہ کے آخری دورہ میں اس کا تذکرہ بھی کیا۔ باباصاحب نے خوشی کا اظہار فرمائے۔

اس سیمینار کی صدارت حضرت مولانا سید محمد قاسم اشرف اشرفی جیلانی مدظلہ عرف بابا صاحب قبلہ فرمارہے ہیں، جن کے تعارف کے لیے ایک ہی جملہ کافی ہے کہ آپ نواسۂ حضور شیخ الاسلام ہیں اور فکر وتدبر میں محدث اعظم ہند کی جھلک نظر آتی ہے اور محقق مسائل جدیدہ مفتی محمد نظام الدین رضوی صاحب جو ہندوستان کے معروف درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے پرنسپل ہونے کے ساتھ مجلس شرعی کے ناظم ونگراں بھی ہیں۔جن کے عصری تناظر میں بے شمار فتاوے قوم مسلم کی رہبری ورہنمائی کرتے نظر آتے ہیں۔جن کے تفقہ فی الدین کا لوہا اکابرین وقت بھی تسلیم کرتے ہیں۔اللہ رب العزت نے علم وعمل کی اس دولت سے سرفراز فرمایا ہے کہ ہر میدان میں آپ کا وزن محسوس کیا جاتا ہے۔ہم بے حد مشکور ہیں اور دل کی اتاہ گہرائیوں سے خیر مقدم کرتے ہیں۔ ساتھ ہی میں اس پروگرام میں استقبال کرتا ہوں سرزمین گلبرگہ شریف سے تشریف لائے ایک عظیم ادیب پروفیسر عبدالحمید اکبر صاحب صدر شعبہ اردو فارسی گلبرگہ یونیورسٹی گلبرگہ کا جو اپنی گوناں گوں مصروفیات کے باوجود اپنا قیمتی وقت دے کر ہمارے اس سیمینار کو کامیابی کی ضمانت بخشی۔میں بصمیم قلب مہمانان خصوصی ودیگر اسکالرس۔ادباوشعرا۔علماء کرام کا استقبال کرتا ہوں۔

اور بالخصوص میں ممنون ومشکور ہوں مولانا ڈاکٹر غلام ربانی فدؔا، بشارت علی صدیقی، مولانا نعیم الدین اشرفی کا جنہوں نے اس کار خیر میں ملک و بیرون ملک سے مقالات ومضامین جمع کرنے میں خصوصی ساتھ دیا۔اور میں تمام مقالہ نگاروں کا شکر گزار ہوں.جنہوں نے نہایت ہی کم وقت میں مقالہ عنایت فرمایا۔

اس پر مسرت موقع پر کیسے ممکن ہے میں ان لوگوں کو بھول جاؤں جنہوں نے ہر نازک مرحلہ پر میرے شانہ بشانہ چلے۔اور اس سیمینار کے انعقاد میں ہر طرح تعاون کیے.میری مراد مدنی فاؤنڈیشن کے جملہ اراکین اور دیگر علماومعاونین ہیں۔



مقالات

سید صادق انواری اشرفی

عربی ٹیچر نورالنبی عربک اسکول بیجاپور۔

حضور شیخ الاسلام مدظلہ العالی کا حسب ونسب

علم الانساب ایک فضیلت والا علم ہے اس کی حقیقت کا انکار کوئی جاہل ہی کر سکتا ہے اور ویسے بھی عرب کی قوم ایسی قوم تھی جو اپنے آباء واجداد پر فخر کرتی تھی اور ان کی شرافت و بزرگی کے تذکرے کرتی اور حسب ونسب پر کٹ مرنے کے لیے تیار ہوجاتی تھی۔ایسے میں ضروری تھا کہ اللہ رب العزت اپنے پیارے نبی مصطفی جان رحمت ﷺ کو ایسے خاندان میں بھیجتا جس کے حسب و نسب پر کوئی طعن نہ ہو سکے۔یہی وجہ ہے کہ نبی پاک ﷺ کے ددھیال اور ننھیال عرب کے بہترین قبیلے، بہترین قوم اور بہترین شاخ میں سے ہیں۔یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا سارا شجرہ نسب محترم اور نامور شخصیات پر مشتمل ہے۔وہ سب کے سب اپنے دور میں اپنی قوم کے سردار اور رہنما تھے اور معاشرے میں کلیدی حیثیت رکھتے تھے۔مصطفی جان رحمت ﷺ کے شجرۂ مبارکہ کی ہر کڑی شرافت وعظمت کی پیکر تھی۔دنیا میں کسی بھی بڑے سے بڑے روحانی وجسمانی پیشوا کا خاندانی سلسلہ اور نسب نامہ اس وضاحت وتحقیق کے ساتھ محفوظ نہیں۔یہ فضیلت ومرتبہ صرف اسی ذات اقدس ﷺ کو حاصل ہے جسے اللہ رب العزت نے انتخاب در انتخاب کے ذریعے چنا ہے۔اس انتخاب عظیم کے بعد بھی اپنے سلسلۂ نسب کی اہمیت وافادیت کو بیان فرماتے ہوئے آقائے نامدار مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فاطمہ میرے وجود کا ٹکڑا ہے۔جو اسے ناراض کرے گا وہ مجھے ناراض کرے گا اور جو اسے خوش کرے گا وہ مجھے خوش کرے گا۔قیامت کے روز میرے نسب وسبب اور دامادی کے سوا سب انساب منقطع ہوجائیں گے۔(الصواعق المحرقہ مترجم صفحہ 438) نسب کے متعلق بیشمار روایات ہیں یہاں صرف کچھ پر اکتفا کیا گیا ہے۔

نسب کے معنی اصل، نسل، سلسلۂ خاندان کو کہتے ہیں اس کی جمع انساب ہے۔خاندان کے شجرہ کو نسب نامہ یا کرسی نامہ کہتے ہیں۔(فیروزاللغات اردو۔ص:۱۳۵۸۔ازمولوی فیروزالدین صاحب)

قرابت داریوں کے روشن سلسلے کو نسبی سلسلہ کہا جاتا ہے نسل ونسب کا یہ تسلسل ہر جاندار میں قدرت کی جانب سے ودیعت ہے اس میں انسان کی کوئی تخصیص نہیں۔لیکن لفظ نسب صرف انسانوں کے نسلی سلسلے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ہم سب کے جداعلیٰ حضرت سیدنا آدم صفی اللہ علیہ السلام ہیں حدیث پاک میں تواضع کی تلقین کرتے ہوئے مصطفی جان رحمت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: **الناس بنو آدم وآدم من تراب**،ترجمہ۔تم سب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور حضرت آدم خاک کی پیداوار ہے۔(جامع ترمذی۔ابواب تفسیر القرآن باب من سورۃ الحجرات)

يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۔ (سورۃ الحجرات آیت ۱۳)

(ترجمہ) اے لوگو! بلاشبہ ہم نے پیدا فرمایا تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے، اور بنا دیا تمہیں کئی شاخیں اور کئی قبیلے، تا کہ باہم پہچان رکھو۔ بے شک تمہارا زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہے، بے شک اللہ علم والا خبر دار ہے۔
(سید التفاسیر المعروف بہ تفسیر اشرفی جلد ششم۔ص:۹۱)

جب کسی کے سوانحی خاکہ پر روشنی ڈالی جاتی ہے تو عموماً حسب ونسب کا تذکرہ کیا جاتا ہے اور پہلے حسب بعد میں نسب کا لفظ استعمال ہوتا ہے لیکن قرآن مجید میں پہلے نسب اور بعد حسب کا ذکر جمیل ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ؕ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ۝
(سورۃ الفرقان۔آیت:۵۴)

(ترجمہ)اور وہی ہے جس نے پیدا فرمایا پانی سے بشر کو، پھر کر دیا اُسے نسل والا اور سسرال والا۔اور تمہارا رب قدرت والا ہے۔

(تفسیر) (اور) واضح کیا جارہا ہے کہ (وہی ہے جس نے پیدا فرمایا پانی سے بشر کو) یعنی آدم علیہ السلام کو۔ پانی سے اُن کی مٹی کا خمیر کیا۔۔چنانچہ۔۔وہ پانی اُن کے مادہ کا ایک جز ہے۔۔یا یہ کہ۔۔پیدا کیا آدمی کو آبِ منی سے (پھر کر دیا اُسے نسل والا اور سسرال والا)

صہر (حسب) اور نسب میں فرق بیان فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہے کہ نسب کا رجوع

آباء کی جہت سے ولادتِ قریبہ کی طرف یعنی باپ کی طرف ہوتا ہے۔اور صہراً وہ رشتہ ہے جو تزویج اور نکاح کی وجہ سے وجود میں آتا ہے، یعنی سسرالی رشتے۔ (سید التفاسیر المعروف بہ تفسیر اشرفی جلد چہارم۔ص:۳۸۰۔از شیخ الاسلام حضرت سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی)

جس مبارک شخصیت کا حسب ونسب رقم کیا جارہا ہے وہ حضور شیخ الاسلام ادام اللہ فیوضہم العالی ہیں۔جن کا اسم گرامی سید محمد مدنی،کنیت ابوالحمزہ،القاب شیخ الاسلام، رئیس المحققین ہے آپ حسنی سادات ہیں آپ کا سلسلۂ نسب چھتیس (۳۶) واسطوں سے حضور سیدنا غوث پاک سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ، سے ہوتا ہوا باب العلم حیدر کرار حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، سے جاملتا ہے۔ یہاں صرف حضور سیدنا غوث پاک سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ، تک کا شجرہ نسب وحسب تحریر کیا جاتا ہے سرکار غوث صمدانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ، سے تو شجرۂ مبارکہ مشہور ہے۔

شجرۂ نسب:۔حضرت رئیس المحققین شیخ الاسلام والمسلمین سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی ادام اللہ فیوضہم العالی ابن حضرت مخدوم الملت مولانا شاہ ابوالمحامد سید محمد (محدث اعظم ہند) قدس سرہٗ ابن حکیم مولانا سید شاہ نذر اشرف قدس سرہٗ ابن سید شاہ فضل حسین قدس سرہٗ ابن سید شاہ منصب علی قدس سرہٗ ابن سید شاہ قلندر علی قدس سرہٗ ابن سید شاہ تراب اشرف قدس سرہٗ ابن سید محمد نواز قدس سرہٗ ابن سید محمد غوث قدس سرہٗ ابن سید محمد جمال الدین قدس سرہٗ ابن سید عزیز الرحمن قدس سرہٗ ابن سید محمد عثمان قدس سرہٗ ابن سید ابوالفتح المعروف زندہ پیر قدس سرہٗ ابن سید محمد قدس سرہٗ ابن سید محمد اشرف قدس سرہٗ ابن سید حسن شریف قدس سرہٗ (مقدمہ فرش پر عرش از پروفیسر سید طارق سعید میاں اشرفی جیلانی)

حضرت قدوۃ الآفاق حاجی مولانا سید عبدالرزاق نورالعین قدس سرہٗ ابن حضرت سید عبدالغفور حسن جیلانی قدس سرہٗ ابن حضرت سید ابوالعباس احمد جیلانی الحموی قدس سرہٗ ابن حضرت سید بدرالدین حسن جیلانی الحموی قدس سرہٗ ابن حضرت سید علاء الدین علی جیلانی الحموی قدس سرہٗ ابن حضرت سید شمس الدین محمد جیلانی الحموی قدس سرہٗ ابن حضرت سید سیف الدین یحییٰ جیلانی الحموی قدس سرہٗ ابن حضرت سید ظہیر الدین احمد جیلانی قدس سرہٗ ابن حضرت سید ابوالنصر محمد جیلانی قدس سرہٗ ابن حضرت سید عماد الدین ابوصالح نصر جیلانی قدس سرہٗ ابن قاضی القضاۃ حضرت سید

ابوبکر تاج الدین عبدالرزاق جیلانی قدس سرہٗ ابن حضرت سید غوث الثقلین نور القمرین سید محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ (حوالہ۔صحائف اشرفی حصہ دوم۔صفحہ۔۶۲)

شجرۂ حسب:۔حضرت رئیس المحققین شیخ الاسلام والمسلمین سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی ادام اللہ فیوضھم العالی ابن مخدومہ حضرت سیدہ فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا بنت سلطان المناظرین علامہ سید شاہ احمد اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہٗ ابن اعلیٰ حضرت ابواحمد سید شاہ محمد علی حسین اشرفی الجیلانی اشرفی میاں قدس سرہٗ ابن حضرت سید شاہ سعادت علی قدس سرہٗ ابن سید شاہ قلندر علی قدس سرہٗ ابن سید شاہ تراب اشرف قدس سرہٗ ابن سید شاہ محمد نواز قدس سرہٗ ابن سید شاہ محمد غوث قدس سرہٗ ابن سید شاہ محمد جمال الدین قدس سرہٗ ابن سید شاہ عزیز الرحمن قدس سرہٗ ابن سید شاہ محمد عثمان قدس سرہٗ ابن سید شاہ ابوالفتح قدس سرہٗ ابن سید شاہ محمد قدس سرہٗ ابن سید شاہ اشرف قدس سرہٗ ابن سید شاہ حسن شریف خلف اکبر قدس سرہٗ۔(مقدمہ فرش پر عرش از پروفیسر سید طارق سعید میاں اشرفی)

حضرت قدوۃ الآفاق حاجی مولانا سید عبدالرزاق نورالعین قدس سرہٗ ابن حضرت سید عبدالغفور حسن جیلانی قدس سرہٗ ابن حضرت سید ابوالعباس احمد جیلانی الحموی قدس سرہٗ ابن حضرت سید بدرالدین حسن جیلانی الحموی قدس سرہٗ ابن حضرت سید علاء الدین علی جیلانی الحموی قدس سرہٗ ابن حضرت سید شمس الدین محمد جیلانی الحموی قدس سرہٗ ابن حضرت سید سیف الدین یحییٰ جیلانی الحموی قدس سرہٗ ابن حضرت سید ظہیر الدین احمد جیلانی قدس سرہٗ ابن حضرت سید ابوالنصر محمد جیلانی قدس سرہٗ ابن حضرت سید عماد الدین ابوصالح نصر جیلانی قدس سرہٗ ابن قاضی القضاۃ حضرت سید ابوبکر تاج الدین عبدالرزاق جیلانی قدس سرہٗ ابن حضرت سید غوث الثقلین نور القمرین سید محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ (حوالہ۔صحائف اشرفی حصہ دوم۔صفحہ۔۶۲)

حضور شیخ الاسلام کے حسب ونسب میں کئی شخصیات ایسی ہیں جن سے امت محمدیہ کو بیشار فیض حاصل ہوا۔چند مشہور حضرات کا مختصر تذکرہ پیش ہے جس سے آپ کے حسب ونسب کی فضلیت اور آشکار ہوگی۔

آپ کے والد گرامی قدر حضرت مخدوم الملت مولانا شاہ ابوالمحامد سید محمد محدث اعظم ہند قدس سرہ (متوفی۔۱۳۸۱ھ) ہیں جن کی عظمت و بزرگی کے سبھی قائل ہیں آپ کی ذات میں شرف و بزرگی کے علاوہ قیادت وسیادت جیسی گوناگوں خصوصیت نمایاں طور پر نظر آتی تھی۔بصیرت و

رفعت، فضل وعطا جیسی مختلف خوبیوں نے آپ کی شخصیت کو اجاگر فرمایا۔خطابت وشاعری میں آپ کی ذات حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہٗ اور حضرت امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ کی پرتو تھی اپنے سلسلہ اشرفیہ کی ترویج واشاعت کے علاوہ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے تعلیمات، افکار ونظریات کو پھیلانے میں نمایاں کردار ادا فرمایا اور خصوصا جنوبی ہند میں حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی ذات کو آپ ہی نے متعارف فرمایا۔

آپ کے دادا حضرت حکیم مولانا سید شاہ نذر اشرف قدس سرہٗ ہیں ملک ہندوستان کے نہایت مشہور ومعروف حکماء میں آپ کا شمار ہوتا ہے جس کا تذکرہ خطبات برطانیہ میں موجود ہے۔ آپ طبیب حاذق تھے جن کی نباضی پر دلی کے حکماء خراج تحسین ادا کرتے تھے۔حکمت کی اس منزل پر تھے جہاں آواز سن کر، کپڑا سونگھ کر مرض کی تشخیص کی جاتی رہی۔آج کا دور ایسے گرامی قدر حکیموں سے محروم نظر آرہا ہے۔

آپ کے نانا سلطان المناظرین حضرت علامہ سید شاہ احمد اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہٗ کا شہرہ ہر سو پھیلا ہوا تھا۔آپ کو علم ظاہری وعلم باطنی پر قدرت کمال حاصل تھا

آپ کے پرنانا اعلیٰ حضرت ابواحمد سید شاہ محمد علی حسین اشرفی الجیلانی اشرفی میاں قدس سرہٗ (متوفی۔۱۳۵۵ھ) اپنے زمانہ کے اہل علم وسادات ومشائخ نے آپ بالاتفاق ہم شبیہہ غوث اعظم تصور کرتے تھے۔تاریخ کے اوراق اس بات پر شاہد ہیں کہ حضرت سلطان خواجہ سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ ہی کو وہ مقام رفیع حاصل ہوا کہ آپ نے اپنے جدامجد کی عظیم سنت پر عمل کرتے ہوئے سیر وسیاحت کو اپنایا اور ساری دنیا میں پیغام اشرف کو پہنچایا۔

حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ (متوفی۔۱۳۴۰ھ) کو جب معلوم ہوا کہ ان کے پیر ومرشد حضرت آل رسول علیہ الرحمہ (متوفی۔۱۲۹۶ھ) کی طبیعت زیادہ ناساز ہے تو آپ خود بغرض مزاج پرسی مارہرہ شریف تشریف لے گئے۔حضرت آل رسول علیہ الرحمہ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کو دیکھ کر فرمایا کہ میرے پاس سرکار غوث اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی امانت ہے جسے اولاد غوث میں شبیہہ غوث الثقلین حضرت مولانا شاہ ابواحمد محمد علی حسین اشرفی کچھوچھوی کو سونپنی اور پیش کردینی ہے اور وہ اس وقت شیخ المشائخ محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاء چشتی علیہ الرحمہ کے آستانہ پر ہیں۔محراب مسجد میں ملاقات ہوگی۔چنانچہ الشاہ

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ دلی تشریف لائے۔حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمہ کے آستانہ پر حاضری دی پھر مسجد میں تشریف لائے تو واقعی پیر ومرشد کی نشاندہی کے بموجب اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمہ کومحراب مسجد میں پایااور برجستہ فی البدیہہ یہ شعر کہے:

اشرفی اے رخت آئینۂ حسن خوباں
اے نظر کردہ و پروردۂ سہ محبوباں

اے اشرفی میاں سرکار! آپ کا چہرہ انور حسن وخوبی کا آئینہ ہے۔آپ تینوں محبوبین کے پروردہ اورنظر کردہ ہیں۔تینوں محبوبین سے مراد(۱) محبوب سبحانی غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ (بغداد شریف)(۲)محبوب الٰہی سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء بدایونی چشتی رضی اللہ عنہٗ (دلی)(۳) محبوب یزدانی غوث العالم سلطان مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہٗ (کچھوچھہ شریف) ہیں۔

پھر عرض مدعا کیا۔اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی نے مارہرہ شریف میں حاضری دی حضرت سید شاہ آل رسول علیہ الرحمہ نے سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کی اجازت اور خلافت بخشی اور یہ فرمایا کہ جس کا حق تھا اس تک یہ امانت پہنچادی۔اس کے بعد حضرت آلِ رسول علیہ الرحمہ کے اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی خاتم الخلفاء کہلائے۔

آپ نے سارے اسلامی ممالک کی سیر وسیاحت فرمائی۔اورتبلیغ وارشاد میں حضرت مخدوم جہانیاں گشت علیہ الرحمہ کا پرتو اورحضرت مخدوم اشرف علیہ الرحمہ کے مظہراتم وحقیقی جانشین کہلانے لگےاس ضمن میں آپ کے مریدوں کی تعداد(۲۳)لاکھ اورخلفاء کی تعداد(۱۳۵۰)ساڑھے تیرہ سو سے زائد ہے۔

حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ میں محبت رسول ہی کا اثر تھا کہ حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نسبی تعلق رکھنے والے اشخاص یعنی سادات کرام کا بے پناہ احترام اورمحبت فرماتے اوراس بات میں آپ سن وسال،قدوقامت،عالم وجاہل،امیر غریب اورنیک وبد کا امتیاز رکھ کرحسن سلوک نہ فرماتے بلکہ رشتہ خون کا لحاظ کرتے ہوئے سبھی کے ساتھ نیازمندی کا رویہ رکھتے۔

ایک شاگرد کی تعلیم وتربیت کے لیے ایک استاذ مناسب تادیبی کاروائی کے لیے ہاتھ اور

زبان دونوں استعمال کرنے کا پورا پورا حق رکھتا ہے۔شرعا اس پر کوئی مواخذہ نہ ہوگا بلکہ خداوند کریم اپنے رحم وکرم سے اسے نوازے گا مخدوم الملۃ حضرت سید محمد کچھوچوی معروف بہ محدث اعظم ہند حصولِ تعلیم کے لیے بارگاہ رضویہ میں تشریف لے گئے۔ایک موقعہ پر برائے تربیت امام موصوف نے جوطریقہ اختیار فرمایا ہے انتہائی دلچسپ اور ناموس عشق کی حرمت سے مملو ہے محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کی زبانی ملاحظہ ہو۔

کارِ افتاء کے لیے جب میں بریلی حاضر ہوا۔جب جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لیے مسجد میں آیا تو سب سے آخری صف میں تھا نماز ہوگئی تو مجھے دریافت فرمایا کہ کہاں ہیں میں بریلی والوں کے لیے بالکل نیا تھا لوگ ایک دوسرے کا منھ دیکھنے لگے یہاں تک کہ اعلیٰ حضرت خود کھڑے ہوگئے اور باب مسجد پر مجھ کو دیکھ لیا تو مصلے سے اٹھ کر آخری صف میں آ کر مجھ سے مصافحہ سے نوازا۔اس سے زیادہ کا ارادہ کیا تو میں تھرا کر گر پڑا۔اعلیٰ حضرت پھر مصلے پر تشریف لے گئے اور سنن ونوافل ادا فرمانے لگے۔(المیز ان امام احمد رضا نمبر۔ص۔ ۳۶۹)

اس طرح حضرت شیخ الاسلام کے حسب ونسب میں سادات اہل علم وتقویٰ اور اہل اللہ گزرے ہیں جن کی تعظیم وتکریم اہل علم ودانش نے فرمائی۔سادات کچھوچھہ کے کتب ورسائل اور امام احمد رضا اوراحترام سادات کتاب وغیرہ کا مطالعہ کرنے سے عظمت سادات کرام کا پتہ چلتا ہے آج جہلاء تو کیا اہل علم معمولی فروعی اختلافات اورآپسی بغض وعناد کی آگ میں جلتے ہوئے بزرگوں کی ذاتیات پرحملہ کرتے ہیں اورحتی کہ نسب پر بیجا طعن کیا جاتا ہے۔جب کہ حدیث پاک میں رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:"من لم یعرف عترتی والانصار والعرب فھو لاحدی ثلاث اما منافقا واما لزنیۃ وما لغیر طھور" یعنی جو میری اولاد اورانصار اورعرب کا حق نہ پہچانے وہ تین علتوں سے خالی نہیں،یاتو منافق ہے یا حرامی یا حیضی بچہ۔(شعب الایمان)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری فرماتے ہیں کہ"سید سنی المذہب کی تعظیم لازم ہے،اگرچہ اس کے اعمال کیسے ہی ہوں ان اعمال کے سبب اس سے نفرت کی جائے،نفس اعمال سے نفرت ہو بلکہ اس (سید) کے مذہب میں بھی تھوڑا فرق ہو کہ حد کفر تک نہ پہنچے جیسے تفضیل تو اس حالت میں بھی اس کی تعظیم سیادت نہ جائے گی،ہاں اگر اس کی بدمذہبی حد کفر تک پہنچے۔جیسے رافضی وہابی قادیانی نیچری

وغیرہم، تو اب اس کی تعظیم حرام ہے کہ جو وجہ تعظیم تھی یعنی سیادت وہی نہ رہی۔ (فتاوی رضویہ)

حضرت عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمہ سنن کبریٰ میں فرماتے ہیں '' مجھ پر اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے ایک یہ ہے کہ میں ساداتِ کرام کی بے حد تعظیم کرتا ہوں اگر چہ لوگ ان کے نسب میں طعن کرتے ہوں۔

میں اس تعظیم کو اپنے اوپر ان کا حق تصور کرتا ہوں، اسی طرح علماء واولیاء کی اولاد کی تعظیم شرعی طریقے سے کرتا ہوں۔ اگر چہ وہ متقی نہ ہوں، پھر میں سادات کی کم از کم اتنی تعظیم وتکریم کرتا ہوں جتنی والی مصر کے کسی بھی نائب یا لشکر کے قاضی کی ہوسکتی ہے'' (الشرف المؤبد)

بزرگان دین کا احترام سادات کے متعلق یہ عمل تھا لیکن آج ماحول کی پراگندی میں یہ بھی خرابی دیکھی جاتی ہے کہ غریب ونادار سید کو لوگ کسی خاطر میں نہیں لاتے، بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ مشہور امیر سادات کرام کو تو سر کی آنکھوں پر بٹھایا جاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی غریب سید اور غیر مشہور سید سامنے آجائے تو اس کی طرف التفات کرنا بھی گوارا نہیں کیا جاتا حالانکہ جس طرح امیر مشہور سید تعظیم واحترام کا مستحق ہے اسی طرح غریب ونادار سید زادہ بھی مستحق احترام ہے، اس لیے کہ جس طرح وہ سید سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جزء ہونے کا شرف رکھتا ہے اسی طرح یہ بھی جزء ہونے کی سعادت رکھتا ہے تو پھر کیوں احباب اس طرح کا سلوک کرتے ہیں کہ جس سے غریب سید زادے کے دل کو تکلیف پہنچتی ہے۔

جو شخص نسبی اعتبار سے سید نہ ہوں وہ اپنے آپ کو سید نہ کہے اور جو سید ہوں وہ اپنے آپ کو غیر سادات میں شامل نہ کرلے اس کے معاملہ میں دونوں پر وعید ہے۔ **کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعنۃ اللہ علی داخلین فینا بغیر نسب وعلی خارجین منھا بغیر سبب یعنی** ایسے شخص پر اللہ کی لعنت ہے جو ہم میں بغیر نسب کے داخل ہو اور سید کہلوائے اور اس سید پر لعنت ہو جو بغیر سبب کے دوسرا نسب کہلوائے۔

حضرت شیخ الاسلام قبلہ کا حسب ونسب بیان کردیا گیا ہے میں نے مناسب سمجھا کہ اس بات کی بھی وضاحت کروں کہ سادات کچھوچھہ میں حسنی وحسینی کی جو شہرت ہے وہ کیا ہے خواص تو بخوبی جانتے ہیں لیکن عوام میں یہ بات واضح ہوجائے۔

جن حضرات کا نسب پدری حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے ملتا ہے ان کو حسنی سادات

اور جن حضرات کا نسب پدری حضرت سیدنا امام حسین شہید کربلا علیہ السلام سے ملتا ہے ان کو حسینی سادات کہتے ہیں۔ حضرت قطب الاقطاب غوث العالم محبوب یزادانی میر سید مولانا اوحدالدین سلطان اشرف جہانگیر نور بخشی سمنانی سامانی قدس سرّہٗ کا سلسلۂ نسب حضرت امام حسین شہید کربلا علیہ السلام سے ملتا ہے اور آپ حسینی سادات ہیں۔ (لطائف اشرفی مترجم حضرت شمس بریلویؒ کے دیباچہ میں صفحہ (۲) پر بحوالہ صحائف اشرفی ڈاکٹر خضر نوشاہی صاحب قبلہ)

حضرت حاجی سید عبدالرزاق نورالعین علیہ الرحمۃ والرضوان حضرت قطب الاقطاب غوث العالم محبوب یزادانی میر سید مولانا اوحدالدین سلطان اشرف جہانگیر نور بخشی سمنانی سامانی قدس سرّہٗ کے شاگرد وجانشین کے علاوہ آپ کے فرزند معنوی بھی ہیں رشتہ میں حضرت کے خالہ زاد بہن کے بیٹے ہیں۔ اور حضرت حاجی سید عبدالرزاق نورالعین علیہ الرحمہ 11ویں پشت میں براہ راست حضرت غوث الثقلین سید محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی اولاد ہیں۔ اور آپ حسنی سادات ہیں۔ (حوالہ۔ صحائف اشرفی حصہ دوم۔ صفحہ۔ ۶۲)

حضرت حاجی سید عبدالرزاق نورالعین علیہ الرحمۃ والرضوان جانشین حضرت قطب الاقطاب غوث العالم محبوب یزادانی میر سید مولانا اوحدالدین سلطان اشرف جہانگیر نور بخشی سمنانی سامانی قدس سرّہٗ کے چار فرزند ہیں (۱) حضرت سید شاہ حسن شریف خلف اکبر قدس سرہٗ (۲) حضرت سید شاہ حسین خلف ثانی قدس سرہٗ (۳) حضرت سید شاہ احمد قدس سرہٗ (۴) حضرت سید شاہ فرید قدس سرہٗ تھے۔ حضرت حاجی سید عبدالرزاق نورالعین علیہ الرحمۃ والرضوان نے حضرت سید شاہ حسن شریف خلف اکبر قدس سرہٗ کو اپنا جانشین اور ولایت کچھوچھہ شریف، حضرت سید شاہ حسین قدس سرہٗ کو ولایت جونپور، حضرت سید شاہ احمد قدس سرہٗ کو ولایت جائس، رائے بریلی، اور حضرت سید شاہ فرید قدس سرہٗ کو ولایت بارہ بنکی، رودلی عطا فرمائے تھے

حضرت سید شاہ حسین خلف ثانی قدس سرہٗ نے ایک عرصہ کے بعد ولایت جونپور سے درگاہ کچھوچھہ شریف بغرض چلہ کشی تشریف لائے۔ اور پھر مستقل سکونت اختیار کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اور بڑے بھائی کی محبت وشفقت نے انہیں پناہ دی اور مستقل رہنے کی اجازت بھی عطا فرمائی۔ اور حضرت خلف اکبر علیہ الرحمہ کی آپ بے نفسی وسیع القلبی اور والہانہ تعلق خاطر کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے یہ بھی گوارہ نہ کیا کہ خود تمام حقوق رکھنے کے باوجود تنہاء مراسم عرس شریف ادا کریں اور چھوٹے بھائی

کے نام کا چراغ روشن نہ ہو۔لہذاانہوں نے بکمال اخلاص ومحبت اپنے چھوٹے بھائی حضرت سید شاہ حسین خلف ثانی قدس سرہٗ کو ۲۷ رمحرم الحرام کی تاریخ برائے ادائیگی مراسم عرس مرحمت فرمائی اوراپنے لیے ۲۸ رمحرم الحرام یعنی عرس حضرت مخدوم سمنانی علیہ الرحمہ کی خاص تاریخ محفوظ رکھی اس طرح حضرت سید شاہ حسین قدس سرہٗ خلف ثانی کو حضرت سید شاہ حسن شریف قدس سرہٗ خلف اکبر سرکارکلاں کے بخشندہ یامرحمت کردہ حقوق سجادہ نشینی حدوددرگاہ کچھوچھہ شریف ملے ورنہ حضرت حاجی سید عبدالرزاق نورالعین علیہ الرحمۃ والرضوان نے حضرت سید شاہ حسین خلف ثانی قدس سرہٗ کو ولایت جونپور کا سجادہ نامزد فرمایا تھا۔(حیات محدث اعظم ہند)

اس طرح سادات کچھوچھہ،جائس، جونپور وبارہ بنکی تمام حضرت حاجی سید عبدالرزاق نورالعین علیہ الرحمۃ والرضوان جانشین حضرت قطب الاقطاب غوث العالم محبوب یزدانی میر سید مولانا اوحدالدین سلطان اشرف جہانگیر نوربخشی سمنانی سامانی قدس سرّہ کی اولاد میں ہیں لیکن کچھوچھہ شریف میں دوخانقاہ ایک خانقاہ حسنیہ سے مراد حضرت سید شاہ حسن شریف خلف اکبر قدس سرہٗ کی اولاد ہے اور کانقاہ حسینیہ سے مراد حضرت سید شاہ حسین خلف ثانی قدس سرہٗ کی اولاد سے ہیں حضور شیخ الاسلام قبلہ کا تعلق خانقاہ حسنیہ سے ہی ہے آپ کا حسب اورنسب دونوں حضرت سید شاہ حسن شریف خلف اکبر قدس سرہٗ سے ہوتا ہوا حضرت غوث الثقلین سید محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے ملتا ہے۔



محمد عارف رضا نیّر الاشفاقی
جنرل سیکریٹری: تحریک فروغِ اسلام ٹائیں، میوات، ہریانہ

شیخ الاسلام اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کے سچے وارث

اس خاکدانِ گیتی پر لاکھوں انسان روزانہ آتے ہیں، پرسب یکساں نہیں ہوتے۔کچھ من مانی زندگی گذارتے ہیں اور کچھ اللہ عزوجل اوراس کے رسول علیہ التحیۃ والثناء کی مرضی کے مطابق زندگی بسر فرماتے ہیں۔ایسے ہی نیک بندوں کو ولی اللہ کہا جاتا ہے۔اللہ رب العزت اولیاء کے بارے میں فرماتا ہے: **الذین اٰمنوا و کانوا یتقون**۔ترجمہ: (ولی وہ ہوتے ہیں) جوایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں۔(یونس ۶۳) زبدۃ الواصلین حضرت علامہ مولانا عبد السمیع بیدلؔ رامپوری مصنف انوارِ ساطعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎

جو خدا کے دوست ہیں وہ ہیں ولی
جو گناہوں سے بچیں ہیں متقی

(حمدِ باری،ص:۲)

اللہ تبارک وتعالیٰ اسے ہی اپنا محبوب بناتا ہے جواس کے محبوب کی اتباع کرکے محبوب کا محبوب بن جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں ارشادفرماتا ہے: **قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ**۔ ترجمہ: اے محبوب تم فرمادوکہ لوگو اگرتم اللہ کو دوست رکھتے ہوتو میرے فرمانبردار ہو جاؤ۔اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔(آلِ عمران،۳۱)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **من یطع اللہ و رسولہ یدخلہ جنت تجری من تحتھا الانھر خٰلدین فیھا ط و ذالک الفوز العظیم**۔ ترجمہ: اور جوحکم مانے اللہ اوراللہ کے رسول کا اللہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہی ہے بڑی کامیابی۔(النساء ۱۳)

ان آیاتِ مقدسہ سے ظاہر ہوا کہ اللہ عزوجل اوراس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کا نام ہی ولایت ہے۔غوث الصمد فرد الاحد حضرت میاں راج شاہ قادری سوندھوی (۱۲۱۶ھ/

۱۳۰۶ھ) فرماتے ہیں: ’’اتباعِ شریعت اور پابندیٔ اسلام ہی کا نام درویشی ہے۔‘‘ (ملّت راجشاہی ص:۱۲۶) اور شیخ شیرازی (۵۸۹ھ/۶۹۱ھ) سمندر کو کوزے میں سماتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

خلاف پیمبر کسے راہ گزید　　که هرگز بمنزل نخواهد رسید
مپندار سعدی که راه صفا　　تواں رفت جز برپئے مصطفیٰ

(بوستاں، ص:۴)

اللہ عزوجل اور اس کے پیارے مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کر کے رب کے محبوبوں میں شامل ہونے والوں میں ایک ذات شیخ الاسلام والمسلمین حجۃ الاصفیاء تاج الاولیاء برہان الملّت والدین زبدۃ المقربین عمدۃ الواصلین حضرت علامہ سیّد محمد مدنی میاں اشرفی الجیلانی دامت برکاتہم القدسیہ زیب سجادہ آستانۂ عالیہ محدث اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کچھوچھہ مقدسہ کی ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت یکم رجب المرجب ۱۳۵۷ھ ہجریہ قدسیہ مطابق ۲۸/اگست ۱۹۳۸ء میں بمقام کچھوچھہ مقدسہ محدثِ اعظم ہند علیہ الرحمہ (۱۳۱۱ھ/۱۳۸۱ھ) کے عرفان و ایقان اور علم و فضل سے پُرگھرانے میں ہوئی۔ آپ محبوبِ سبحانی قطبِ ربانی حضور غوث الاعظم سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ (۴۷۰ھ/۵۶۱ھ) کی نسلِ پاک سے ہیں۔ شیخ الاسلام کا خاندان کیا کہنا والد محدثِ اعظم ہند، والدۂ ماجدہ ولیۂ عصر، شہزادیٔ سلطان المناظرین، دادا حکیم الاسلام سیّدنا شاہ نذر اشرف (متوفی ۱۳۵۸ھ) دادی صاحبہ رابعۂ وقت شہزادیٔ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں، پردادا تاجدارِ ولایت سیّدنا فضل حسین (متوفی ۱۳۳۸ھ) نانا سلطان المناظرین حضرت سیّدنا شاہ احمد اشرف (۱۲۸۶ھ/ ۱۳۴۳ھ) پرنانا سیّدنا اعلیٰ حضرت اشرفی میاں (۱۲۶۶ھ/ ۱۳۵۵ھ) اور حقیقت تو یہ ہے کہ شیخ الاسلام سے مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تک ولایت کا ایک سلسلۃ الذہب ہے۔

بچپن:۔ بچپن سے ہی جبینِ سعادت پر نورِ ولایت تاباں تھا ؎

بالائے سرش ز ہوشمندی　　می تافت ستارۂ سربلندی

شروع ہی سے لہو ولعب سے نفرت تھی۔ زبان پر اللہ عزوجل اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیارا نام رہتا تھا اور شوق تھا تو فقط تعلیم کا۔

تعلیم وتربیت:۔ آپ کی والدۂ ماجدہ فضل وکمال والی تھیں، آپ کی تعلیم وتربیت میں والدۂ

ماجدہ کا کلیدی کردار رہا۔ تعلیم کا آغاز والدۂ ماجدہ سے کیا اور چودہ سال کی عمر شریف تک اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کے قائم کردہ جامعہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ میں تعلیم حاصل کی۔ پھر حضرت محدثِ اعظم علیہ الرحمہ نے اعلیٰ تعلیم کے لیے اعلیٰ حضرت اشرفی میاں ہی کے قائم کردہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کے پیارے و چہیتے مرید وخلیفہ حافظ ملّت علیہ الرحمہ (۱۳۱۲ھ/ ۱۳۹۶ھ) کی بارگاہ میں بھیجا۔ خوب محنت ولگن سے آپ نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی، ماہِ رمضان میں گھر پر والد ماجد محدثِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کی زیرِ نگرانی تعلیم حاصل کرتے۔ دورانِ طالب علمی ہی میں ۱۶/رجب ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۵/دسمبر ۱۹۶۱ء بروز دوشنبہ مبارکہ کو محدثِ اعظم ہند علیہ الرحمہ واصل بحق ہوگئے۔ محدثِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کے چہلم کے موقع پر مشائخ کرام نے محدثِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کی جانشینی کا تاج آپ کے سرِ مبارک پر رکھا۔ تعلیم جاری رہی، جنوری ۱۹۶۳ء میں آپ کو دستارِ فضیلت سے نوازا گیا۔ ۲۷/دسمبر ۱۹۶۴ء کو آپ کا نکاح مخدومہ سیّدہ شمیمہ خاتون رحمۃ اللہ علیہا بنت حضرت سیّد اختر حسین صاحب قبلہ موضع دوست پور ضلع سلطان پور سے ہوا۔ نکاح شیخ المشائخ غوث زماں حضور سرکار کلاں علیہ الرحمہ (۱۳۳۴ھ/ ۱۴۱۷ھ) نے پڑھایا۔

بیعت وخلافت:۔ شیخ الاسلام نے اپنے والد ماجد محدثِ اعظم علیہ الرحمہ کے حکم سے اپنے ماموں قطبِ دوراں غوثِ زماں سرکار کلاں حضرت مفتی سیّد محمد مختار اشرف اشرفی الجیلانی کچھوچھوی علیہ الرحمہ سجادہ نشین کچھوچھہ مقدسہ سے شرفِ بیعت حاصل کیا۔ حضور سرکار کلاں نے ان تمام سلاسل کی خلافت و اجازت جو آپ کو اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ سے حاصل تھیں، شیخ الاسلام والمسلمین کو عطا فرمائی۔

اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ والرضوان نے یوں تو مشائخ عرب وعجم سے اکتسابِ فیض فرمایا مگر یہاں پر صرف وہ فیضان بیان کیا جاتا ہے جسے پا کر اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا میں فیض کے اثرات سے مالا مال ہوا اور یہ فیضان قطبِ عالم فردِ وقت حضرت میاں راج شاہ قادری سوندھوی علیہ الرحمہ کی بارگاہ سے ملنے والا فیضان تھا۔ تحائفِ اشرفی سیّدنا اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کا مبارک دیوان ہے جو کہ پہلی مرتبہ ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۵ء میں اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے چہیتے مرید وخلیفہ حضرت سیّد غلام بھیک نیرنگ اشرفی انبالوی علیہ الرحمہ (۱۸۷۶ء/ ۱۹۵۲ء) کی کوشش سے اشاعت پذیر ہوا۔ اس کے ابتدا میں

حضرت سیّد غلام بھیک نیرنگ علیہ الرحمہ نے اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے مختصر حالات بھی درج کیے ہیں۔ اسی میں وہ فیضانِ راجشاہی کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

''اعلیٰ حضرت قبلہ وکعبہ نے باطنی علوم کی تعلیم اپنے برادرِ بزرگوار حاجی الحرمین سیّد شاہ ابو محمد اشرف حسین مدظلہ العالی سے (جن کوعلاوہ خاندانِ اشرفیہ کے تمام مشائخ ہم عصر سے فیض صوری ومعنوی حاصل ہوا ہے) پائی ہے۔ شغل وجودیہ اور بعض اذ کارِ مخصوصہ کی تعلیم حضرت سیّد شاہ عماد الدین اشرف اشرفی عرف لکڑ شاہ کچھوچھوی قدس سرہ سے پائی۔ حضرت لکڑ شاہ صاحب خاندانِ اشرفیہ میں مشاہیر مشائخ سے گذرے ہیں۔ اسی طرح دیگر اوراد و وظائف کی اجازت اکثر علماء مشائخ ہندوستان سے حاصل فرمائی۔ چنانچہ جناب حضرت راج شاہ صاحب سوندھوی قدس سرہ ضلع گڑگاواں سے اجازت وخلافت خاندانِ قادریہ وخاندانِ زاھدیہ حاصل کی اور تعلیم سلطان الاذکار وشغل محمود و دیگر اشغالِ مخصوصہ سے مشرف ہوئے۔'' (تحائفِ اشرفی ۴۲/۴۳ مطبوعہ جامع اشرف کچھوچھہ مقدسہ)

اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے مرید وخلیفہ فنافی الشیخ امام النحو صدر العلماء علامہ سیّد غلام جیلانی اشرفی میرٹھی علیہ الرحمہ (۱۳۱۹ھ/ ۱۳۹۸ھ) اپنی شہرۂ آفاق تصنیف بشیر القاری شرح بخاری کے دیباچہ میں فیضانِ راجشاہی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میرے پیرومرشد اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کو فیضانِ راجشاہی کیا ملا کہ فتوحات کے دروازے وا ہو گئے۔ خود صدر العلماء کی زبانی سنیے۔

''سیّد الفقراء امام العرفاء ولایت پناہ حقیقت آگاہ حضرت میاں راج شاہ قدس سرہ کی خدمت میں بھی آپ (اعلیٰ حضرت اشرفی میاں) سوندھ شریف ضلع گڑگاواں حاضر ہوئے تھے۔ جن کا وصال ۸/رمضان المبارک ۱۳۰۶ھ میں ہوا۔ وصال کا سن ہجری ہائے ہائے آفتاب معرفت سے نکلتا ہے۔ آپ نے بھی خلافت سے نوازا۔ اور ایک دوائی عطا فرمائی تھی۔ جس کے بعد فتوحات کے دروازے ایسے کھل گئے کہ کوئی سائل کسی وقت محروم واپس نہ ہوتا تھا۔'' (بشیر القاری دیباچہ ص:۱۸، مطبوعہ مکتبۃ الجیلانی سنبھل یوپی)

جس طرح اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ نے فیضانِ راجشاہی پایا تو فتوحات کے دروازے کھل گئے۔ میرا وجدان کہتا ہے کہ جس وقت حضور سرکار کلاں کے توسل سے شیخ الاسلام

والمسلمین کو فیضانِ راجشاہی حاصل ہوا اسی وقت سے آپ کے لیے بھی فتوحات کے دروازے کھول دیئے گئے اور حق ہے کہ شیخ الاسلام کی بارگاہ سے بھی کوئی سائل محروم واپس نہیں ہوتا ہے۔

خود صدر العلماء امام النحو علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے مرشد برحق اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ نے اکتسابِ فیض کے لیے قطبِ عالم حضرت میاں راج شاہ قادری سوندھوی علیہ الرحمہ کے مرید وخلیفہ سرکار سراوہ حضرت حافظ سیّد ابراہیم قادری کے سپرد فرمایا۔ امام النحو اکتسابِ فیض کا حال بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''چونکہ طلبِ صادق تھی اس لیے مرشد برحق (اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ) کی روحانیت پھر متوجہ ہوئی اور اپنے برادرِ طریقت غواص بحر معرفت آقائے نعمت رہبر حقیقت فقیر کامل عارف واصل حامل اخلاق نبوی کاشف اسرار لم یزلی سیّدی ومولائی حضرت شاہ حافظ سیّد محمد ابراہیم صاحب قادری قدس سرہ القوی ساکن قصبہ سراوہ ضلع میرٹھ کے سپرد فرما دیا۔ آپ کی خدمت اقدس میں پہنچ کر بفضلہٖ تعالیٰ سات سال تک کشف وکرامات کا جی بھر کر مشاہدہ کیا۔ طرح طرح کی کراماتیں نظر کے سامنے آئیں۔ حضرت مولانا روم قدس سرہ کے ارشاد ے

اولیاء را ہست قدرت از الٰہ تیر جستہ باز گرداند ز راہ

پر اب تک ایمان بالغیب تھا اس بارگاہ ولایت پناہ میں حاضری کے بعد مشاہدہ سے سرفراز فرمایا گیا۔ بلکہ الحمدللہ علیٰ احسانہ کہ اس دربارِ گہر بار سے دین بھی ملا اور دنیا بھی۔ اب تک اس سیاہ کار پر نظرِ کرم فرماتے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ ابدالآباد تک فرماتے رہیں گے۔'' (بشیر القاری دیباچہ ص:۱۸) شیخ الاسلام والمسلمین کے والد ماجد حضور محدثِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کو بھی صدر العلماء کے ہمراہ سرکار سراوہ علیہ الرحمہ (متوفی شب چہارشنبہ بعد نمازِ مغرب ۲۲ محرم ۱۳۱۷ھ) سے ملاقات کا شرف حاصل ہے۔ محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ آپ سے بے حد متاثر ہوئے تھے۔ (حیات صدر العلماء ص:۲۵۵/۲۵۶)

خود اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ قطبِ عالم حضرت میاں راج شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ کی حاضری واکتسابِ فیض کے پُرکیف لمحات کا تذکرہ فرماتے ہوئے یوں تحریر فرماتے ہیں:

''ایک روز فقیر ابو احمد المدعو محمد علی حسین سجادہ نشین اشرف السمنانی ساکن کچھوچھہ شریف خدمت میں برائے زیارت حضرت فردِ وقت میاں راج شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حاضر ہوا۔ چند

ساعت خدمت میں شرفِ باریابی حاصل کرنے کے بعد ارشاد ہوا کہ اچھا آرام کیجیے۔ درِ دولت سے مرخص ہوکر گاؤں کی مسجد میں آیا جہاں کہ صاحبزادے صاحب حضرت عبداللہ شاہ صاحب مقیم تھے۔ ٹھہرا صحبت گرم ہوئی عجیب پایہ کا شخص دیکھا، خدا عمر میں برکت کرے۔ نہایت منکسر المزاج مہمان نواز محبت کرنے والا پایا۔ صبح کو جب اٹھے اور میں حجرہ سے نکلا تو صاحبزادے صاحب نے میری صورت غور سے دیکھ کر کہا قبلہ پیر جی صاحب جناب کا گردن سے اور یہ چہرہ کا حصہ حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ سے بالکل مشابہ ہے۔ میں نے کہا جزاک اللہ پھر کہا گردن سے نیچے کا حصہ نہیں ملتا۔ میں نے کہا درست ہے اور پھر کہا کہ یہ عمامہ بھی ویسا نہیں۔ میں نے کہا بالکل صحیح ہے میں ان کی اولاد سے ہوں اور میں نے دوسری نشانی ریش بلند کرکے بتائی کہ یہ حصہ بالکل ان کے مطابق ہے سرِ موفرق نہیں۔ شاباش سینہ سے لپٹ گیا اور کہا کیوں نہ گوہ کے جائے تو کھر درے ہی ہوں گے۔ زاں بعد میں حضور قبلہ میاں راج شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور اللہ اللہ کی خواہش ظاہر کی۔ نہایت شفقت اور کمالِ محبت سے جو کچھ عطا فرمانا تھا وہ دیا۔ میں نے شجرہ طیبہ سلسلہ قادریہ کا طلب کیا۔ فرمایا مولانا سے لکھالو، صاحبزادے صاحب سے حسب ارشاد شجرہ لیا گیا اور میں نے شجرہ مع اشغال معمولی ومخصوصی انہیں دے کر مجاز مختار سلسلہ قادریہ رزّاقیہ کا کیا اور خواہش اجازت طلبی کی۔ صاحبزادے نے غلوئے محبت سے ٹھہرانا چاہا۔ اصرار پر کہا کہ حضور قبلہ سے اجازت لے لیجیے، اگر وہ ارشاد فرمائیں تو تشریف لے جائیے۔ چنانچہ حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اجازت طلب کی فرمایا کہ حق مہمانی ابھی ادا نہیں ہوا آج اور ٹھہریئے۔ مجبوراً تعمیلِ ارشاد کرنی پڑی، واپس گاؤں کی مسجد میں آیا۔ صاحبزادے صاحب انتظار میں تھے میں نے دیکھتے ہی کہا ؎

گفتۂ او گفتہ اللہ بود　　گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

بھائی باوا بیٹوں کی تار برقی کھڑک گئی کون جانے دیتا ہے۔ غرض اس روز ٹھہرا اور علی الصباح باہزاراں دردو انبساط روانہ ہوا۔ سبحان اللہ مردانِ راہِ خدا ایسے ہی ہوتے ہیں۔ انہیں نفوسِ قدسیہ کی برکت سے اس عالم کی عالم آرائی ہورہی ہے۔'' (ملّت راجشاہی مصنفہ معین قادری ص: ۱۸۶/ ۱۸۷)

مذکورہ بالا اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کی تحریر دل پذیر سے سب کچھ روشن ہوگیا کہ قطب عالم

میاں راج شاہ قادری سوندھوی علیہ الرحمہ نے اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کو سلسلۂ قادریہ کی خلافت و اجازت عطا فرمائی۔ ''نہایت شفقت و کمالِ محبت سے جو کچھ عطا فرمانا تھا وہ دیا'' اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کے اس جملہ میں کیسے کیسے اسرار و رموز مخفی ہیں اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ قطب عالم میاں راج شاہ علیہ الرحمہ سے خلافت حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت اشرفی میاں نے مجدد وقت حضرت مولانا عبداللہ شاہ قادری راج شاہی سوندھوی علیہ الرحمہ (سنہ ۱۲۷۴ھ/ سنہ ۱۳۴۲ھ) کو سلسلۂ قادریہ رزاقیہ کی خلافت واشغال مخصوصہ کی اجازت سے نوازا۔ ذیل میں وہ شجرہ طیبہ قادریہ درج کیا جاتا ہے جو اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کو قطب عالم میاں راج شاہ علیہ الرحمہ کی بارگاہ سے ملا:

سلسلۂ عالیہ قادریہ رزّاقیہ راج شاہیہ

شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی عن شیخہ و خالہ غوث زماں سرکار کلاں حضرت سید مفتی محمد مختار اشرف اشرفی الجیلانی عن شیخہ و جدہ قطب الارشاد اعلیٰ حضرت سید ابو احمد المدعو محمد علی حسین اشرفی میاں عن شیخہ قطب الاقطاب غوث الصمد فرد الاحد حضرت میاں راج شاہ قادری سوندھوی عن شیخہ شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد اسماعیل صدیقی قادری مہمی عن شیخہ سر تاج زہّاد حضرت شاہ غلام جیلانی صدیقی قادری مہمی ثم رهتکی عن شیخہ و ابیہ زبدۃ العارفین حضرت شاہ بدر الدین اوحد صدیقی قادری مہمی ثم رهتکی ثم لکھنوی عن شیخہ محدث اعظم حضرت الحاج شاہ محمد فاخر قادری محدث الٰہ آبادی عن شیخہ و ابیہ تاج الاصفیاء حضرت شیخ محمد یحییٰ المعروف بہ شاہ خوب اللہ قادری الٰہ آبادی عن شیخہ و عمّہ قطب العارفین حضرت شیخ محمد افضل قادری الٰہ آبادی عن شیخہ قطب اکمل حضرت میر سید محمد ترمذی کالپوی عن شیخہ حضرت سید شاہ جمال الاولیاء کڑوی عن شیخہ حضرت شیخ قاضی ضیاء الدین عرف قاضی جیا عن شیخہ حضرت سید ابراھیم ایرجی عن شیخہ حضرت شیخ بہاؤ الدین قادری عن شیخہ حضرت میر سید احمد جیلانی عن شیخہ و ابیہ حضرت میر سید حسن شاہ عن شیخہ و ابیہ حضرت سید موسیٰ عن

شیخہ و ابیہ حضرت میر سید علی عن شیخہ و ابیہ حضرت سید محمد دوم عن شیخہ و ابیہ حضرت سید حسن عن شیخہ و ابیہ حضرت سید احمد عن شیخہ و ابیہ حضرت سید محمد عن شیخہ و ابیہ حضرت سید محی الدین ثانی ابو نصر محمد عن شیخہ و ابیہ حضرت سید ابو صالح عبداللہ نصر عن شیخہ و ابیہ حضرت تاج الدین سید عبد الرزاق عن شیخہ و ابیہ حضرت غوث الاعظم سید ابو محمد محی الدین عبد القادر جیلانی حسنی عن شیخہ حضرت شیخ ابو سعید مبارک مخزومی عن شیخہ حضرت شیخ ابو الحسن علی بن محمد بن یوسف القرشی الھکّاری عن شیخہ حضرت شیخ ابو الفرح محمد یوسف طرطوسی عن شیخہ حضرت شیخ ابو الفضل عبد الواحد تمیمی عن شیخہ حضرت شیخ جعفر ابو بکر شبلی عن شیخہ حضرت شیخ سید الطائفہ جنید بغدادی عن شیخہ حضرت شیخ سرّی سقطی عن شیخہ حضرت شیخ معروف کرخی عن شیخہ حضرت امام علی رضا بن موسیٰ کاظم عن شیخہ و ابیہ حضرت امام موسیٰ کاظم عن شیخہ و ابیہ حضرت امام جعفر صادق عن شیخہ و ابیہ حضرت امام محمد باقر عن شیخہ و ابیہ حضرت امام زین العابدین عن شیخہ و ابیہ سید الشہداء حضرت امام حسین عن شیخہ و ابیہ حضرت امیر المؤمنین مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم عن سید المرسلین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ"

اس شجرۂ مبارکہ کے بعد اب وہ شجرہ طیبہ قادریہ رزاقیہ اشرفیہ ملاحظہ فرمائیں جو اعلیٰ حضرت اشرفی میاں نے اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرما کر مجدد وقت حضرت مولانا عبداللہ شاہ قادری سوندھوی علیہ الرحمہ کو عطا فرمایا تھا۔ مصنف ملّت راج شاہی لکھتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کا وہ تحریر کردہ شجرہ قبلہ مجدد صاحب علیہ الرحمہ کے خاندان میں بطور تبرک موجود ہے۔ (ملّت راج شاہی ص: ۱۸۷) شجرہ طیبہ یہ ہے۔

سلسلۂ عالیہ قادریہ رزاقیہ اشرفیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ علی رسولہ واٰلہ وصحبہ اجمعین۔ اما بعد ھذا

فقیر سراپا جرم و تقصیر سید ابو احمد المدعو محمد علی حسین حسنی القادری سجادہ نشین درگاہ حضرت محبوب یزدانی سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی ارادت و اجازت در سلسلۂ عالیہ قادریہ رزاقیہ از حضرت اخوی الاعظم سید حاجی ابو محمد اشرف حسین مدظلہ العالی عن جدہ حضرت شاہ نیاز اشرف رحمۃ اللہ علیہ عن عمّہ حضرت سید شاہ داؤد علی عرف پلٹ شاہ رحمۃ اللہ علیہ عن خالہ حضرت سید شاہ توکل علی رحمۃ اللہ علیہ عن اخیہ حضرت سید شاہ بہاء الدین عامل رحمۃ اللہ علیہ عن والدہ حضرت سید شاہ احمد رحمۃ اللہ علیہ عن والدہ حضرت سید شاہ راجو رحمۃ اللہ علیہ عن اخیہ حضرت سید شاہ محمود شمس الحق والدین رحمۃ اللہ علیہ عن ابیہ حضرت سید شاہ حاجی چراغ جہاں رحمۃ اللہ علیہ عن ابیہ حضرت سید شاہ جعفر عرف لاڈکٹہ نواز رحمۃ اللہ علیہ عن ابیہ حضرت سید شاہ حسین قتال رحمۃ اللہ علیہ عن ابیہ حضرت سید شاہ حاجی الحرمین عبد الرزاق ثانی مخاطب بخطاب نور العین رحمۃ اللہ علیہ عن ابیہ حضرت سید شاہ عبد الغفور حسن جیلی رحمۃ اللہ علیہ عن ابیہ حضرت سید شاہ احمد شریف رحمۃ اللہ علیہ عن ابیہ حضرت سید شاہ ابو الحسن شریف رحمۃ اللہ علیہ عن ابیہ حضرت سید شاہ موسیٰ شریف رحمۃ اللہ علیہ عن ابیہ حضرت سید شاہ علی شریف رحمۃ اللہ علیہ عن ابیہ حضرت سید شاہ محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ عن ابیہ سید شاہ حسن شریف رحمۃ اللہ علیہ عن ابیہ حضرت سید شاہ احمد شریف رحمۃ اللہ علیہ عن ابیہ حضرت سید شاہ محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ عن ابیہ حضرت سید شاہ ابی نصر محی الدین رحمۃ اللہ علیہ عن ابیہ حضرت سید شاہ ابی صالح رحمۃ اللہ علیہ عن ابیہ حضرت سید شاہ عبد الزاق رحمۃ اللہ علیہ عن ابیہ حضرت محبوبِ سبحانی قطب ربانی غوث الاعظم سرتاج بنی آدم سید محی الدین ابو محمد عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن ابیہ حضرت سید شاہ ابی صالح رحمۃ اللہ علیہ عن ابیہ حضرت سید شاہ موسیٰ جنگی دوست رحمۃ اللہ علیہ عن ابیہ حضرت سید شاہ ابی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ عن ابیہ حضرت سید شاہ یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ عن ابیہ سید شاہ محمد رحمۃ اللہ علیہ عن ابیہ

حضرت سید شاہ داؤد رحمۃ اللہ علیہ عن ابیہ حضرت شاہ موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ عن ابیہ حضرت شاہ عبداللہ محض رحمۃ اللہ علیہ عن ابیہ حضرت سید شاہ حسن المثنیٰ رحمۃ اللہ علیہ عن ابیہ حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن ابیہ حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن حضرت سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

معلوم ارباب طریقت و اصحابِ حقیقت بادکہ دریں سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ حسب درخواست برادر اعزاز سلمہ مولوی عبداللہ صاحب خلف اعظم حضرت مخدومی راج شاہ صاحب را اجازت دادم و باشغال معمولی ومخصوصی مجاز نمودم۔ اللہ تعالیٰ مرا وایشاں را ہدایت صراطِ مستقیم عطا فرماید یوم بعث ونشور درزمرۂ قادریاں برانگیزد۔ آمین یا مجیب السائلین۔ راقم فقیر **ابواحمد المدعو محمد علی حسین** سجادہ نشین اشرف السمنانی۔ ساکن مقام کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد ڈاک خانہ بسکھاری۔

المرقوم بست ویکم ماہ جمادی الاول ۱۳۰۴ھ ہجری۔'' (ملّت راج شاہی ص: ۱۸۷/۱۸۸)

اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کی مذکورہ تحریر میں ایک بات یہ بھی قابل توجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کو جہاں مشائخ زمانہ نے ہم شبیہ غوث الثقلین فرمایا وہیں مجدد وقت مولانا عبداللہ شاہ قادری نے بھی آپ کو ہم شبیہ غوث الاعظم فرمایا۔ مجدد وقت کا ہم شبیہ بتانا کئی معنی کر اہمیت کا حامل ہے۔ اول یہ کہ اس کے راوی خود اعلیٰ حضرت اشرفی میاں ہیں، دوم تحریر مبارک بھی آپ کی ہے۔ سوم مجدد وقت کے فیض کا تعلق براہِ راست دربارِ غوث پاک رضی اللہ عنہ سے تھا جیسا کہ ملّت راجشاہی میں درج ہے۔ ''جگہ جگہ کی ودیعتیں جو حضرت قبلہ فردِ وقت میاں راج شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اکٹھی کی تھیں خدا نے وہ حصہ حضرت کو پہنچا دیا، باقی امورِ باطنیہ کا تعلق براہِ راست دربارِ غوث پاک رضی اللہ عنہ سے تھا۔ (ملّت راج شاہی، ص: ۱۹۷)

مشائخ زمانہ کے اور آپ کے ہم شبیہ بتانے میں بھی نمایاں فرق نظر آتا ہے۔ مشائخ عصر فقط یہ فرما کر خاموش ہوگئے کہ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں ہم شبیہ غوث الاعظم ہیں۔ لیکن مجدد وقت کے بتانے کا نرالا انداز ملاحظہ کیجیے۔ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کا جو حصہ غوث الاعظم کی طرح ہے اسے بھی بتایا اور جو حصہ غوث الاعظم سے نہیں ملتا اسے بھی بتایا۔ بڑی لطف کی بات یہ کہ مجدد وقت بتاتے جاتے تھے اور اعلیٰ حضرت اشرفی میاں اس پر مہر تصدیق ثبت فرماتے جاتے تھے کہ

شہزادے تم نے درست کہا۔ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کے سراپا کو کسی نے اس طرح واضح کیا ہو کہ یہ حصہ غوث الاعظم سے ملتا ہے، یہ نہیں ملتا۔ مذکورہ واقعہ کے علاوہ نظر سے نہیں گزرا۔

اعلیٰ حضرت کی قطب عالم میاں راج شاہ کے مزار پر حاضری

قطب عالم میاں راج شاہ علیہ الرحمہ کے مزار پُر انوار پر اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کی حاضری کا آنکھوں دیکھا حال قطب عالم کے پوتے حضرت مولانا محمد عمر شاہ قادری (متوفی ۵/ذی الحجہ ۱۳۷۲ھ بروز یک شنبہ، مزار شریف: موضع سرانوالی، ڈسکہ، ضلع: سیالکوٹ، پاکستان) یوں بیان فرماتے ہیں:

''حضرت قبلہ وکعبہ ہادیِ دین متین پیرجی علی حسین صاحب کچھوچھہ شریف والے عرصہ آٹھ یا نو سال کا ہوا وہ سوندھ تشریف لائے تھے۔ دو اشخاص ایک میرٹھ کے اور ایک صاحب جھاڑسہ تحصیل گڑگاؤں کے ہمراہ تھے اور آنجناب کا خادم خاص بھی ہم رکاب تھا۔ جو صاحب جھاڑسہ کے باشندہ تھے، وہ پہلے آئے اور خبر کی۔ حضور مولانا قبلۂ ام مرشدی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ بھائی محمد عمر تم جاؤ! وہ ہمارے مرشد زادہ ہیں۔ صاحبزادۂ اولادِ غوث اعظم ہیں۔ چنانچہ عاجز عمر اور نور احمد دونوں روانہ ہوئے۔ پہاڑ کے قریب جب پہنچے تو حضور قبلہ پیرجی صاحب پیدل تھے۔ احقر نے قدم بوسی حاصل کی اور عرض کیا: حضور! گاڑی میں سوار ہوجائیں۔ فرمایا: کہاں سے آئے ہو۔ عرض کیا: سوندھ سے۔ اور حضور کے خادم زادہ ہیں۔ خوش ہوئے، سینہ سے لگایا اور فرمایا کہ حقِ خدمت ادا کیا۔ چلو، پیدل چلوں گا۔ اصرار کیا۔ فرمایا: کعبہ کو پیدل جانا موجب ازدیادِ ثواب ہے۔ میرا کعبۂ مقصود ہے (سوار ہونا) ترکِ ادب ہے۔ پہلے بھی بزمانۂ حیات حضرت قبلہ میاں راج شاہ صاحب علیہ الرحمہ سُہنہ سے پیدل حاضر ہوا تھا۔ فیض کے اثرات سے مالا مال ہوا۔ اب بھی یہی ارادہ ہے۔ عاجز نے ہاتھ جوڑے اور عرض کیا کہ آپ ہمارے سر کے تاج ہیں، بلکہ ہماری سات نسلوں کے۔ فرمایا: میاں صاحب زادہ! میں حضرت میاں راج شاہ صاحب سے طالب ہوں۔ وہ ہادی ہیں۔ عرض کیا: یہ سب کچھ صحیح۔ آپ جانیں اور وہ۔ ہم تو حضور کے خانہ زاد غلام ہیں۔ جو کچھ ہے وہ آپ ہی کے بزرگوں کا طفیل ہے۔ غرض بمشکل تمام سوار کرایا۔ میں نے قدم پکڑے اور ہم رکاب چلا۔ فرمایا کہ تم بیٹھو۔ عرض کیا میں تو حضور کے لیے سواری ہوں۔ یہ ترکِ ادب ہے۔ فرمایا: جزاک اللہ۔ پھر سوندھ تشریف لائے۔ بیٹھک میں فروکش ہوئے۔ تھوڑی دیر آرام فرما کر حجرہ میں ملنے

کے لیے تشریف لے گئے۔ حضور ’’مجد دِوقت‘‘ اُٹھے۔ ان دنوں طبیعت زیادہ علیل تھی اور کمزوری زیادہ تھی۔ پیر جی صاحب قبلہ نے روک دیا۔ حضرت مولانا عبداللہ شاہ صاحب نیچے بیٹھنا چاہتے تھے اور پیر جی صاحب فرماتے تھے کہ نہیں میں نیچے بیٹھوں گا۔ دیر تک اصرار رہا۔ اس گفت وشنید میں حجرۂ انور دونوں بزرگوں کے انوار سے ایسا منور ہوا کہ محسوس ہونے لگا کرسی دار موڑھا منگایا۔ اس پر پیر صاحب کو بٹھایا اور سب کو علاحدہ کر دیا۔ صرف عاجز عمر حاضر رہا۔ فرمایا کہ آپ اس ضعیفی میں کھیت تک تشریف لے گئے۔ یہ آپ کی شانِ بزرگی ہے۔ اپنے صاحبزادہ کو پہاڑ تک بھیجا۔ جزاک اللہ۔ نہایت دل خوش ہوا۔ خدا اس خاندان کو آباد رکھے۔ عزیز نے پیدل نہ چلنے دیا۔ بڑا زبردست ہے۔ حضرت مجد دِوقت نے فرمایا: خادم کا کام خادمی ہے۔ ہم سب آپ کے خادم ہیں۔ آپ پیر صاحب ہمارے آقا ہیں۔ اس پر رقت طاری ہوئی۔ آبدیدہ ہوئے۔ پھر حضرت قبلہ پیر جی صاحب نے فرمایا کہ مولانا جھولی لے کر آیا ہوں اور رومال کی جھولی بنائی اور سامنے کی اور کہا کہ اجازت دیں۔ دعا کریں۔ مدد کریں۔ بھیک ڈالیں۔ عجب ایک سُرور کا عالم دو جانب تھا۔ حضور مولانا دست بدعا ہوئے اور مٹھی بند کر کے بحالت خاموشی جھولی میں ڈالی اور کہا کہ ہم خادم ہیں۔ بسم اللہ کر کے شروع کریں اور کچھ کان میں کہا۔ پھر نشست گاہ پر تشریف لے آئے۔ کچھ دیر بعد حضور نے کہا کہ پیر صاحب سے مل آؤں۔ اُدھر ایسا ہی پیر صاحب نے فرمایا۔ مولانا پہلے پہنچ گئے۔ مصافحہ کیا اور عرض کیا کہ بندہ خادم ہے۔ پیر صاحب نے فرمایا کہ کیا مجھے خادم نہیں جانتے؟ مولانا صاحب نے فرمایا کہ آپ کچھ ہی خیال فرماویں مخدوم تو ہر حالت میں مخدوم ہی رہے گا۔ حضرت مولانا تشریف لے گئے اور پیر جی صاحب مزار (قطب عالم کے مزار) پر تشریف لائے۔ غلاف پر ہاتھ رکھ کر سینہ سے لگایا اور چادر سر پر ڈال کر خاموش دوزانو بیٹھ گئے۔ دیر تک بیٹھ جاری رہی۔ محبت کے کرشمے خوب دیکھے اور احقر بھی شریک رہا۔ عجب حالت تھی۔ پیر جی صاحب کا ایک مرید خاص علی گوہر نامی اس لطف سے زارزار روتا تھا۔ آپ نے پانی دَم کر کے پلایا، پاس بٹھایا۔ ہوش ہوا۔ دوسری صبح کو ارادہ تشریف بری کا فرمایا۔ حضرت مرشدی مولانا مجد دِوقت صاحب نے عاجز سے فرمایا: رسمِ نذرانہ ادا کرو۔ جب پیر جی صاحب زیارتِ مزار سے واپس آئے، نذرانہ پیش کیا۔ قدم چومے اور عرض کیا کہ کرم کے اُمیدوار ہیں۔ دُعا دی، نذر قبول کی۔ حضور نے بھی پیش کی اور عرض کیا کہ بندہ خادم حاضر ہے۔ فرمایا کہ خدا برکت زیادہ کرے۔ پھر مولانا صاحب نے اپنے

لوگوں کو پیش کیا۔ سر پر ہاتھ رکھا۔ دُعا دی۔ پھر آپ نے خادم خاص کو مولانا کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور نے سینہ سے لگایا اور دعا دی۔ پھر رخصت ہوئے۔ عاجز ہم رکاب ہوا۔ راستے میں دو نسخے عنایت فرمائے۔ بخشش اور دعا کے ساتھ مجھ کو رخصت کیا۔ یہ ہے کرم بزرگانہ۔‘‘ (ملت راج شاہی، ص ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲)

شیخ الاسلام اخلاق وکردار کے دھنی

مذکورہ واقعہ سے جہاں اعلیٰ حضرت کی قطب عالم سے عقیدت ومحبت کا پتہ چلتا ہے وہیں اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ہمارے اسلاف کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے کس قدر وسعت ومحبت ہوتی تھی۔ اعلیٰ حضرت اور مجد دِوقت کے مابین جو عاجزی، منکسر المزاجی، مہمان نوازی، خرد نوازی، اعلیٰ ظرفی کے مشک بار مناظر دیکھنے کو ملے وہ قلوب واذہان کی پراگندگی کو صاف کرنے اور مشامِ جاں کو معطر کرنے کے لیے کافی ہیں۔ دورِ حاضر میں اُلفت ومحبت کجا عوام الناس کو تو چھوڑیے خواص کو آپسی تنازعات سے فرصت نہیں۔ اسلاف کی راہ پر چلنے والے نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہیں۔ الحمدللہ اس دور میں جب ہم شیخ الاسلام والمسلمین کی سیرت کا گہرائی سے مطالعہ کرتے ہیں تو آپ اسلاف کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آپ اخلاق وکردار کے ایسے دھنی ہیں کہ جو ایک بار ملتا ہے تو بار بار ملنے کا خواہاں رہتا ہے۔ میرے والد ماجد مفتی اعظم ہریانہ ومیوات حضرت علامہ مفتی محمد اسحٰق قادری اشفاقی دامت برکاتہم القدسیہ بانی مرکز فروغِ اسلام برکاتِ اشفاق، ٹائیں میوات، نوح ہریانہ چند برس قبل احمد آباد شیخ الاسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ شیخ الاسلام نے باوجود عدیم الفرصتی کے کافی وقت عنایت فرمایا۔ کرم نوازی فرمائی اور بڑی محبت سے پیش آئے۔ ’’سید التفاسیر‘‘ کی مکمل دس جلدیں عطا فرمائیں۔ دورانِ گفتگو اہلسنّت کے آپسی انتشار پر گہرے دُکھ کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا: ’’کاش اہلسنّت آپس میں شیر وشکر ہو جاتے اور باہم مل کر دین کا کام کرتے تو ایک عظیم انقلاب برپا ہو جاتا۔‘‘

والد ماجد، شیخ الاسلام کے اخلاقِ حمیدہ سے بے حد متاثر ہوئے۔ میں نے والد ماجد سے پوچھا: ابا جی! آپ نے شیخ الاسلام کو کیسا پایا؟ فرمانے لگے: ’’شیخ الاسلام والمسلمین کو بے حد سادہ، منکسر المزاج، مہمان نواز، خرد نواز اور حاملِ اخلاقِ نبوی پایا۔ وہ مردِ قلندر ہیں۔ علم وفضل کے شہنشاہ ہیں۔ مکمل نمونۂ اسلاف ہیں۔ اپنے جدِ امجد اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے مظہر اتم ہیں۔‘‘

پانچ برس قبل راقم نے بموقع عرس سیدنا مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہ شیخ الاسلام کی دست بوسی کا شرف حاصل کیا۔ حضرت نے بڑی شفقت فرمائی اور دعاؤں سے نوازا۔ میرے سامنے اذارؤوا ذکر اللہ کا نقشہ تھا۔

میرے مرشد برحق اور فیضانِ محدثِ اعظم

مجھ (راقم) کو بھی اشرفی فیضان کی نسبت حاصل ہے۔ وہ یوں کہ میرے مرشد برحق اشفاق العلما بابائے قوم وملت مفتیِ اعظم راجستھان حضرت علامہ مفتی محمد اشفاق حسین نعیمی علیہ الرحمہ جودھ پور (متوفی ۹؍ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ بروز سہ شنبہ) کو شیخ الاسلام کے والد ماجد حضور محدثِ اعظم ہند علیہ الرحمہ اور شیخ الاسلام کے مرشد برحق و ماموں حضور سرکارِ کلاں علیہ الرحمہ سے شرفِ خلافت و اجازت حاصل ہے۔ میں نے بارہا حضرت مفتی اعظم راجستھان علیہ الرحمہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ''دارالعلوم اسحاقیہ آج جس ترقی پر ہے یہ محدثِ اعظم ہند علیہ الرحمہ و مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ (۱۳۱۰ھ/۱۴۰۲ھ) کی دعاؤں ومجاہد دوراں حضرت علامہ سید مظفر حسین اشرفی جیلانی کچھوچھوی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۰؍نومبر ۱۹۹۷ء) کی محنتوں کا ثمرہ ہے۔ مجاہدِ دوراں کی دارالعلوم کے لیے وہ قربانیاں ہیں جنہیں کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔''

مفتیِ اعظم راجستھان علیہ الرحمہ کو جودھ پور میں شروع شروع میں کافی دقتیں برداشت کرنی پڑیں۔ جب ۱۹۵۵ء میں محدثِ اعظم ہند علیہ الرحمہ و مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ تشریف لائے تو مفتیِ اعظم راجستھان علیہ الرحمہ نے جانے کی اجازت چاہی۔ اس وقت محدثِ اعظم علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا: ''آپ کو جانے کی اجات نہیں۔ ہم اس ادارے کا مستقبل روشن دیکھ رہے ہیں۔''

اس واقعہ کو مفتیِ اعظم راجستھان کی زبانی سنیے:

''۱۹۵۵ء میں حسنِ اتفاق کہ حضرت محدثِ اعظم ہند، حضرت مفتیِ اعظم ہند یہ دونوں آفتاب ماہتاب یہاں تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا کہ ''حضرت حالات ناگفتہ بہ ہیں، وقت پر تنخواہ بھی نہیں ملتی۔ بڑی پریشانی ہے۔'' یہ دونوں بزرگ اس ادارے کے مختصر صحن میں تشریف فرماتھے۔ جب میں نے عریضہ پیش کیا کہ ''مالی حالت انتہائی کمزور ہے۔ آپ مجھے اجازت دیجیے کہ میں جگہ چھوڑ دوں۔'' ان دونوں بزرگوں نے میری گذارشات کو بغور سنا اور سننے کے بعد حضرت محدث صاحب کی زبان سے نکلا ''آپ جارہے ہیں اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس ادارے کا

مستقبل بہت ہی شاندار ہے۔ یہاں سے ایسے پھول کھلیں گے جو صرف پورے علاقے کو ہی نہیں بلکہ پورے ملک کو مہکائیں گے۔''

پھر دونوں نے دعا کی اور دعا کے بعد فرمایا: مولانا سنیے! آپ کو یہاں سے جانے کی اجازت نہیں ہے۔ یہ میں نہیں کہہ رہا ہوں یہ حضرت صدر الافاضل کا حکم ہے۔ آپ رہیے، اس اِدارے کا مستقبل بہت شاندار ہے۔ (معارفِ مفتیِ اعظم راجستھان، ص ۴۱۵)

ادارے کا روشن مستقبل اور شیخ الاسلام کا مشاہدہ

روشن ضمیر محدثِ اعظم نے جو فرمایا تھا شیخ الاسلام نے اس کا مشاہدہ فرمایا۔ شیخ الاسلام دارالعلوم اسحاقیہ کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

حامداً و مصلیاً و مبسملاً

فاضل جلیل مولانا العلام حضرت مفتی اشفاق حسین صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ ولا زالت فیوضہم القدسیہ کی دعوت پر جودھ پور آنا ہوا۔ مدرسہ اسحاقیہ میں قیام رہا۔ مدرسہ کے معائنہ کی بھی سعادت حاصل ہوئی۔ بچوں کی قرأت سنی۔ طلبہ کے ذوق وشوق کو دیکھا۔ حساب وکتاب کی باقاعدگی دیکھی اور کیا عرض کروں، کیا کیا دیکھا۔ وہ دیکھا جس نے دل کو سرور بخشا اور نگاہوں کو نور عطا کیا اور یہ سب کچھ دیکھنے سے پہلے دارالعلوم کی پرشکوہ عمارت دیکھی۔ جس سے علم وہدایت کی روشنی چھنتی ہوئی نظر آئی۔ ایسی روشنی جس نے پورے راجستھان کو بقعۂ نور بنا دیا ہے۔ یقین جانیے کہ اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ یہ دارالعلوم صوبہ راجستھان کا وہ منارۂ ہدایت ہے جس کی شعاعیں صرف ملک ہی کے طول وعرض میں نہیں پہنچ رہیں بلکہ افریقہ تک پہنچ چکی ہیں۔ المختصر جو دیکھا خوب دیکھا اور اب صرف یہی نہیں کہ خوب کو خوب تر دیکھنے کی خواہش ہے بلکہ چشم تصور آج ہی اس ادارہ کے مستقبل کو خوب تر دیکھ رہی ہے۔ کاش میں اپنے احساسات کو قلم بند کرسکتا جو اس دارالعلوم کو دیکھنے کے بعد مجھے ہوئے مگر افسوس کے ساتھ اعتراف عجز کرنا پڑ رہا ہے ؎

نقش الفاظ میں احساس کی تصویر کہاں
بوئے گل کے لیے فولاد کی زنجیر کہاں

دعا گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ اس ادارہ کو دن دونی، رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور علامہ موصوف کے جو ارادے ہوں، اسے پورا فرمائے اور مومنین کے قلوب کو اس کی طرف مائل

کردے۔آمین یا مجیب السائلین بجاہ سید المرسلین علیه التحیة والتسلیم۔
والسلام علیٰ من اتبع الهدیٰ

محمد مدنی اشرفی جیلانی غفرلہٗ

۱۰؍جون ۱۹۷۱ء نزیل جودھ پور

(معارف مفتی اعظم راجستھان صفحہ ۶۷۲)

شیخ الاسلام نے اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کی یاد تازہ کردی

بزرگانِ دین کے فیوض و برکات سے مالا مال ہوکر شیخ الاسلام نے جس میدان کا رُخ کیا اسے فتح کرتے چلے گئے۔ خطابت کی دنیا میں قدم رکھا تو شہنشاہِ خطابت نظر آئے۔آپ کی خطابت نے یورپ (امریکہ، برطانیہ، کینڈا وغیرہ) میں ایک عظیم دینی انقلاب برپا کیا۔سنیت کی جڑیں مضبوط کیں۔عوام الناس کے قلوب واذہان میں مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عشق پیدا کیا۔درجنوں مسجدیں یورپ میں آپ کی جدوجہد سے بنیں اور آباد ہوئیں۔شیخ الاسلام نے یورپ میں جو عظیم کام کیا اسے تاریخ کبھی فراموش نہیں کر پائے گی۔تدریس ہو کہ تصنیف،فتویٰ نویسی کا میدان ہو کہ تحقیق کا، بات رہنمائی کی ہو کہ مریدین ومتوسلین کی تربیت کی۔آپ ہر جگہ ممتاز نظر آتے ہیں۔آپ بے حد سادہ ہیں۔ظاہر و باطن آپ کا یکساں ہے۔قلب محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گنجینہ ہے۔جوکہ آپ کی عملی زندگی وتصنیف وتالیف سے واضح ہے۔اگر یہ کہا جائے تو بے جانہ ہوگا کہ شیخ الاسلام نے اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کے دور کی یاد تازہ کردی،جس طرح اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کے ذریعے سلسلۂ اشرفیہ کے فیوض وبرکات کا چرچا عرب وعجم میں ہوا اور آپ کے دامنِ ارادت سے عبقری شخصیات کی ایک ایسی لڑی وابستہ تھی کہ جن کی ولایت مسلّم تھی اور ہے۔اسی طرح شیخ الاسلام کے دور میں آپ کی جہد مسلسل وسعی پیہم اور اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کے فیضان سے سلسلۂ اشرفیہ کا پرچم یورپ وایشیا میں شان وشوکت سے لہرا رہا ہے۔اور آپ کے دامنِ ارادت سے بھی اس دور کی مسلّم شخصیات وابستہ ہیں۔حق یہ ہے کہ شیخ الاسلام اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کے سچّے جانشین و وارث ہیں۔شیخ الاسلام نے تصنیف وتالیف کے ذریعے بھی اہلِ سنّت و جماعت کی ترویج و اشاعت کا زبردست کام انجام دیا اور دے رہے ہیں۔ جب جیسی ضرورت پڑی آپ نے عوام وخواص تک ویسی تصنیف پہنچائی۔شیخ الاسلام نے قرآنِ مجید کی تفسیر

بنام ''سید التفاسیر'' مکمل دس جلدوں میں لکھ کر اہلِ سنت پر احسان فرمایا ہے اور سید التفاسیر کے مطالعہ کے بعد میرے دل کی آواز یہ ہے کہ اس دور کے مفسرِ اعظم ہند شیخ الاسلام ہیں۔آپ کی مشہور ومعروف تصانیف درج ذیل ہیں:

(۱) سید التفاسیر مکمل دس جلدیں (۲) الاربعین الاشرفی فی تفہیم الحدیث النبوی ﷺ (۳) محبت رسول ﷺ روحِ ایمان (۴) تعلیم دین وتصدیق جبرائیل امین (۵) مقالاتِ شیخ الاسلام (۶) انما الاعمال بالنیات کی محققانہ تشریح (۷) نظریۂ ختم نبوت اور تحذیر الناس (۸) اسلام کا تصورِ الٰہ اور مودودی صاحب (۹) فریضۂ دعوت وتبلیغ (۱۰) دین کامل (۱۱) تجلیاتِ سخن (نعتیہ دیوان) (۱۲) خطباتِ برطانیہ (مجموعۂ تقاریر) (۱۳) امام احمد رضا اور اردو تراجم کا تقابلی مطالعہ (۱۴) مسلم پرسنل لاء یا اسلامک لاء (۱۵) دین اور اقامتِ دین (۱۶) اسلام کا نظریۂ عبادت اور مودودی صاحب۔

ان تصانیف سے آپ کا علمی جاہ وجلال ظاہر ہے۔شیخ الاسلام پر لکھنے والے لکھیں گے مگر حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوگا۔آپ کے شمائل پسندیدہ واوصافِ حمیدہ تحریر کرنے کے لیے دفاتر بھی ناکافی ہیں۔شیخ الاسلام بیک وقت محدث،مفسّر،فقیہ،مفتی،خطیب،مبلغ،مناظر،شاعر،مصنف، داعی سب کچھ ہیں ؎

ولیس من اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

مختصر یہ کہ آپ علم وفضل کے وارث وامین اور شریعت وطریقت کے سنگم ہیں۔آپ جاگتے ہیں تو دین وسنیت کا درد لے کر،سوتے ہیں تو اسی درد وکرب میں۔شیخ الاسلام کی ذاتِ بابرکات قصرِ سنّیت کے لیے ایک ایسا مضبوط ستون ہے جس کے دم سے قصرِ سنیت محفوظ و مامون ہے۔ مولیٰ تعالیٰ بطفیل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم شیخ الاسلام والمسلمین کو حیاتِ خضر عطا فرمائے۔آپ کا سایہ ہم پر تادیر قائم فرمائے۔آمین یا ربّ العالمین۔



بشارت علی صدیقی اشرفی
اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدرآباد۔دکن

حضور شیخ الاسلام کے جدامجد
حضرت علامہ حکیم سیدنذر اشرف اشرفی جیلانی فاضل کچھوچھوی علیہ الرحمہ
کے مختصر احوال وکوائف

حضرت سیدنذر اشرف اشرفی جیلانی بن سید فضل حسین اشرفی جیلانی کچھوچھوی کی پیدائش اپنے آبائی وطن کچھوچھہ میں ہوئی۔آپ کا سلسلۂ نسب 34/واسطوں سے حضور پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، 23/واسطوں سے حضرت سیدنا غوث اعظم سیدمحی الدین عبدالقادر جیلانی بغدادی رضی اللہ عنہ سے اور 12/واسطوں سے حضرت سید عبدالرزاق نورالعین اشرفی جیلانی رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔

سلسلۂ نسب:

سید نذر اشرف اشرفی جیلانی بن حضرت سید فضل حسین اشرفی (وصال: 1338ھ/1919ء) بن حضرت سید منصب علی اشرفی جیلانی سجادہ نشین (وصال:1307ھ/1889ء) بن حضرت سیدشاہ قلندرعلی اشرفی جیلانی سجادہ نشین (وصال:1250ھ/1834ء) بن حضرت سیدشاہ تراب اشرف اشرفی بن حضرت سیدشاہ محمد نواز اشرف اشرفی (سجادہ نشین) بن حضرت سید شاہ محمد غوث اشرف اشرفی بن حضرت سید شاہ جمال الحق والدین اشرفی بن حضرت سید شاہ عزیزالرحمن اشرفی بن حضرت سید شاہ عثمان اشرفی بن حضرت سید شاہ ابوالفتح زندہ پیر اشرفی بن حضرت سیدشاہ محمد اشرفی (سجادہ نشین) بن حضرت سیدشاہ محمد اشرف اشرفی (سجادہ نشین) (وصال: 910ھ/1504ء) بن حضرت سید شاہ حسن اشرفی خلف اکبر سیدنا نورالعین (وصال:882ھ/1477ء) بن حضرت مخدوم الآفاق سید شاہ نورالعین اشرفی جیلانی جانشینِ مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی (وصال:872ھ/1467ء) بن حضرت سید عبدالغفور جیلی بغدادی بن حضرت سیدنا ابوالعباس احمد جیلی (عراق) بن حضرت سیدنا بدرالدین حسن (شام) بن حضرت سیدنا

علاءالدین علی (حامہ، شام) بن حضرت سیدنا شمس الدین جیلی (حامہ، شام) بن حضرت سیدنا سیف الدین یحییٰ عمودی (حامہ، شام) بن حضرت سیدنا ابونصر محمد (عراق) بن سیدنا ابوصالح عمادالدین نصر (بغداد،عراق) بن سیدنا ابوبکر تاج الدین عبدالرزاق بن غوث اعظم سیدمحی الدین عبدالقادر جیلانی بغدادی۔

والدین کریمین:

حضرت سید نذر اشرف کے والد گرامی۔رئیس الاتقیاء حضرت علامہ مولانا سید شاہ فضل حسین اشرفی جیلانی (وصال:1338ھ/1919ء) اپنے زمانے کے مشاہیر علما وفضلا میں سے تھے۔آپ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں حضرت سیدشاہ علی حسین اشرفی جیلانی کچھوچھوی کے چچازاد بھائی، مریدِ صادق اور خلیفہ مجاز تھے۔فہرست خلفاے اعلیٰ حضرت اشرفی میاں میں آپ کا اسمِ گرامی دوسرے نمبر پر اس طرح درج ہے:

’’سید شاہ فضل حسین اشرفی جیلانی، برادرِعم زاد کو شرف بیعت سے قبول فرمایا، بیعت عثمانی میں داخلِ سلسلہ کیا۔‘‘

رئیس الاتقیاء حضرت سید شاہ فضل حسین اشرفی کا نکاح خانوادۂ اشرفیہ احمدیہ، جائس، رائے بریلی میں حضرت نورالمشائخ سید شاہ علی حسن اشرفی احسنؔ جائسی (1233-1327ھ/1818-1910ء) کی حقیقی بہن سے ہوا تھا۔

حضرت نورالمشائخ زبردست عالم وفاضل، بلند پایہ عربی وفارسی شاعروادیب، نامورصوفی اورصاحبِ جائیداد تھے لیکن کوئی اولاد نہ تھی۔وہ اپنے بھانجوں سے کافی محبت وشغف رکھتے تھے۔
حضرت سیدنذر اشرف اپنے پیارے ماموں کے دولت خانہ فیض کاشانہ ہی میں رہا کرتے تھے۔

تعلیم وتربیت:

حضرت سیدنذر اشرف اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہی ہوئی۔آپ کے والد گرامی فاضل درس نظامی تھے اور حقیقی ماموں نورالمشائخ حضرت علامہ مولانا سیدشاہ علی حسن اشرفی جیلانی احسنؔ جائسی (وصال: 1327ھ/1910ء) حضرت بحرالعلوم مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی (1264-1304ھ/1848-1886ء) کے ہم عصر و ہم درس تھے۔زبردست عالم وفاضل اور بلند پایہ فارسی وعربی شاعروادیب تھے۔حضرت سیدنذر اشرف نے انہی دوبزرگوں

سے پڑھا اور زیر سایہ رہ کر تعلیم و تربیت حاصل کی۔

علم طِب وحکمت میں حضرت سید نذر اشرف ''مسیح الملک'' حکیم اجمل خاں (وصال: 1345ھ/ 1927ء) کے شاگرد تھے۔ طب وحکمت میں آپ کی مہارت کے بارے میں علامہ سید حسن مثنیٰ اشرفی جیلانی کچھوچھوی لکھتے ہیں:

''حکیم سید نذر اشرف جیلانی ایک ماہر امراض حکیم تھے۔ ایسے اعلیٰ درجے کے حاذق حکیم کہ آپ علاج کے سلسلے میں مریض کے کچھ کہنے سے پہلے ہی صرف اس کی آواز سُن کر لاحق شدہ مرض کا نام بتا دیتے، اور اگر کوئی شدتِ مرض کے سبب مُطب نہ آپا تا تو مریض کے کپڑے کی بو سونگھ کر مرض بھی بتا دیتے بلکہ مؤثر دوا بھی عنایت کر دیتے تھے۔''

حکیم الاسلام نے طب وحکمت کا تین سالہ کورس مکمل کرنے کے بعد جامعہ مراد آباد میں باقاعدہ درس نظامی کا نصاب مکمل کیا، اور معقولات ومنقولات کے جید عالم و فاضل بن کر اُبھرے۔ آپ کی حیات مبارکہ کے قیمتی شب وروز خدمتِ دینِ متین بہ ذریعہ درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور شعر گوئی میں گزرے۔

حکیم الاسلام کا شعر وادب کی طرف خاصہ لگاؤ رہا، اس فن کے وہ مایہ ناز استادِ سخن سمجھے جانے لگے، کہا جاتا کہ شاعری میں داغؔ دہلوی (وصال: 1322ھ/1905ء) سے بھی استفادہ کیا تھا۔ لیکن شاعری میں مستقل طور پر اپنے عزیز ماموں حضرت نور المشائخ سید شاہ علی حسن احسنؔ جائسی کے شاگرد تھے۔ حکیم الاسلام ''فاضلؔ'' تخلص فرمایا کرتے تھے اور ادبی حلقوں میں ''فاضلؔ کچھوچھوی'' کے نام سے مشہور ومعروف تھے، مگر بعض شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ''اشرف'' بھی تخلص کے طور پر استعمال کیا کرتے تھے۔

بیعت وخلافت:

حضرت حکیم الاسلام سید شاہ نذر اشرف کچھوچھوی غالباً اپنے حقیقی ماموں حضرت نور المشائخ سید شاہ علی حسن اشرفی جائسی (وصال: 1327ھ/1910ء) یا پھر اپنے خُسر ہم شبیہ غوث اعظم محبوب ربانی مخدوم الاولیا شیخ المشائخ اعلیٰ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی جیلانی کچھوچھوی (1266-1355ھ/1849-1936ء) کے مرید تھے۔

اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کی فہرستِ خلفا بعنوان ''سادات خلفائے کرام'' میں سب سے پہلے آپ ہی کا نام اس طرح درج ہے:

''سید شاہ مولوی حکیم سید نذر اشرف جیلانی، داماد، برادر زادۂ اعلیٰ حضرت بعطائے تاج و دلق ومثال خلافت چہاردہ میں مجاز وماذون کیے گئے۔ کچھوچھہ شریف، ضلع فیض آباد۔''

تصنیف وتالیف:

حضرت حکیم الاسلام ایک بہترین ادیب اور صاحب تصانیف بزرگ تھے۔ آپ کے قلمی نگارشات کی مختصر فہرست حسب ذیل ہے:

کتب: (1) مجموعہ کلام......(2) شریعت وطریقت (بزبانِ فارسی، قلمی)......(3) ترجمہ لطائف اشرفی بنام ''برکات چشتیہ'' (صرف نو [9] لطائف کا ترجمہ)...... (4) قصیدۂ معراجیہ۔

مقالات:

(1) توحید؛ (2) نبوت؛ (3) نبوت ورسالت؛ (4) خلافت وامامت؛ (5) شریعت و طریقت۔

شادی/نکاح:

حکیم الاسلام رئیس الحکما کا عقد نکاح مخدوم الاولیا محبوب ربانی اعلیٰ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی جیلانی کچھوچھوی کی شہزادی حضرت مخدومہ محترمہ سیدہ محمدی خاتون سے ہوا۔ جو انتہائی فضل وکرم کی حامل خاتون تھیں۔ ولی کی بیٹی، ولی کی بہن، خود وَلیہ اور ایک ولیِ کامل کے عقد نکاح میں آئیں تھیں۔

اَولاد واَمجاد:

حکیم الاسلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک شہزادہ (محدث اعظم حضرت سید محمد اشرفی جیلانی) اور دو شہزادیوں (مخدومہ سیدہ احمدی خاتون، مخدومہ سیدہ صاحبہ) سے نوازہ تھا۔

1) محدث اعظم مخدوم ملت حضرت سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی کی اولاد میں:

i) حضرت سید محامد اشرف مجذوب الٰہی۔

ii) حضرت سید حسن مثنیٰ اشرفی الجیلانی انورؔ کچھوچھوی۔

iii) حضرت سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی اخترؔ کچھوچھوی۔

iv) حضرت سید محمد ہاشمی اشرفی الجیلانی اطہرؔ کچھوچھوی۔

v) حضرت مخدومہ سیدہ اقبال بانو اشرفیہ۔

vi) حضرت مخدومہ سیدہ سلطانہ خاتون اشرفیہ۔

2) حضرت مخدومہ سیدہ احمدی خاتون کی اولاد میں:

i) حضرت سید قمر الدین اشرف اشرفی (علی گڑھ مسلم یونیورسٹی)۔

ii) حضرت سید بدر الدین اشرف اشرفی (سرپنچ، دولہو پور)۔

3) حضرت مخدومہ سیدہ صاحبہ (زوجہ حضرت حبیب اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی) کی اولاد میں:

i) حضرت ڈاکٹر سید امین اشرف اشرفی جیلانی (سابق پروفیسر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی)۔

ii) حضرت سید حمید اشرف اشرفی جیلانی (سابق پروفیسر ریاض یونیورسٹی، سعودی عرب)۔

iii) حضرت ڈاکٹر سید وحید اشرف اشرفی جیلانی (سابق ڈین و پروفیسر مدراس یونیورسٹی)۔

iv) حضرت سید احمد اشرف اشرفی جیلانی (اورسئر، پرتاب گڑھ، یوپی)۔

شعری وادبی خدمات:

حکیم الاسلام رئیس الحکما گوں ناگوں اوصاف کے حامل بزرگ ہونے کے علاوہ میدان شعروسخن کے بھی شہ سوار تھے، بدیہہ گوئی میں آپ کو درکِ کمال حاصل تھا۔افسوس آپ کے کلام کا مجموعہ ایک اتفاقی حادثہ میں نذر آتش ہوگیا۔لیکن عرفا ومشائخ اشرفیہ کی کتب، مضامین اور ''ماہنامہ اشرفی'' میں آپ کا کلام چیدہ چیدہ ملتا ہے۔

ایک مرتبہ آپ کے صاحب زادے محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ عرفائے خانوادۂ اشرفیہ (شیدؔا، نظرؔ اور برقؔ کچھوچھوی وغیرہ) کسی نجی ادبی محفل میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری کا ''قصیدہ معراجیہ'' اپنے خاص لہجے اور والہانہ پیرائے میں سنایا۔ اس ''قصیدہ معراجیہ'' کو سننے اور محظوظ ہونے کے بعد اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے قصیدے کی بہت تحسین وآفرین فرمائی گئی۔ پھر حضرت حکیم الاسلام نے بھی معراج النبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واقعات سے متعلق اشعار موزوں کیے۔

عروج کی شب عجیب شب تھی عجب تھا جلوہ عجب سماں تھا
زمیں تھی ساکت، پہاڑ بے حِس عجیب چکر میں آسماں تھا

ستارے باہم تھے نور افشاں فلک کا ہر حصہ تھا چراغاں
جہاں میں ذرے چمک رہے تھے زمیں کا ہر گوشہ کہکشاں تھا
محب ومحبوب کی تجلّی سے سب حجابات اٹھ گئے تھے
عجب تماشہ تھا چار جانب عیاں نہاں تھا نہاں عیاں تھا

(بروایت: حضرت سید قطب الدین اشرف اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ)

مذکورہ اشعار سے آپ کے کمال شاعری، قادرِکلامی اور وصف بدیہہ گوئی پر نہ صرف بھرپور روشنی پڑتی ہے بلکہ کچھوچھہ مقدسہ کی سرزمین پر ایسے باذوق شعراء کی پیدائش سے یہاں کے شعروحکمت، علم وعرفان کی فضاء سے بھی آشنائی حاصل ہوتی ہے۔

سیاسی وملی خدمات:

حکیم الاسلام اپنے دور کی تمام سُنّی تحریکات سے جڑے ہوئے تھے۔آپ اپنے خُسر، ہم شبیہِ غوثِ اعظم محبوب ربانی مخدوم الاولیاء اعلیٰ حضرت سید علی حسین اشرفی کچھوچھوی، اپنے بہنوئی عالم ربانی واعظِ لاثانی، حضرت سید احمد اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی، اپنے عزیز دوست وکیل اہلِ سُنّت صدر الافاضل علامہ مولانا حکیم مفتی سید نعیم الدین اشرفی مرادآبادی اور اپنے صاحب زادے گرامی حضرت مخدوم ملت محدث اعظم سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی کے ساتھ ''آل انڈیا سُنّی کانفرنس'' منعقدہ 16/ مارچ تا 19/ مارچ 1925ء بمقام مرادآباد میں شرکت فرمائی۔اس کانفرنس میں آپ نے اپنا کلام بھی پڑھا۔ جسے تاریخ نے ہمیشہ کے لیے محفوظ کرلیا۔اس نظم کو سننے کے بعد سامعین وشرکاے کانفرنس میں ایک جوش وولولہ پیدا ہوگیا تھا۔اسے ہم یہاں پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔

یہ مجمع اہل سنت کا یہ منظر شان وشوکت کا — ذرا دیکھے کوئی اس وقت چہرہ میری حسرت کا
یہ جوشِ دینِ حق ہے یا کرشمہ حق کی رحمت کا — یہ یاد ماسبق ہے یا تماشہ اس کی قدرت کا
سنبھالے سے سنبھلتا ہی نہیں اک وجد ہے دل کو — یہ خوش وقتی کی حالت ہے یہ عالم ہے مسرت کا
لگا لے جلد اے تائیدِ غیبی اپنے سینے سے — کہ ہر سنی ترا بچھڑا ہوا ہے مدت کا
بڑھادے سطوت جمہوریت کو اے میرے خالق — دکھادے صورت موصود وصدقہ اپنی وحدت کا
الٰہی اتحاد باہمی کی دھاک ہو قائم — ہو شہرہ چار سو آل انڈیا سُنّی جماعت کا

الٰہی جوش یہ بننے نہ پائے جوش سوڈا کا — یہ دل کا ولولہ ہونے نہ پائے آلہ شہرت کا
الٰہی پاک ہو یہ انجمن اعتراض ذاتی سے — چراغ بزم قومی داغ ہو سچی محبت کا
ہمیں نے راست بازی رحمت عالم سے سیکھی ہے — ہمارا ہی لقب ہے دو جہاں میں اہل سنت کا
ابو بکر و عمر عثمان و حیدر سے سبق پایا — صداقت کا عدالت کا مروت کا سخاوت کا
درخشاں ہو گیا ہر سُو فروغِ ملت بیضا — ہوا پیش نظر نقشہ یہ کس کے فیض صحبت کا
نگاہوں میں ہوئی پیدا چمک برق تجلی کی — تصور آ گیا یارب یہ کس نوری کی صورت کا
حقیقت کے رُخ زیبا سے پردہ اُٹھ گیا سارا — مزہ ملنے لگا دل کو شریعت سے طریقت کا
اٹھے مینا چلے ساغر مے وحدت پلا ساقی — کرم کی ہے گھٹا چھائی اٹھا ہے ابر رحمت کا
در پاک نبی پر آج جانبازوں کا مجمع ہے — دلوں میں موج زن ہے شوق روحانی شہادت کا
جھکا ہے سر ہمارا نام لکھ لے سرفروشوں میں — الٰہی اب اٹھے خامہ تیری دستِ عنایت کا
خداوندا تیری درگاہ میں اسلام آیا ہے — سُنا ہے تیرے در پر فیصلہ ہے آج قسمت کا
لُٹے دولت مگر قائم رہے اسلام کی سطوت — مٹے دنیا مگر زندہ رہے اعزاز ملت کا
ہمارا حسن خدمت دیکھ کر یارب کہے دنیا — کہ یہ اک ناز پروردہ ہے آغوش کرامت کا
ہمارا شور ہو کونین کی عزت کا سرمایہ — ہمارا درد ہو یارب خزانہ مال و دولت کا
کہاں ہیں عالم و فاضل کہاں ہیں مرشد و کامل — علاج آ کر کریں اسلام کے درد و مصیبت کا
جو مثل گرد اُٹھتا ہے تو اُٹھ کر بیٹھ جاتا ہے — سناؤں حال کیا میں دین کی ضعف و نقاہت کا
عدو نے خانماں لوٹا، ہوا رسوا، وطن چھوٹا — دقیقہ کوئی باقی ہے نہ ذلت کا نہ غربت کا
ضرورت کے موافق دین کی کرتا ہے جو خدمت — وہی عالم ہے شیدا دِل سے تبلیغ و ہدایت کا
بتایا ہے ہمیں انداز اصحابِ پیمبر نے — سلوکِ معرفت ہے نام مذہب کی حمایت کا
کدھر ہیں مال و زر والے کدھر ہیں بال و پر والے — ذرا اخلاص دیکھیں آ کے اپنے ملک و ملت کا
کوئی عریاں کوئی گریاں کوئی افتاں کوئی خیزاں — عجب عالم ہے غربت کا عجب نقشہ ہے حسرت کا
معاذ اللہ یہ ذلت یہ رسوائی کہ دنیا میں — گدائی آج پیشہ ہے حبیبِ حق کی امت کا
خیانت کے لیے دنیا میں مسلم ڈھونڈے جاتے ہیں — یہ اک ادنیٰ سا قصہ ہے مسلمانوں کی شامت کا
جہالت کی یہ حالت ہے کہ لاکھوں ایسے مسلم ہیں — جو پڑھ سکتے نہیں پوری طرح کلمہ شہادت کا
بنادے قوم کو یارب بہار حسن بیداری — اٹھادے اس کے چہرے سے الٰہی پردہ غفلت کا

خدا کے واسطے بیدار ہو جاؤ مسلمانو! — کہ ہے یہ وقت غیرت کا زمانہ ہے حمیت کا
کہیں ایسا نہ ہو کل گور کے تاریک گوشے میں — ملے موقع جناب شاہ مرسل کو شکایت کا
یہ کیا بندہ نوازی ہے خداوندا تیرے صدقے — کہ توبہ ایک تحفہ ہے تری درگاہ عظمت کا
الٰہی یہ کرم تیرا کہ جو شرمندہ ہوتا ہے — تری دلداریاں منہ چوم لیتی ہے ندامت کا
بہت بیتاب ہیں قومیں بہت اسلام مضطر ہے — الٰہی جلد دکھلادے زمانہ خیر و برکت کا
اٹھے بادل بہار آئی پھلیں شاخیں چمن پھولے — غزل یہ بلبلیں گائیں سماں رقصاں ہو نکہت کا
ستارہ قوم کا چمکے بڑھے اجماع کی سطوت — لٹے دولت بٹے باڑہ بجے نقارہ نوبت کا
رہے یہ جوش مذہب یا الٰہی حشر تک قائم — یہی دو حرف مطلب ہے خلاصہ عرض حاجت کا
مجھے کہتے ہیں سب فاضلؔ میں ایسا مد فاضل ہوں — مگر دل سے دعا گو ہوں میں اپنے ملک وملت کا

(خطبات آل انڈیا سُنّی کانفرنس؛ص230-228۔ماہنامہ اشرفی، کچھوچھہ شریف،اپریل1925ء؛ ص16-14)

حضرت حکیم الاسلام سید نذر اشرف اشرفی جیلانی فاضلؔ کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کے ادبی اور دینی خدمات میں مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی (708- 808ھ/ 1308-1405ء) کے ملفوظات ''لطائف اشرفی'' کا پہلی بار ترجمہ بھی شامل ہے۔حکیم الاسلام نے اس ترجمہ کا آغاز 1342ھ/ 1923ء میں کیا تھا اور جب ''ماہنامہ اشرفی'' جب کچھوچھہ شریف سے شائع ہونے لگا تو یہی ترجمہ اصل فارسی متن کے ساتھ قسط وار بنام ''برکات چشتیہ'' شائع ہوا کرتا تھا۔ اس ترجمے کی خصوصیت یہ ہے کہ مخدوم پاک کا عارفانہ فارسی کلام کا اردو ترجمہ بھی حکیم الاسلام نے اردو نظم میں فرمایا ہے۔آپ کے اس منظوم اردو ترجمے سے ادب شناس حضرات کو یہ اندازہ لگانا کچھ مشکل نہ ہوگا کہ حکیم الاسلام کا ادبی مقام کس قدر بلند تھا۔یہ سلسلہ ''ماہنامہ اشرفی'' کے بند ہونے یعنی 1345ھ/ 1926ء تک جاری رہا اور صرف نو[9] لطائف کا ترجمہ ہو پایا تھا۔ بھاگل پور کے ایک علم دوست اور باذوق صاحب نے ان تمام قسطوں کو ایک فائل میں جمع کیا تھا جو تقریباً600 صفحات پر محیط ہے۔

حکیم الاسلام کی تدریسی خدمات:

خانقاہِ اشرفیہ کے ساتھ ایک مدرسہ بنام ''اشرف المدارس'' کا تاریخ میں ذکر ملتا ہے۔ یہ

مدرسہ 1310ھ/ 1892ء یا اس سے قبل قائم کیا گیا تھا۔ بعد میں اعلیٰ حضرت مخدوم الاولیا محبوب ربانی اعلیٰ حضرت علامہ مولانا سید شاہ علی حسین اشرفی جیلانی کچھوچھوی (1266-1355ھ/ 1849-1936ء) سلطان الواعظین عالم ربانی علامہ سید احمد اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی (1286-1347ھ/ 1869-1928ء) کی خصوصی توجہ سے یہ مدرسہ ایک عظیم جامعہ کی صورت اختیار کر گیا۔

اعلیٰ حضرت اشرفی میاں نے اس جامعہ کا سنگ بنیاد 1340ھ/ 1921ء میں رکھا۔ یہی جامعہ اشرفیہ کچھوچھہ کہلانے لگا۔ اس جامعہ میں تدریسی خدمات دینے والے اکابرین علماے اہلِ سنّت کی فہرست سے ہی اس جامعہ کے علمی معیار اور مرکزی اہمیت ومقام کا اندازہ ہوجاتا ہے۔ کچھ اساتذۂ جامعہ اشرفیہ کا یہاں ذکر خیر بیجا نہ ہوگا:

(1) عالم ربانی حضرت سید احمد اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی، خلف اکبر اعلیٰ حضرت اشرفی میاں......

(2) علامہ مولانا عماد الدین سنبھلی اشرفی......

(3) اشرف المفسرین حکیم الامت مفتی احمد یار خان اشرفی نعیمی بدایونی......

(4) استاد العلماء علامہ مفتی عبد الرشید خاں اشرفی نعیمی فتحپوری......

(5) علامہ شاہ سید محی الدین اشرف اشرفی جیلانی......

(6) شیخ الحدیث علامہ مولانا سید معین الدین اشرفی جیلانی کچھوچھوی......

(7) محدث اعظم مخدوم الملت سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی......

(8) استاذ العلما علامہ مولانا مفتی سلیمان اشرفی بھاگلپوری......

(9) حضرت علامہ مولانا مفتی آل حسن اشرفی سنبھلی......

(10) سرکار کلاں مخدوم المشائخ سید مختار اشرف اشرفی جیلانی......

(11) حضرت علامہ مولانا مفتی افضل الدین اشرفی نعیمی بہاری......

(12) حضرت علامہ مولانا مفتی باقر علی اشرفی نعیمی گیاوی......

اسی مدرسہ ''اشرف المدارس'' اور ''جامعہ اشرفیہ'' سے حکیم الاسلام تاحیات مبارکہ وابستہ رہے اور عمر کے آخری ایام تک یہیں درس وتدریس کا سلسلہ قائم رکھا۔ حکیم الاسلام کے شاگردوں

میں آپ کے فرزند گرامی قدر حضرت محدث اعظم کا نام سرِ فہرست آتا ہے۔ آپ نے اپنے لختِ جگر کو گلستاں، بوستاں، گل زار بوستاں، انوار سہیلی، قصائد عرفی وانوری اور دیوانِ حافظ وغیرہ کا درس دے کر فارسی زبان وادب کا شناور بنا دیا۔ ان کتابوں کے علاوہ درس نظامیہ کی ابتدائی کتب سے کافیہ تک بھی آپ ہی نے محدث اعظم کو بڑے ہی اہتمام سے پڑھایا۔

حکیم الاسلام اور حکیم الامت:

اشرف المفسرین حکیم الامت مفتی احمد یار خان اشرفی نعیمی کو بھی شعر وادب کی طرف توجہ حضرت حکیم الاسلام نے ہی دلائی۔ ہوا یوں کہ جب حضرت حکیم الامت کچھوچھہ مقدسہ میں تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے تو انہی دنوں میں کسی ادبی محفل میں حضرت حکیم الاسلام نے حکیم الامت کو ان کا کلام پیش کرنے کی دعوت دی۔ کیوں کہ حکیم الامت کو نہ شاعری سے کچھ خاص شغف تھا نہ آپ خود اپنا کلام موزوں فرمایا کرتے تھے، اس لیے آپ نے اپنی معذوری عرض کر دی۔ حکیم الاسلام کو شعر وادب سے کافی لگاؤ تھا، جیسے ہی آپ نے یہ سُنا برجستہ ارشاد فرمایا: ''وہ عالم ہی کیا جو شاعری نہیں کرتا''۔ (بقول علامہ ڈاکٹر سید علیم اشرف اشرفی جیلانی جائسی آپ نے ارشاد فرمایا: ''آپ نصف عالم ہیں''۔)

حکیم الامت نے یہ سُن کر فن شاعری کی علما ومشائخ میں اہمیت کا اندازہ لگا لیا۔ آپ نے پھر اس فن پر توجہ فرمائی اور اپنی شعری زندگی کا آغاز کیا اور ''سالکؔ'' تخلص فرمانے لگے۔ لفظ ''سالک'' انہی عرفانی وصوفیانہ محافل کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ گویا حکیم الاسلام کا یہ جملہ حکیم الامت کو اس راہ کا سالک بنا دیا۔ (بروایت: علامہ مولانا سیف خالد اشرفی بھاگلپوری)

وصال پرملال:

حکیم الاسلام رئیس الحکماء حضرت علامہ مولانا سید نذر اشرف اشرفی جیلانی فاضلؔ کچھوچھوی کا وصال 1358ھ/ 1939ء میں کچھوچھہ مقدسہ میں ہوا۔ آپ کا مزار پاک حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کے گنبد کی پائنتی میں ''نیر شریف'' (نہر) کے دامن میں ''احاطہ اشرفی میاں'' میں واقع ہے۔

(نوٹ: حکیم الاسلام رئیس الحکماء حضرت علامہ مولانا سید نذر اشرف اشرفی جیلانی فاضلؔ کچھوچھوی کے مکمل سوانح حیات، مقالات اوران کا کلام جواب تک حاصل ہوا ہے بہت جلد شائع ہونے جارہا ہے۔)

مولانا عبدالخبیر اشرفی مصباحی،

صدرالمدرسین مدرسہ عربیہ اہل سنت منظر اسلام، التفات گنج امبیڈکر نگر، یوپی

شیخ الاسلام اور آپ کے پیر ومرشد

ولادتِ باسعادت:

مظہر غوث سمناں، امام اہل سنت، آفتاب اشرفیت، مخدوم المشائخ، سرکار کلاں الحاج الشاہ حضرت علامہ مفتی سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشیں خانقاہ حسنیہ سرکار کلاں کچھوچھہ شریف ۲۶؍جمادی الآخر ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۲؍مئی ۱۹۱۴ء کو شکم مادر سے آغوش مادر میں جلوہ آرا ہوئے۔

سن ہجری کے اعتبار سے تاریخی نام ''محمد مختار'' قرار پایا۔ بڑے حضرت صاحب کے روزنامچہ میں بھی اسی نام کا اندراج ہے۔ اور سن عیسوی کے اعتبار سے ''محمد مختار اشرف'' تجویز ہوا۔ ان ناموں کا انتخاب مجدد دین وملت اعلی حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان نے کیا۔ چنانچہ خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند الحاج قاری امانت رسول قادری برکاتی رضوی نوری صاحب نے ''تجلیاتِ اعلیٰ حضرت'' نامی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۰۶؍ پر تحریر فرمایا ہے کہ:

''شہزادۂ حضور اشرفی میاں، زینت کچھوچھہ مقدسہ فخر خاندان اشرفیہ، مولانا شاہ سید احمد اشرفی جیلانی ۱۳۳۳ھ میں بریلی شریف اعلی حضرت سرکار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور آپ کے پوتے کی ولادت ہوئی ہے، چونکہ حضرت موصوف اعلی حضرت سرکار کے تلمیذ وخلیفہ بھی تھے، جس کا ذکر اعلی حضرت نے اپنے رسالہ مبارکہ ''الاستمداد علی اجیال الارتداد'' میں خود فرمایا ہے کہ:

بلکہ رضا کے شاگردوں کا
نام لیے گھبراتے یہ ہیں
احمد اشرف حمدو شرف لے
اُس سے ذلت پاتے یہ ہیں

رشتۂ طریقت کی بنا پر فرمایا، آپ کے پوتے کی ولادت ہوئی ہے، حدیث پاک میں محمد نام کی فضیلت آئی ہے یوں اُس کا نام محمد رکھ دیا ہے۔ حضور کوئی تاریخی نام رکھ دیں اور دعا

فرمائیں۔ اعلی حضرت قبلہ نے فرمایا اُن کے نانا جان مختار کون ومکاں بھی تو ہے [صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم] لہٰذا فقیر اُس بچے کا نام محمد مختار رکھتا ہے۔ دیکھئے شاید سن ولادت ہوگئی۔ جب اعداد شمار کیا تو پورے ۱۳۳۳ھ ہوئے اور یہی سن ولادت تھا۔ ایک سکنڈ کے بعد فوراً اعلی حضرت نے فرمایا: حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ الربانی سے اِس خاندان کو نسبت ہے اسی بنا پر آپ کا نام احمد اشرف ہے۔ لہذا فقیر محمد مختار میں اشرف کا اور اضافہ کرتا ہے۔ اب اِس نام مین یہ خوبی پیدا ہوگئی کہ محمد مختار سے سن ہجری نکلے گی اور محمد مختار اشرف سے سن عیسوی نکلے گی۔ خدا مبارک کرے، علم نافع وعمل صالح عطا فرمائے اور آپ کا سچا جانشین بنائے۔ جب محمد مختار اشرف کا عدد نکالے گئے تو ۱۹۱۴ء نکلے۔ سبحان اللہ العظیم''۔

والدین کریمین:

امام العرفا، زینت الاتقیا، مرشد اعلی حضرت اشرفی میاں، حضرت علامہ سید شاہ حسین اشرف اشرفی جیلانی علیہما الرحمہ کی دختر نیک اختر سیدہ زاہدہ آپ کی والدہ ماجدہ تھیں۔ بڑی پارسا اور نیک خاتون تھیں۔ عادتاً فیاض طبیعت تھیں۔ غربا پروری وصف خاص تھا۔ سن ہجری ۱۳۸۲؍ کو راہی دارِ آخرت ہوئیں۔

مجدد سلسلۂ اشرفیہ، مخدوم الاولیاء نظر کردۂ و پردۂ سہ محبوباں، اعلی حضرت، مولانا الشاہ سید محمد علی حسین اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے فرزند دل بند، سلطان المناظرین، امام المتکلمین، عالم ربانی، واعظ لاثانی حضرت علامہ مفتی احمد اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ آپ کے والد ماجد تھے۔

شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ نے رسالہ الاستمداد علیٰ اجیال الارتداد [ذکر احباب ودعاء احباب] مطبوعہ قادری بکڈپو بریلی شریف کے صفحہ نمبر ۹۲؍ کے حاشیہ نمبر ۱؍ پر تحریر فرمایا ہے کہ:

''ابوالمحمود احمد اشرف اشرفی جیلانی زیب سجادہ کچھوچھہ شریف حضرت جناب غوث الاعظم جیلانی کی اولاد سے تھے اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت بریلوی کے ابتدائی تلامذہ میں سے تھے۔ آپ عارف باللہ سیّد علی حسین اشرفی کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے نامور فرزند تھے۔ تاریخی نام مولٰینا ابوالمحمود سیّد شاہ احمد اشرف تھا۔ ۱۴؍شوال ۱۲۸۶ھ بروز جمعہ پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتابیں کچھوچھہ شریف میں پڑھیں۔ مفتی لطف اللہ علی گڑھی سے درسیات کی تکمیل کی۔ خواب میں سرکار دوعالم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے دستار بندی کرائی۔ چنانچہ اِس خواب کے بعد آپ نے کسی

مدرسہ سے دستار فضیلت حاصل کرنے سے انکار کر دیا۔

گوآپ اپنے والد مکرم سے بیعت تھے۔مگر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے بھی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔آپ کی تقریر ہر دلعزیز ہوتی اور وعظ میں تاثیر ہوتی۔آپ اپنے والد ماجد کی حیات میں ہی ۱۳۴۳ھ میں واصل بحق ہوئے۔حضرت مولانا سیّد محمد مختار اشرف مدظلہ العالی آپ ہی کے فرزندار جمند ہیں‘‘۔[تفصیل کے لیے دیکھئے تذکرۂ علمائے اہل سنت مطبوعہ کانپور، مقالاتِ یوم رضا حصّہ سوم مطبوعہ لاہور، خلفائے اعلیٰ حضرت مؤلفہ محمد صادق قصوری]

رسول اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فیضانِ خاص سے حضرت عالم ربانی سید شاہ احمد اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ کو علم وافر عطا ہوا چنانچہ حضرت علامہ مفتی رضاء الحق اشرفی لکھتے ہیں:

’’عالم ربانی کو تمام علوم وفنون مروجہ وغیر مروجہ پر کامل دست گاہ حاصل تھی۔علم تفسیر، حدیث، اسماء الرجال، اصول فقہ، فقہ، اصول حدیث، علم کلام، تاریخ وسیر، منطق وفلسفہ، ریاضی، اور بہت سارے ایسے فنون جن کا نام بھی اب درس گاہوں میں باقی نہیں رہ گیا، ان سب پر آپ کو مہارت حاصل تھی۔فن ریاضی تو جیسے آپ کا فن تھا۔دولاکھ برس تک جنتری انگریزی ماہ کے حساب سے مرتب فرما کر شائع فرمائی اور وہ بھی اتنی مختصر کہ صرف ایک بالشت کاغذ میں آسکتی ہے۔اور ساتھ ہی یہ چیلنج بھی جنتری کے نیچے لکھ دیا کہ آج سے دولاکھ سال تک میری جنتری میں جو غلطی نکال دے اسے زرخطیر انعام دیا جائے گا۔دوسری جنتری سن ہجری کے مطابق مرتب فرمائی جو غیر محدود سالوں تک کے لیے کافی ہے اور خوبی یہ ہے کہ اس میں سن وتاریخ کا دیکھنا ایسا آسان فرما دیا ہے جیسے لوگ گھڑی دیکھ کر آسانی کے ساتھ وقت معلوم کر لیتے ہیں۔یہ جنتری اتنی مختصر سائز میں ہے کہ گھڑی کے ڈائل میں آسانی کے ساتھ کندہ ہوسکتی ہے‘‘۔

[تذکرۂ مولانا سید احمد اشرف، ص: ۲۳، ۲۴ رمطبوعہ الاشرف اکیڈمی راج محل سن اشاعت ۱۹۹۵]

تحصیل علوم:

مخدوم المشائخ کے دادا زبردست عالم تھے، قلت وسائل کے دور میں عالمی شہرت یافتہ مبلغ تھے، علم دوست ایسے تھے کہ اپنے وطن ہی میں ایک شاندار لائبریری بنام ’’کتب خانہ اشرفیہ‘‘ اور ایک عالی شان مدرسہ بنام ’’جامعہ اشرفیہ‘‘ قائم فرمایا۔والد محترم بلند پایہ عالم دین تھے، یگانۂ روزگار محقق تھے، لاثانی واعظ وخطیب تھے۔پورا گھرانہ علم سے منور تھا، زیور علم سے آراستہ و پیراستہ تھا۔گویا ’’ایں خانہ ہمہ آفتاب است‘‘ کا مصداق تھا۔ایسے گھرانے میں پیدا ہونے والا بچہ علم سے کب عاری رہ سکتا ہے؟۔چنانچہ جب مخدوم المشائخ کی عمر تحصیل علم کے لائق ہوئی تو جامعہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف میں آپ کا داخلہ ہوا۔اس جامعہ کا ذکر اعلی حضرت اشرفی میاں نے اپنے وصیت نامہ میں کیا ہے۔اس جامعہ میں ایسے باکمال اور نادرۂ روزگار اساتذہ نے درس دیا ہے جن کی نگاہ ناز نے اپنے طالب علموں کو نازش علم وفن بنا دیا۔اور ایسے جلیل القدر علماء ومشائخ نے اس جامعہ سے تحصیل علم کیا ہے شہرت ومقبولیت جن کا سرنامۂ امتیاز بن گئی ہے۔ایک دور تھا کہ اس جامعہ کے شیخ الحدیث حضرت محدث اعظم ہند، حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی اور حضرت علامہ سید محی الدین اشرف جیلانی جیسی شخصیتیں ہوا کرتی تھیں۔مخدوم المشائخ نے بھی اسی ادارہ میں تحصیل علم کیا۔حضرت مولانا عماد الدین سنبھلی سے میزان سے شرح وقایہ تک درس لیا اور حضرت مفتی عبدالرشید خان اشرفی فتح پوری سے علوم وفنون کا اکتساب کیا۔

اعلی تعلیم کے لیے حضرت مخدوم المشائخ نے صدر الافاضل، فخر الاماثل، خسروئے دربار اشرفی مولانا الشاہ سید محمد نعیم الدین اشرفی علیہ الرحمہ کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا۔جملہ علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل فرمائی۔دورۂ حدیث مکمل کیا۔سند حدیث وفقہ سے نوازے گئے۔

حضرت مخدوم المشائخ ایک لمبے عرصہ تک اساتذہ کے زیر سایہ رہے۔علم کی خاطر وطن مالوف چھوڑا، اس میدان میں کتنی کامیابی ملی اس کا اندازہ اعلی حضرت اشرفی میاں کے اس فرمان سے لگایا جاسکتا ہے۔’’اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب ان کی دستار بندی ہو چکی ہے اور تمام علوم معقول ومنقول، تفسیر وحدیث، فقہ ومعانی اور تصوف بکمال جاں فشانی جامعہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف [جو اس فقیر کا بنایا ہوا ہے] سے حاصل کیا۔اور فقیر نے اپنی آرزو کے موافق ان کو دیکھ لیا اور اپنا سچا ولی عہد بنایا‘‘۔[سرکار کلاں بحیثیت مرشد کامل، مرجع سابق، ص: ۱۷]

بیعت وخلافت:

مخدوم المشائخ سرکارکلاں کو اپنے جد امجد اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ سے بیعت و خلافت کا شرف ملا۔ پیرومرشد اپنے اس ہونہار مرید کے حق میں فرماتے ہیں: ''سب کے سامنے فقیر نے اپنے فرزند کے فرزند اپنے پوتے اور دل بند سید محمد مختار اشرف عرف محمد میاں کو اپنا مرید کرکے اپنا ولی عہد بنایا اور حاضرین نے بجمال احترام ان سے مصافحہ کیا اور ان کے علم وعمل وعمرو اقبال کے لیے دعا کی''۔

منصب سجادگی:

۱۵/ربیع الآخر ۱۳۴۷ء کو عالم ربانی سید احمد اشرف کا وصال ہوا، مجلس چہلم میں حضرت مخدوم المشائخ ولی عہد بنائے گئے۔ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ نے اپنے وصال سے چھ ماہ پہلے ایک وصیت نامہ تحریر کیا، مخدوم المشائخ کو تحریراً خانودۂ حسنی کا سجادہ نشیں بنادیا۔ تاریخ ۶/جمادی الآخر کی تھی اور ۱۳۵۵ھ سن ہجری تھا۔ آپ کا وصال ۹/رجب المرجب ۱۴۱۷ھ کو ہوا۔ اس طرح سے مخدوم المشائخ علیہ الرحمہ اسلامی کلینڈر کے مطابق ۵۲/سال، ۱/ماہ، ۳/دن زینت سجادہ رہے

سجادگی یا جانشینی ایسا اہم فریضہ ہے جس سے عہدہ برآ ہونا ہماشما کی بس کا روگ نہیں بلکہ اس کے لیے ایک کامل انسان کی ضرورت ہے، جس کے اندر رفعت فکر ونظر، ذہنی جولانیت واستحضار، علمی گہرائی گیرائی، تبحر علمی ورمز شناسی، سخاوت وفیاضی، غرباء پروری، مساکین نوازی، شفقت وعطوفت، خلق ومروت، جود وعطا، فضل وسخا، زہد وتقویٰ مختصر یہ کہ لمحات زندگانی کا ہر ہر پل انوار مصطفائی سے تاباں ودرخشاں ہو۔

شریعت مطہرہ کی پابندی ظاہری وباطنی خصوصیات میں داخل ہو، فرائض وواجبات، سنن و نوافل کی پابندی عادت ثانیہ بن چکی ہو، بلاشبہ یہ ساری صفتیں مخدوم المشائخ مرشدی سرکارکلاں رحمۃ اللہ علیہ کے اندر بدرجۂ اتم موجود تھیں۔ جس کا اعتراف علمائے ذوی الاحترام اور ہر خاص و عام نے بھی کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت مخدوم الاولیا اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جانشینِ برحق کے اندر ان صفات عالیہ کا بنظر باطن وظاہر سے ملاحظہ فرمایا اور اطمینان قلب حاصل کر لینے کے بعد اعلان

جانشینی فرمایا چنانچہ ڈاکٹر سید نجم الدین اشرف لکھتے ہیں: ''انہوں نے [حضور شیخ المشائخ مرشدی سرکارکلاں رحمۃ اللہ نے] مطلوبہ علوم وفنون کی تکمیل کرلی تو ان کی استعداد وصلاحیت سے مطمئن ہو جانے کے بعد حضرت اشرفی میاں نے اپنی وفات سے ایک ماہ قبل ۶/جمادی الآخرہ ۱۳۵۵ھ کو ایک وصیت نامہ کے ذریعہ انہیں اپنے بعد خانوادۂ حسنی کا سجادہ نشین بھی بنایا تھا۔'' (آئینہ اشرفی، ۸۶)

مخدوم الاولیا حضور اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ نے اس وصیت نامہ میں مخدوم المشائخ سیدنا سید سرکارکلاں کی شان اقدس میں جو ارشادات رقم فرمائے ہیں وہ آب زر سے لکھے جانے کے لائق ہیں، ان کا ایک اقتباس ملخصاً قارئین کی نذر ہے۔

''فقیر سید ابو احمد محمد علی حسین اشرفی جیلانی سجادہ نشین درگاہ روح آباد کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد اپنے تمام فرزندان خاندانی وبرادران ایمانی ومریدان ومتوسلان سلسلۂ اشرفیہ وعقیدت منداںِ آستانہ اشرفیہ کو آگاہ کرتا ہے کہ اس فقیر نے پہلے فرزندِ مطلق وخلیفۂ برحق عالم ربانی واعظ لاثانی مولانا ابوالمحمود سید احمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا ولی عہد اور اپنے بعد سجادہ نشین جادۂ اشرف السمنانی مقرر کیا تھا۔۔۔۔۔ جب فرزند ممدوح نے ۱۵/ربیع الآخر ۱۳۴۷ھ کو بعارضۂ اسہال وطاعون حالت نماز میں شہادت پائی تو ان کی مجلس چہلم میں بموجودگی فرزندان خاندانی ومریدان وخلفا، اور تمام ہندوستان سے محبان سلسلہ جو آئے سب کے سامنے فقیر نے اپنے فرزند کے فرزند اپنے پوتے اور دل بند سید محمد مختار اشرف عرف محمد میاں سلمہ ربہ کو اپنا مرید کرکے اپنا ولی عہد بنایا۔

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ان کی دستار بندی ہوچکی ہے اور تمام علوم معقول ومنقول تفسیر وحدیث، فقہ ومعانی وتصوف کو بکمال جانفشانی جامعہ اشرفیہ [جو اس فقیر کا بنایا ہوا ہے] سے حاصل کیا، اور فقیر نے اپنی آرزوؤں کے موافق ان کو دیکھ لیا اور اپنا سچا ولی عہد پایا اب اشارۂ غیبی سے اس فرمان کے ذریعہ سب کو آگاہ کرتا ہوں کہ نورنظرم وعصائے پیرم مولانا سید شاہ محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی زاد اللہ علمہ وعرفانہ، میرے بعد سجادہ نشینی جادہ اشرف السمنانی خاندان حسنی سرکارکلاں کے ہیں جو مثل میرے مراسم عرس شریف ۲۶/محرم الحرام نماز مغرب سے ۲۹/محرم الحرام تک ادا کرتے رہیں گے۔ [اعلانِ وفرمانِ جانشینی]

فتوی نویسی:

مخدوم المشائخ علیہ الرحمہ کا دور فتاوی نویسی ۲۷/سالوں پر محیط ہے۔ آپ سفر وحضر دونوں

حالتوں میں فتوی نویسی فرمایا کرتے تھے۔ بہت سارے فتاوی زمانے کے دست برد سے بچ نہ سکے جو بچے ہیں وہ تشنۂ طباعت ہیں۔

ایک فقیہ و مفتی کے لیے ضروری ہے کہ وہ سائل و متکلم کی غرض سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہو، ان کے پاس اشیائے دقیقہ کی فہم وادراک کا ملکہ ہو، ادلۂ تفصیلیہ سے مسائل کے استخراج پر قادر اور ذہین و فطین ہو۔ حضرت مخدوم المشائخ کے فتاوی کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے اندر یہ صفتیں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ بات ایسی ذہانت کی کرتے کہ سننے والا عش عش کرتا، قرآن وحدیث اور اصول وفتاوی کی کتابوں کے نصوص اس قدر مستحضر کہ مجلسی گفتگو میں بھی اس کی شان ظاہر ہونے لگتی، نکتہ سنجی ودقیقہ فہمی کا یہ عالم کہ مقابل خاموش رہنے ہی میں اپنی عافیت سمجھتا۔ چنانچہ رویت ہلال کے لیے بدعقیدوں نے جب ''امارت شرعیہ'' کے نام سے ایک تنظیم بنائی تو امارت شرعیہ سمیت آپ کے پاس دس سوالات کیے گئے جس میں ''فیلتمسوا او الیا مسلما'' سے متعلق بھی ایک سوال تھا۔ آپ نے کتب فقہ کی روشنی میں ان سوالوں کا جواب ارشاد فرمایا۔ اور والی کے بارے میں تحریر فرمایا کہ ''والی کے لیے اسلام اور ولایت عامہ ضروری ہے اور امارت شرعیہ والوں کے پاس دونوں ناپید ہیں''۔

پیچیدہ مسائل کو عام فہم لفظوں سے بیان کرنے میں آپ مہارت تامہ حاصل تھی۔ چنانچہ ہندوستان کے دار الاسلام ہونے نہ ہونے کے بارے میں آپ کے پاس سوال آیا۔ آپ نے دلائل وبراہین سے مزین جواب دیا۔ پھر جواب کو عام لوگوں کی فہم سے قریب کرنے کے لیے دار الحرب ودار الاسلام کا فرق ان لفظوں سے بیان فرمایا: ''دار الحرب کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ جہاں احکام کفر شائع ہوں اور احکام اسلام بالکل جاری نہ ہوسکیں۔ بعض احکام مسلمانوں کے جاری ہوں اور بعض احکام کفار کے تو اس وقت دار الحرب نہ ہوگا۔ اب تک بحمدہ تعالیٰ ہندوستان میں بہت سے احکام اسلام کے جاری ہیں۔ مسجدوں میں بالاعلان اذان دی جاتی ہے۔ نمازیں پڑھی جاتی ہیں۔ حج وزکوۃ وغیرہ ادا کیے جاتے ہیں لہذا ہندوستان دار الاسلام ہے نہ کہ دار الحرب''۔

آپ کی فقہی بصیرت پر نظر رکھنے والے مولانا ممتاز اشرفی کراچی پاکستان لکھتے ہیں:

''وہ تمام شرائط جو کسی فقیہ کے لیے ضروری ہیں وہ حضرت مخدوم المشائخ

علیہ الرحمہ میں بدرجۂ اتم موجود تھیں، اس لیے آپ فقہائے کرام کے اعتبار سے سے بھی فقیہ وقت ہیں اور صوفیائے کرام کے اعتبار سے سے بھی فقیہ وقت ہیں''۔ [سرکار کلاں نمبر ص: ۱۳۱ / مضمون: مخدوم المشائخ علیہ الرحمہ بحیثیت فقیہ وقت سے ماخوذ]

قاری جمال احمد صاحب جامعہ امجدیہ گھوسی تحریر کرتے ہیں:

''حضرت شیخ المشائخ علیہ الرحمۃ والرضوان فقہ وافتاء میں ید طولی رکھتے تھے، جزئیات فقہ پر کامل عبور تھا، محققانہ فتوے تحریر فرماتے تھے۔ آپ کی حیثیت ایک مقبول، معتدل مفتی کی تھی، جس فتوی پر آپ دستخط فرما دیتے تھے وہ فتوی قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، آپ کا قول، قول فیصل ہوتا تھا، آپ کا فیصلہ سب کو قابل تسلیم ہوتا۔ حضرت علامہ مفتی عبد الجلیل صاحب قبلہ فقہ وافتا میں آپ کی فقیہانہ بصیرت اور وسعت علم کا انکشاف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ سرکار کلاں شیخ المشائخ کی علمی صلاحیت ورعب ودبدبہ ایسا تھا کہ جامع اشرف سے جو بھی فتوے دئے جاتے تھے موصوف کے زمانے میں، بغیر آپ کی تصدیق کے نہ بھیجے جاتے تھے۔ جب میں [عبد الجلیل اشرفی خادم الافتاء جامع اشرف] کسی بھی سوال کا جواب لکھتا تو پہلے حضرت کی بارگاہ میں بھیجواتا، حضرت جب تصدیق فرمادیتے تب میں جواب روانہ کرتا، لیکن صاحب سجادہ کا جو انداز ہوتا وہ قابل غور ہے جو کہ آپ کے ماہر مفتی ہونے پر قوی دلیل ہے۔ ہوتا یوں کہ جب جوابات مع سوالات سرکار کلاں کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے تو آپ پہلے اپنے مخصوص انداز میں سوالات کو بآواز بلند پڑھتے تھے اور سارے لوگ صاف صاف سنتے تھے، جب پورا سوال پڑھ لیتے تو سامعین کی طرف متوجہ ہوکر جواب عنایت کرتے اور فرماتے: آپ لوگوں نے جواب سنا؟ حاضرین عرض کرتے: جی حضور، اس کے بعد سرکار کلاں فرماتے: جیسا جواب میں نے بتایا ہے اگر مفتی صاحب نے ایسا ہی

جواب دیا ہے تو میں اس کی تصدیق کروں گا ورنہ نہیں۔ پھر مفتی صاحب کا لکھا ہوا جواب ویسا ہی ہوتا جیسا کہ پہلے صاحب سجادہ زبانی بیان کر چکے ہوتے۔فتوے میں جو حوالہ جات ہوتے، کتاب نکال کر دیکھتے تا کہ شک وشبہ باقی نہ رہے پھر تصدیق کرتے اور مہر لگا دیتے تھے"۔[قاری جمال احمد،مضمون: سرکارکلاں ایک ہمہ جہت شخصیت، سرکارکلاں نمبر،ص: ۱۷۳، ۱۷۴]

حضرت مخدوم المشائخ کی فقیہانہ بصیرت کے ثبوت کے لیے یہی کافی ہے کہ آپ کے بعض فتاوی پر مخدوم الملت، محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ اور حضرت علامہ مفتی احمد یار خان علیہ الرحمہ کی مہر تصدیق ثبت ہے۔

زیارت حرمین شریفین ومقامات مقدسہ:

مخدوم المشائخ سرکارکلاں علیہ الرحمہ کو چار مرتبہ حرمین شریفین کی زیارت کا شرف ملا۔آپ کے جد امجد اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کو بھی چار بار حرمین شریفین کی زیارت نصیب ہوئی تھی۔حضرت مخدوم المشائخ علیہ الرحمہ پہلی بار ۱۹۵۲ء میں، دوسری بار ۱۹۷۲ء میں، تیسری بار ۱۹۸۶ء میں اور چوتھی وآخری بار وفات سے چار سال قبل ۱۹۹۲ء میں حج وزیارت سے مشرف ہوئے۔

دینی ومذہبی عمارتوں کی تعمیر:

مخدوم المشائخ نے اپنی جیب خاص سے خطیر رقم مذہبی ودینی عمارتوں کی تعمیر میں صرف فرمایا۔چنانچہ جب بھی کسی مسجد ومدرسہ کی سنگ بنیاد یا افتتاحی مجلس میں تشریف لے جاتے تو خود بھی اس کی تعمیر میں حصہ لیتے اور مریدین کو بھی ترغیب دیتے۔

مختار المساجد کچھوچھہ شریف:

مخدوم المشائخ کے ذریعہ تعمیرات کی ابتدا اللہ کے گھر سے ہوئی، کچھوچھہ مقدسہ میں خوب صورت، دیدہ زیب مختار المسجد آپ کی تعمیرات کا دلکش نمونہ ہے۔اس مسجد کی تعمیر میں آپ نے کسی سے چندہ نہیں مانگا۔تقریباً پوری مسجد کی تعمیر آپ کی جیب خاص سے پایۂ تکمیل کو پہنچی۔

مسجد اعلیٰ حضرت اشرفی میاں:

یہ مسجد خانقاہ حسنیہ سرکارکلاں کے اندر درگاہ مخدوم سمنانی میں واقع ہے۔نہایت خوب

صورت، دلکش نظارہ پیش کرتی ہے۔یہ مسجد گنبد خضرا کی یاد دلاتی ہے۔اندرون مسجد سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی مشہور زمانہ نعت "ان نلت یاریح الصبا یوما الی ارض الحرم" خوب صورت عربی رسم الخط میں کندہ ہے۔شیخ اعظم حضرت علامہ سید اظہار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ کا ایک فارسی کلام بھی دیوار مسجد پر منقش کندہ کرایا گیا ہے۔مسجد کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضور مخدوم المشائخ اور حضرت شیخ اعظم کا تعمیری ذوق کس قدر بلند وبالا تھا۔

خانقاہ حسنیہ سرکارکلاں:

اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کی روحانی وراثت خانقاہ سرکارکلاں کو حالات زمانہ نے شکستہ عمارت میں تبدیل کر دیا تھا۔حضرت مخدوم المشائخ نے اسے ایک عالی شان عمارت کی شکل میں مریدین کو مہیا کیا۔حضرت شیخ اعظم نے اسے خوب سے خوب تر کرنے کی سعی بلیغ فرمائی۔موجودہ صاحب سجادہ قائد ملت حضرت علامہ سید محمد محمود اشرف اشرفی جیلانی مدظلہ العالی کے دور میں بھی یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔

مسجد اشرفیہ مالیگاؤں:

حضرت مخدوم المشائخ کے حکم پر اہل مالیگاؤں نے ایک خوب صورت، نہایت وسیع وکشادہ مسجد، محلہ خوش آمد پورہ میں تعمیر کی۔ اس مسجد کی تعمیر میں مخدوم المشائخ نے بھی حصہ لیا اور ۲۵/اپریل ۱۹۸۵ء میں اس کا افتتاح فرمایا۔

ہندو بیرون ہند میں مخدوم المشائخ کی اس طرح کی تعمیری خدمات کا ایک لمبا سلسلہ ہے، جس کے شاہدین آج بھی موجود ہیں۔

مذہبی کانفرنسوں میں شرکت:

حضرت مخدوم المشائخ سرکارکلاں علیہ الرحمہ نے ہندو بیرون ہند بہت ساری کانفرنسوں اور مذہبی وتعلیمی پروگراموں میں شرکت فرمائی۔یہاں صرف اندرون ملک کی بعض اہم کانفرنسوں اور جلسوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

تعلیمی کنونشن جامع اشرف:

یہ کنونشن آپ کی سرپرستی میں منعقد ہوئی جس میں پورے ہندوستان کے عمائدین ملت و

قائدین شریعت کی شرکت ہوئی، یہ کنونشن جامع اشرف کی افتتاحی پروگرام کی حیثیت سے منعقد ہوئی تھی، اس میں حضرت مخدوم المشائخ نے ایک جامع خطبۂ صدارت پیش کیا تھا۔ تعلیمی میدان میں قوم کے سامنے ایک پروجیکٹ اور لائحہ عمل پیش فرمایا تھا۔ چنانچہ مولانا عثمان غنی اشرفی رقمطراز ہیں:

''۷؍۲ محرم الحرام ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۹۷۸ء تعلیمی کنونشن جامع اشرف کے موقع پر حضرت نے تاریخی خطبہ دیا جس میں آپ نے علم کی فضلیت، قرآن وحدیث اور تاریخ کے حوالہ سے دل نشیں انداز میں بیان کیا۔ اس میں جامع اشرف کے قیام پر اپنی بے پناہ مسرت کا اظہار فرمایا، جامع اشرف کو عصری تقاضوں کے مطابق جدید تعلیم سے آراستہ کرنے پر زورو ترغیب دلائی گئی، اور اس کے فروغ وارتقا کے لیے عوام کو ایک پیغام دیا گیا۔ ملاحظہ فرمایئے سرکار کلاں کے خطبۂ صدارت کا ایک اقتباس:

''مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ المولیٰ عنہ کے آستانۂ عالیہ میں جامع اشرف کا قیام اسی مخدومی فیضانِ مسلسل کی ایک کڑی ہے جو میری بے پناہ مسرت وانبساط کا باعث ہے اور میری دیرینہ آرزوؤں کی تکمیل ہے۔ مخدوم اشرف کے آستانہ سے بہتر علمی اور روحانی تربیت گاہ دوسری جگہ کیسے میسر آسکتی تھی''۔ [مولانا عثمان غنی، مضمون: سرکار کلاں ماہ وسال کے آئینے میں، سرکار کلاں نمبر ص: ۹، ۱۰]

مرکز تعلیمات اسلامی میں توسیعی خطاب:

سرزمین علی گڑھ میں ۲۲؍مارچ ۱۹۷۸ء کو حضرت مخدوم المشائخ کا ورود مسعود ہوا، مرکز تعلیماتِ اسلامی کے شعبۂ نشر واشاعت نے آپ کی آمد پر استقبالیہ پروگرام رکھا جس میں آپ نے نہایت جامع اور پرمغز توسیعی خطاب فرمایا اور تعلیمات اسلامی کے فروغ وارتقا کے لیے بیش قیمت تجاویز پیش کیے۔ ادارہ کو ایک خطیر رقم سے نوازہ اور آئندہ اپنا تعاون جاری رکھنے کا وعدہ فرمایا۔

اجلاس عام بنارس:

۲۵؍جولائی ۱۹۸۵ء کو بنارس کی سرزمین پر ایک عظیم الشان اجلاس منعقد ہوا تھا، اس اجلاس کا سارا انتظام مدرسہ حمیدیہ رضویہ بنارس کی طرف سے کیا گیا تھا۔ سرپرستی حضرت شیخ المشائخ

علیہ الرحمہ کی تھی۔ اس اجلاس میں آپ نے ایک پرمغز خطاب کیا جس کی دھمک برسوں تک اہل بنارس محسوس کرتے رہے۔

عرس چہلم حضرت ریحان ملت:

بریلی شریف کی سرزمین پر ریحان ملت حضرت علامہ ریحان رضا خان علیہ الرحمہ کا عرس چہلم اعلی پیمانے پر منعقد ہوا تھا۔ حضرت مخدوم المشائخ بنفس نفیس اس عرس میں تشریف لے گئے تھے۔ یہ ۶؍جولائی ۱۹۸۵ء کی بات تھی۔

عالمی سنّی کانفرنس ممبئی:

عروس البلاد ممبئی میں خصوصاً اور پورے ہندوستان میں عموماً جب باطل فرقوں نے نئے عزم وحوصلہ کے ساتھ اپنے بال وپر نکالنے شروع کیے اور اپنی بدعقیدگی کا زہر سنیوں کے اندر پھیلانے لگے تو مخدوم المشائخ نے عالمی سنی کانفرنس کے لیے وقت کے علماء مشائخ سے رابطہ کیا۔ اس کانفرنس کے سلسلے میں آپ نے دیار عشق ومحبت بریلی شریف کا بھی سفر فرمایا اور ریحان ملت حضرت علامہ مفتی ریحان رضا خان علیہ الرحمہ سے فرمایا: اس کانفرنس کے لیے کچھوچھہ شریف یا بریلی شریف موزوں ہے مگر بیرون ملک سے آنے والے مہمانوں کا لحاظ کرتے ہوئے ممبئی کا انتخاب کیا گیا ہے۔ غالباً اس کانفرنس میں حضرت ریحان ملت علیہ الرحمہ نے بھی شرکت فرمائی تھی۔ حضرت مولانا ظہیر الدین صاحب ایڈیٹر استقامت ڈائجسٹ اس کانفرنس میں پیش پیش تھے اور حضرت مخدوم المشائخ نے سرپرستی فرمائی تھی۔

حضرت مخدوم المشائخ علیہ الرحمہ ہند وبیرون ہند میں منعقد عظیم دینی جلسوں، کانفرنسوں میں اپنے آخری ایام تک شریک ہوتے رہے، ہر ایک کی تفصیل کے لیے دفتر درکار ہے۔ یہاں ہم نے ''مشتے نمونہ از خروارے'' آپ کے سامنے پیش کردیا ہے۔

مذہبی اداروں کی سرپرستی:

اصحاب دعوۃ وتبلیغ کی اصل فیکٹری دینی ومذہبی درسگاہیں ہیں۔ یہی سے مبلغین ودعاۃ تیار ہوتے رہے ہیں۔ ان ہی اداروں کو اشاعت دین کے اہم مراکز شمار کیے جاتے ہیں۔ ہر مدرسہ ومذہبی ادارہ کی کامیابی کی پیچھے ایک مضبوط سرپرست یا بانی کا ہاتھ ہوتا ہے۔ حضرت مخدوم المشائخ

کی سرپرستی میں بہت سارے ایسے ادارے پروان چڑھے، فروغ سنیت میں جن کا اہم کردار رہا ہے۔ ہندو بیرون ہند کے بہت سے مذہبی اداروں نے آپ کی سرپرستی کا شرف حاصل کیا۔ ہم یہاں چند اداروں کا نہایت اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔

مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور:

اس ادارہ کی سنگ بنیاد اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ سید علی حسین اشرفی میاں نے رکھی ہے۔ زندگی بھر اپنے مریدین ومتوسلین کو اس کی ترویج واشاعت کی طرف راغب کرتے رہے۔ اپنے وطن کچھوچھہ مقدسہ میں قائم ادارہ ''جامعہ اشرفیہ'' کو اسی ادارے کی ترقی وعروج پر قربان کردیا۔ یہ ادارہ آپ کی نیک دعاؤں کی چھاؤں میں پھلتا پھولتا رہا۔ اسی ادارہ کی ترقی یافتہ شکل آج ''الجامعۃ الاشرفیہ'' کے نام مشہور ہے، جامعہ اشرفیہ کا سارا انتظام وانصرام مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم کے ماتحت ہے جیسا کہ جامعہ کی طرف سے شائع ہونے والے سالانہ کلینڈر، پوسٹر وغیرہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ نے اس ادارہ کو اپنے کاندھوں پر لیا۔ شعلہ بار مقرر وخطیب ہونے کی وجہ سے پورے ہندوستان میں ادارہ کا چرچا عام کیا۔ حضرت محدث اعظم کے بعد ۱۹۶۸ء میں مخدوم المشائخ علیہ الرحمہ اس کے سرپرست ہوئے۔ آپ اپنے عہد سرپرستی میں ہندوستان کے جلیل القدر علماء کو شامل کارواں کیا، جن میں صدر العلما امام النحو حضرت علامہ غلام جیلانی میرٹھی، پروفیسر معقولات ومنقولات حضرت علامہ سلیمان اشرفی بھاگل پوری، فقیہ النفس حضرت علامہ مفتی عبد الرشید صاحب ناگپوری، جامع علوم حضرت علامہ محمد یونس صاحب نعیمی مرادآبادی، شمس العلماء مصنف قانون شریعت حضرت علامہ شمس الدین صاحب جونپوری علیہم الرحمہ جیسی جلیل القدر ذوات قدسیہ شامل تھیں۔ لیکن بعض ناگفتہ بہ حالات کے پیش نظر حضرت مخدوم المشائخ کو سرپرست کی حیثیت عرفی سے اور علم وعلم کے ان درخشندہ ستاروں کو رکنیت سے دست بردار ہونا پڑا۔ یہ واقعہ ۱۹۷۱ء میں پیش آیا تھا۔

منصف مزاج، دردمند اور حساس طبیعت کے مالک اشخاص کو حضرت مخدوم المشائخ کے سرپرست نہ رہنے سے زیادہ اس بات کا افسوس ہے کہ آج اشرفیہ کے بانی کی حیثیت سے اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کا نام نامی اسم گرامی بھی نہیں لیا جاتا ہے۔ چنانچہ قاری لئیق

احمد صاحب کانپوری لکھتے ہیں:

''اس [دار العلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم] کی ترقی یافتہ شکل کو الجامعۃ الاشرفیہ کے نام سے جانا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ ترقی کے بعد بانی نہیں بدلتا ورنہ ہر شب وروز ترقی پذیر اداروں کے بانیان کرام بدلا کریں گے اور ایک ادارہ کے سینکڑوں بانی نظر آئیں گے، تاریخ کے صفحات پر بے شمار نظیریں اس کی منہ بولتی دلیل ہیں جو اہل علم سے مخفی نہیں۔ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کا بانی ہونا ایسی زندہ وجاوید حقیقت ہے جس کو لکھتے ہوئے خود حقیقت بھی لرزاں وگریزاں اور حسرت زدہ نظر آتی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حقیقت میں اپنا وجود منوانے کے جذبات تقریباً ختم ہو چکے ہیں۔ [قاری لئیق احمد، مضمون: سرکار کلاں اور اداروں کی سرپرستی، سرکار کلاں نمبر، ص:۱۸۰]

جامع اشرف کچھوچھا شریف:

کچھوچھہ مقدسہ میں آباد اس ادارہ کو مخدوم المشائخ کی سرپرستی تادم حیات حاصل رہی۔ ۱۳۹۴ھ کو خانوادۂ اشرفیہ کے مایہ ناز علماء ومشائخ کے ساتھ مخدوم المشائخ نے جامع اشرف کی آغاز کے لیے ایک نشست بلائی جس میں سربراہان خانوادہ نے آپ کے اس قدم کو مستحسن اور وقت کی ضرورت قرار دیا۔ ۱۳۹۸ھ میں آپ کی صدارت میں ایک عظیم الشان تعلیمی کنونشن بنام ''تعلیمی کنونشن جامع اشرف'' منعقد ہوا جس میں ملک بھر کے علما ومشائخ، خانقاہوں کے سجادہ نشینان اور خانوادۂ اشرفیہ کے دانشوران کی شرکت ہوئی۔

جامعہ نعیمیہ مرادآباد:

تاریخ کا یہ ایک انوکھا واقعہ ہے کہ مخدوم المشائخ کو جس ادارہ نے اپنی گود میں لیا اسی ادارہ کی آپ نے سرپرستی فرمائی۔ ہوا یوں کہ بانی ادارہ صدر الافاضل، فخر الاماثل حضرت علامہ مفتی الشاہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ، خسروئے دربار اعلیٰ حضرت اشرفی میاں تھے۔ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں نے آپ کی جلالت علم کو دیکھتے ہوئے اپنے نور نظر حضرت مخدوم المشائخ کو تکمیل اعلیٰ تعلیم کے لیے آپ کے سپرد کیا۔ اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے اس اقدام سے حضرت صدر الافاضل

علیہ الرحمہ کے ساتھ جامعہ نعیمیہ کی مشام جاں معطر ہوئیں۔سرزمین مرادآباد چمنستان اشرف کے اس گلِ تر سے مہک اٹھی۔تکمیل اعلیٰ تعلیم سے فراغت ہوئی،سند حدیث وفقہ سے نوازے گئے، پھر چند سالوں کے بعد اسی ادارہ کے سرپرست بنادئے گئے۔آپ اپنی آخری سانس تک اپنے استاذ گرامی قدر کی اس ملی میراث کی حفاظت وصیانت فرماتے رہے اور بحیثیت سرپرست بحسن وخوبی اس کی ذمہ داریاں نبھاتے رہے۔

دارالعلوم محمدیہ ممبئی:

مخدوم المشائخ علیہ الرحمہ کے تایازاد برادر، اشرف العلماء، حضرت علامہ سید شاہ حامد اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ نے ممبئی کی سرزمین پر یہ ادارہ قائم فرمایا۔عروس البلاد ممبئی ہی نہیں بلکہ پورے مہاراشٹر میں اہل سنت وجماعت کا یہ مرکزی ادارہ تھا۔ادارہ اور بانی ادارہ کی انتھک محنت وکوشش سے ممبئی کی سرزمین میں سنیت کو استحکام وبقا حاصل ہوا۔ادارہ نے علماء ومفتیان کرام کی ایک بڑی جماعت قوم کے حوالے کیا۔دارالعلوم کی روداد تعلیم سے پتہ چلتا ہے کہ ابتدا ہی سے اس ادارہ کو مخدوم المشائخ کی سرپرستی حاصل رہی۔اور اپنی آخری وقت تک بحیثیت سرپرست ذمہ داریاں ادا کرتے رہے۔

جامعہ عربیہ ناگ پور:

جامع علوم وفنون حضرت علامہ مفتی عبدالرشید خان اشرفی، جامعہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف میں لمبے عرصے تک تشنگان علوم کو گوہر علم ومعرفت بانٹتے رہے۔حضرت مخدوم المشائخ نے بھی آپ کے ساغر علم سے جام نوش فرمایا۔کچھوچھہ شریف کی کامیاب تدریسی زندگی کے بعد آپ نے شہر ناگ پور کو رونق بخشی، عوامی ضرورتوں اور تقاضوں کے پیش نظر حضرت مفتی صاحب نے یہ تاریخی ادارہ قائم فرمایا اور ادارہ کی سرپرستی اپنے محبوب نظر شاگرد حضرت مخدوم المشائخ کو عطا فرمائی۔اپنے استاذ گرامی کی اس یادگار کو حضرت مخدوم المشائخ نے بام عروج عطا کیا، ادارہ کا معیار بلند سے بلند تر ہوتا گیا اور بہت قلیل مدت میں مہاراشٹر کے معیاری اداروں کی فہرست میں اپنا نام درج کرالیا۔
حضرت مخدوم المشائخ آخری دم تک اس ادارہ کے سرپرست اعلیٰ رہے اور اہل ناگپور آپ کے قدوم میمنت لزوم سے ہر سال شادکام ہوتے رہے۔

قلت صفحات اجازت نہیں دی رہی ہے ورنہ مزید اداروں پر تبصرہ کیا جاتا۔سردست ہم

یہاں چند مشہور اداروں کے نام نذر قارئین کررہے ہیں جن کو مخدوم المشائخ علیہ الرحمہ کی سرپرستی کا شرف حاصل رہا ہے:[۱] دارالعلوم اشرفیہ، خوش آمد پورہ، مالیگاوں[۲] دارالعلوم نور الاسلام، سیفنی، رام پور[۳] جامعہ خواجہ دانا، سورت، گجرات[۴] مدرسہ اشرفیہ احسن العلوم/ الجامعۃ الاسلامیہ الاشرفیہ، سیکٹھی، مبارک پور[۵] دارالعلوم اشرفیہ ضیاء العلوم، خیرآباد، مئو[۶] مدرسہ عربیہ فیض العلوم، محمد آباد گوہنہ، مئو[۷] دارالعلوم اظہار العلوم، برہان پور[۸] دارالعلوم محبوب یزدانی، راج محل، جھاڑکھنڈ[۹] مدرسہ سنیہ صادقیہ، ناسک مہاراشٹر[۱۰] مدرسہ اجمل العلوم سنبھل مرادآباد [۱۱] دارالعلوم اسحاقیہ جودھپور، راجستھان[۱۳] دارالعلوم فیضان اشرف، ناگور راجستھان۔

مذہبی وفلاحی تنظیموں کی سربراہی وقیام:

حضرت مخدوم المشائخ سرکار کلاں علیہ الرحمہ کی دوررس نگاہ مسلمان کے گرتے ہوئے اقدار کو دیکھ رہی تھی۔اخلاقی اعتبار سے زوال پذیر مسلم معاشرہ کو بلندی عطا کرنے کی خواہش ہمیشہ آپ کے دلوں میں انگڑائیاں لے رہی تھیں، گھریلو جھگڑے، معاشرتی نفرت اور مذہبی فسادات سے مسلم قوم کی حفاظت وصیانت کیسے ہو؟ اس کی فکر آپ کو ستاتی رہتی تھی۔ان حالات سے نپٹنے کے لیے آپ نے قومی سطح کی ایک تنظیم کی ضرورت محسوس کی، جو قوم مسلم کے درمیان اتحاد واتفاق کی لہر دوڑادے اور انفرادیت وعلیحدگی پسندی کا خاتمہ کردے۔چنانچہ کوئی نئی تنظیم قائم نہ کرکے اپنے جد امجد اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کی قائم کردہ تنظیم ''الجمعیۃ الاشرفیہ'' کی نشاۃ ثانیہ کرنا بہتر خیال فرمایا اور پورے ہندوستان میں اس کی شاخیں قائم فرمائیں۔

الجمعیۃ الاشرفیہ:

اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد ۱۳۵۵ھ میں آپ نے اس تنظیم کی ذمہ داری سنبھالی۔مگر حضرت مخدوم المشائخ کی گوناگوں مصروفیات کی وجہ سے، اس تنظیم کو اپنی نشاۃ ثانیہ کے لیے تقریباً تین دہائی تک انتظار کرنا پڑا۔اس تنظیم نے مسلم نوجوانوں کے اندر تیزی سے پھیلتی برائیوں پر لگام لگایا، سنی مسلمانوں کو بہت حد تک ایک پلیٹ فارم دیا، مختلف مسلک ومشرب سے وابستہ سنی مسلمانوں کو ایک دوسرے کا احترام وادب کرنا سکھایا۔مسلمانوں کو اخلاقی پستی سے اوپر اُٹھ کر جینے کا سلیقہ دیا اور آپسی بھائی چارہ ومیل جول کا درس دیا۔حضرت شیخ المشائخ نے اپنے

ولی عہد حضرت مولانا سید اظہار اشرف کی معیت میں تقریباً پورے ہندوستان میں اس کی شاخوں کا جال بچھا دیا، بعض شاخوں کا اجمالی خاکہ ماہ وسالِ قیام کے ساتھ نذر قارئین ہے: [۱] شاخ تار تیری ۶ رمئی ۱۹۷۲ء [۲] شاخ ماچھی پور، بھاگل پور، بہار، ۲ رجون ۱۹۷۲ء [۳] شاخ فتح پور، بھاگل پور، بہار، ۱۱ رجون ۱۹۷۲ء۔ [۴] شاخ نبی پور، بھروچ گجرات، ۲۲ رجون ۱۹۷۲ء [۵] شاخ شہرام پور، اتر پردیش، ۱۱ رجولائی ۱۹۷۲ء - [۶] شاخ تنکاریہ، بھروچ گجرات، ۱۹ رجولائی ۱۹۷۲ء [۷] بلاری، ضلع مراد آباد، ۲۰ رجولائی ۱۹۷۲ء۔ [۸] شاخ جامعہ نعیمیہ مراد آباد اتر پردیش، ۲۲ رجولائی ۱۹۷۲ء [۹] شاخ جمال پور، احمد آباد گجرات، ۲۵ رجولائی ۱۹۷۲ء [۱۰] شاخ رجولی، گیا، بہار موجودہ جھارکھنڈ، ۲ رستمبر ۱۹۷۲ء - [۱۱] شاخ سورت گجرات، ۲۲ رستمبر ۱۹۷۲ء [۱۲] شاخ کشن گنج، بہار، ۲۴ رستمبر ۱۹۷۲ء۔ [۱۳] شاخ کالوپور، احمد آباد گجرات، ۳۰ رستمبر ۱۹۷۲ء۔ [۱۴] شاخ مرزا پور اتر پردیش، ۶ ردسمبر ۱۹۷۲ء [۱۵] شاخ بھیونڈی، مہاراشٹر، ۱۲ رمارچ ۱۹۷۳ء - [۱۶] شاخ رائے بریلی اتر پردیش، ۱۵ راپریل ۱۹۷۳ء [۱۷] شاخ پرتاب گڑھ، اتر پردیش، ۱۷ راپریل ۱۹۷۳ء - [۱۸] شاخ گڑیا، ۱۹ رمئی ۱۹۷۳ء [۱۹] شاخ سلطان پور، اتر پردیش، ۲۳ رجون ۱۹۷۳ء [۲۰] شاخ مالیگاؤں، ناسک، مہاراشٹر ۱۹ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ - [۲۱] شاخ کان پور، اتر پردیش، ۱۰ ررجب ۱۳۹۲ھ۔ اس کا شاخ کو سلطان المناظرین، امین شریعت، مفتی اعظم کان پور، خلیفۂ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں، حضرت علامہ مفتی رفاقت حسین صاحب اشرفی علیہما الرحمہ کی صدارت نصیب ہوئی۔

اس تنظیم کی جملہ شاخوں کا ذکر طوالت سے خالی نہ ہوگا۔ یہاں صرف اہم شاخوں کا نام ذکر کیا گیا ہے۔

بیرون ہند تبلیغی دورے:

مخدوم المشائخ سرکار کلاں علیہ الرحمہ نے اپنی زندگی کا دو تہائی حصہ قوم مسلم کی فلاح وصلاح کے وقف کر دیا۔ کلمۂ حق کی بلندی اور دین وسنیت کی نشر واشاعت کے لیے ہندو بیرون کے بے شمار دورے کیے۔ اندرون ملک شاید ہی کوئی ایسا شہر باقی بچا ہو جس کو آپ کی پابوسی کا شرف نہ ملا ہو۔ ہم یہاں صرف بیرون ملک کے چند دوروں کا ذکر نہایت اختصار کے ساتھ پیش کر رہے ہیں:

دورۂ برطانیہ:

اہل برطانیہ حضرت شیخ الاسلام علامہ مفتی مدنی اشرف اشرفی جیلانی [مدنی میاں] مدظلہ العالی کے پیرو مرشد کے چہرۂ پرانوار کی زیارت کی خواہش برسوں سے اپنے دلوں میں لیے ہوئے تھے۔ حضرت شیخ الاسلام کے وسیلہ سے انھوں نے سرکار کلاں کی بارگاہ میں سفارش کی۔ درخواست قبول ہوئی، اس طرح ۳ رنومبر ۱۹۸۵ء میں اہل برطانیہ کو حضرت شیخ الاسلام کے ساتھ حضرت مخدوم المشائخ کے چہرۂ انور کی زیارت نصیب ہوئی۔

دورۂ پاکستان:

اہلِ پاکستان بہت خوش نصیب ہیں کہ اس سرزمین نے متعدد بار حضرت مخدوم المشائخ علیہ الرحمہ کے قدم چومی ہے۔ اس ملک میں حضرت مخدوم المشائخ کے لاکھوں کی تعداد میں مریدین اور کثیر خلفاء موجود ہیں۔ آپ نے متعدد بار پاکستان کا سفر کیا۔ ۱۹۵۶ء، ۱۹۵۹ء، ۱۹۶۳ء، ۱۹۹۱ء کے دورے نہایت کامیاب اور اشاعت سنیت کے لحاظ سے بہت اہم ہیں۔

دورۂ بنگلہ دیش:

بنگلہ دیش جب پاکستان سے الگ نہیں ہوا تھا، اس وقت حضرت مخدوم المشائخ نے اس ملک کا دورہ فرمایا۔ چنانچہ ۱۹۵۵ء میں میں پہلا دورہ فرمایا اور محسوس کیا کہ اس ملک میں دین کی خدمت کی سخت ضرورت ہے۔ اپنے فرزندان شیخ اعظم حضرت علامہ اظہار اشرف اشرفی جیلانی اور انوار المشائخ حضرت علامہ سید انوار اشرف اشرفی جیلانی علیہما الرحمہ کو اس ملک میں فروغ سنیت کی نصیحت فرمائی۔ حضرت انوار المشائخ سلیس اور بے ساختہ بنگلہ زبان میں خطاب کرنے پر قادر تھے۔ ان کا انتقال بھی بنگلہ دیش میں ہوا۔ حضرت مخدوم المشائخ علیہ الرحمہ پھر ۱۹۸۲ء اور ۱۹۹۱ء میں بنگلہ دیش کا دورہ فرمایا، آپ کے وصال پر ہندوستان سے زیادہ بنگلہ دیش کی الیکٹرانک میڈیا نے آپ کی سیرت کو کوریج دیا۔

دورۂ سری لنکا:

ہندوستانی سرحد سے متصل ہونے کی وجہ سے اہل سری لنکا بھی آپ کی زیارت کے خواہاں تھے۔ حضرت مخدوم المشائخ علیہ الرحمہ نے ۱۹۹۱ء میں اہل سری لنکا کی اس خواہش کو پورا فرمایا۔

مذکورہ ممالک کے علاوہ حضرت مخدوم المشائخ علیہ الرحمہ نے بھوٹان اور نیپال کا بھی دورہ فرمایا اور کثیر تعداد میں لوگوں نے اپنے دست حق پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔

علماء ومشائخ کی نیازمندیاں:

حضرت مخدوم المشائخ سرکار کلاں علیہ الرحمہ ہر خانقاہ کے سجادہ نشیں، ہر درسگاہ کے شیخ الحدیث، ہر دارالافتاء کے مفتی وفقیہ کے محبوب نظر رہے، سبھی آپ کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور آپ کی راہوں میں پلکیں بچھاتے نظر آتے تھے۔ ذیل میں چند مشہور علما ومشائخ کے بلند کلمات اوران کی نیازمندانہ عقیدت کی ایک جھلک پیش ہے۔

شیخ اعظم سید اظہار اشرف سجادہ نشیں خانقاہ سرکار کلاں کچھوچھہ شریف:

''اگر مخدوم المشائخ کی ذات کو ایک ''باپ'' کی حیثیت سے پیش کی جائے تو بھی اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ایک ''مثالی باپ'' تھے۔ ایک مثالی باپ بننا کوئی آسان بات نہیں، اگر باپ کے حقوق اولاد پر ہیں تو باپ پر بھی اولاد کے حقوق ہیں، جن کو پورا کر کے ہی ایک باپ مثالی باپ بن سکتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔حضرت مخدوم المشائخ نے باپ ہونے کی حیثیت سے اپنی زندگی میں اپنی اولاد کے سامنے کوئی ایسا کام نہیں کیا یا کوئی ایسی بات نہیں کہی جس سے اولاد کی تربیت پر برا اثر پڑے۔

حضرت مخدوم المشائخ میرے پیرو مرشد بھی تھے ایسے پیر کامل کہ ان سے مرید ہونے پر مجھے فخر ہے''۔ [شیخ اعظم سید اظہار اشرف، مضمون: میرے والد میرے مرشد حضرت سرکار کلاں، سرکار کلاں نمبر، ص: ۱۴، ۱۶، ملخصاً]

نبیرۂ اعلیٰ حضرت علامہ سبحان رضا خان [سبحانی میاں] سجادہ نشیں خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ بریلی شریف:

''سرکار کلاں اپنے معاصرین میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے، علما کی انجمن میں جاذب نظر اور مرکز نگاہ رہتے تھے، ہزاروں ہزار کے مجمع اہل سنت میں

قابل دید شیخ طریقت معلوم ہوتے تھے۔ نہایت وجیہ، چہرۂ انور بارعب، سراپا نورِ علم وعمل سے معمور، وجود نسبت سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی برکات لیے ہوئے، جس کے متعلق میرے جد کریم مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ القوی فرماتے ہیں:

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیراسب گھرانہ نورکا

مجھ فقیر رضوی کے والد ماجد حضور ریحان ملت سیدی علامہ شاہ الحاج مفتی ریحان رضان خان صاحب نور اللہ مرقدہ سرکار کلاں علیہ الرحمہ سے قلبی محبت فرماتے اور ان کے ادب واحترام میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑتے۔ میرے جد کریم حضور مفتی اعظم ہند علامہ شاہ الحاج مصطفی رضا خان صاحب رضی اللہ عنہ کا جب وصال مبارک ہوا تو میرے والد ماجد علیہ الرحمہ نے آپ ہی کو جنازہ کی امامت کے لیے منتخب فرمایا، اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی خواہش کے مطابق کہ میرے جنازہ کی نماز کوئی سید صاحب پڑھائیں، آپ ہی سے نماز جنازہ پڑھوائی''۔ [علامہ سبحان رضا خان، مضمون: سرکار کلاں اور ہمارا خانوادہ، سرکار کلاں نمبر، ص: ۳۱، ۳۲، ملخصاً]

حضرت علامہ مفتی محمود احمد قادری رفاقتی سجادہ نشیں خانقاہ اشرفیہ رفاقتیہ مظفر پور بہار:

''حضور سرکار کلاں مخدوم المشائخ بندوں کے درمیان خدائے پاک کی خاص نشانی ہیں۔ آپ کی بلند مقامی اعترات واقرار کی محتاج نہیں۔ ان کے علومرتبت کا اعتراف واقرار قلب کی تطہیر کرتا ہے۔ حضور مخدوم المشائخ کے فیوض وبرکات سے ایک جہاں فیض یاب ہے''۔ [حیات مخدوم الاولیا، ص: ۵۹۴، امین شریعت ٹرسٹ مظفر ہور بہار، ۲۰۰۱]

حضرت علامہ سید شاہ محمد اشتیاق عالم ضیاء شہبازی سجادہ نشیں خانقاہ شہبازیہ بھاگل پور، بہار:

''حضرت سرکار کلاں کا حسن سلوک اپنے دامن میں مروت کی وسیع

کائنات سمیٹے ہوئے تھے۔جس کے اندر آل واولاد، اعزہ واقربا، رفقا و احباب، علماوصوفیا، مریدین ومعتقدین، خدام وغلامان، آشناونا آشنا سب کے سب مجتمع نظر آتے تھے۔ ہرایک پر ان کی نگاہ عالی حسب مراتب بھرپور پڑتی تھی۔ ایسا کبھی دیکھنے میں نہ آیا کہ سلوک کے تقاضے برہنہ کھڑے ہوں۔اور ان کے حسن سلوک کا سائبان تنگ پڑ گیا ہو۔جن مدارس، مکاتب اور اداروں کی اعانت فرمائی تادم آخر فرمائی۔ حالات چاہے کتنے ہی غیر سنجیدہ کیوں نہ ہوگئے ہوں مگر آپ اپنی وضعداری سے کبھی باز نہ آئے۔ مسافر، حاجت مند، سوالی، غریب، مفلس، بھکاری سب کی جھولیاں بھرتے رہے''۔ [علامہ اشتیاق بھاگلپوری، مضموں: سرکار کلاں کی سدابہار شخصیت اخلاق وکردار کے آئینے میں، سرکار کلاں نمبر، ص:۳۷۔]

حضرت علامہ سید محمد اجمل حسین اشرفی جیلانی سجادہ نشیں خانقاہ اشرفیہ جہانگیریہ کچھوچھہ شریف:

''پورے عالم اسلام کو فیضان سرمدی سے آشنا کرنے والی یہ ذات اپنے اوصاف حمیدہ، زہد وتقوی، شرم وحیا، فقر واستغنا اور عبادت وریاضت شاقہ کی بنا پر مرجع خلائق بھی رہی اور مرجع خانوادہ بھی۔ خانوادۂ اشرفیہ کے بیشتر علماومشائخ اسی ذات بابرکت سے وابستہ، ماذون ومجاز ہوئے اور آج بھی ہیں۔بیشمار سلاسل روحانیہ سے بہرہ ور اس فرید عصر نے اپنے خانوادہ کو خوب خوب نوازا''۔ [علامہ سید اجمل حسین، مضمون: سرکار کلاں علیہ الرحمہ، سرکار کلاں نمبر، ص:۴۱]

حضرت علامہ عبدالحمید سالم قادری سجادہ نشیں آستانہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف:

''سرکار کلاں علیہ الرحمہ اپنے معاصرین مشائخ میں ایک ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ بڑے دادا کے سچے جانشیں اور بڑے خاندان میں فخر خاندان تھے۔اس فقیر پر حضرت علیہ الرحمہ بزرگانہ شفقت فرماتے اور

جب بھی سکھانوں آنا ہوتا مدرسہ قادریہ آکر دعاؤں سے نوازتے تھے''۔ [سرکار کلاں نمبر، باب تأثرات، ص:۲۴۳ر]

حضرت علامہ محمد حسنین نظامی سجادہ نشین خانقاہ عالیہ نیازیہ بریلی شریف:

''سرکار کلاں کے کلام وبیان میں بڑی تاثیر پائی جاتی تھی، آپ جتنے زبردست عالم شریعت تھے ویسے ہی عامل طریقت بھی تھے۔ بایں سبب مجھ کو بھی ان سے قلبی لگاؤ تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ان کے ایک خاص مرید سید مقبول حسین اشرفی مرحوم بریلی میں محلہ ذخیرہ میں رہتے تھے اور خانقاہ عالیہ نیازیہ میں روز کے حاضر باش تھے۔مقبول حسین اشرفی سرکار کلاں کی ہی ہدایت پر خانقاہ نیازیہ میں حاضری دیتے تھے''۔ [علامہ حسنین نظامی، مضمون: سرکار کلاں اور خانقاہ نیازیہ بریلی شریف کے روابط، سرکار کلاں نمبر، ص:۲۴۶]

نقیب رضویت مفتی شاہد علی رضوی رامپوری:

''حضرت سرکار کلاں کی ذات محتاج تعارف نہیں، اپنے زمانے کے نہ صرف ایک صوفیِ کامل مرشد اعظم تھے؛ بلکہ جید عالم دین اور فقیہ النفس مفتی بھی تھے۔ مدرسہ اور خانقاہ دونوں سے آپ کا گہرا تعلق تھا۔ یہی وجہ ہے کہ رموز اسرار شریعت کے ساتھ ساتھ طریقت ومعرفت کی صحیح ترجمانی آپ کی زبانی ہوا کرتی تھی۔حضور سرکار کلاں کے رامپور قیام کے دوران کی مجلس میں جانے کا اکثر اتفاق ہوا، شریعت وطریقت کے ایسے پیچیدہ پیچیدہ مسائل آپ کی زبان مبارک سے سنا کرتا تھا جو عام طور سے پیران عظام بیان نہیں کرتے۔ ایک بار میں نے سوال کیا: حضور! درس گاہ اور خانقاہ میں کیا رابطہ ہے؟ تو حضرت قبلہ گاہی نے ارشاد فرمایا: علم اور عشق دونوں میں پہلا حرف عین ہے۔عین عربی میں آنکھ کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حق دیکھنے کے لیے دو آنکھیں ہر انسان کو عطا کی ہیں۔ ایک علم کی آنکھ

ہے اور دوسری عشق کی آنکھ۔جس کی ایک آنکھ ہو اسے کانا کہتے ہیں۔کان فعل ناقص ہے جو بغیر اسم وخبر کے تام نہیں ہوتا۔
علم درس گاہ سے ملتا ہے اور عشق خانقاہ سے۔اس لیے دونوں کے درمیان رابطہ ضروری ہے۔پہلے کے لوگ دونوں سے مضبوط رابطہ رکھتے تھے اور کامیاب تھے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔آج یہ بٹوارا ہو گیا جو درس گاہ سے جڑے وہ خانقاہ سے دور نظر آتے ہیں۔آج بھی جو حضرات درس گاہ اور خانقاہ دونوں سے وابستہ ہیں، اخلاق کے ساتھ وہ کامیاب ہیں اور کامیاب رہیں گے''۔[سرکار کلاں نمبر، باب تأثرات، ص:۲۴۹]

حضرت علامہ سید محمد اسلم وامقی اشرفی نائب سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ وامقیہ بریلی شریف:

''۱۹۴۸ء میں سرکار کلاں شیخ المشائخ حضرت سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ بریلی شریف تشریف لائے اور سلسلے کی نسبت سے موصوف نے خانقاہ وامقیہ نشاطیہ میں قیام فرمایا۔اس تاریخ ساز موقع پر سینکڑوں لوگ آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے۔اسی موقع پر حضرت سید نشاط میاں [سجادہ نشیں خانقاہ وامقیہ] نے موصوف سے فرزند کی ولادت کے لیے دعا کی درخواست کی۔حضرت سرکار کلاں نے آپ کی اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ: آپ کے ایک پاک باز فرزند ارجمند ہوگا۔اور ساتھ اس فرزند کا نام سید محمد اشرف محمد میاں تجویز فرمایا۔اس طرح حضرت سرکار کلاں کی زندہ جاوید کرامت اور دعاؤں کے سبب ۱۹۵۰ء میں سید محمد اشرف محمد میاں کی ولادت ہوئی اور خانوادہ کے عظیم المرتبت بزرگ حضرت سید محمد مجتبیٰ اشرف اشرفی جیلانی نے رسم بسم اللہ خوانی ادا کروائی۔
ایک مرتبہ بدایوں سے سلیمان بھائی برادر اکبر پر فالج کا حملہ، ملازمت سے پریشان اور مقدمہ سے دوچار، سرکار کلاں کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔موصوف نے صاحب سجادہ حضرت سید محمد میاں اشرفی وامقی نشاطی سے کہا کہ ان کو ایک تعویذ بنا کر دے دیں۔ان کی تینوں مشکلات حل

ہو جائیں گی۔حکم کے مطابق صاحب سجادہ نے تعویذ عطا کیا اور سرکار کلاں نے دعا فرمائی۔چند ایام کے بعد سلیمان بھائی خانقاہ وامقیہ میں حاضر ہوئے اور بیان کیا کہ سرکار کلاں کی دعاؤں سے میری تینوں پریشانیاں ختم ہو گئیں۔'' [علامہ سید محمد اسلم وامقی، مضمون اشرفی فیضان بریلی، سرکار کلاں نمبر، ص:۲۴۷،۲۴۸]
علماء ومشائخ کے مذکورہ بیانات سے اہل عقل ودانش حضرت مخدوم المشائخ علیہ الرحمہ کی سیرت وکردار، اخلاق واطوار، عبادت وریاضت اور کشف وکرامت کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔لہذا ہمیں ان عنوانات پر مزید روشنی ڈالنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔جن حضرات کو تفصیل مطلوب ہو وہ حضرات مخدوم المشائخ علیہ الرحمہ کی سیرت وسوانح پر لکھی گئی کتابوں کا مطالعہ فرمائیں، انشاء اللہ تعالیٰ سکون قلب اور تسکین روح حاصل ہوگی۔
ذیل میں ہم چند سطور کا اضافہ صرف اس بات کا اندازہ لگانے کے لیے کر رہے ہیں کہ حضرت شیخ المشائخ علیہ الرحمہ کے سامنے علم وعمل کے تاجدار حضرت کس انداز سے زانوے ادب تہ کرتے تھے۔اور آپ کے مراتب علیا کا کتنا خیال فرماتے تھے۔
عمدۃ المحققین حضرت علامہ مفتی حبیب اللہ صاحب نعیمی علیہ الرحمہ [۱۹۱۷ء-۱۹۷۵ء] کی ذات سے کون ناواقف ہوگا۔آپ نے ہزاروں کی تعداد میں شاگرد پیدا کیے۔سینکڑوں کی تعداد میں جلیل القدر علمائے فقہ وحدیث آپ کی درس گاہ کے خوشہ چیں رہے۔اکابرین ہند کی ایک بڑی جماعت نے آپ سے اکتساب کیا۔ایسی علمی شخصیت جب حضرت مخدوم المشائخ سرکار کلاں علیہ الرحمہ کے روبرو ہوتی تو کیسا منظر ہوتا، خود ان کے صاحب زادے حضرت علامہ محمد شاہد رضا نعیمی کی زبانی سنیے:

''جب کچھوچھہ شریف حاضر ہوتے تو عجیب کیفیت ہوتی۔ایسا لگتا کہ جامعہ نعیمیہ کے دار الحدیث کا امیر، بارگاہ اشرف کا فقیر بن کر محو استغراق ہے۔اپنے پیر ومرشد کے حضور میں ہمیشہ ان کو دو زانو باادب بیٹھتے ہوئے دیکھا۔اگرچہ آپ کی آواز بلند تھی، جامعہ میں گرج دار آواز لگاتے تو کونے کونے میں آواز پہنچ جاتی۔لیکن حضرت مخدوم المشائخ علیہ الرحمہ کی مجلس

میں ہمیشہ پست آواز رہتی۔ بلکہ زیادہ تر خاموشی طاری ہوتی، نگاہوں کو جھکا کر بیٹھتے۔ جامعہ نعیمیہ میں اپنے پیرومرشد کے قیام کے دوران، تعلیم وتدریس کے علاوہ، دیگر تمام مصروفیات کو ترک کر دیتے۔ ان کے ساتھ شہر میں ہر جگہ جاتے۔ قرب وجوار کے پروگرام میں بھی ایک خادم کی حیثیت سے ہمراہ ہوتے۔ جب سرکارکلاں علیہ الرحمہ مرادآباد سے بذریعہ ٹرین کسی اور جگہ کے لیے روانہ ہوتے، تو رخصت کرنے کے لیے ریلوے اسٹیشن پر حاضر ہوتے۔ دست بوسی وقدم بوسی کرتے۔ [حبیب الفتاوی، مقدمہ، ص: ۱۳۰، ناشر: السید محمد اشرف دار التحقیق والتصنیف، کچھوچھہ شریف ۲۰۱۳ء]

مخدوم المشائخ حضرت محدث اعظم کی نظر میں:

مخدوم الملت، محدث اعظم ہند حضرت علامہ مفتی الشاہ سید محمد اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ کی ذات ستودہ صفات سے اہل سنت کا بچہ بچہ واقف ہے۔ آپ جس کے حق میں جو بات کہہ دیتے وہ سند کی حیثیت اختیار کر لیتی۔ ایسی عظیم المرتبت ذات گرامی نے مخدوم المشائخ سرکارکلاں علیہ الرحمہ کی کس انداز میں مدح سرائی کی ہے، سنئے اور سر دھنتے رہیے۔ ہم اس مدح سرائی کی منظر کشی ڈاکٹر صابر سنبھلی مرادآبادی صاحب کے لفظوں میں پیش کر رہے ہیں:

"حضرت مخدوم المشائخ کوئی ماضی کی شخصیت نہیں تھے، حضرت [محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ] کے ہم عصر تھے۔ ہم عصر ہونے کے ساتھ ساتھ برادرِ نسبتی تھے۔ عموماً بہنوئیوں کی نظر میں برادرانِ زوجہ عزیز تو ہوتے ہیں مگر محترم کم ہوتے ہیں۔ حضرت شیخ المشائخ حضرت محدث اعظم ہند کی نظر میں محترم و معظم بھی تھے۔ ایک قطعہ ملاحظہ فرمائیے:

بنازم گرتو بر فرقم نشینی
کہ بہر اشرفیاں نازنینی
جناب سید مختار اشرف
بنازد برتو سجادہ نشینی

کسی ذات پر کسی شاعر کا ناز کرنا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ مگر جب شاعر صرف شاعر نہ ہو بلکہ محدث اعظم بھی ہو تو اس کا ناز کرنا اہمیت رکھتا ہے۔ خصوصاً جبکہ وہ شخصیات ورجال کی شناخت میں بھی ید طولی رکھتا ہے۔ اور یہ بھی ملاحظہ فرمائیے کہ: ناز کس بات پر ہے؟ اس بات پر نہیں کہ ممدوح سے شاعر کی قرابت داری ہے، اس بات پر نہیں کہ ممدوح شاعر کا ہم عصر ہے یا ہم وطن ہے۔ اس بات پر بھی نہیں کہ لوگ دونوں کے تعلق خاطر سے واقف ہیں۔ بلکہ ناز ہے تو اس بات پر کہ ممدوح، شاعر کے سر کو اپنی نشست گاہ بنائے اور سر پر قدم رکھے۔

چوتھا مصرع قطعۂ ہذا کی روح ہے، پہلے مصرع میں تو شاعر خود ہی نازاں تھا اور اس بات پر نازاں تھا کہ ممدوح کے قدم اس کے سر کا تاج ہوں۔ مگر چوتھے مصرع میں جو تأثرات بیان کیے ہیں وہ ممدوح کا مرتبہ بہت بلند کر رہے ہیں، حضرت شیخ المشائخ پر سجادہ نشینی ناز کرتی ہے۔ سبحان اللہ"۔

[ڈاکٹر صابر سنبھلی، مضمون: حضرت شیخ المشائخ اور محدث اعظم ہند علیہما الرحمہ، سرکارکلاں نمبر، ص: ۱۱۰]

بارگاہ مخدوم المشائخ میں حضرت شیخ الاسلام کا خراج عقیدت:

محقق عصر، شیخ الاسلام حضرت علامہ سید شاہ محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی، آبروئے خانوادۂ اشرفیہ ہیں، مفسر قرآن ہیں، پرتوے محدث اعظم ہند ہیں، جانشین مخدوم الملت ہیں۔ اپنے تو اپنے غیر بھی آپ کا نام ادب سے لیتے ہیں۔ نہایت علمی اور محتاط شخصیت کا نام مدنی میاں ہے۔ عرس چہلم کے موقع پر انھوں نے ایک جامع تقریر بطور خراج عقیدت بارگاہ مخدوم المشائخ میں نذر کی تھی یہاں اسی تقریر دل پذیر کے چند اقتباسات پیش کرنے کی سعادت ہم حاصل کر رہے ہیں۔ حضرت مخدوم المشائخ علیہ الرحمہ کی ولایت کے سلسلے میں حضرت شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

"فضل کا معاملہ ہی کچھ اور ہے۔ اگر کسی کو ولایت کا مقام محنت سے حاصل ہو تو خطرہ رہتا ہے، کہیں محنت کم ہوئی تو معاملہ غائب نہ ہو جائے اور جس کو رب تبارک وتعالی اپنے فضل سے دے دے، اس کی ولایت پر آنچ نہیں

آتی۔تو ہم جس کی یاد میں بیٹھے ہیں، اس نے ولایت کا درجہ اپنی محنت سے حاصل نہیں کیا؛ کیوں کہ حضرت اشرفی میاں نے ان کے بچپنے ہی میں کہا تھا کہ میرا یہ پوتا ولی ہے، تو خدا نے ولی بنا کر ہی پیدا کیا اور ولی کی آغوش میں تربیت کے لیے دے دیا‘‘[شیخ الاسلام کا خراج عقیدت بارگاہ سرکارکلاں میں، ص:۲۲/ناشر جمعیۃ الاشرف اسٹوڈینٹس مومنٹ جامع اشرف کچھوچھہ شریف]

پھر مذہبی شخصیات اور مذہبی کتابوں کی روشنی میں ولی کی متعدد تعریفیں بیان فرمانے کے بعد، حضرت شیخ الاسلام یوں گویا ہوتے ہیں:

’’حضرت مخدوم المشائخ نے جو وصیت نامہ دیا ہے اس وصیت نامہ کو سن کے پتہ چلا کہ سب سے بڑے نفس کے دشمن یہی تھے، جس کی زندگی تقویٰ وطہارت میں گزری ہو۔ میں آپ کو بتاؤں کہ غیر کو تو سبھی مانتے ہیں۔ اپنا شہر چھوڑ کر ہم سب سے بڑے متقی بھی بن سکتے ہیں، ہم عالم کا ڈھونگ بھی رچا سکتے ہیں۔ نہ جانے کیا کیا القاب ہم خود ہی ایجاد کر کے پھیلا سکتے ہیں۔ کچھ بھی کر سکتے ہیں، گھر والوں کو نہیں منوا سکتے۔ گھر والا ہمارا بچپنا بھی دیکھتا ہے، ہماری جوانی بھی دیکھ چکا ہے، ہمارے صبح وشام کو دیکھ چکا ہے۔ گھر والے کو جھکانا ہماری بس کی بات نہیں ہے۔ اسی لیے نبی کریم کی سچائی کی سب بڑی دلیل یہ ہے کہ سب سے پہلے ایمان لانے والی ان کی بیوی، سب سے پہلے ایمان لانے والا ان کا بھائی، سب سے پہلے ایمان لانے والا ان کا ساتھی ہے۔ جو قریب تھا لپک گیا۔ تو حضرت مخدوم المشائخ کی سب بڑی دلیل یہ ہے کہ ان کے خاندان کا بڑا، بوڑھا مرید ان ہی کا ہے، کہیں نہیں گیا۔ اپنے گھر میں ہیرا ہو تو دوسری جگہ جانے کی ضرورت ہی کیا؟ بچہ بھی جھک رہا ہے، بیوی بھی جھک رہی ہے‘‘۔

زندگی بھر تقوی وطہارت کی زندگی گزارنے والا جب جاتا ہے تو کہتا ہے: میں سب سے زیادہ گناہ گار ہوں میں سب زیادہ سیاہ کار ہوں۔ اپنے

معتقدین سے وہ مغفرت چاہتا ہے، دعائے مغفرت کرو تم۔ اپنے خاندان والوں سے وہ معافی مانگتا ہے۔ آپ خیال کرو! سوچو! کتنے بڑے نفس کے دشمن تھے کہ نفس کا مکر یہاں نہیں چلا، بڑائی کا سودا نہیں پیدا ہوا، مقام کی عظمتوں سے دھوکا نہیں کھایا، ذرا سا آپ دیکھیں یہ کتنی بڑی عظمت کی بات ہے کہ نفس کا دھوکا نہیں ہوا، تو ولی وہی ہے‘‘[مرجع سابق ص:۲۷، ۲۹ملخصاً]

حضرت شیخ الاسلام بارگاہ مخدوم المشائخ میں:

حضرت شیخ الاسلام مدظلہ العالی، حضرت مخدوم المشائخ علیہ الرحمہ کے مرید ہیں۔ اپنے مرید ہونے کا واقعہ خود ان ہی کے الفاظ میں پیش ہے:

’’میں اپنا واقعہ بتاؤں کہ والد بزرگوار کی بارگاہ میں، میں مرید ہونے کے خیال سے طالب علمی کے دور میں گیا تھا۔ حضرت نے پہلے اپنے انداز میں اس طرح کہا کہ: میری سنت پر عمل کرنا چاہتے ہو تو میں اپنے ماموں سے مرید ہوا، تم اپنے ماموں سے ہو جاؤ۔ یہ بات میں نے سنی، پھر آئی گئی، اور پھر اس کے بعد دوران تعلیم میں میرے دل میں والد بزرگوار ہی سے تھا کہ میں انھیں سے بیعت ہوں۔ جو بات میرے دل کی ہے وہ میں عرض کر رہا ہوں، مگر حضرت نے یہ کہا۔ اس کے بعد پھر کیا ہوا کہ میں نے مبارک پور میں خواب دیکھا کہ میں حضرت کی پرانی قیام گاہ پر، وہاں جہاں پر حضرت بیٹھتے تھے، اور آ کر کے میں بیٹھا، دو بزرگوار بیٹھے تھے، میں پوچھا حضرت سے: محبت عقیدت تو تھی ہی، لیکن یہ اور بات تھی کہ میں چاہتا تھا کہ والد بزرگوار سے مرید ہو جاؤں، تو معلوم ہوا کہ حضرت سرکار کلاں ابھی آنے والے ہیں۔ آپ آئے اور آنے کے بعد بیٹھ گئے۔ ہاتھ پکڑا اور رات ہی کو مرید کر لیا۔ اس خواب کا بیان میں نے حضرت ماموں جان صاحب قبلہ سے بھی مبارک پور میں کیا تھا، پتہ نہیں آپ کو یاد ہے یا نہیں، تو آپ نے بھی کہا تھا کہ لگتا ہے کہ تمہارا حصہ وہیں ہے۔ مگر پھر جب میں دوبارہ یہاں آیا، اپنے والد بزرگوار سے میں نے کہا

والدہ کے ذریعہ، ہمت تو تھی نہیں بات کرنے کی، تو اس وقت حضرت نے پرجلال انداز میں فرمایا: تمہیں تو انھیں سے ہونا ہے۔ اس کے بعد بات ختم ہوگئی۔ اس درمیان حضرت کا وصال ہی ہوگیا اور جو بات حضرت نے فرمائی تھی وہ عالم وجود میں آئی، حضرت کو اسی گھر میں بلایا گیا، چھوٹے، بڑے، بچے اس وقت موجود تھے، چادر حضرت نے پھیلا دیا، اور سبھوں نے پکڑلیا، اور میں نے بھی چادر پکڑلی تو حضرت نے کھینچ کر میرا ہاتھ پکڑلیا، تو میں نے سمجھ لیا کہ یہ خواب کی تعبیر ہو رہی ہے۔ تو پھر جب میں نے حضرت سے یہ خواب بیان کیا، تو حضرت مسکرائے بہت، تو آپ کیا سمجھے؟ والد بزرگوار نے جو راستہ مجھے دکھایا وہ کچھ سمجھ کر دکھایا، اس کے آگے بھیجا جس کا بچپن بھی دیکھا، جس کی جوانی بھی دیکھی، وہ اپنے بیٹے کو گمراہ نہیں کر سکتے تھے، اپنے بیٹے کو غلط راستہ پر نہیں لگا سکتے تھے، انھوں نے ادھر کر دیا جو ان کے نزدیک افضل تھا۔ [نفس مرجع، ص: ۲۷،۲۸،۲۹]

حضرت محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ اور حضرت شیخ الاسلام مدظلہ العالی کے نزدیک، حضرت مخدوم المشائخ علیہ الرحمہ کا مقام بہت بلند و بالا ہے۔ تو ایسی ذات کے سلسلے میں کسی اور کی گواہی و شہادت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

مریدین وخلفائے کرام:

مخدوم المشائخ کے مریدین وخلفاء کا کوئی باضابطہ رجسٹر نہیں ہے۔ ہند و بیرون ہند کثیر تعداد میں مریدین ہیں۔ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے بعد خانوادۂ اشرفیہ کے پیران عظام و مشائخ کرام میں سب سے زیادہ مریدین مخدوم المشائخ ہی کے ہیں۔ اسی طرح آپ کے خلفا بھی کثیر ہیں۔ ایک محتاط اندازہ کے مطابق آپ کے خلفا دو سو کے قریب ہیں۔ جن میں اکثر نابغۂ روزگار ہیں، علم و فضل کے تاجدار ہیں، اسلام وسنیت کے روشن مینار ہیں، قابل صد رشک وافتخار ہیں۔

خانوادۂ اشرفیہ کے تقریبا سارے مشائخ، حضرت شیخ المشائخ سرکار کلاں علیہ الرحمہ کے مرید یا ماذون ہیں، ان حضرات کے اسمائے گرامی یہاں درج کرنا مقصود نہیں ہے۔ یہاں مشائخِ

خانوادۂ اشرفیہ کے علاوہ صرف ایسے اہل علم ودانش، صاحبان خانقاہ ومدرسہ، علمائے کرام اور مفتیان عظام خلفاء میں سے بعض کا ذکر مقصود ہے۔ دین وسنیت میں کسی نہ کسی طرح سے جن کی خدمات قابل تقلید ہیں۔ فہرست میں ان نفوس قدسیہ کے مراتب ودرجات کا لحاظ نہیں کیا گیا ہے؛ بلکہ ان عظیم ہستیوں کے ناموں کے ذکر سے مقصود، صرف مقالہ کا وقار ہے۔ چند چند خلفائے اجلہ نام یہ ہیں:

[۱] حضرت علامہ مفتی حبیب اللہ اشرفی نعیمی، سابق صدر مفتی جامعہ نعیمیہ مرادآباد۔ [۲] حضرت علامہ مفتی ایوب، صدر مفتی جامعہ نعیمیہ مرادآباد۔ [۳] حضرت علامہ مفتی طریق اللہ اشرفی، شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ مرادآباد۔ [۴] حضرت علامہ مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی، سابق شیخ الحدیث منظر اسلام بریلی شریف۔ [۵] حضرت علامہ مفتی عبدالجلیل اشرفی، سابق صدر مفتی جامع اشرف کچھوچھہ شریف۔ [۶] حضرت علامہ مفتی رضاء الحق اشرفی، اشرفی محقق علوم، السید محمود اشرف دار التحقیق جامع اشرف کچھوچھہ شریف۔ [۷] حضرت علامہ پروفیسر محمد ہاشم اشرفی، شیخ المعقولات جامعہ نعیمیہ مرادآباد۔ [۸] حضرت علامہ محمد یامین اشرفی، مہتمم جامعہ نعیمیہ مرادآباد۔ [۹] حضرت علامہ مفتی قمر الدین اشرفی، موریشس۔ [۱۰] حضرت علامہ اسرار الحق اشرفی، ہالینڈ۔ [۱۱] حضرت علامہ مفتی نصیر الدین اشرفی، ناصرملت۔ [۱۲] حضرت علامہ مفتی گل رحمان، یو۔کے [۱۳] حضرت علامہ ابراہیم اشرفی ممبئی۔ [۱۴] حضرت علامہ عبدالقادر اشرفی ممبئی۔ [۱۵] حضرت علامہ محمد اقبال اشرفی، دبئی۔ [۱۶] حضرت علامہ محمد رفیق عالم اشرفی۔ [۱۷] حضرت علامہ محمد عزیز الرحمان اشرفی، برہان پور۔ [۱۸] حضرت علامہ طبیب الدین اشرفی، بھاگل پور۔ [۱۹] حضرت علامہ فیض الرحمان اشرفی، ماچھی پور، بھاگل پور۔ [۲۰] حضرت علامہ ممتاز عالم صاحب اشرفی۔ [۲۱] حضرت علامہ خلیل اطہر اشرفی، رامپور۔ [۲۲] حضرت علامہ مفتی قاسم اشرفی، کٹیہار۔ [۲۳] حضرت علامہ محمد حسن حقانی اشرفی۔ [۲۴] حضرت علامہ سید آل حسن اشرفی۔ [۲۵] حضرت علامہ ہاشم رضا اشرفی، کان پور۔ [۲۶] حضرت علامہ محمد شاہدین اشرفی۔ [۲۷] حضرت علامہ مفتی شبیر احمد دہلوی ثم کراچوی، مرید محدث اعظم ہند۔ [۲۸] حضرت علامہ امین الحسنات سید خلیل احمد اشرفی، پاکستان۔ [۲۹] حضرت علامہ صاحب زادہ سید مسعود احمد رضوی اشرفی، پاکستان۔ [۳۰] حضرت علامہ مفتی محب اللہ نوری اشرفی، پاکستان۔ [۳۱] حضرت علامہ مفتی سید سعادت علی قادری اشرفی، پاکستان۔ [۳۲] حضرت علامہ سید شاہ محمود احمد رضوی اشرفی

محدث لاہوری، پاکستان۔[۳۳] حضرت علامہ عبد الستار اشرفی [مدینہ منورہ]۔[۳۴] حضرت علامہ قاری احمد جمال اشرفی، شیخ التجوید جامعہ امجدیہ گھوسی۔

اب ہم اپنے مقالے کا اختتام حضرت مفتی محمود احمد قادری اشرفی رفاقتی کے ان کلمات سے کرتے ہیں کہ:

''آپ [مظہر غوث سمناں، امام اہل سنت، آفتاب اشرفیت، مخدوم المشائخ، سرکار کلاں الحاج الشاہ حضرت علامہ مفتی سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ] کی بلند مقامی اعتراف واقرار کی محتاج نہیں۔ان کے علومرتبت کا اعتراف واقرار قلب کی تطہیر کرتا ہے۔"

انتقال پرملال:

سرکار کلاں الحاج الشاہ حضرت علامہ مفتی سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ کا انتقال 9 رجب 1417ھ/1 نومبر 1996ء کو ہوا۔نماز جنازہ مخدوم العلماء شیخ الاعظم حضرت علامہ مولانا سید اظہار اشرف اشرفی الجیلانی نے پڑھائی۔حضرت علامہ مولانا مفتی محمد محمود احمد اشرفی رفاقتی نے ''سیدی مختار اشرف'' سے تاریخ وصال اخذ کیا۔



محقق مسائل جدیدہ محمد نظام الدین رضوی مصباحی
صدر شعبۂ افتا وصدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

(مفتی صاحب کا یہ مقالہ ''حضرت شیخ الاسلام: حیات وخدمات سیمینار'' منعقدہ مدنی فاؤنڈیشن ہبلی میں پڑھا گیا نیز ماہنامہ جام نور نے شمارہ ستمبر 2015 کو شائع کیا۔افادۂ عامہ کے لیے پیش ہے)

حضرت شیخ الاسلام ایک تاثر

نائب سیدِ ابرار ہیں شیخ الاسلام
صالح و صاحبِ کردار ہیں شیخ الاسلام
رب نے بخشا ہے انھیں علمِ کتاب و سنت
فقہ میں واقفِ اسرار ہیں شیخ الاسلام
نئے درپیش مسائل میں کی بحث و تحقیق
واقفِ عرف و ادوار ہیں شیخ الاسلام
زہد و تقویٰ و قناعت و تفقہ کے سبب
شامل زمرۂ اخیار ہیں شیخ الاسلام

شیخ الاسلام حضرت علامہ ومولانا الحاج سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی ہندوستان کی عظیم خانقاہ ''خانقاہ عالیہ اشرفیہ'' کے گل سرسبد اور محدث اعظم ہند سید محمد میاں اشرفی جیلانی رحمہ اللہ کے فرزند ارجمند ہیں۔آپ ملک کی عظیم علمی دانش گاہ ازہر ہند دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم کے تربیت یافتہ اور بافیض عالم دین ہیں۔اس وقت آپ کا شمار صفِ اول کے اکابر علما میں ہوتا ہے۔آپ بیک وقت مفسر، محقق، مفتی، شاعر، بلند پایہ خطیب، مصنف اور صاحب طرز انشا پرداز ہیں۔طہارت و پاکیزگی، تقوی و پرہیزگاری، شرافت وسادگی، بے تکلفی آپ کے اوصاف ہیں۔میں آپ کے اوصاف وخصائل، قابلیت ولیاقت اور دینی خدمات وکارناموں سے متاثر ہوں۔

ایک مفسر کی حیثیت سے میدان تفسیر میں قدم رکھا تو ''تفسیر اشرفی'' کی مکمل چھ جلدیں منصۂ شہود پر آگئیں۔تفسیر اشرفی تفاسیر کی معتمد کتابوں سے ماخوذ ایک مختصر وجامع تفسیر ہے۔اس

میں قرآنی احکام ومسائل کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ بہترین انداز میں سپردِ قلم کیا گیا ہے۔ یہ تفسیر عام اردو داں طبقہ اور مصروف ترین لوگوں کے لیے بہت مفید ہے کہ مختصر وقت میں وہ قرآن حکیم کے معانی ومفاہیم سے آگاہ ہوں گے اور اس سے ان کے اندر قرآن فہمی کا شعور بیدار ہوگا۔

علم وتحقیق میں آپ اپنے اَقران میں نمایاں اور منفرد نظر آتے ہیں۔ تحقیق کے آئینے میں آپ مسائل کو منقح کرتے ہیں۔ آپ کے علمی وتحقیقی مقالات اس پر شاہد ہیں اور آپ کی تحقیقی کتابوں کا آئینۂ جمال اس حقیقت کی عکاسی کرتا ہے۔

فقہ اور فتوی نویسی بھی آپ کا مخصوص فن ہے۔ آپ کے فتاوی سے آپ کی فقہی بصیرت اجاگر ہوکر سامنے آتی ہے۔ آپ کو فقہی ممارست اور فقہی ژرف نگاہی حاصل ہے اور یہ سب رب قدیر کا فضل واحسان ہے۔ صادق ومصدوق رسول گرامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''من یرد اللہ بہ خیراً یفقھہ في الدین'' اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کا فقیہ بناتا ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب الایمان) فقہ کا علم کسبی سے زیادہ وہبی ہے۔ بندہ اتباع سنت اور اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ جب جد وجہد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے فقہ کی نعمت سے سرفراز کرتا ہے۔

ایک مفتی کو جن اوصاف کا حامل ہونا ضروری ہے، مثلاً:

1) مذہب کے متون، شروح وفتاوی پر اس کی گہری نظر ہو، ساتھ ہی استحضار ہو۔
2) عرفِ ناس وحالات زمانہ سے باخبر ہو۔
3) سوال فہم ہو، سائل کے خلجان اور اس کی الجھن کو سمجھ سکے۔
4) جواب تحقیق کے ساتھ لکھے اور مذہب کے جزئیات مفتیٰ بہا سے استناد کرے۔
5) جواب، مسئلہ کے تمام ضروری گوشوں کو محیط ہو۔

ان اوصاف کے حضرت شیخ الاسلام جامع نظر آتے ہیں۔ کتابت نسواں اور عصری تقاضے، ویڈیو ٹی وی کا شرعی استعمال، جدید ذرائع ابلاغ سے چاند کا ثبوت اور نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال وغیرہ جدید مسائل پر قلم اٹھایا تو دلائل کی روشنی میں سیر حاصل بحث فرمائی۔ ایک جانب آپ کے قلم زرنگار سے نکلے ہوئے یہ فتاوے آپ کی فقہی بصیرت کی شہادت دے رہے ہیں تو دوسری جانب آپ کے محققانہ مزاج سے روشناس کرا رہے ہیں۔

شیخ الاسلام کے وعظ وخطاب کا ایک زریں دور تھا، میدان خطابت کے شہ سوار کے طور پر

جانے جاتے تھے ''خطیب ایشا ویورپ'' کے لقب سے ملقب کیے جاتے تھے، صحیح معنوں میں آپ اس لقب کے بجا طور پر مستحق تھے۔ آپ کے خطاب علمی وفنی محاسن پر مشتمل ہوتے تھے۔ تقریر کی اثر انگیزی کا یہ عالم تھا کہ سامعین پر عجیب رقت اور وجدانی کیفیت طاری ہوجاتی تھی۔ آپ کے سنجیدہ، مدلّل اور اثر انگیز خطابات سے دین وسنیت کا عظیم کام ہوا۔ اور یہ تقریریں اسلامی تعلیمات کی نشر واشاعت میں معاون ثابت ہوئیں۔ ''خطبات برطانیہ'' کے نام سے آپ کے خطبات کا ایک مجموعہ بھی شائع ہو چکا ہے جو ان امور کا شاہد ہے۔

جب آپ اپنے اشہب قلم کو تیز گام کرتے ہیں تو مقالات ومضامین اور تصنیفات و تالیفات شائع ہوکر داد وتحسین وصول کرتی ہیں۔ آپ کی تحریریں ایک صاحب طرز ادیب وانشا پرداز ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ آپ کی تحریروں میں مضامین کی عمدگی، زبان وبیان کی دل کشی کے ساتھ ادب عالیہ کے بہترین نمونے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہاں آپ کی تصنیفات وتالیفات کی ایک فہرست پیش کردیں تا کہ آپ کی قلمی خدمات کی ایک جھلک قلب و ذہن میں منقش ہوجائے۔ آپ کی کتابوں کے نام اس طرح ہیں:

(۱) سید التفاسیر معروف بہ تفسیر اشرفی (چھ جلدیں) (۲) امام احمد رضا اور اردو تراجم کا تقابلی مطالعہ (۳) تعلیم دین وتصدیق جبرئیل امین (حدیث جبرئیل کی فاضلانہ تشریح) (۴) انما الاعمال بالنیات (۵) الاربعین الاشرفی (۶) محبت رسول روح ایمان (۷) دین اور اقامت دین (۸) مقالات شیخ الاسلام (۹) خطبات برطانیہ (۱۰) اسلام کا تصورِ الٰہ اور مودودی صاحب (۱۱) اسلام کا نظریۂ عبادت اور مودودی صاحب (۱۲) ویڈیو ٹی وی کا شرعی استعمال (۱۳) فریضۂ دعوت وتبلیغ (۱۴) مسلم پرسنل لا یا اسلامک لا (۱۵) نظریۂ ختم نبوت اور تحذیر الناس (۱۶) دین کامل (۱۷) کتابتِ نسواں اور عصری تقاضے (۱۸) تجلیات سخن (حمد ونعت کا مجموعہ)

یہ تمام کتابیں آپ کی جلالت علمی سے روشناس کرانے کے لیے کافی ہیں۔ آپ کے علمی استعداد کا غلغلہ پورے ہندوستان میں جب پھیلا تو آپ کی شخصیت سے مجھے غائبانہ تعارف حاصل ہوا۔ اس وقت افق ہند پر آپ کے علمی رعب ودبدبہ کا بول بالا اور شہرہ ہو چکا تھا۔ لیکن آپ سے کوئی قریبی تعارف نہیں تھا۔ ''کل ہند شرعی بورڈ'' اور راقم السطور کی کتاب ''لاؤڈ اسپیکر کا شرعی حکم'' قریبی تعارف کا سبب بنے۔

آپ نے مذکورہ بورڈ اور کتاب کے لیے اپنی تحقیقات کا جو تعاون دیا اسے میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ ہم ذیل کے سطور میں آپ کی ان تحقیقات کو پیش کرتے ہیں تا کہ آپ کو حضرت شیخ الاسلام کی فقہی بصیرت کا اندازہ ہو سکے۔

۳؍ذی قعدہ ۱۴۰۵ھ مطابق ۲۲؍جولائی ۱۹۸۵ء کو جدید مسائل کے حل کے لیے ''کل ہند شرعی بورڈ'' کا قیام عمل میں آیا، جو تیس ارکان پر مشتمل تھا۔ ارکان میں شیخ الاسلام علامہ سید شاہ محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی کا نامِ نامی اسم گرامی بھی شامل تھا۔ بحث کے لیے دو موضوعات منتخب ہوئے تھے۔ رویت ہلال اور لاؤڈ اسپیکر پر نماز۔ نو سوالات پر مشتمل سوال نامہ رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مرتب فرمایا تھا، جسے آپ نے علمائے کرام و مفتیان عظام کی خدمات میں ارسال کیا۔ کل پندرہ مقالات فتاوی بورڈ کو موصول ہوئے اور بحث و تمحیص کے لیے مختلف اوقات میں چار نشستیں ہوئیں۔ بلفظ دیگر چار فقہی سیمینار ہوئے۔

پہلی نشست: ۱۵؍صفر ۱۴۰۶ھ مطابق ۳۰؍اکتوبر ۱۹۸۵ء بمقام جامعہ حمیدیہ، بنارس۔

دوسری نشست: ۳؍ ۴؍ ذوقعدہ ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۱؍ ۱۲؍ جولائی ۱۹۸۶ء بمقام جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

تیسری نشست: ۲۶؍ ۲۷؍ ۲۸؍ ۲۹؍ جمادی الاولی ۱۴۰۷ھ مطابق ۲۷؍ ۲۸؍ ۲۹؍ ۳۰؍جنوری ۱۹۸۷ء۔ بمقام جامعہ اشرفیہ مبارک پور

چوتھی نشست: اوائل ذوقعدہ ۱۴۰۷ھ بمقام جامعہ اشرفیہ، مبارک پور۔

شرعی بورڈ کے اجلاس میں شیخ الاسلام اپنے دینی و تبلیغی دوروں کے سبب شرکت تو نہیں فرما سکے لیکن تحریری شکل میں اپنا علمی و تحقیقی تعاون دیا۔ شرعی بورڈ کے لیے حضرت علامہ ارشد القادری کے نو سوالات پر مشتمل سوال نامے کا آپ نے جو تحقیقی جواب تحریر فرمایا وہ آپ کے فقہی کمال و بصیرت کا منہ بولتا نمونہ ہے۔ ہم یہاں سوال نامہ اور ''فتوی بشکل مکتوب'' مِن وعَن پیش کرتے ہیں۔

سوال نامہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں:

۱) چاند کی شہادت گزر جانے کے بعد فیصلے کے اعلان و خبر کے لیے شامی

ج ۲ ص ۱۰۶ کے ذکر کردہ جزئیہ ''روشنی اور گولے کی آواز'' پر قیاس کرتے ہوئے موجودہ ذرائع ابلاغ میں سے ریڈیو اور ٹیلیفون کو خبر رسانی کے لیے کسی شرط کے ساتھ استعمال کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

۲) غیر مسلم اناؤنسر کے بجائے ٹیپ کے ذریعہ مسلمانوں کا مقرر کردہ قاضی یا اس کے نائب کے فیصلے کا اعلان اگر خود اس کی آواز میں نشر کرایا جائے اور اس بات کی نگرانی کے لیے کہ وہی ٹیپ ریڈیو اسٹیشن سے نشر کیا جا رہا ہے، قاضی یا نائب قاضی کے دو معتمد اشخاص بھی اسٹیشن پر موجود رہیں تو اس قید کے ساتھ وہ اعلان اُتنے خطے کے لیے قابل عمل ہوگا یا نہیں جتنے خطے کے لیے مسلمانوں نے اُسے قاضی مقرر کیا ہے؟

۳) کسی ایک شخص کو پورے ملک کے لیے یا کسی ایک صوبے کے لیے اگر مسلمانوں نے قاضی نامزد کر دیا تو اس قاضی کو شرعاً یہ اختیار ہوگا یا نہیں کہ وہ ہر صوبے اور ہر صوبے کے ہر ضلع اور ضلع کے ہر شہر اور قصبہ میں اپنے نائبین مقرر کر دے اور وہ چاند کی شہادت لے کر سوال نمبر ۲ میں ذکر کیے گئے قیود کے ساتھ ٹیلیفون کے ذریعہ ملکی یا ریاستی قاضی یا اس کے نائبین کو اپنے فیصلے کی خبر دے تو کیا شرعاً قاضی اور اس کے نائبین کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ اس فیصلے کی بنیاد پر سوال نمبر ۲ میں ذکر کیے گئے قیود کے ساتھ ریڈیو کے ذریعہ ملک یا ریاست کے عوام کو رویت کے فیصلے سے باخبر کریں اور کیا ریڈیو کے اس اعلان پر ملک اور ریاست کے عوام کو صوم و افطارِ صوم کے لیے عمل کرنا جائز ہوگا؟

۴) قاضی یا اس کے نائبین کے مخصوص ٹیلیفون نمبر اگر مقررہ خطہ کے رہنے والے نائبین خود رنگ کر کے قاضی یا اس کے کسی نائب کا فیصلہ معلوم کریں اور ٹیلیفون کے سلسلے میں قاضی اور اس کے سارے نائبین کے درمیان پہلے سے کوئی ایسا مخصوص علامتی نشان مقرر کر دیا جائے جو دوسروں سے مخفی ہو، تا کہ غیر کی مداخلت کا سدّ باب ہو جائے تو ان شرائط و قیود کے ساتھ

اُس ٹیلیفون کے ذریعہ قاضی یا اس کے نائبین کے فیصلے کی اطلاع اُس خطے کے مسلمانوں کے لیے قابل عمل ہوسکتی ہے یا نہیں؟ دلائل کے ساتھ واضح فرمائیں۔اثبات میں بھی اور نفی میں بھی۔

۵)رویت کی شہادت گزر جانے کے بعد فیصلے کے اعلان وخبر پر عمل کرنے کے لیے یقین کی ضرورت ہے یا غلبۂ ظن کافی ہے؟

۶)چاند کی شہادت گزر جانے کے بعد فیصلے کا اعلان کرنے والے کے لیے مسلمان ہونے کی شرط ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیوں اور اگر نہیں ہے تو ریڈیو سے غیر مسلم اناؤنسر ان الفاظ میں چاند کے فیصلے کا جو اعلان کرتے ہیں کہ ''فلاں ادارے کے امیر یا فلاں شہر کے مفتی یا فلاں مسجد کے امام کے پاس چاند کی شہادت گزری اور انھوں نے چاند ہونے کا فیصلہ کر دیا''۔تو وہ اعلان شرعاً قابل اعتبار کیوں نہیں ہے؟

۷)لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ جو آواز نکلتی ہے وہ متکلم کی اصل آواز ہے یا صدائے بازگشت کے حکم میں ہے۔اور اگر وہ متکلم کی اصل آواز ہے تو اس پر انتقال ارکان شرعاً درست ہے یا نہیں؟

۸)اگر لاؤڈ اسپیکر سے نکلنے والی آواز متکلم کی اصل آواز نہیں ہے تو مکبرین کی آواز پر انتقال ارکان کی اگر شرط لگا دی جائے تو اس صورت میں نماز کے لیے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جائز ہوگا یا نہیں؟
اگر نہیں ہے تو عدم جواز کی شرعی وجہ کیا ہے؟ دلائل شرعیہ سے واضح فرمائیں۔

۹)کیا آلۂ لہو ولعب کہہ کر نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کو مسترد کیا جاسکتا ہے؟ جب کہ اس کا استعمال اب اذان، تلاوت، قرآن اور خطبے کے لیے بلانکیر شائع وذائع ہے۔بینوا توجروا

المستفتی **ارشد القادری**

کنوینر شرعی بورڈ ۹رذی قعدہ ۱۴۰۵ھ مطابق ۲۸رجولائی ۱۹۸۵ء

حضرت شیخ الاسلام نے ان سوالات کے جوابات بہت بسط وتحقیق کے ساتھ دیے، بلکہ

رویت ہلال کے مسئلے میں آپ کا مقالہ سب سے مبسوط تھا، ساتھ ہی بحثوں کے دوران مرکز توجہ بھی رہا۔ہم یہاں اسی کا ایک حصّہ نذر قارئین کرتے ہیں، آپ اپنا مقالہ بشکل مکتوب تحریر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

گرامی قدر ومنزلت! دامت عنایاتکم ۔۔۔۔وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ
ثم السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ
مزاج ہمایوں؟

حضرت مولانا خادم رسول صاحب قبلہ مدظلہ العالی کے بدست آپ کا روانہ کردہ گرامی نامہ موصول ہو چکا تھا اس کے بعد دوسرا صحیفۂ کرم بھی باصرہ فروز ہوا آپ نے اپنے مکتوب میں جن بزرگانہ نوازشات کا اظہار فرمایا ہے گو میں ان کے لائق نہیں مگر جب انھیں کلمات طیبات کو دعائیہ سانچے میں ڈھال کر سوچتا ہوں تو دل ودماغ پر ایک سرور کی سی کیفیت طاری ہوجاتی ہے یہ ناچیز اپنے لیے آپ کی خیر طلبی کی اس خصوصی مخلصانہ روش پر بے حد شکر گزار ہے میں قطعی اس قابل نہیں ہوں کہ اہلِ علم وفضل میں میرا شمار ہو چہ جائیکہ شرعی بورڈ کا رکن ہونا۔ مجھ پر میری علمی بے بضاعتی اور کوتاہ فکری بالکل واضح ہے مجھے زیب نہیں دیتا کہ ارباب علم وفضل کے سامنے لب کشائی کی جرأت کروں۔ بایں ہمہ اگر ۲۷راکتوبر کو میرا برطانیہ جانے کا پروگرام نہ ہوتا تو ۳۰راکتوبر کو ہونے والی نشست میں حاضر ہوکر اکابرِ ملت کی زیارت اور ان کے ارشادات کی سماعت کی سعادت ضرور حاصل کرتا۔اب آپ سے گزارش یہ ہے کہ اکابر ملت کا جو متفقہ فیصلہ ہو اس سے آپ مجھے ضرور باخبر فرمائیں، بڑی ہی نوازش ہوگی۔

آپ نے جو سوالات پیش فرمائے ہیں میں اس قابل نہیں ہوں کہ ان کے جوابات کے لیے مجھے مخاطب بنایا جائے مگر امتثالاً لامر السامی ماحضر عرض کرنے پر مجبور ہوں۔ میں نے اپنے ''معروضاتِ اصلاح طلب'' کی ترتیب، سوالات کی ترتیب کے مطابق رکھی ہے۔

اس ناچیز حقیر الفہم کی تحقیق یہ ہے کہ اگر ریڈیو یا ٹیلی ویژن پر اعلان بایں الفاظ ہو کہ

۱) ’’فلاں رویت ہلال کمیٹی چاند کا شرعی ثبوت مل جانے کے بعد یہ اعلان کر رہی ہے یا اپنے انتظام سے اعلان کرا رہی ہے کہ رویت ہلال شرعاً ثابت ہو چکی ہے مثلاً صبح سے روزہ رکھا جائے یا صبح کو نماز عید ادا کی جائے‘‘ اور یہ کمیٹی جانی پہچانی اور معتبر ہو اور اس کے سب ارکان متشرع ہوں۔

تو یہ اعلان مقبول ہوگا اور اس پر عمل کرنا واجب ہو جائے گا۔ رویت ہلال کمیٹی نہ ہونے کی صورت میں قاضی القضاۃ کے اعلان کی یہی حیثیت ہوگی۔ اب وہ قاضی اگر پورے ملک کے لیے ہے تو اس کا اعلان پورے ملک کے لیے مقبول ہوگا اور اگر وہ پورے صوبہ کے لیے ہے تو اس کے اعلان پر پورے صوبہ میں عمل کیا جائے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔

المختصر ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے اعلان کو روشنی اور گولے کی آواز کے ذریعہ اعلان پر قیاس کرنا بالکل صحیح ہے۔ رہ گئی ٹیلیفون کی اطلاع چوں کہ بہت سے لوگ بیک وقت نہیں سن سکتے اس لیے ایسی اطلاع میں اعلان کی شان نہ ہوگی خواہ ڈائریکٹ ڈائلنگ سسٹم سے ہو یا کسی اور طریقے سے۔ لہٰذا ٹیلیفونی اطلاع کو روشنی اور گولے کی آواز کے ذریعہ اعلان پر قیاس کرنا صحیح نہیں۔ ہاں اگر یکے بعد دیگرے متعدد افراد کو ٹیلیفون سے اطلاع دی جائے تو بلاشبہ اعلان کی شان پائی جائے گی اور اس کو روشنی اور گولے کی آواز پر قیاس کیا جا سکے گا۔

۲) اگر قاضی یا نائب قاضی کے فیصلے کا اعلان یوں کرایا جائے کہ دو معتبر و معتمد اور لائق شہادت افراد کی موجودگی میں قاضی یا نائب قاضی اپنے اعلان کے مضمون کو ٹیپ کرائے اور پھر یہ دو معتبر اشخاص اس ٹیپ کے ساتھ خود ریڈیو اسٹیشن جائیں اور پھر اپنی موجودگی میں ریڈیو اسٹیشن سے نشر کرائیں تو وہ اعلان اتنے خطے کے لیے معتبر ہوگا جتنے خطے کے لیے مسلمانوں نے اسے قاضی مقرر کیا ہے۔

۳) ملکی یا ریاستی قاضی القضاۃ کے مقرر کردہ ملک کے یا ریاست کے مختلف شہروں اور قصبوں کے ہر نائب کو یہ اختیار تو ہے کہ وہ چاند کی شہادت پا لینے کی صورت میں اپنے متعینہ حلقے میں اعلان کرا دے۔ اس اعلان پر اس حلقے کے لوگوں پر افطار وصوم واجب ہو جائے گا۔ مگر اس نائب کی ٹیلیفونی خبر خود ملکی یا ریاستی قاضی القارۃ کے لیے ثبوت ہلال کے لیے کافی نہیں لہٰذا اس خبر کی بنیاد پر قاضی کا اعلان ناقابل قبول ہوگا۔

ہاں اگر ایسا ہوا کہ مختلف شہروں اور قصبوں کے اتنے نائبین جن کا کذب پر اتفاق عادتاً ممکن نہ ہو چاند کی شہادت پا لینے کے بعد اپنے ملکی یا ریاستی قاضی کو ٹیلیفون کے ذریعہ خبر دیں اس حال میں کہ قاضی ان کی آواز کو خوب پہچانتا ہو یا کسی علامتی نشان کے سبب نائب ہی کے بولنے کا غلبۂ ظن حاصل ہوتا ہو تو ایسی صورت میں خود قاضی کے لیے بوجہ ’’استفاضۂ خبر‘‘ شرعًا ثبوت ہلال ہو جائے گا اور پھر اس کا اعلان پورے ملک کے لیے واجب العمل ہوگا۔

اب رہ گیا یہ سوال کہ: **کتنے نائبین کی خبر پر قاضی القضاۃ اعلان کرا سکتا ہے**

اس کے جواب کے لیے اوّلاً یہ وضاحت ضروری ہے کہ جماعت کا اطلاق کم از کم کتنے افراد پر ہو سکتا ہے؟

اگر جماعت کا اطلاق مافوق الواحد پر صحیح ہو تو پھر چار افراد کی خبر کو متعدد جماعت کی خبر کہا جا سکتا ہے اور اگر جماعت کا اطلاق مافوق الاثنین پر صحیح ہو تو پھر چھ افراد کی خبر کو متعدد جماعت کی خبر کہا جا سکتا ہے۔ مذکورہ بالا ان دونوں صورتوں میں احتیاطی شکل یہ ہے کہ پہلی صورت میں چھ افراد کی خبر اور دوسری صورت میں نو افراد کی خبر کو متعدد جماعت کی خبر قرار دی جائے۔

اور ان دونوں سے بھی احوط یہ ہے کہ حنفی نقطۂ نظر سے جمعہ کی جماعت کے لیے جتنے افراد ضروری ہیں (یعنی تین مقتدی ایک امام) ان کو ایک جماعت قرار دیا جائے اور پھر آٹھ یا بارہ افراد کی خبر کو متعدد جماعت کی خبر

قراردے دی جائے۔
یہ تو رہی گفتگو ''خبر دینے والوں کی کم سے کم تعداد سے متعلق''۔ آگے کے لیے خود قاضی القُضاۃ کے صواب دید پر چھوڑ دیا جائے اگر اس کو غلبۂ ظن حاصل ہونے میں اس تعداد سے بھی زیادہ افراد کی ضرورت محسوس ہو رہی ہو تو وہ اس پر عمل کرے۔ بالفرض اگر ریاستی یا ملکی قاضی القضاۃ مختلف مقامات پر اپنے نائبین مقرر نہ کرے یا ملکی یا صوبائی یا ضلعی طور پر کسی کو قاضی مقرر نہ کیا جا سکے بلکہ ہر ہر شہر کا قاضی الگ الگ ہو تو ہر ہر قاضی کے لیے مختلف مقامات کے یا ایک ہی مقام کے جانے پہچانے بارہ افراد (مثلاً) کی ٹیلیفونی خبر کلمات متون ''لو استفاض الخبر'' ہی کے دائرہ میں آتی ہے۔ لہٰذا اس خبر مستفیض سے بھی ثبوت ہلال ہو جاتا ہے اور قاضی کو اعلان کے لیے اسی قدر ثبوت ہلال کافی ہے۔
خبر مستفیض کی جو تفصیل علامہ رحمتی علیہ الرحمہ سے منقول ہے اس کی حیثیت صرف ایک فقیہ کی رائے کی ہے وہ اصل مذہب نہیں اور وہ رائے خود ان کے عہد کے مطابق تھی لہٰذا وہ عہد حاضر کے مناسب خبر مستفیض کی تفصیل و تشریح سے متعارض ومتصادم نہیں۔ ذخیرہ میں ''لو استفاض الخبر'' پر ''و تحقّق'' کا اضافہ فرمایا ہے، لہٰذا قاضی پر لازم ہے کہ اشتباہ کی صورت میں وہ ہر ٹیلی فون کرنے والے کے ٹیلی فون نمبر کو معلوم کر لے اور پھر ان نمبروں پر خود ڈائل کر کے ان سے بات کرے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کسی شہر میں رویت ہلال کی خبر ملنے پر کسی جانے پہچانے معتبر شخص سے بارہ معتبر افراد (مثلاً) کے ٹیلیفون نمبر معلوم کر کے ہر ایک سے بذات خود ڈائل کر کے تحقیق کر لے جامع الرموز کی اس عبارت: ''**وفی الزاد : الصحیح أن یکون من أطراف شتّی حتی لا یتوھم تواطوھم علی الکذب**'' سے ظاہر ہوتا ہے کہ ثبوت ہلال کے لیے صرف غلبۂ ظن کافی ہے جو مذکورہ بالا ذکر کردہ جملہ صورتوں میں قطعی طور پر حاصل ہے۔

بعض علمائے کرام کی تحریر کی روشنی میں جامع الرموز کتب معتبرہ سے نہیں ہے اور وہ رطب و یابس سے خالی نہیں باوجود اس کے کسی خاص تحریر کو غیر صحیح ثابت کرنے کے لیے نص معتبر کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔
فمن ادّعی علی بطلان ما فھم من ھذہ العبارۃ المذکورۃ فی جامع الرموز فعلیہ البیان.
ویسے غور کرنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ثبوت رویت کے لیے دو شاہدان عدل کی گواہی مفید غلبۂ ظن ہی ہے اس لیے کہ اگر اسے مفید یقین قرار دیا جائے تو پھر حد زنا جاری کرنے کے لیے چار شاہدوں کی شہادت کو ضروری قرار نہ دیا جاتا اس لیے کہ جب دو شاہدوں کی شہادت سے وہی یقین حاصل ہو جائے جو چار شاہدوں کی شہادت سے حاصل ہوتا ہے تو پھر چار کی قید غیر ضروری ہو جاتی ہے اور ایسی صورت میں دو شاہدوں کی شہادت ہی سے حد کا جاری کر دینا معقول ہو جاتا ہے۔
6 قاضی یا نائب قاضی کا فیصلہ معلوم کرنے کے لیے اگر ان کے دوسرے شہروں اور قصبوں کے نائبین خود قاضی یا اس کے نائب کے مخصوص ٹیلیفون نمبر پر رنگ کر کے اس کا فیصلہ معلوم کر لیں اور وہ بھی مخفی علامتی نشان کے ساتھ اس کے باوجود قاضی یا نائب قاضی کی جانب سے اس کے فیصلے کی جو اطلاع آئے گی اس کو ایک خبر ہی کی حیثیت حاصل ہوگی لہٰذا اس سے ان نائبین کے لیے شرعاً ثبوت ہلال نہ ہوگا اور نہ اس خبر کی بنیاد پر ان نائبین کا اعلان واجب العمل ہوگا۔ ہاں اگر خود قاضی یا نائب قاضی ثبوت ہلال کے بعد اپنے جملہ نائبین کو بذریعہ ٹیلی فون مخصوص ومخفی علامتی نشان کے ساتھ خود اپنی طرف سے اعلان کا اذن دے دے تو اس اعلان کے اذن کی بنیاد پر وہ جملہ نائبین قاضی یا نائب قاضی کی طرف سے جو اعلان کرائیں گے وہ ضرور قابل قبول ہوگا اور اس پر عمل کرنا واجب ہوگا۔
۵) جب ثبوت ہلال کے لیے وہ غلبۂ ظن کافی ہے جو کسی طریق موجب

سے حاصل ہو تو پھر اعلان وخبر پر عمل کرنے کے لیے بھی اسی طرح کا غلبۂ ظن کافی ہوگا۔

۶) اعلان کرنے والے کے لیے مسلمان ہونے کی شرط نہیں۔ بایں ہمہ ریڈیو سے غیر مسلم اناؤنسر چاند کے فیصلے کا جو اعلان کرتے ہیں وہ کسی قاضی القضاۃ کی طرف سے اس کے زیر اہتمام نہیں ہوتا لہٰذا اس کو صرف ایک خبر کی حیثیت حاصل ہوگی لہٰذا یہ اعلان شرعاً نا قابل اعتماد ہی رہے گا۔ (ابتداء حضرت شیخ الاسلام کی رائے ایک دلیل کی بنا پر یہی تھی بعد میں دوسری دلیل شرعی کی بنا پر اس سے رجوع فرما کر اعلان کرنے والے کے لیے بھی مسلم ہونا لازمی قرار دیا جیسا کہ آگے اس کا ذکر تفصیل کے ساتھ آ رہا ہے۔)

حضرت شیخ الاسلام دام ظلہ العالی کا یہ مکتوب آج سے کوئی ۳۱؍سال پہلے کا ہے جو بجائے خود بڑی اہمیت کا حامل ہے اس سے حضرت والا کے کئی ایک اوصاف نمایاں ہو کر سامنے آئے:

[۱] تواضع: مکتوب کا ابتدائیہ آپ کے تواضع وانکساری کی واضح دلیل ہے جو عظمت و بزرگی کی نشانی ہے بڑے اپنا علوِ مرتبت خود نہیں بیان فرماتے اِلّا یہ کہ کوئی ضرورت شرعی پائی جائے، درخت جس قدر پھلدار ہوتا ہے اسی قدر جھکا ہوتا ہے، اس کے برخلاف: ؎

بے مایہ کمال اپنا جتا دیتا ہے اکثر
جو ظرف کہ خالی ہے صدا دیتا ہے اکثر

تواضع حضور سید الانبیاء افضل المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کریمہ ہے تو نائب رسول کو سنت نبوی کا پیروکار رہنا ہی چاہیے۔

[۲] بڑوں کی تعظیم: جب دل میں سنت رسول کی پیروی کا جذبہ موج زن ہوتا ہے تو آدمی اپنے بڑوں کی عظمت کا معترف ہوتا ہے اور ان کی تعظیم وتوقیر کو اپنے لیے باعث سعادت تصور کرتا ہے حضرت کے مکتوب کو غور سے پڑھ لیجیے، اس سے آپ کا یہ وصف کمال بھی نمایاں ہوتا ہے اور یہ فی الواقع حدیث نبوی: ''من لم یرحم صغیرنا ولم یُوَقِّر کبیرنا'' کی اطاعت ہے۔

[۳، ۴، ۵] وسعتِ مطالعہ، دقتِ نظر، شستہ بیانی: مشہور یہ ہے کہ خبر مستفیض کے لیے خبر

دینے والوں کی تعداد معین نہیں، اصول فقہ وحدیث کی کتابوں میں اس کی صراحت ہے کہ استفاضہ کے لیے اتنے کثیر لوگوں کی خبر درکار ہے جن کا جھوٹ پر اتفاق ناممکن ہو اور قاضی کو ظن غالب حاصل ہو جائے کہ وہ ضرور سچے ہیں۔ قول راجح بھی یہی ہے لیکن اسی کے ساتھ کچھ اقوال ایسے بھی ہیں جن میں خبر دینے والوں کی تعداد کچھ شرعی دلائل کی روشنی میں متعین کی گئی ہے اس کی تفصیل مسلم الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت میں یہ ہے:

(مسألة: للتواتر شروط) ينتفي بانتفاء واحد منها ... (فمنها تعدد المخبرين تعدّدًا يمنع التواطؤ على الكذب) ... (عادة) و في تعيين هذا العدد خلاف. ... (والمراد بمنع العقل) التواطؤ على الكذب (و منعه بعد وجود سائر الشرائط) يعني أن المراد منه اجتماع العدد من جهة الكثرة، و لو كان يحصل هذا المنع بعد تحقق شرائط أخرى، حتى لا يحتاج منع التواطؤ إلى عدد أزيد منه، و ليس المراد امتناع التواطؤ في الحال حتى يردَ عليه أن ذلك متضمن لسائر الشرائط، فهو ملزوم لها.... (ثم اختلف في أقل العدد) المشروط في التواتر (فقيل: أربعة قياسًا على شهود الزنا) فإنه أمر عظيم، و قد أمرنا بالدرء بالشبهات، ولا شك أن غير المتواتر مما فيه شبهة، فعلم أن الأربعة مفيدة للقطع. (و قيل) ذلك العدد (خمسة قياسًا على اللعان) فإنه خمس شهادات، و إذا قبل إخبار رجل خمس مرات و أفاد اليقين فأخبار خمسة رجال بالطريق الأولى. ... (وقيل) أقل العدد المعتبر (سبعة قياسًا على غسل الإناء من ولوغ الكلب سبع مرّات) ... (و قيل) أقل العدد المشروط في التواتر (عشرة لقوله) تعالى: (تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ) [البقرة:196] حيث وصف العشرة بالكمال فيكون مفيدًا للعلم (و قيل) أقلّه (اثنا عشر عدد نقباء بني إسرائيل) حيث جعلهم موسى على نبينا و

عليه الصلاة و السلام أمناء و أرسلهم ليعرفوا من أخبار الجبابرة، و لو لا أن خبرهم مفيد للعلم لما بعثهم لذلك. ... (وقيل) الأقل (ما لا يحصرهم عدد) لكثرتهم، إذ الكثرة مانعة من التواطؤ على الكذب، ... (و المختار عدم تعيين) العدد (الأقل للقطع بالعلم) بأخبار الجماعة (من غير علم بعدد مخصوص لا متقدمًا) عليه (و لا متأخرا) عنه.

(مسلم الثبوت مع شرحه فواتح الرحموت، الجزء الثاني، ص: 145، 146، 147، 148، ملتقطًا، الأصل الثاني: السنة/مسألة: للتواتر شروط)

حضرت شیخ الاسلام کے مکتوب کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ یہ تمام تصریحات ان کے پیش نظر ہیں یوں ہی لفظ جماعت کے اطلاقات کا تفصیل کے ساتھ ذکر کرکے واضح فرمادیا ہے کہ ان کا مطالعہ ان تمام امور کا احاطہ کرتا ہے۔ پھر آپ نے ان اقوال کو یہ فرما کر قول راجح سے بہت ہی قریب فرمادیا ہے کہ:

’’قاضی کو غلبۂ ظن حاصل ہونے میں اس تعداد سے بھی زیادہ افراد کی ضرورت محسوس ہو رہی ہو تو وہ اس پر عمل کرے اس طرح دیکھا جائے تو علامہ مصطفیٰ رحمتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جماعات متعددون فرما کر تعداد مخبرین کی طرف جو اشارہ فرمایا تھا اس میں اور قول راجح میں یگانگت کا مظاہرہ فرمایا گیا ہے۔‘‘

شیخ الاسلام دام ظلہ العالی اپنے دوسرے مکتوب میں علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کے نام یہ وضاحت تحریر فرماتے ہیں:

[چاند کا شرعی ثبوت حاصل ہو جانے کے بعد قاضی اپنے دائرۂ قضا میں اس کا اعلان ٹیلی فون وغیرہ جدید ذرائع سے کرسکتا ہے۔]

اس پر اعتراض یہ ہے کہ یہ فتاوی رضویہ کے خلاف ہے کیوں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے متعدد فتاوی میں صراحت فرمائی ہے کہ ’’دربارۂ ہلال ٹیلی فون کی خبر محض نامعتبر‘‘۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ یہ حق ہے اور سو فیصد حق ہے مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ ٹیلی

فون کی خبر سے چاند کا ثبوتِ شرعی نہ ہوگا اور یہاں گفتگو اس بارے میں ہے کہ چاند کا ثبوت شرعی ہو چکا ہے، صرف اعلان کا معاملہ ہے لہٰذا اسے توپ اور گولے وغیرہ کی آواز کی طرح معتبر قرار دیا جائے گا۔ اس سے حضرت شیخ الاسلام کی دقت نظر کا پتا چلتا ہے۔

مفتی یا محقق کبھی اپنے فتوے یا تحقیق میں کسی خطا پہ آگاہ ہو جائے تو اس پر لازم ہوتا ہے کہ فوراً اس سے رجوع کرکے حق کو قبول کرلے یہ خوبی بھی حضرت شیخ الاسلام کو خدائے عزیز وجلیل نے عطا فرمائی ہے، آپ حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کے نام اپنے دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں:

گرامی قدر ومنزلت! سلام ورحمت

۱۔ بہ عجلت ممکنہ میں نے اپنے معروضات آپ کی خدمت میں روانہ کر دیے تھے، امید ہے کہ موصول ہو گئے ہوں گے، ابھی تک وصول یابی کی رسید نہیں مل سکی ہے۔ اس خط کے ذریعہ میں اپنی اس واضح خطا کی نشان دہی کرنا چاہتا ہوں جس کی طرف ذہن اس وقت گیا جب کہ میں آپ کے نام مکتوب روانہ کر چکا تھا۔ میں نے اپنے مکتوب کے جواب نمبر ۶ میں لکھا ہے کہ ’’اعلان کرنے والے کے لیے مسلمان ہونے کی شرط نہیں‘‘ حالاں کہ یہ صحیح نہیں، اس لیے کہ یہ اعلان اگرچہ قاضی ہی کی طرف سے ہو لیکن خود اعلان کرنے والا تو دوسرا ہے اور اعلان بھی کچھ اہم ہے کہ اس سے صوم وافطار صوم کا وجوب وابستہ ہے۔ اس صورت حال میں معلن کے لیے مسلمان ہونے کی شرط ضروری ہونی چاہیے ویسے بھی یہ بات اپنی جگہ پر ثابت ہے کہ دیانات میں کافر کی خبر کا اعتبار نہیں اور یہ اعلان بھی قاضی کے فیصلہ وحکم کی خبر ہی تو ہے۔ اور ظاہر ہے کہ وہ اعلان رویت جو موجب صوم وافطار ہو قطعی طور پر اس کا شمار دیانات ہی میں ہے۔ امید ہے کہ آپ میرے روانہ کردہ جوابات میں سے جواب نمبر ۶ کو قلم زد فرما کر کالعدم قرار دیں گے۔ دعا فرمائیں کہ مولیٰ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے اور زلت فکر ونظر سے میری حفاظت فرمائے۔

۲۔ دراصل میرے فہم ناقص میں اس وقت یہ بات آگئی تھی کہ گولے کی

آواز یا مینارے کی روشنی کے ذریعہ جو اعلان ہوتا ہے وہ حقیقتاً قاضی ہی کی طرف سے قاضی ہی کا اعلان ہوتا ہے لہٰذا حقیقی معلن خود قاضی ہی رہا۔ نہ تو یہ گولے یا نقارے کی آواز کا اعلان ہے اور نقارے پر چوب لگانے والے کا اعلان۔ یوں ہی نہ تو مینارے کی روشنی کا اعلان ہے اور نہ ہی روشنی کرنے والے یا سوئچ دبانے والے کا اعلان۔ یہ سب صرف اعلان کے ذرائع ہیں بذات خود معلن نہیں اب اگر کافر بھی ذریعہ اعلان بن جائے تو یہ اعلان خود اس کا نہیں قرار دیا جانا چاہیے بلکہ یہ حقیقی طور پر قاضی ہی کا اعلان رویت ہے اور اسی پر صوم وافطار صوم کا دار ومدار ہے۔ بالفرض اگر کوئی مسلمان قاضی کی طرف سے ذریعہ اعلان بننے کے بجائے اپنی ہی طرف سے اعلان کردے تو اس کا بھی اعلان غیر معتبر ہوگا چہ جائیکہ کافر کا اعلان اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صوم وافطار کے وجوب کا دار ومدار قاضی کے اعلان پر ہے۔ اور قاضی خواہ کسی سے بھی اعلان کرائے اور کسی کے بھی قول وفعل کو ذریعہ اعلان قرار دے مگر وہ ''اعلان رویت'' قاضی ہی کا قرار دیا جائے گا میرے مذکورہ بالا ان معروضات کا منشا اپنے جواب نمبر ۶ کی توجیہ وتاویل نہیں بلکہ اپنی فکر ونظر میں قلت تامل کے سبب جو لغزش واقع ہوگئی ہے اس کی بنیادی وجہ کی طرف اشارہ کرنا ہے سچ ہے جب کسی بات کے لیے فقہا کا ارشاد موجود ہو تو اس کے خلاف عقلی تگ ودو ہلاکت ہی کی طرف لے جاتی ہے۔ فنعوذ باللہ من شرور أنفسنا ومن سیئات أعمالنا۔

۳۔ اپنے مکتوب میں زلت قلم کی دو مثالیں اور بھی نظر آئیں۔ صفحہ نمبر ۱۰ کی آخری سطر میں ''عدم وجوب'' کی جگہ عدم وجود لکھ رکھا ہے۔ یوں ہی صفحہ ۱۱ کی سطر ۱۱ میں ''ان علمائے کرام'' کے بجائے ''اس علمائے کرام'' کا لفظ آ گیا ہے ممکن ہے کہ اس طرح کی اور بھی بھول چوک ہوئی ہو جو بداہت نظر ہی سے سمجھ میں آجاتی ہے ایسے تمام مقامات کی اصلاح فرما کر اس ناچیز پر کرم فرمائیں۔

۴۔ گزارش ہے کہ اپنی جن فروگذاشتوں کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے ان کے سوا بھی کہیں اگر فکر ونظر کی کجی نظر آئے تو آپ ضرور باخبر فرمائیں۔ بڑی ہی نوازش ہوگی۔ اس مکتوب اور اس سے پہلے والے مکتوب دونوں کی وصول یابی کی اطلاع کا شدت کے ساتھ انتظار ہے۔ فقط والسلام۔

خیر اندیش: سید محمد مدنی اشرفی جیلانی غفرلہ

ہم انسان ہیں، ہم سے سہو ونسیان ہو سکتا ہے بلکہ ہوتا ہے مگر اپنے سہو ونسیان کی اصلاح کے لیے ہمیں ایسی ہی فراخ دلی کے ساتھ ہمہ وقت تیار رہنا چاہیے جس کا مظاہرہ حضرت شیخ الاسلام نے اپنے مکتوب میں فرمایا ہے۔

ابھی میں حضرت شیخ الاسلام کے تواضع وانکساری کی بات کر رہا تھا اور اس کے ثبوت میں ایک مکتوب پیش کیا تھا جو آپ نے اپنے ایک سینیر عالم کے نام لکھا تھا مگر ہمارا یہ مطلب نہیں کہ آپ صرف اپنے بڑوں کے ساتھ تواضع کا اظہار فرماتے ہیں بلکہ سچ یہ ہے کہ آپ اپنے چھوٹوں کے ساتھ بھی از راہ شفقت اسی طرح کے تواضع کا اظہار فرماتے ہیں چناں چہ آپ نے راقم الحروف کے نام اپنے ایک مکتوب میں اسی طرح کی تواضع سے کام لیا ہے آپ رقم طراز ہیں:

''سرچشمۂ اخلاص، پیکر علم، گرامی قدر ومنزلت!

وعلیکم السلام، ثم السّلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ

صحیفہ گرم باصرہ فروز ہوا۔ یقین جانیے کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر اقتدا کے تعلق سے آپ کی تحقیقاتِ انیقہ اور افکار عالیہ کو اپنی بہشت فکر ونظر بنانے کا اشتیاق صرف کچھ حاصل کرنے کے لیے تھا، اور پھر یہ آپ کی کرم نوازی رہی کہ آپ نے اس سلسلے کا ''خلاصۂ مباحث'' اور اس سے پہلے کی اپنی جملہ نگارشات مجھ تک پہنچانے کی زحمت گوارہ فرمائی اور اسی پر بس نہیں فرمایا، بلکہ اپنی تحریروں پر نقد ونظر کرنے والے دانشور کے جملہ ناقدانہ مضامین کو بھی اپنے مضامین کے ساتھ ہم رشتہ کر کے روانہ کر دیا۔ اور اس طرح کمالِ وسعتِ نظری اور غایتِ کشادہ خاطری کا مظاہرہ فرمایا۔ اپنے اس طرزِ عمل سے آپ نے اس مسئلہ میں مجھے بھی علی وجہ البصیرۃ کسی

نتیجے پر پہنچنے میں بھر پور مدد فرمائی۔ ویسے آپ کا یہ طرزِ عمل اس بات کی بھی
نشاندہی کرتا ہے کہ آپ کو اپنی تحقیق کی صحت پر پورا اعتماد ہے۔ اور ظاہر
ہے کہ یہ اعتماد بے پناہ قوتِ فیصلہ، استقامتِ رائے اور اصابتِ فکر ونظر ہی
کا ثمرہ ہو سکتا ہے۔

المختصر میں تو صرف کچھ حاصل کرنے کا حریص تھا، مگر آپ نے مجھ جیسے بے بضاعت کی ذات سے اپنے حسنِ ظن کے بل بوتے پر اصلاح یا بصورت دیگر تصدیق وتصویب کی جو توقع وابستہ کر رکھی ہے اس کا میں بھلا کیسے اہل ہو سکتا ہوں۔ اس حقیقت کو آپ قطعاً رسمی تواضع وانکسار پر محمول نہ فرمائیں کہ آپ کے قلم حقیقت رقم سے جتنے احکام ومسائل صفحاتِ قرطاس پر منتقل ہو چکے ہیں اس کا دسواں حصہ میرے ذہن میں بھی نہیں پھر قلم سے نکلنے کا کیا سوال؟ آپ ملک کی ایک عظیم مرکزی درسگاہ کے ایک عظیم شعبے سے متعلق ہو کر دن ورات فقہ شریف کی خدمت میں گزار رہے ہیں اور میرا حال خانہ بدوشوں سے ملتا جلتا ہے۔ حکمت ودانش کی صہبا پلانے کے لیے اور علم کے دریا بہانے کے لیے آپ کو بحمدہ تعالیٰ کتابوں سے کامل مُمارست بھی حاصل ہے اور علم وفضل والوں کی صحبت وقربت بھی۔ ان حقائق کے باوجود آپ میری تصدیق وتصویب کے خواہش مند ہیں اب اس کے سوا کیا عرض کیا جائے وَكَانَ أَمْرُ اللهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا۔ چناں چہ صرف امتثالِ امر کی سعادت حاصل کرنے کا جذبۂ فراواں لے کر یہ دُعا کرتے ہوئے قلم اٹھالیا ہے۔ اَللّٰهُمَّ أَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا، وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ وَأَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ۔''

اس تواضع سے کبھی کوئی بڑا ہرگز چھوٹا نہیں ہوتا بلکہ حق یہ ہے کہ اس سے اس کی عظمتِ شان میں اور اضافہ ہو جاتا ہے، اس لیے ہم سب کو تواضع کا خوگر بننا چاہیے۔

درج بالا شواہد اور تصانیف سے شیخ الاسلام کی فن فقہ میں مہارت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ پُر پیچ وادیوں اور صحراؤں کو طے کر کے حقائق ومعارف کے موتی نکالنے کا ہنر آپ کو رب قدیر کی جانب سے عطا ہوا۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر: بھلی بات کا حکم دینا اور بُری بات سے منع کرنا علماے کرام کی اہم ذمہ داری ہے، ہمارے اسلاف بلاخوف لومۃ لائم اپنی یہ ذمہ داری برابر ادا کرتے رہے وہ ہر چھوٹے، بڑے یہاں تک کہ سلاطین زمانہ کو بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرماتے، ہم آج

اپنے اس فریضے کو فراموش کرتے جا رہے ہیں تاہم اللہ عزّ وجل کے کچھ نیک بندے آج بھی ایسے ہیں جو اس زمین پر اللہ عزّ وجل اور اس کے رسول سید عالم ﷺ کا فرمان نافذ کرتے اور ہمارے معاشرے کو صالح اور مثالی معاشرہ بنانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں، انھیں نیک بندوں میں حضرت شیخ الاسلام کو بھی شمار کیا جا سکتا ہے۔ ۱۵/۱۶/ رجب کو حضرت محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کا عرس کچھوچھہ شریف میں ہر سال منعقد ہوتا ہے، کئی بار اس میں حاضری کی سعادت ملی مگر زائرات کی شرکت سے دلی تکلیف ہوتی، اِدھر رجب ۱۴۳۵ھ پھر رجب ۱۴۳۶ھ میں پھر شریک ہوا مگر حیرت زدہ رہ گیا کہ زائرات عرس کے ہجوم اور اجلاس وغیرہ میں کہیں نظر نہ آئیں، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الاسلام نے عورتوں کو سختی کے ساتھ شرکت کرنے سے منع فرما دیا ہے۔

گجرات فساد کے بعد وہاں یگانگت کا ماحول پیدا کرنے کے لیے فیورک کے نام سے ایک تنظیم وجود میں آئی جس میں رواداری کی حدود کو پار کر کے آگے بڑھنے کی کوشش کی گئی، اور اس کے کچھ ضوابط۔ جو مجھے بتائے گئے حدود اللہ سے متجاوز تھے اس کے خلاف حضرت شیخ الاسلام نے مؤثّر آواز اٹھائی جس سے قوم اس کے منکرات سے آگاہ ہو کر اس سے کنارہ کش ہو گئی، اس سلسلے میں حضرت کی مساعی قابل صد ستائش ہیں۔

یہ دو نمونے حدیث نبوی: ''مَن رأى منكم مُنكراً فليغيّره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه'' [رواہ مسلم فی صحیحہ] پر عمل کی واضح نظیر ہیں اور فی الواقع ہم سب کے لیے قابل تقلید نمونے ہیں۔

تاریخ اشرفیہ میں آپ کی ذات والا صفات کا نام سنہری حروف سے لکھا جائے گا کہ آپ ہی کی ذات سے دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم کی نسبت سے ''مصباحی'' لکھنے کا رواج ہوا۔ اپنے دوران تعلیم میں ہی آپ نے اپنے نام کے ساتھ اس کا الحاق کیا پھر دوسرے فارغین اشرفیہ آہستہ آہستہ یہ نسبت اختیار کرتے رہے۔ اور آج ہر چہار جانب ''مصباحی علما'' کی ایک الگ شناخت ہے۔



محمد ظفرالدین برکاتی

مدیر اعلیٰ ماہنامہ کنزالایمان، جامع مسجد دہلی۔۶[1]

ایک بار دیکھا ہے، بار بار پڑھا ہے

1998ء میں ہم دیارِ مخدوم اشرف کے معروف قصبہ جہانگیر گنج جامعہ عربیہ اظہار العلوم میں زیر تعلیم تھے، اس لیے مخدوم سمناں حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمۃ والرضوان کے سالانہ عرس مبارک میں تین سال برابر شریک ہوئے اور بہت سے اشرفی علما و مشائخ کو قریب سے دیکھا، محفل سماع سے بھی خوب لطف اندوز ہوئے لیکن حضرت مدنی میاں کو دیکھنے کی خواہش پوری نہ ہوئی۔ دراصل ہمارے آبائی گاؤں کے ایک مولانا عبدالشکور اشرفی (جو حضرت مدنی میاں کے مرید ہیں) سے ہم نے بارہا حضرت کا تذکرہ سنا تھا، اور ہمارے لیے اعلیٰ حضرت کے ایک چہیتے سید حضرت محدث اعظم ہند کے صاحب زادہ ہونے کی نسبت بھی پرکشش تھی، اس لیے بھی ہم حضرت شیخ الاسلام کو دیکھنے کے خواہش مند تھے، ہم نے چند دوستوں کے ساتھ یہ طے کیا کہ جیسے بھی ہو، آج بعد نمازِ مغرب (۲۷ محرم) حضرت کے دولت کدہ رسول پور چلیں گے۔ ہم لوگ پہنچے تو کسی طرح بھی داخلہ ممنوع تھا، لیکن ''طالب علمانہ جگاڑ'' سے داخل ہو گئے اور حضرت کی قیام گاہ تک پہنچ کر ایک روشن دان (جنگلہ) کے ذریعہ دیکھ ہی لیا۔ اس کے بعد جگاڑ سے دیکھنے کا طریقہ بند کر دیا۔

دروازہ سے نکلتے وقت ایک صاحب سے ہم نے کہا کہ حضرت کی کوئی کتاب ملے گی؟ انہوں نے کہا کہ نہیں، باہر نکلتے ہو کہ نہیں! لیکن باہر قدم رکھتے ہی ایک آواز آئی کہ ''لے'' ہم نے پیچھے دیکھا تو بڑے صاحب کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی، قریب گئے اور ہاتھ میں لیا تو دیکھا کہ ''خطبات برطانیہ'' ہے، بغیر دفتی کے۔ بہت غصہ آیا لیکن مسکراتے ہوئے لے لیا پھر بھاگ لیے۔

اس کے بعد ہم نے آپ کو نہیں دیکھا، نہ کوئی کتاب پڑھی لیکن 2010ء میں حیدر آباد سنی سینٹر میں حاضری ہوئی تو چند کتابوں کے مطالعہ کا موقع ملا پھر مولانا قمر احمد اشرفی مصباحی اور

[1] z.barkati@gamil.com

مفتی رضاء الحق اشرفی مصباحی سے مزید کتابیں حاصل ہوئیں اور حضرت کی سب سے ضخیم کتاب ''تفسیر اشرفی'' کی صرف پہلی جلد دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے لیکن اس کے تذکرے اور خوبیاں سنتے رہے ہیں۔

ہم نے اپنے بزرگ اساتذہ سے یہ بات سنی ہے کہ حضرت شیخ الاسلام جب جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں زیر تعلیم تھے، اس وقت جمعرات کے ہفتہ واری بزم میں تقریر کی جب باری آتی تو آپ حصہ نہیں لیتے۔ اسی زمانے میں حضرت محدث اعظم ہند سید محمد میاں اشرفی علیہ الرحمۃ والرضوان جامعہ اشرفیہ تشریف لے گئے تو حافظ ملت حضرت علامہ عبدالعزیز اشرفی محدث مبارک پوری نے عرض کیا کہ صاحب زادے اپنی باری نہیں نبھاتے۔ حضرت محدث اعظم ہند نے فرمایا کہ

''حافظ صاحب! مچھلی کے بچے کو تیرنا نہیں سکھایا جاتا۔''

بڑوں کی باتیں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ واقعی خطابت، اشرفی مشائخ کے گھر کی باندی ہے، ہم لوگ خطابت کے لیے مدرسہ کی تعلیم وتربیت کو ضروری سمجھتے ہیں لیکن خانوادۂ اشرفیہ کے کئی ایک خطیب ایسے ہیں کہ کسی دینی ادارے سے باضابطہ تعلیم یافتہ اور فارغ نہیں لیکن خطابت! ماشاءاللہ

جانشین حضرت محدث اعظم ہند شیخ الاسلام حضرت سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی مصباحی صاحب قبلہ کو ہم ایک غنیمت اور مثالی شخصیت سمجھتے ہیں۔ صرف اس لیے کہ آپ نے جب دیکھا کہ خطابت کے لیے پے در پے سفر کی وجہ سے کوئی قلمی، تحریری اور تحقیقی کام نہیں ہو پا رہا ہے تو گوشہ نشینی ہی اختیار کر لی جس کا نتیجہ ہم نے دیکھا کہ کئی کتابیں جو نامکمل تھیں، مکمل ہو کر منظر عام پر آ گئیں اور حضرت محدث اعظم ہند کا ادھورہ تفسیری کام بھی معیاری انداز میں کامیابی کے ساتھ مکمل ہو گیا جسے ہم ''سید التفاسیر'' کے نام سے جانتے ہیں اور ''تفسیر اشرفی'' کے نام سے یاد رکھتے ہیں۔ حضرت مدنی میاں آزادی سے ۸ سال پہلے ۱۹۳۸ء میں پیدا ہوئے۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے تین دور دیکھا ہے، بیسویں صدی کے دو، دور آزادی سے پہلے اور آزادی کے بعد اور پھر اکیسویں صدی جس میں آپ باحیات ہیں (اللہ آپ کو صحت مند اور عمر طویل عطا فرمائے) بلکہ تفسیری خدمات اِسی صدی میں انجام دی ہیں۔ اب بدلتے زمانہ اور حالات کی تبدیلی کے مزاج و منہاج سے آپ خوب واقف ہیں۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ ان کے اثرات بھی ان کی تحریر وتقریر میں

نظر آئیں گے۔ جسے دیکھنا ہو، وہ آپ کی کتابوں کا مطالعہ کرلے اور مطالعہ سے کیا فائدہ ہوگا، یہ ہم بتا دیتے ہیں۔

(۱) حالات کی تبدیلی سے بہت سے فروعی مسائل بدل جاتے ہیں اور فکری بے راہ روی اور عملی بحران کی وجہ سے بہت سے اضافی کام کرنے ہوتے ہیں، اسی لیے ہر دور میں ہر موضوع پر بے شمار کتابیں لکھی جاتی رہی ہیں۔ حضرت محدث اعظم ہند کا ترجمۂ قرآن ''معارف القرآن'' اور حضرت شیخ الاسلام کی ''سید التفاسیر'' جو کہ محدث اعظم کے شروع کیے ہوئے کام کی تکمیل ہے، اس کو اسی پس منظر میں دیکھنا چاہیے۔ پہلے پارے کی تفسیر حضرت محدث اعظم کے قلم سے لکھی ہوئی ہے۔ دیگر پاروں کی تفسیر حضرت شیخ الاسلام نے مکمل فرمائی ہے۔ بے شک اردو زبان کے تفسیری ادب میں یہ ایک خوش گوار اضافہ ہے جس میں تفصیلات میں الجھے بغیر کلام الٰہی اور پیغام خداوندی تک پہنچنے کا خیال رکھا گیا ہے۔ موجودہ دور میں اردو، عربی اور فارسی سے ناواقف ایک عام قاری کا لحاظ کرتے ہوئے ہر جلد کے اخیر میں مشکل الفاظ کے فرہنگ یعنی ڈکشنری بھی دی گئی ہے۔

خلاصہ یہ کہ اپنے نام اپنے رب کے آخری پیغام کو پڑھنے اور سمجھنے کے لیے سید التفاسیر یعنی ''تفسیر اشرفی'' کا مطالعہ بھی معاون اور مفید ہے۔

(۲) چالیس احادیث لکھنے اور معنی ومفہوم بیان کرنے کی مبارک تاریخ بڑی پرانی ہے اور چالیس احادیث لکھنے والے مولفین اور مترجمین نے کئی جہتوں سے کام کیا ہے۔ حضرت مدنی میاں نے بھی اس روایت کے تحت ماہ نامہ ''میزان'' ممبئی میں اپنے قسط وار شائع ہونے والے مشکوۃ شریف کی احادیث کا انتخاب تیار کیا ہے۔ اس کا نام ہے **الاربعین الاشرفی**۔ خانوادۂ اشرفیہ کے ایک دوسرے عالم دین حضرت سید اجمل حسین اشرفی نے بھی ''گلشن مشکوۃ'' کے نام سے منتخب احادیث کا ایک مفید مجموعہ تیار کیا ہے۔ یہ دونوں ہی کتابیں ہمارے لیے معلوماتی اور مفید ہیں۔

(۳) یہ ایک بڑا احساس اور مشکل سوال ہے کہ ''صحابہ وتابعین اور تبع تابعین اور تمام اسلامی شخصیات یا تو روح اسلام سے خالی تھیں یا پھر اسلامی مزاج سے آشنا نہیں تھیں، اس لیے رسول اللہ کے لائے ہوئے دین اسلام کو لوگوں نے اپنے عقیدہ وعمل اور فکر وذہن سے نکال دیا، اور ایک نئے اسلام کو ماننے والے ہوگئے۔'' ٹھیک اسی طرح اس کا جواب بھی مشکل ہے، کیوں کہ صرف نقلی دلائل سے یہاں کام نہیں چلتا، عقلی اور مسکت الزامی دلائل کی ضرورت ہوتی ہے۔ حضرت علامہ

مدنی میاں نے جماعت اسلامی کے بانی مولوی ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے اِس سوال کا جواب عقلی اور نقلی دلائل سے دیا پھر جواب کا یہ خلاصہ پیش کیا (جس کو یاد رکھنا ہمارے لیے ضروری ہے) کہ

''جو جس درجہ اور جس مقام کا عالم شریعت ہوگا، اس کو اسی قسم کی دعوت وتبلیغ اور ہدایت واصلاح کا حق پہنچتا ہے جو، اسی مقام کے لائق ہے اور، اگر اس سے زیادہ بوجھ ڈالا گیا تو یہ تکلیف مالا یطاق ہوگی۔'' (ص ۳۲)

یہ تاریخی اور فطری نوعیت کا جواب آپ کو حضرت مدنی میاں کی ۳۶ صفحاتی کتاب ''فریضۂ دعوت وتبلیغ'' میں ملے گا۔ اپنی تاریخ کا مطالعہ اور حفاظت، زندہ قوموں کی نشانی ہوتی ہے۔

(۴) قرآن حکیم میں یہودیت اور عیسائیت کے ماننے والوں کو ''اہل کتاب'' کہا گیا ہے، لیکن پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو آخری نبی نہ ماننے کی وجہ سے وہ ''اہل کتاب'' بھی نہ رہے، اس لیے یہودیت اور عیسائیت دین اور مذہب نہ رہے جس پر عمل کیا جائے بلکہ یہ دونوں مذاہب ''نظریہ'' بن گئے جو، افراط وتفریط کا مجموعہ ہیں۔ اس لیے ان کے لیے ''دین'' اور ''کامل'' کا استعمال بھی غیر ضروری بحث ہے اور عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف ہے۔

اِس ایمان افروز حقیقت کی روشنی آپ کو حضرت مدنی میاں کی کتاب ''دین کامل'' میں ملے گی اور موجودہ دور میں اہل کتاب کو ''مومن'' سمجھنے، ماننے اور تاویل کرنے کی جوبات ڈاکٹر طاہر القادری کے حوالے سے کہی جارہی ہے، اس کا خلاصہ بھی ہوجائے گا، اگرچہ کہ اس میں ان کا تذکرہ نہیں۔

(۵) الٰہ اور اللہ (الفاظ) کیا ہیں اور اُن کا معنی کیا ہے۔ اِس کا مختلف معنی ومفہوم بیان کرنے والوں کی حقیقت کیا ہے، ظہورِ اسلام سے پہلے دور جاہلیت میں الٰہ کا تصور کیا تھا، الوہیت کیا ہے اور الٰہ کے اوامر کے مراتب کیا ہیں۔ اِن سب بنیادی باتوں اور ایمان افروز حقائق کے ساتھ جماعت اسلامی کے بانی ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے کیا گل افشانیاں کی ہیں۔ سب ایک ساتھ دیکھنے کے لیے آپ حضرت مدنی میاں کی کتاب ''اسلام کا تصورِ الٰہ اور مودودی صاحب'' کا مطالعہ کریں۔

ہم کو یاد آتا ہے کہ اسی موضوع پر انہی مباحث کو اپنی تحریر وتحقیق کا موضوع حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی اشرفی علیہ الرحمہ نے بھی بنایا ہے اور قرآن کی چار بنیادی اصطلاحات کا جائزہ لیا ہے۔ اِن دونوں اشرفی علمائے دین کی مذکورہ کتابوں کا مطالعہ معلومات میں اضافہ اور ایمان

وعقیدے میں تازگی وپختگی کے لیے مفید ہے۔

(۶) عبادت کی لفظی حقیقت کیا ہے، عبادت کی حقیقت بیانی میں مودودی صاحب نے کیسی علمی خیانتیں کی ہیں، ایک اضافی اور غیر ضروری نہیں بلکہ کس طرح کی بے وجہ کوشش کی ہے، عبد کا کیا مفہوم ہے اور مودودی صاحب نے عبد کی کیا حقیقت بیان کی ہے پھر اس کے بعد عبدیت اور عبادت کا کیا خلاصہ کیا ہے، حقیقت سے ناآشنائی کی وجہ سے ان کی پریشان خیالی کا انجام کیا ہوا، مودودی صاحب کی نظر میں ایمان کیا ہے اور عبادت کے حوالے سے مودودی صاحب کے مزید کیا نظریات اور خیالات ہیں، امت مسلمہ پر کس طرح انہوں نے غصہ اور بہتان کی بارش کی ہے، امت مسلمہ کے خواص پر کیوں دل برداشتہ ہونے کی زحمت اٹھائی ہے۔ خلافت وحکومت کا مودودی تصور کیا ہے اور کس طرح اسلامی تصورِ حکومت وخلافت کو انہوں نے جماعت اسلامی کی خاطر ''مودودیانے'' کی کوشش کی ہے۔ عبادت کے معنی اطاعت اور پرستش میں کیا فرق ہے اور مودودی صاحب نے کیا مراد لیا ہے۔

اِن سبھی بنیادی حقیقتوں، ایمان افروز مباحث اور بہت سے سوالوں کا جواب حاصل کرنے کے لیے حضرت مدنی میاں کی کتاب ''اسلام کا نظریۂ عبادت اور مودودی صاحب'' کا مطالعہ کریں اور معلومات میں اضافہ کریں۔

(۷) دین کا معنی ومفہوم کیا ہے، دین اور جزا میں فرق کیا ہے، مذہب کیا چیز ہے، ملت کسے کہتے ہیں، قرآن فہمی کے لیے بنیادی اصول کیا ہیں، قرآن کی ترجمانی کے امکانات کی حد کیا ہے، قرآن میں لفظ ''دین'' اور ''اقامت دین'' کے معانی کیا ہیں۔ قرآن کو ظاہری آنکھ سے نہیں بلکہ باطنی اور دل کی آنکھ (نگاہ بصیرت) سے دیکھ کر پڑھنے کی ضرورت کیوں ہے، ایک انصاف پسند مفسر کی ذمے داری اور فرض کیا ہوتا ہے اور مودودی صاحب نے اپنی سطحی تفسیری روش اور فکری کج روی کی وجہ سے اِن سب بنیادی اصول کا کس طرح خون کیا ہے اور تحقیقی غلطیاں کی ہیں۔

اور بھی بہت سے سوالوں کے جواب اور شبہات کے ازالہ کے لیے آپ حضرت مدنی میاں کی کتاب ''دین اور اقامت دین'' کا مطالعہ کریں۔

(۶) ایمان، اسلام اور احسان کی حقیقت اور مراتب سے واقف ہونے اور حدیث جبرئیل کے انسانی پیغام سے آشنا ہونے کے لیے حضرت مدنی میاں کی کتاب ''تعلیم دین اور تصدیق

جبرئیل امین'' کا مطالعہ کریں اور اپنا جائزہ لیں۔

(۸) نظریۂ ختم نبوت اور عقیدۂ خاتمیت پیغمبری کی بحث کو مولویوں کا چونچلا سمجھنے والے سادہ لوح مسلمانوں اور نام نہاد دانشوروں کے لیے بھی حضرت مدنی میاں کی ایک کتاب ایمان افروز ثابت ہوسکتی ہے اور چشم کشائی کی خدمت انجام دے سکتی ہے۔ وہ کتاب ہے ''نظریۂ ختم نبوت اور تحذیر الناس'' اس میں تردید سے زیادہ تنقید ہے اور تنقید میں بھی ذاتی اور شخصی تنقیص نہیں۔ مزید یہ کہ تنقید کو آج معیوب نہیں تصور کیا جاتا ہے اور جب ایمان وکفر کا مسئلہ اور گمراہی کی وضاحت وحقیقت کشائی کا مسئلہ ہو تو ہمیں کشادہ دلی کا ضرور مظاہرہ کرنا چاہیے، اصل دانشوری اسی کا نام ہے۔

(۹) ہمارا ایمان اس وقت مکمل ہوگا جب ہم اپنی ذات، اپنی آل اور اپنے والدین سے بھی زیادہ محمد رسول اللہ سے محبت کریں، اس ایمان افروز عقیدے پر روشنی ڈالنے والی احادیث اور بطورِ خاص مشکوٰۃ شریف کی معروف حدیث کا معنی ومفہوم معلوم کرنے کے لیے حضرت مدنی میاں کی کتاب ''محبت رسول روح ایمان'' کا ضرور مطالعہ کریں۔ مقررین حضرات تو ضرور پڑھیں۔

(۱۰) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی، ممدوح محدث اعظم ہند کے ترجمۂ قرآن ''کنزالایمان'' پر بہت سے لوگوں نے کئی جہتوں سے اعتراض کیا ہے اور ہر جہت سے ہر اعتراض کا جواب علمائے اہل سنت نے دیا ہے۔ حضرت مدنی میاں نے بھی یہ خدمت انجام دی ہے اور ''امام احمد رضا قادری اور اردو تراجم قرآن'' کا لسانی، تفسیری، تحقیقی، محاورہ جاتی اور فکری جائزہ لیا ہے اور خوب محاکمہ اور محاسبہ فرمایا ہے۔

(۱۱) دین اسلام، اللہ کا پسندیدہ دین ہے اور نبی آخرالزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے محبوب پیغمبر ہیں، اس لیے قرآن وسنت ہی شریعت الٰہی اور قانون خداوندی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر کی تشریعی حیثیت کا خود ہی اعلان فرمایا ہے، اس لیے جدید اصطلاح میں ''اسلامک لا'' کی ٹرمینالوجی صحیح ہے اور ''مسلم پرسنل لا'' کی اصطلاح درست نہیں، کیوں کہ اسلامی شریعت جس پر مسلمان عمل کرتے ہیں، یہ ان کا ذاتی اور کسی مسلم دانشور، پیر فقیر اور نبی ولی کا بنایا ہوا قانون نہیں بلکہ خدائی قانون ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم اور صاحب قرآن نبی آخرالزماں کی سیرت کی شکل میں اتارا ہے۔ اس حقیقت سے واقف ہونے کے لیے آپ حضرت مدنی میاں کی معروف کتاب ''مسلم پرسنل لا۔ یا۔ اسلامک لا'' کا ضرور مطالعہ کریں۔ یہ کتاب شاہ بانو کیس کے

بعد سطحی اور اخباری جملوں اور تبصروں کے بعد لکھی گئی ہے۔اس کی طباعت واشاعت کا اہتمام کرنا آج زیادہ ضروری ہے۔

(۱۲) اشتراکیت اور کمیونزم کیا چیز ہے، اشتراکی نظام کی کیا حقیقت ہے، خواتین کا تعلیم یافتہ ہونا گھریلو جنت کے لیے ضروری ہے لیکن ایک تعلیم یافتہ خاتون کے کیا مسائل ہیں اور کیا سوالات ہیں جن کا جواب دیا جانا ضروری ہے اور پیغمبر اسلام کے تشریعی اختیارات کیا ہیں اور تشریعی حیثیت سے ہم کیا سمجھتے ہیں۔ اِن سب باتوں سے واقف ہونے کے لیے ہمیں حضرت مدنی میاں کے معلوماتی مقالات کا مجموعہ ''مقالات شیخ الاسلام'' کی ورق گردانی کرنی ہوگی۔

(۱۳) ہر عاشق رسول کو ''بارانِ رحمت'' کی ضرورت ہے اور ''پارۂ دل'' کی آرزومندانہ دولت سب کے اندر موجود ہے، اس لیے حضرت مدنی میاں اخترؔ کچھوچھوی کی سخنورانہ ''تجلیات'' میں کھڑا ہو کر گنگنا ہوگا کہ

بڑے لطیف ہیں، نازک سے گھر میں رہتے ہیں
مرے حضور مری چشم تر میں رہتے ہیں
یہ واقعہ ہے لباس بشر بھی دھوکہ ہے
یہ معجزہ ہے لباس بشر میں رہتے ہیں
خدا کے نور کو اپنی طرح سمجھتے ہیں !
یہ کون لوگ ہیں ؟ کس کے اثر میں رہتے ہیں ؟

اور پھر حضرت اخترؔ کچھوچھوی کے فکری سائبان میں بیٹھ کر بڑی سنجیدگی سے اپنی فکری بے راہ روی، عملی بحران اور حرارت عشق کی کمی کا اعلامیہ خود ہی پڑھ کر سنانا ہوگا کہ

بجھ گئی عشق کی آگ، اندھیر ہے، وہ حرارت گئی، وہ شرارہ گیا
دعوتِ حسن کردار بے سود ہے، تھا جو حسن عمل کا سہارا، گیا
جس میں پاسِ شریعت نہ خوفِ خدا، وہ رہا کیا رہا، وہ گیا کیا گیا
ایک تصویر تھی جو مٹا دی گئی، یہ غلط ہے مسلمان مارا گیا



مولانا سید شوکت علی باپو اشرفی
کرجن گجرات

پندرہویں صدی کے مجدد کون ہیں؟

شرائطِ مجدد

۱:۔ صدی کے آخر میں شہرت تامہ خاص و عام میں حاصل ہو۔ اگلی صدی کا کچھ وقت حیات ظاہری میں پالے۔

حضور شیخ الاسلام کی ولادت ۱۴ رویں صدی میں یکم رجب المرجب ۱۳۵۷ھ مطابق ۲۸ راگست ۱۹۳۸ء اتوار کے روز ہوئی۔ اور حضور محدث اعظم ہند کے وصال کے بعد چہلم کے موقع پر ۲۶ رشوال ۱۳۸۱ھ مطابق فروری ۱۹۶۲ء میں آپ جانشینِ محدث اعظم ہند بنے۔ اس درمیان میں آپ نے اپنے زمانے کے مایۂ ناز علماء اسلام سے نحو، صرف، تفسیر، اصول تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، بلاغت، کلام، معانی وغیرہ عربی فارسی ادبیات اور ظاہری علوم وفنون کی منزلوں کو طے کرلیا۔ اور عالم روحانیت کے جلیل القدر مشائخ عظام سے باطنی علوم حاصل کرلیے۔

پھر جانشینی کے بعد آپ نے اہل سنت و جماعت کے پرچم کو بلند کرنے کے لیے ملک اور بیرونِ ملک تبلیغی دورے فرمائے۔ اور اپنی تقاریر وتصانیف کے ذریعہ مسلکِ اہل سنت و جماعت کو ہر سو عام کر دیا۔ وقت کے جلیل القدر علماء کرام اور مفتیانِ عظام نے آپ کے علم کا لوہا مانا۔ اور مشائخ کرام نے آپ کو اپنا ہمنشین بنالیا۔ اس طرح ۱۴ رویں صدی کے آخر تک تو آپ تمام عالم اسلام پر چھا گئے اور آپ کو ہر خاص و عام میں شہرت عامہ وتامہ حاصل ہوگئی۔ آج ۱۴۳۷ھ اس ۱۵ ویں صدی میں بھی ۳۷ سال سے آپ رات و دن اور صبح وشام دین وسنیت کی خدمت میں مشغول و مصروف ہیں۔ غرضیکہ ۱۴ ویں صدی کے ۴۳ سال اور اس ۱۵ ویں صدی کے ۳۶ سال، کل ۷۹ سالہ زندگی میں لاکھوں نہیں، بلکہ کروڑوں لوگ آپ کے معتقد ومعترف ہوگئے۔ اس طرح ۱۴ ویں اور ۱۵ ویں، دونوں صدیوں میں آپ کا فیضان جاری ہوا اور ہے۔

۲:۔ قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ کا زبردست عالم ہو۔

حضور شیخ الاسلام قرآن وحدیث اور تفسیر وفقہ کے بے مثال زبردست عالم ہیں۔ بلکہ آپ عظیم مفسرِ قرآن، بے نظیر شارحِ حدیث، قابل مفتی، کامل فقیہ اور زبردست محقق ہیں۔ آپ کے تجرِ علمی کا لوہا بڑے بڑے علماء وفقہاء وفضلاء نے مانا ہے۔ قرآن وحدیث اور علوم دینیہ پر آپ کو مہارتِ تامہ وکاملہ حاصل ہے۔ آپ جب بھی کسی آیت یا حدیث یا مسئلہ پر میدانِ تحقیق میں اُترتے ہیں تو بال کی کھال نکال کر رکھ دیتے ہیں، جسے دیکھ کر وقت کے عظیم فقہاء وعلماء بھی دنگ رہ جاتے ہیں۔ آپ کی لکھی ہوئی تفسیر بنام ''تفسیرِ اشرفی'' آپ کے عظیم مفسرِ قرآن ہونے کی شاہد ہے، جس میں آپ نے قرآنِ پاک کا صحیح معنی ومفہوم بیان فرما کر گویا ''گاگر میں ساگر'' کو سمو دیا ہے۔ آپ نے ''تفہیم الحدیث شرح مشکوۃ شریف المعروف الاربعین الاشرفی'' تحریر فرما کر اپنے محدث ہونے اور باب حدیث میں بھی آپ کو کامل عبور حاصل ہونے کا ثبوت پیش کیا ہے۔ فقہ اور اصول فقہ کے باب میں آپ کو ایسی گہری معلومات اور زبردست مہارت حاصل ہے کہ دورِ حاضر کے بڑے بڑے فضلاء وفقہاء نے آپ کو اپنا سردار جانا و مانا ہے اور آپ کے علم کا اعتراف کیا ہے۔ ویڈیو۔ ٹی وی کے شرعی استعمال کو آج ہر ایک کو مسرورًا یا مجبورًا مان رہا ہے۔ جب کہ آپ نے تو آج سے ۲۵ سال پہلے ہی (۱۹۸۵ء میں) اس کے شرعی جواز کا فتوی صادر فرما دیا تھا۔ اسی طرح عورتوں، لڑکیوں کو لکھنا سکھانے کے بارے میں آپ کی تحقیق کو دیکھنے سے آپ کی عظیم محققانہ شان کا پتہ چلتا ہے۔ نیز آپ کی اس تحریر کو پڑھنے کے بعد فقہ اور اصول فقہ پر آپ کی زبردست پکڑ اور فقیہانہ ومحدثانہ شان ظاہر ہوتی ہے۔ المختصر حقیقت میں آپ ''**العلماء ورثۃ الانبیاء**'' کی روشنی میں حقیقی وارثِ علومِ نبی اور ''علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل'' حدیث کے تحت علمی صفت سے متصف ہیں۔

۳:۔ شریعت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا زبردست حامی اور خود پابندِ شریعت ہو۔

بلاشبہ حضور شیخ الاسلام زبردست حامیٔ شریعت مصطفی، حامیٔ اہل سنت اور ماحیٔ کفر وضلالت ہیں۔ آپ نے مسلسل ۴۰ سال تک گاؤں گاؤں اور شہر شہر خطاب فرما کر مسلکِ اہل سنت کے پرچم کو بلند وبالا فرما دیا۔ اور دیوبندیت، وہابیت، قادیانیت، مودودیت اور غیر مقلدیت کا منہ کالا کر دیا۔ آپ نے اپنے خطابات سے بے ایمانوں کو ایمان والا اور ایمان والوں کو عشق وعرفان والا بنا دیا۔ آپ کے خطابات باطل کے لیے کھلی شمشیر ہیں۔ آپ نے احقاق حق اور ابطال باطل کا فرضِ

منصبی بحسن وخوبی ادا فرما دیا۔

آپ پابندِ شریعت اور پابندِ سنت ہیں۔ بے شک آپ ''**انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء**'' کی سراپا تفسیر ہیں۔ آپ عاشق رسول ہیں۔ آپ کی جلوت وخلوت سب یکساں ہیں۔ آپ کی محفلوں میں ہمیشہ اللہ ورسول کا، شریعت وسنت کا، علم وحکمت کا اور مسائل دینیہ ہی کا ذکر ہوتا ہے۔ آپ کی مجلسیں لغویات وبدگوئیوں سے پاک ہیں۔ آپ کی ذات ولایت کی پہچان ہے۔ ولی وہ ہوتا ہے، جسے دیکھ کر خدا یاد آئے۔ بے شک ویقینًا آپ کو دیکھ کر اور آپ کی صحبت کو پا کر خدا کی یاد آتی ہے۔

۴:۔ علماء ومشائخ اسے اپنا مقتدیٰ تسلیم کرتے ہوں اور دینی مسائل میں رجوع کرتے ہوں۔

یقینًا حضور شیخ الاسلام کی ذات بھی وہ ذات ہے، جسے علماء ومشائخ نے اپنا مقتدیٰ جانا و مانا ہے۔ ملک ہندوستان و پاکستان اور دیگر ممالک کی مختلف خانقاہوں کے مشائخ نے آپ کو سراہا اور اپنا ہمنشیں بنایا ہے۔ خود غزالیٔ دوراں مظہر امام احمد رضا حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ جیسی پاکستان کی بزرگ شخصیت نے آپ کے فتاوی کی تصدیق اور آپ کی خوب خوب تعریف فرمائی۔ بغداد شریف آستانۂ غوث اعظم کے سجادہ نشین شیخ طریقت نے آپ کا خوب خوب ادب و احترام فرمایا اور خوب تعظیم وتکریم فرمائی۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے آستانہ کے بزرگ سجادہ نشین نے آپ کو اپنی خانقاہ پر بلا کر آپ کا شاندار استقبال فرمایا۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے آستانہ کے سجادہ نشین نے بھی آپ کو اپنی خانقاہ پر دعوت دیکر آپ کا شایانِ شان استقبال فرمایا اور آپ کو خوب دعاؤں سے نوازا۔ اور عالم اسلام میں آپ کی عظیم خدمات کی تعریف فرمائی۔ نیز آپ کو حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے آستانہ کا خاص خرقہ عطا فرمایا۔

ہندوستان، پاکستان، مکہ معظّمہ، مدینہ منورہ، عراق، افریقہ، امریکہ، برطانیہ وغیرہ ملک و بیرونِ ملک ہر جگہ ہمیشہ علماء کرام نے علمی مسائل میں آپ کی طرف رجوع کیا آپ سے علمی مباحثہ کر کے فیضیاب ہوئے۔ تحقیقی مسائل میں دور دراز سے علماء کرام آج تک آپ کی طرف رجوع کرتے اور اپنی علمی پیاس بجھاتے ہیں۔

۵:۔ اس کا ہر عمل اللہ عزوجل کی رضا اور دین کے فائدے کے لیے ہو۔

بلاشک وشبہ حضور شیخ الاسلام کا ہر ہر عمل خالص خدا کی رضا کے لیے اور صرف

دین اسلام کے فائدے کے لیے ہوتا ہے۔ چاہے تقریر ہو یا تحریر، عبادت و ریاضت یا وعظ و نصیحت، جلوت ہو یا خلوت، ہر حال میں ہر عمل خلوص وللّٰہیت کے لیے کرتے ہیں۔ ریا کاری اور دکھاوا آپ سے کوسوں دور رہتا ہے۔ دین کے فائدے اور تعلیم دینِ اسلام کی نشر واشاعت کے لیے آپ نے ایک عظیم مشن بنام ''محدث اعظم مشن'' قائم فرمایا۔ اس مشن کی صوبہ گجرات اور ہندوستان اور دیگر ملکوں میں دوسو سے زیادہ شاخیں ہیں، جو اپنے اپنے طریقے پر دینِ اسلام کی خدمت کر رہی ہے۔ دین کے فائدے ہی کے لیے آپ نے بے شمار دینی مدرسوں کی سرپرستی قبول فرمائی اور دین کے معاملہ میں ان کی رہنمائی فرمائی۔ بلکہ آپ نے اپنی ذات کو دین اسلام کی خاطر وقف کر دیا ہے۔

۶:- اپنے ذاتی مفاد کے لیے کسی کے آگے دستِ طلب دراز نہ کرتا ہو۔

حضور شیخ الاسلام کی یہ امتیازی وانفرادی شان ہے کہ آج تک آپ نے کبھی بھی کسی سے دستِ طلب دراز نہیں فرمایا۔ چاہے قریب والے ہوں یا دور والے۔ اور چاہے دینی کام ہو یا دنیوی، ذاتی کام ہو یا غیر ذاتی۔ کبھی بھی آپ نے کسی سے سوال نہیں کیا۔ بلکہ نہ کبھی دل میں طمع رکھی اور نہ کسی سے امید۔ بس ہمیشہ اپنے اللہ اور اپنے رسول ہی سے مانگا۔ انہیں کی بارگاہ میں عرض کیا اور انہیں سے پایا۔ **وھو المعطی وھو القاسم عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔**

میری نظر میں اوپر لکھے ہوئے شرائط پر اگر کوئی ذات پوری اُترتی ہے، تو وہ سرکار شیخ الاسلام کی ذات ہے، جو درحقیقت رسولِ اعظم کا معجزہ اور غوثِ اعظم کی کرامت ہے۔ بلاشبہ حضور شیخ الاسلام والمسلمین، رئیس المحققین، جانشینِ حضور محدثِ اعظم ہند، رہبر شریعت، پیر طریقت، واقف اسرارِ حقیقت، عارف رموزِ معرفت، حضرت علامہ مولانا مفتی الحاج الشاہ سید محمد مدنی میاں قادری چشتی اشرفی جیلانی کچھوچھوی، مدظلہ العالی۔

سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔



محمد عطاء النبی حسینی ابوالعلائی مصباحی
استاذ جامعہ فیضان حاجی پیر، مانڈوی، کچھ گجرات۔

حضور شیخ الاسلام کے دس سالہ دور طالب علمی کے چند یادگار لمحات وواقعات

کچھوچھہ کیا ہے، کہاں ہے کون جانتا تھا؟ لیکن جب اسی کچھوچھہ کو ''تقدس وشرافت'' حاصل ہوئی تارک السلطنت مخدوم سمناں حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمہ کے قدوم میمنت لزوم کی برکت سے تو آج کچھوچھہ نہیں بلکہ کچھوچھہ شریف اور کچھوچھہ مقدسہ کو کون نہیں جانتا۔

پھر مخدوم سمناں رضی اللہ عنہ کے بعد اعلیٰ حضرت سیدی سرکار علی حسین اشرفی میاں علیہ الرحمہ کی ذات بابرکت سے جہاں سلسلہ اشرفیہ کو ترویج واشاعت کی جو بلندیاں اور سرفرازیاں نصیب ہوئی وہیں کچھوچھہ مقدسہ کی شہرت ومقبولیت میں چار چاند لگ گئے۔ اسی خانوادۂ اشرفیہ کا ایک ممتاز، قابل فخر اور لائق تقلید فرزند نواسۂ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ محدث اعظم ہند ابوالمحامد سید محمد کچھوچھوی علیہ الرحمہ تھے جن کے علم وعرفان، عمل وکردار، تصوف وادب اور تہذیب وتمدن سے آراستہ وپیراستہ گھرانے میں یکشنبہ کی شب یکم رجب المرجب ۱۳۵۷ھ مطابق ۲۸ راگست ۱۹۳۷ کو ایک خوبصورت وخوبرو اور حسین وجمیل نور پیکر صاحبزادے کی ولادت ہوئی۔ یہ صاحب زادہ اور شہزادہ کوہیں؟ وہی:

جن کو دنیا سید محمد مدنی کے نام نامی اسم گرامی سے جانتی ہے۔

جن کو ارباب علم ودانش شیخ الاسلام والمسلمین، رئیس المحققین، سند المتکلمین اور سید المفسرین جیسے عظیم وجلیل القاب وخطابات سے یاد کرتے ہیں۔

جن کی شان میں اصاغر تو اصاغر معاصر کی زبانیں رطب اللسان ہیں۔

جن کے دور طالب علمی کا حال یہ ہے کہ ''آپ کی علمی گہرائی، وسعت مطالعہ اور عمیق نظری کے طلبہ ہی نہیں اساتذہ بھی قائل تھے۔ بسا اوقات علمی مسئلہ میں بلا تکلف رائے لیا کرتے۔''
(محدث اعظم نمبر، ص: ۱۸۰)

جن کو دور طالب علمی ہی میں بظاہر ناتواں کندھے پر محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کی سجادگی ملی

اور آپ نے سجادہ نشینی کے بعد سجادگی کا حق جس خوش اسلوبی سے ادا کیا کہ دنیاے اہل سنت نے اپنی آنکھوں نظارہ بھی کیا اور اعتراف بھی۔

جن کی شریعت پر استقامت اور تصلب فی الدین اس قدر قابل رشک ہے کہ ہمیشہ اشتراک واختلاط سے دور رہے۔'' یہی وجہ ہے کہ بہت سی تحریکات افقِ ہند سے ابھریں لیکن ان سے شیخ الاسلام قطعی متاثر نہ ہوئے اور اسلاف کی راہ مستقیم پر رہ کر مسلک اہل سنت کی حفاظت و صیانت کے لیے بروقت ودرست فیصلے فرماتے ہیں۔'' (شیخ الاسلام حیات وخدمات، ص:۱۹)

جن کی خدمات کا دائرہ صرف ہندوستان ہی تک محدود نہیں بلکہ ملکِ ہندوستان کے ساتھ ساتھ بیرون ہند کو بھی محیط ہے۔

جن کی شان فقیہانہ کا نظارہ کر کے غزالی زماں حضرت علامہ احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ نے ''رئیس المحققین'' جیسے بھاری بھرکم لقب سے بھی یاد فرمایا اور یوں خراج تحسین پیش کیا: ''تینوں فتاویٰ حضرت کی فہم وذکا اور تحقیق وجستجو کا منہ بولتا شاہکار ہیں۔ بے شک جناب کی ذہانت اور استنباط لائق صد ستائش اور قابل تحسین وآفرین ہیں۔ آپ نے جس آسانی سے ایسے مشکل مسائل کو عام فہم انداز میں ڈھال کر حل فرمایا ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ بزرگانِ دین اور علماے امت کے مختلف اقوال کو جس عمدگی سے بیان فرمایا ہے اور جس حسن خوبی سے نبھایا ہے وہ آپ کے انشراح صدر اور علوم عقلی ونقلی میں مہارت تامہ کا مظہر اتم ہے۔ خصوصاً طرزِ استدلال اور اندازِ تحریر باعث رشک ہیں۔''
(ویڈیو اور ٹی وی کا شرعی استعمال، ص:۱۱)

جن کی مفسرانہ صلاحیتیں اور کمالات ملاحظہ کرنا ہو تو ''سید التفاسیر معروف بہ تفسیر اشرفی'' کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے جس کی شان یہ ہے کہ ''تفسیر اشرفی کو بلاشبہ سید التفاسیر قرار دینا وقت کا اہم تقاضہ ہے، بلاشبہ اس تفسیر کو مقصدی اور انسانی زندگی کو حکم خدا کے تابع بنانے والی تفسیر سے تعبیر کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا، غرض تفسیر اشرفی کے اسلاب میں جہاں سادہ وعام فہم الفاظ جلوہ گر ہیں وہیں لفظوں کی صوتی خصوصیات اور ان کی گہرائی وگیرائی سے یہ ثبوت فراہم ہوتا ہے کہ حضرت علامہ کو تحریر کا یہ وصف من جانب اللہ حاصل ہوا ہے، اس لیے ان کی تفسیر میں کیفیاتی فضا جلوہ گر ہے، جس سے دل متاثر ہوتے ہیں اور ذہن کے دریچے کھلنے کے علاوہ گہرائی وگیرائی کی وجہ سے عقل و فراست کے بہترین نمونے جلوہ گر ہوتے ہیں، اس قسم کا تحریری منفرد درویہ اردو کی بہت کم تفسیروں

میں دکھائی دیتا ہے۔'' (شخص وعکس، ص:۹۰)

جن کی محدثانہ عظمت ورفعت دیکھنی ہو تو ''شرح مشکوٰۃ المصابیح'' سے شاد کام ہونے کی سعادت حاصل کریں یہ اور بات ہے کہ شرح احادیث مشکوٰۃ کا یہ سلسلہ مکمل نہ ہوسکا لیکن جس قدر بھی شرح ہوسکی اس کا مطالعہ کرتے جائیں'' ہر ہر حدیث میں ایمان واسلام، عقائد واعمال اور دوسری ضروریات دین اور ان کے جزئیات کا بیش بہا خزانہ موجود ومحفوظ ہے جن کا جاننا ہر مسلمان کے لیے از حد ضروری ہے۔'' (الاربعین الاشرفی، ص:۱۱)

جن کی خطابت کی شہرت ومقبولیت کے صرف عوام ہی نہیں بلکہ اہل علم ودانش اور ارباب علم وفن معترف ہیں اور کیوں نہ ہوں کہ آپ کی خطابت ایسی ہوتی ہے ''جس میں نہ لفاظی ہے، نہ لطیفہ گوئی، لطافت ضرور ہے، عقیدے پر استقامت، مسلک حقہ پر تصلب کا پیغام بھی اور مواد کی فراوانی بھی۔ اس لحاظ سے آپ کی مقبولیت کا ایک پہلو ملکہ خطابت اور اسلوب کی دل کشی ہے۔ آپ کے یہاں نقلی وعقلی دلائل کے ساتھ ہی کلامی مباحث کی جلوہ آرائی ہے جس سے خطابت محض لفظوں کا انتخاب ہی نہیں بلکہ پیغام کی ترسیل کا باعث بھی ہے۔'' (حیات وخدمات، ص:۲۰)

حالاں کہ آپ نے نہ کبھی دور طالب علمی میں کسی مشقی بزم میں شرکت کی اور بنیت مشق کسی انجمن میں شریک ہوئے اور ضرورت بھی کیا ہے کہ ''مچھلی کے بچے کو تیرنا نہیں سکھاتے۔''

جن کے تردیدی اور تنقیدی جلوے ''اسلام کا تصور الٰہ اور مودودی صاحب''، ''اسلام کا نظریہ عبادت اور مودودی صاحب'' اور ''دین اور اقامت دین''' میں دیکھے جاسکتے ہیں جن میں ''آپ نے جماعت اسلامی (مودودیت) کے بانی ومحرک ابوالاعلیٰ مودودی کے ایمان سوز تحریک و تحریف کی گرفت کرتے ہوئے قرآن واحادیث اور تفسیر واقوال ائمہ اسلام کے دلائل وبراہین سے بھرپور، لاجواب طرز استدلال کے ساتھ خداداد قوت واستعداد وصلاحیت سے مودودیت کو مفلوج و بے بس کر کے رکھ دیا، مودودیت کی مردودیت کو اجاگر کر کے بے نقاب کیا اور اسلام کو نکھار کر لوگوں کے سامنے پیش کیا۔'' (حیات وخدمات، ص:۵۰)

جن کی شعر وشاعری کی چاشنی بھی کیا ہے کہ جو ملاحظہ کرتا ہے کہنے پر مجبور ہوتا ہے کہ ''شعر و سخن کے آئینے میں بھی (آپ کو) دیکھیے تو شعر کی زلف برہم سنوارتے اور سخن کے عارض پر غازہ ملتے نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی قندیل شعور آگہی سے ظلمات فکر ونظر کے دبیز پردہ

کو چاک کیا اور گم گشتگان راہ کو نشانِ منزل اور شمعِ ہدایت عطا کی۔ ہر بڑے مفکر کی طرح آپ نے بھی اپنے اصول اور ایقان کی روشنی میں ایک فصیح وبلیغ وجدید کلام دنیا کو پیش کیا اور اپنی بانکی طبیعت سے گلشن شعر وسخن میں جذبہ محبت اور ولولہ عقیدت کا ایسا کشادہ ومنفرد اور پرشکوہ تاج محل تعمیر کیا ہے جس کی خوب صورتی، فن کاری، نئے نئے نقش ونگار اور انوکھے گل بوٹے دیکھ کر لوگ غرقِ حیرت ہیں۔ آپ کی شاعری میں طلاقت لسانی، سلاست زبانی، طرزِ ادا کی دل آویزی، اسلوبِ بیان کی دل کشی اور مضامین کی روانی وشگفتگی بدرجہ اتم موجود ہے۔'' (حیات وخدمات، ص: ۱۳۰)

جن کی تصنیف وتالیف قابل قدر اور لائق مطالعہ ہوتی ہیں۔ ذرا ایک نظر اسمائے کتب پر بھی ہوجائے:

قرآنیات: (۱) تفسیر اشرفی (سید التفاسیر)۔ 10 جلدیں۔ (۲) کنز الایمان اور دیگر تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ (محاسن کنز الایمان پر جامع رسالہ)۔ (۳) تفسیر سورہ ''والضحیٰ''۔

حدیثیات: (۴) تفہیم الحدیث شرح مشکوٰۃ شریف (جس کی تکمیل نہ ہوسکی۔ اے کاش۔۔۔) (۵) الاربعین الاشرفی۔ (۶) شرح حدیث ''انما الاعمال بالنیات''۔ (۷) تعلیم دین اور تصدیق جبریل امین۔ (۸) محبت رسول روح ایمان۔

اعتقادیات: (۹) مسلہ حاضر وناظر۔ (۱۰) اسلام کا نظریہ ختم نبوت اور تحذیر الناس (ردنانوتوی ودیوبندیہ)۔ (۱۱) شرح التحقیق البارع فی حقوق الشارع۔ (۱۲) اشتراکیت۔

فقہیات: (۱۳) ویڈیو اور ٹی وی کا شرعی استعمال) تاریخی تحقیقی فتوی)۔ (۱۴) کتابت نسواں اور عصری تقاضے۔

ردِ مودودیت: (۱۵) اسلام کا تصورالہ اور مودودی صاحب۔ (۱۶) اسلام کا نظریۂ عبادت اور مودودی صاحب۔ (۱۷) دین اور اقامت دین۔ (۱۸) فریضہ دعوت وتبلیغ۔

تحقیقات وتنقیحات: (۱۹) تحریک دعوت اسلامی کا تنقیدی جائزہ۔ (۲۰) مسلم پرسنل لاء یا اسلامک لاء؟ (۲۱) دین کامل۔ (۲۲) صحیفۂ ہدایت۔

مقالات: (۲۳) مقالات شیخ الاسلام (حصہ اول)۔ (۲۴) مقالات شیخ الاسلام (حصہ دوم)۔

شعریات: (۲۵) بارانِ رحمت، (۲۶) گلدستہ (۲۷) پارۂ دل۔

ان کتابوں میں ''موضوعات کے اعتبار سے یہ رعایت رکھی ہے کہ جو کتابیں خالص عام

مسلمانوں کے لیے لکھی گئی ہیں ان کا اسلوب عام فہم، سادہ ہے دقائق سے گریز ہے، بلکہ بعض دقیق وضروری عنوانات کو حتیٰ الامکان عام فہم بنانے کی کوشش کی ہے۔ اس سبب سے علمی مباحث کی تفہیم بھی قدرے آسان وسہل ہوگئی ہے۔'' (حیات وخدمات، ص: ۲۱)

ایسی عظیم وجلیل شخصیت کا ہر دور یقینا تاریخ کے صفحات میں محفوظ کیے جانے، نسل نو تک پہنچانے، اس سے سبق اور نصیحت کے گل بوٹے چنے جانے اور آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہوتا ہے۔ حضور شیخ الاسلام والمسلمین، رئیس المحققین، سند المتکلمین، سید المفسرین حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی دام ظلہ العالی کے ان ادوار میں سے ایک روشن، درخشندہ، تابندہ دور'' جامعہ اشرفیہ'' مبارک پور کا دس سالہ دور طالب علمی ہے جسے نذر قارئین کیا جائے گا لیکن اس سے قبل'' جامعہ اشرفیہ'' مبارک پور کی ایک مختصر تاریخ، اس کے سرپرست اول اور شیخ اسلام کے زمانہ طالب علمی میں اشرفیہ کے سرپرست اور خانوادہ اشرفیہ کچھوچھہ کے صاحب زادگان کی فہرست پیش کرنا زیادہ مناسب ہوگا تا کہ خانوادہ اشرفیہ کا جامعہ اشرفیہ سے جو تعلق ہے وہ واضح ہوجائے۔

کونسا جامعہ اشرفیہ؟

وہی جس کا وجود اعظم گڑھ کے ایک قصبے'' مبارک پور'' میں اس زمانے میں ہوا'' جب مبارکپور میں آمد ورفت کی کوئی سہولت نہیں تھی اس وقت شیخ المشائخ مولانا سید شاہ ابو احمد محمد علی حسین صاحب اشرفی میاں (میاں بابا) قدس سرہ النورانی اونٹنی پر سوار ہوکر کچھوچھا مقدسہ سے مبارک پور آئے تھے، انہوں نے رشد وہدایت کا سلسلہ شروع کیا، رفتہ رفتہ ان کے گرد مبارک پور کے سنی مسلمان اکٹھے ہوگئے حضرت میاں بابا نے لوگوں پر زور دیا کہ'' دین کی ترویج واشاعت کے لیے ایک درسگاہ ضروری ہے۔'' (حیات مخدوم الاولیا، ص: ۳۴۴)

وہی اشرفیہ جس کبھی'' مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم'' کے نام سے یاد کیا جاتا تھا کیوں کہ'' مبارک پور میں باقاعدہ دینی درسگاہ کے موجد محرک اور بانی حضرت میاں بابا (اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی) رحمۃ اللہ علیہ حضرت محبوب یزدانی غوث صمدانی مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان ذی شان سے متعلق تھے۔ اس لیے اس درسگاہ کا نام مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم رکھا گیا، اور مدرسہ کے دیکھ بھال کے لیے جاں نثاران اشرفیہ کی خواہشات کے مطابق بانی ادارہ حضرت میاں بابا رحمۃ اللہ علیہ کو مدرسہ کا سرپرست مقرر فرمایا۔'' (مصدر سابق، ص: ۳۴۴)

وہی اشرفیہ جس کو بحیثیت سرپرست اول شبیہ غوث اعظم مخدوم اولیا اعلیٰ حضرت سید علی حسین اشرفی میاں علیہ الرحمہ جیسی بے مثال شخصیت کی سرپرستی حاصل ہوئی پھر کیا تھا ''زمانے کی تبدیلیوں کے ساتھ کچھ دنوں کے بعد مبارک پور اور مضافات کے سنیوں نے اسے مزید ترقی دینے کے لیے ایک جدید عمارت کی ضرورت محسوس کی اور اسی خاندان کے افراد میاں محمد سعید، محمد رفیق، محمد امین سابق صدر مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم اور محمد عمر وغیرہم نے اپنے خاندان کی جس نے محلہ پرانی بستی کا مکان وقف کیا تھا، سابقہ روایات کو باقی رکھتے ہوئے ایک ایسی زمین جدید عمارت کے لیے وقف کی جو اپنے محل وقوع کے اعتبار سے کافی اہم اور قیمتی تھا اور مبارک پور کے سنی عوام نے جدید تعمیر کے لیے ایثار و قربانی کا اتنا زبردست مظاہرہ کیا کہ لوگوں کو چندہ دینے سے روکنا پڑا، خواتین نے تقریباً اپنے تمام زیورات مدرسہ پر نچھاور کر دیے اور دیکھتے دیکھتے موجودہ عمارت تعمیر کے مراحل طے کرنے لگی، عوام نے صرف مالی امداد نہیں کی فی سبیل اللہ مٹی گارے کا کام بھی کرتے تھے۔'' (مصدر سابق، ص: ۳۴۴)

وہی اشرفیہ جس کو اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ ہی کے زمانہ سرپرستی ۹ شوال ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۴ جنوری ۱۹۳۲ء میں روحانی اشرفی شہزادے جلالۃ العلم ابوالفیض حضور حافظ ملت حضرت علامہ مولانا الشاہ عبدالعزیز صاحب محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ کو بلایا اور بیرونی جات سے طلبہ کی آمد شروع ہوگئی اور دو مولوی صاحبان مقرر کیے گئے۔

وہی اشرفیہ جس کو ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۹۱۱ء سے ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۶ء زندگی بھر تقریباً ۲۶ سالوں تک اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کی سرپرستی و نگرانی میں پلنے، بڑھنے، پھلنے، پھولنے، اڑنے اور ترقی کے منازل طے کرنے کا شرف حاصل رہا۔

وہی اشرفیہ جس کی ۱۳۵۳ھ میں جدید عمارت کی تعمیر کے لیے حضور اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ بذات خود مبارک پور تشریف لائے اور بعد جمعہ اپنے مقدس ہاتھوں سے مدرسہ کی جدید عمارت کا سنگ بنیاد رکھا اور اشرفیہ کی ترقی و خوش حالی کی دعا کرنے کے بعد اسی موقع پر ارشاد فرمایا: '' مدرسہ بہت ترقی کرے گا، فتنہ بھی بہت اٹھے گا مگر اللہ تعالیٰ اس کا محافظ ہے۔'' (مصدر سابق، ص: ۳۴۷)

وہی اشرفیہ جس کو اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کی ظاہری سرپرستی سے محرومی کے بعد اس فقید المثال ذات گرامی کی سرپرستی حاصل ہوئی جو یقینی اور حقیقی طور پر اس کے مستحق تھے اور وہ

ذات والا تبار ابوالمحامد حضرت علامہ سید محمد اشرفی جیلانی محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کی ذات ہے۔

وہی اشرفیہ جس کو '' حضرت محدث اعظم ہند کی جاندار سرپرستی اور ارکان دار العلوم غلامان سلسلہ اشرفیہ کی غیر معمولی جد و جہد اور ایثار و اخلاص نے غیر معمولی رفتار سے ترقی کے منازل طے کرانا شروع کرا دیے۔

وہی اشرفیہ جس کا تعلیمی معیار حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کی سرپرستی میں ایسا تھا کہ '' اساتذہ وقت اور غیر معمولی سوچ رکھنے والے مستعد علما حضرت مولانا محمد سلیمان صاحب اشرفی بھاگل پوری، حضرت مولانا غلا جیلانی اعظمی، حضرت علامہ عبد المصطفیٰ از ہری، حضرت علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی (علیہم الرحمہ) نے دار العلوم کے تعلیمی معیار کی دھاک جما دی۔'' (مصدر سابق، ص: ۳۴۷)

وہی اشرفیہ جس کو حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کی مضبوط و مستحکم سرپرستی کا سایہ تلے نشیب وفراز کے بھنور سے نکلنے کا حوصلہ ملتا رہا۔

وہی اشرفیہ جس سرپرستی کا سہرا حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کے بعد سرکار کلاں حضرت سید مختار اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ کے سر پر سجا۔

ابنائے خانوادہ اشرفیہ جو ابنائے اشرفیہ ہوئے:

بزرگان خانوادہ اشرفیہ وسرپرستان دار العلوم اشرفیہ کی اشرفیہ پر نگہ کرم کس قدر رہی اور اس کے تعلیمی و تربیتی نظام سے کتنا مطمئن و متاثر تھے؟ اس کا اندازہ اس سے بخوب لگایا جا سکتا ہے کہ خانوادہ اشرفیہ کے اکثر مشاہیر علما یکرام و مشائخ عظام نے دار العلوم اشرفیہ میں تعلیم حاصل کی اور بعد فراغت مسلک و مذہب کی ترویج و اشاعت کے کارنامے انجام دیے اور کارناموں کا یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ ان میں سے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں: اشرف المشائخ حضرت سید مجتبیٰ اشرف، اشرف العلما حضرت سید حامد اشرف، شیخ الاسلام حضرت سید مدنی اشرف، شیخ اعظم حضرت سید اظہار اشرف، خطیب الہند حضرت سید کمیل اشرف، حضرت سید جیلانی اشرف اشرفی، حضرت مولانا سید موصوف اشرف، حضرت مولانا حکیم سید احمد حسین کوثر، مولانا سید احمد اشرفی، مولانا سید ملیح اشرف، پیر طریقت حضرت سید تنویر اشرف، حضرت سید فہیم اشرف، مولانا حضرت سید جلال الدین اشرف، حضرت مولانا سید احمد اشرف۔ مذکورہ تمام شخصیات کا دور طالب علمی رہا ہے اور خوب رہا ہے

لیکن حضور شیخ الاسلام سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی مدظلہ العالی کے دور طالب علمی کی بات ہی کچھ اور ہے۔حضور شیخ الاسلام کی جامعہ اشرفیہ مبارک پور جو اس وقت ''دارالعلوم اشرفیہ'' تھا میں کب حصول علم کے لیے تشریف لائے اور کون سی کتاب سے کہاں تک کی کتابیں زیر درس رہیں؟ تو حضور شیخ الاسلام ان چند فرزندان اشرفیہ میں سے ہیں جن کی از ابتدا تا انتہا مکمل تعلیم اشرفیہ میں ہوئی۔جس کی تفصیل یہ ہے کہ ''شیخ الاسلام کو چودہ سال تین ماہ دس دن کی عمر میں بتاریخ ۱۰؍شوال المکرم ۱۳۷۱ھ دارالعلوم اشرفیہ میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے والد محترم حضور محدث اعظم (علیہ الرحمہ) نے داخل کیا۔فارسی سے لے کر بخاری شریف تک، مرقات سے لے کر شرح چغمنی وشرح اشارات تک سیکڑوں کتابیں پڑھیں۔ایسی کتابیں بھی زیر تعلیم رہیں جنہیں دینی مدارس سے دائمی فراق مل چکا ہے۔'' (خطبات برطانیہ،ص:۱۰۔۹)

اور خود صاحب تذکرہ شیخ الاسلام اس حوالے سے فرماتے ہیں:

''تحصیل علم کے لیے میں ۱۹۵۲ء کو مدرسہ اشرفیہ میں داخل ہوا اور ایک ہی ادارے میں مکمل دس سال رہ کر ۱۹۶۲ء میں فضیلت کی سند لی۔'' (اشرف العلمانمبر،ص:۹۰)

فارسی سے بخاری اور مرقات سے شرح چغمنی وشرح اشارات تک کتنے سال مادر علمی میں گزارے اور بحیثیت طالب علم آپ کے ایام تعلیم کس طرح گزرے۔اس کا جواب ملاحظہ کرنے کے بعد ہر نیک طبیعت اور نیک طینت کا دل جھوم جھوم جائے گا کیوں کہ جس انداز میں آپ کے لمحات وہاں گزرے یقیناً وہ قابل رشک اور لائق نمونہ ہے۔مولانا سید جیلانی اشرف اشرفی جیلانی صاحب، حضور شیخ الاسلام کے زمانہ طالب علمی کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''مبارک پور میں دس سال کا طویل عرصہ حصول علم کی غرض سے گزرا۔دار العلوم اشرفیہ کے اساتذہ وارکان گواہ ہیں کہ شیخ الاسلام نے تعلیم وتعلم کے سوا کسی بھی تحریک وتنظیم میں حصہ نہیں لیا۔ذیل کا خاکہ بتارہا ہے کہ وہ زمانہ طالب علمی کے ایک ایک لمحہ کو آئندہ حیات کے لیے قیمتی سمجھتے تھے:

۱)) طلبہ کی گروہ بندی سے الگ رہے۔
۲)) اساتذہ کے گروپ سے ان کا تعلق نہ تھا۔

۳)) ہفتہ واری مشقی جلسہ میں عملی حصہ کبھی نہیں لیا۔
۴)) ارکان ادارہ کے تنازعات میں کبھی دل چسپی نہیں لی۔
۵)) دارالعلوم کے نظم ونسق میں مداخلت سے گریز کرتے رہے۔
۶)) اساتذہ کے احترام کے سوا کسی کے خلاف کوئی محاذ نہیں بنایا۔
۷)) طلبا کے احتجاجی جلوس میں کبھی شرکت نہیں کی۔
۸)) کھیل کود، دھینگا مستی سے ہمیشہ دور رہے۔
۹)) دارالعلوم کے قوانین کی خلاف ورزی کبھی نہیں ہوئی۔
۱۰)) ہائی کمان سے کسی استاذ، ملازم یا طالب علم کی شکایت نہیں کی۔
۱۱)) سیاسی وعوامی تحریکوں سے اپنے کو الگ تھلگ رکھا۔''

اور تعلیمی اعتبار سے آپ کی مصروفیات اور کارکردگی کچھ اس طرح تھی:

''(۱) بلاناغہ اسباق میں حاضری اور ہر سبق کے بعد تکرار۔

(۲) ۱۱؍بجے شب دارالعلوم کے سارے طلبا آرام کرتے مگر وہ رات گئے تک مطالعہ میں غرق رہتے۔

(۳) حوائج ضروریہ کے بعد جو کچھ وقت بچتا تحقیقی مضامین لکھنے اور غیر درسی کتب بینی میں صرف ہوتا۔

(۴) نماز عصر ومغرب کے بعد آبادی سے پرے تفریح کرنا اور یہ عرصہ بھی شعر وشاعری میں گزارنا۔''

اب ان اجمال کی مختصر تفصیل بھی سپرد قرطاس کرنے کی سعی ہونی چاہیے تاکہ نسل نو کو آگاہی حاصل ہو اور وہ بھی اپنی زندگی کو ان نقوش سے آراستہ وپیراستہ کرکے کامیابی وکامرانی سے ہم کنار ہوں۔لیجیے تفصیل اجمال نظر نواز ہے۔

وقت کی قدر:

ایک طالب علم کے لیے حصول علم کی راہ میں سب سے پہلے اپنے وقت کی قدر اور حفاظت نہایت ضروری امر ہے ورنہ مقصد اصلی سے دوری کوئی بعید امر نہیں۔کامیاب طالب علم ہوتا بھی وہی ہے جس نے اپنے وقت کی قدر کی ہوتی ہے ورنہ وقت گزاری سے سند تو حاصل کی جاسکتی لیکن وقت

کے صحیح استعمال سے صلاحیت ولیاقت اور استعدادی قوت کی جو دولت حصے میں آنی چاہیے اس سے محرومی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔حضور شیخ الاسلام کے دور طالب علمی پر نظر کریں تو آپ کے زمانہ طالب علمی میں وقتِ عزیز کی قدردانی خوب خوب جلوہ گر نظر آئے گی۔ چناں چہ خود حضور شیخ الاسلام مدظلہ العالی اپنے ماموں اشرف العلما علیہ الرحمہ کی نگرانی اور اپنے وقت کی قدردانی کے بارے میں رقم طراز ہیں:

’’اشرف العلما کی ہدایت اور ان کی کڑی نگرانی نے میرے سارے اوقات کو مصروف کر دیا اور صرف عصر سے مغرب تک کا وقت ہی تفریح اور ہوا خوری کے لیے خالی رہ گیا جس کا فائدہ بحمد للہ میں آج بھی محسوس کرتا ہوں جب کہ اشرفیہ چھوڑے ہوئے تقریباً ۴۵ سال ہو گئے۔‘‘ (اشرف العلما نمبر، ص:۹۱)

وقت کی حفاظت وصیانت، وقت کی کفایت شعاری اور وقت کی قدردانی کے معترف آپ کے رفقا بھی تھے۔ چناں چہ آپ کے ایک رفیق۔مشہور نقاد وادیب حضرت علامہ محمد فضل الرحمٰن شرر مصباحی صاحب قبلہ لکھتے ہیں:

’’مدنی میاں اپنی جماعت کے طلبہ میں کئی اعتبار سے منفرد تھے، کم گو تھے، کام سے کام رکھتے تھے، طلبہ کے باہمی مناقشات سے دور رہتے تھے، اپنے کمرے میں دیوار پر اپنے مشاغل کا نظام الاوقات چسپاں کر رکھا تھا جس پر وہ سختی سے عامل تھے، اس کا ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ دوسرے طلبہ ان اوقات میں تضییع اوقات نہیں کرتے تھے بلکہ گمانِ غالب ہے کہ اسی مصیبت سے چھٹکارا پانے کے لیے یہ حکمتِ عملی اختیار کی گئی تھی۔‘‘ (جام نور ستمبر ۲۰۱۰ء، ص:۲۲)

شوقِ حصول علم:

تجربات ومشاہدات سے واضح ہوتا ہے کہ تعلیم وتعلم کا سلسلہ خیر دو چیز کے ذریعہ جاری رہتا ہے: (۱) شوق (۲) خوف۔یعنی کوئی طالب علم دل جمعی اور فرحت ونشاط کے ساتھ اسی وقت تعلیم کے حصول میں منہمک رہتا ہے جب کہ اسے حصول علم کا شوق ہو یا شوق مفقود ہو تو کم از کم والدین یا

اساتذہ کی ناراضگی یا سختی کا خوف ہو اور اگر یہ دونوں چیزیں عنقا ہیں تو شاید حصول علم کا سفر زیادہ دیر تک جاری نہ رہے بلکہ منزل مقصود سے قبل ہی سفر کا سلسلہ منقطع ہو جائے۔حضور شیخ الاسلام کی ذات بابرکت کے اس پہلو پر نظر دوڑائیں تو خوشی کی انتہا نہیں رہتی کہ اس ذات بابرکت کو حصول علم کا صرف شوق ہی نہیں بلکہ شوق در شوق در شوق تھا۔یہی سبب ہے کہ دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور میں داخلے کے بعد’’جو کتاب بھی زیر درس رہی اسے سب پڑھ ڈالا۔استاذ تو متعینہ باب ہی تک پڑھا کر فرض پورا کر دیتا لیکن یہ تھے کہ اپنی استعداد سے اس کی تکمیل کر لیتے۔میزان سے لے کر بخاری تک ہر جماعت میں ایک سے ایک ذی استعداد ساتھی تھے مگر ان کی فکر وفراست سب پر غالب رہتی ایک دور ایسا بھی آیا جہاں دارالعلوم اشرفیہ کا نصابِ تعلیم بھی خاموش نظر آیا متعینہ درس نظامیہ کی ساری کتب سے فیضیاب ہونے کے بعد بھی حصول علم کی پیاس نہ بجھ سکی۔معقولات کی کتب متداولہ سے دل چسپی بڑھی، خوش بختی کہ اس وقت جامع معقولات حضرت علامہ عبدالرؤف نائب شیخ الحدیث اور مفکر اسلام حضرت علامہ مظفر حسن ظفر ادیبی کا طوطی بول رہا تھا۔شیخ الاسلام کی گہری دل چسپی اور ٹھوس استعداد کا علم دونوں کو تھا۔دونوں نے معقولاتی کتب کے بڑی محنت وجانفشانی سے اسباق پڑھائے۔اول الذکر کی شفقت کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنی رہائش گاہ پر ہوتے اور دو بجے رات تک منطق اور فلسفہ کے ادق اور خشک مسائل پر بحث ومباحثہ کرتے اور کسی بھی مسئلے کو خواہ کتنے دن لگ جاتے تشنہ نہ رہنے دیتے۔‘‘(خطبات برطانیہ، ص:۱۱)

تحصیل علم دین کا شوق اس قدر آپ پر غالب تھا کہ مدرسہ تو مدرسہ جب گھر کچھوچھہ شریف تشریف لاتے تو یہ شوق انہیں چین سے رہنے نہ دیتا بلکہ’’شیخ الاسلام سالانہ چھٹی کو ضائع نہ ہونے دیتے۔گھر آکر اپنے والد گرامی حضور محدثِ اعظم ہند سے علمی استفادہ فرماتے۔سرکارِ محدثِ اعظم ہند سال بھر کی تعلیم کا جائزہ بھی لیتے اور پھر وہ تمام رموز ونکات فرما دیتے جس سے آج کل کے مدارس محروم ہی ہیں۔‘‘ (خطبات برطانیہ، ص:۱۲)

حضور شیخ الاسلام کی علم دین کے حصول کی تڑپ سے ہر استاذ اور خاندان کے افراد بھی واقف تھے جس کے سبب اساتذہ کی نظر کرم اور عنایتیں بھی ہوتی۔آپ کے خاندانی رشتے میں ماموں اور سفر علم کے استاذ ورہنما حضرت

اشرف العلما علامہ سید حامد اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ دارالعلوم اشرفیہ میں تعلیم و تعلم کے تعلق سے آپ پر توجہ تو دیتے ہی تھے لیکن جب گھر پر آپ کی آمد ہوتی تو وہاں بھی اشرف العلما آپ پر شفقتیں فرماتے۔ خود حضور شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ جب (اشرف العلما) تعطیل کلاں کے موقع پر کچھوچھہ تشریف لاتے تو وہاں بھی میرے گھر آ کر پابندی کے ساتھ کسی نہ کسی اہم کتاب کا درس دیا کرتے۔'' (اشرف العلما نمبر،ص:۹۰)

حضور شیخ الاسلام کا علم دین سے قلبی لگاؤ اور شوق حد جنون ہی کا نتیجہ تھا کہ تعلیم کے آخری سال کے دوران آپ کو ایسے وقت کا سامنا ہوا جس وقت میں بہتوں کے پائے استقلال میں لغزش آجایا کرتی ہے، ایسے صبر آزما لمحات بھی آئے جن میں اچھے اچھوں کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوجایا کرتا ہے، ایسے حوصلہ شکن واقعہ بھی روبرو ہوا جس سے ہمت وقوت والے کے حوصلے شکن ہوجایا کرتے ہیں لیکن آپ نے ایسے حادثہ جانکاہ میں بھی اپنے عزم واستقلال اور صبر وشکر میں کوئی کمی نہ آنے دی اور اپنی تعلیم کا سفر جاری رکھا۔ جانتے ہیں وہ حادثہ عظمیٰ کیا تھا، معلوم ہے وہ دل دہلا دینے والا وقت کون سا تھا؟ تو سنیے وہ دل دوز اور المناک واقعہ تھا حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کے وصال کا، یہ وقت تھا ایک کم سن طالب علم (شیخ الاسلام) سید محمد مدنی کے سر سے والد محترم کی عظیم شفقتوں کے سایہ کے اٹھ جانے کا۔ جی ہاں ''ابھی شیخ الاسلام دارالعلوم اشرفیہ میں زیر تعلیم ہی تھے کہ اچانک والد محترم مخدوم الملت حضور محدث اعظم ہند کا وصال ۱۶ ؍رجب المرجب ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۵ ؍دسمبر ۱۹۶۱ء کو ہوگیا۔ شیخ الاسلام کی زندگی کا یہ عظیم حادثہ تھا۔ ایک ایسا حادثہ جس کی تاب وہ ہرگز نہ لا پاتے مگر والد محترم کی روحانی طاقت نے دستگیری کی، وہ سب کچھ حاصل ہوگیا جو برسہا برس کی محنتِ شاقہ کے بعد بھی حاصل نہ ہوتا۔'' (خطبات برطانیہ،ص:۱۳)

اس واقعہ فاجعہ کے بعد ہی حضور شیخ الاسلام کے بظاہر ناتواں دوش پر ایک عظیم ذمہ داری دے دی گئی اور ''مخدوم الملت حضور محدث اعظم ہند کے عرس چہلم منعقدہ شوال المکرم ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹۶۲ء کے موقع پر اکابرینِ اسلام، اساطینِ خاندان، قائدینِ امت، عمائدینِ ملت، مشائخینِ طریقت نے ہزاروں مریدین، متعلقین اور متوسلین کے اجتماع میں شیخ الاسلام کو مخدوم الملت کا جانشین منتخب فرمایا۔ اس طرح ملک اور بیرونِ ملک پھیلے ہوئے لاکھوں عقیدت کیشوں کی قیادت وہدایت کی ذمہ داری کا فریضہ سپرد کردیا گیا۔'' (خطبات برطانیہ،ص:۱۷)

لیکن اس عظیم وجلیل فریضہ کے بعد کیا حضور شیخ الاسلام نے اپنی تعلیم اور تکمیل دورہ حدیث کی طرف توجہ نہ دی۔ نہیں! ''شیخ الاسلام نے انتخابِ جانشینی کے بعد بھی ایک سال دارالعلوم اشرفیہ کو مزید دیا اور دورہ حدیث کی تکمیل کرتے ہوئے جلالۃ العلم حضور حافظِ ملت مدظلہ العالی۔ شیخ الحدیث دارالعلوم اشرفیہ کے خوشہ چینوں میں اپنے کو شامل کیا اور پچیس سال ایک ماہ دس دن کی عمر میں ۱۰؍شوال المکرم ۱۳۸۲ھ مطابق جنوری ۱۹۶۳ء کو سندِ فراغت و دستارِ فضیلت سے نوازا گیا۔'' (خطباتِ برطانیہ،ص:۱۷)

ذوقِ مطالعہ:

جب ایک طالب علم وقت کو ہزار نعمت جانے، اس کی نگہداشت اور قدر دانی کرے ساتھ ہی حصولِ علم دین کا شوق وجذبہ بھی درجہ کمال کو پہنچا ہوا ہو تو اس طالب علم کا اب ایک ہی معمول ہوگا اور وہ ہے کتابوں سے دوستی، کتابوں کی یاری، کتابوں کی اوراق گردانی، کتب بینی اور مطالعہ کتب۔ حضور شیخ الاسلام کی طبیعت میں تحصیل علم کا جذبہ صادق انگڑائیاں لے رہا تھا جس کے سبب آپ کی صرف ایک ہی دھن تھی کتب بینی، کتب بینی، کتب بینی۔ اور اس دھن میں آپ یہ نہ دیکھتے کہ مدرسہ ہے یا بیرونِ مدرسہ بلکہ جہاں جس کتاب کی نیت کر لی اس کو مطالعہ کی لذت سے ضرور شاد کام کرتے۔ درسی کتابوں کے تعلق سے حضور شیخ الاسلام نے اپنے شفیق استاذ اور ماموں اشرف العلما حضرت سید حامد اشرف اشرفی مصباحی علیہ الرحمہ کی اس نصیحت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا تھا کہ ''جو

سبق کل پڑھنا ہے ایک روز پہلے اس کا پوری توجہ اور انہاک کے ساتھ مطالعہ کرنا ضروری ہے اور مطالعے میں اس کو خود ہی زیادہ سے زیادہ سمجھنے کی کوشش کرنا، اب اگر کوئی نئی بات سامنے آجائے جس کو سمجھنے کے لیے استاذ کی مدد ضروری ہے تو اس پر دھیان رکھنا اپنے اوپر لازم کرلے۔ اور پھر دوسرے دن استاذ کے سامنے پہنچ کر نہایت ہی توجہ کے ساتھ استاذ کی تقریر سنے اور دیکھے کہ جو اس نے سمجھا اور جو استاذ سمجھا رہے ہیں ان دونوں میں یکسانیت ہے کہ نہیں۔ یکسانیت نہ ہونے کی صورت میں وہ غور کرے کہ اس کو عبارت کا مفہوم سمجھنے میں کہاں غلطی ہوئی اور اگر بالفرض وہ اپنے ہی سمجھے ہوئے کو صحیح سمجھ رہا ہے تو وہ استاذ سے بحث کرے۔ اس طرح بحث ومباحثہ طالب علم کے لیے بہت دوررس نتائج کا حامل ہوتا ہے۔ جس طرح وہ مرید نالائق ہے جو پیر سے ''کیوں'' کرے، اسی طرح وہ شاگرد نالائق ہے جو استاذ سے ''کیوں'' نہ کرے''۔ (اشرف العلما نمبر، ص:۹۰)

> اشرف العلما علیہ الرحمہ کی مذکورہ نصیحت کو اپنی زندگی میں نمونۂ عمل بنانے ہی نے آپ کے اندر کتب بینی کا جذبہ پیدا کیا اور نہ صرف پیدا کیا بلکہ مطالعہ کتب کو حرزِ جاں بنا دیا ورنہ صرف پندرہ سال کی عمر میں یہ واقعہ کیوں کر پیش آتا کہ ''شفیق جون پوری (جو) اردو شعریات میں اپنا ایک مقام رکھتے ہیں ذی علم شخصیت کے مالک تھے۔ ان کے بھائی نے ایک عظیم الشان کتب خانہ سجا رکھا تھا۔ ایک سے ایک نایاب کتب اس ذخیرہ کی زینت تھیں۔ (امام المنطق) مولانا فضل امام جو (معلم رابع) مولانا فضل حق (خیرآبادی علیہما الرحمہ) کے والد بزرگوار تھے علم منطق میں طاق تھے۔ ان کی ایک کتاب جو منطق اور اس کے مبادیات سے متعلق تھی، اسی کتب خانے میں موجود تھی۔ کتب خانے سے فیض اٹھائے جانے کی دعوت و اجازت عام تھی، ایک شرط کے ساتھ کہ کتاب کا مطالعہ کتب خانے میں ہی کیا جائے۔ مطالعہ کے شوقین مدنی میاں کے لیے یہ شرط کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی تھی۔ انہوں نے لائبریری میں دو سے ڈھائی گھنٹہ بیٹھنے کا فیصلہ کیا۔ اور طے کیا کہ کیوں نہ یہ کتاب نقل کرکے ہمیشہ کے لیے اپنے پاس محفوظ کرلی جائے۔ طویل نشستوں کا سلسلہ تین دن چلا کہ مستقبل کے اس

> عالم منطق وفلسفہ کو برادر زادہ شفیق نے کتاب ہی حوالے کردی اور کہا اگر مجھے آپ کے اس درجہ اشتیاق کی خبر پہلے ہوتی تو آپ کو اتنی زحمت نہ اٹھانی پڑتی۔ علم دوست اس پندرہ سالہ طالب علم نے تیسرے دن عربی زبان میں لکھی ادق منطق کتاب کو یہ کہہ کر لوٹا دیا کہ جناب یہ کتاب بطورِ مخطوطہ میرے پاس محفوظ ہوگئی۔'' (محدث اعظم نمبر، ص:۱۷۶)

اسباق کی تکرار:

اگر طالب علم وقت کا قدرداں، تحصیل علم دین کا شائق ہو اور مطالعہ کتب کا عادی بھی ہو تو یقیناً اس طالب علم کی قابلیت، صلاحیت، لیاقت اور استعداد میں جو استحکام اور پختگی کے جلوے ہی جلوے ہوں گے لیکن اس کے باوجود ضروری نہیں کہ وہ اپنے مافی الضمیر کو صحیح طریقہ پر واضح کرکے اپنے طلبہ یا اپنے مخاطب کی تفہیم کرسکے۔ ہاں اگر مذکورہ اشغال وافعال کے ساتھ ساتھ اسباق کی تکرار کرتا رہے تو امید قوی ہے کہ اپنے مافی الضمیر سے لوگوں کو مطمئن کرنے کی صلاحیت سے سرفراز ہوجائے۔ مزید اسباق کی تکرار کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ مکرر اگر افہام وتفہیم میں غلطی کا شکار ہو جائے تو اس کے رفقائے درس کے ذریعہ اصلاح ہوجائے گی۔ حضور شیخ الاسلام دور طالب علمی میں جہاں وقت کا صحیح استعمال، حصول علم میں محنت ومشقت اور جدوجہد اور کتابوں کا مطالعہ فرمایا کرتے تھے وہیں درس گاہ میں پڑھے ہوئے اسباق کی تکرار بھی فرماتے ہیں۔ چناں چہ آپ خود اشرف العلما علیہ الرحمہ کا نظریہ اسباقِ تکرار بیان فرمانے کے ساتھ اپنی تکرار کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> ''پوری توجہ کے ساتھ مطالعہ کرنے، پھر ہوش وحواس کی کامل بیداری کے ساتھ استاذ سے پڑھ لینے کے بعد تیسرا کام ہے آپس میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ اسی سبق کی تکرار، جس میں ایک سمجھاتا ہے اور باقی سنتے اور سمجھتے ہیں اور بالفرض اگر سمجھانے والا غلطی کرے تو دوسرے ساتھی اس کی اصلاح کرتے ہیں اور اس کو سہارا دیتے ہیں۔ مناسب یہ ہے کہ روزانہ تکرار کرانے والا الگ الگ ہوتا کہ ہر ایک میں سمجھانے کی صلاحیت بھی پیدا ہوجائے۔ اس سلسلے میں میرے اپنے ساتھیوں کی مہربانی سے یہ کام یعنی تکرار میں ہی کراتا تھا۔ تکرار کے بعد اسباق کو بخوبی یاد کرلینے کی منزل

آتی ہے۔'' (اشرف العلما نمبر، ص:۹۰)

اور حضرت علامہ جیلانی اشرفی آپ کی تکرارِ اسباق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جس استاذ سے پڑھا خوب پڑھا۔ سارے ساتھی تھک جاتے، شیخ الاسلام نہ تھکتے تھے۔ مطالعہ کے بغیر کوئی سبق نہیں پڑھتے تھے اور تکرار کے بغیر دوبارہ سبق نہیں لیتے تھے۔ سبق پڑھنے کے بعد اپنے ہم سبقوں کو پڑھایا کرتے تاکہ اگر نہ سمجھا ہو تو سمجھ لیں یا سمجھا دیں۔'' (خطباتِ برطانیہ، ص:۱۰)

اساتذہ کا اعتماد:

کسی طالب علم پر اساتذہ کی شفقت، محبت، الفت ہو تو ضروری نہیں کہ اس پر اساتذہ علمی اعتبار سے بھی مطمئن ہوں اور اس کی رائے کو قبول کر لیں۔ لیکن جس طالب علم کا مکمل دور طالب علمی محنت، محنت اور محنت سے عبارت ہو تو ظاہر ہے کہ زمانہ تحصیل علم میں جس کی کیفیت کا یہ عالم ہو تو اس کی صلاحیت و قابلیت اور استعداد و لیاقت میں نکھار ہی نکھار کے جلوے ہوں گے اور جو طالب علم اس مرتبہ کو پہنچ جائے تو اساتذہ کا اس کی علمی گہرائی، وسعت مطالعہ اور نظر عمیق کا معترف ہونا اور اس پر علمی مباحث میں اعتماد کرنا کوئی امر بعید نہیں۔ حضور شیخ الاسلام مدظلہ العالی کی طالب علمانہ زندگی محنت ومشقت، جدوجہد، پابندی اوقات، شوق وذوق، کتب بینی اور اسباق کی دورائی اور طلبہ کو اس کی تکرار سے عبارت ہے جس کے سبب آپ کی صلاحیت ولیاقت میں پختگی اور علمی مباحث میں آپ کی رائے کی درستگی کا اعتراف طلبہ کو تھا اور نہ صرف طلبہ بلکہ اساتذہ کو بھی اس کا اقرار تھا جبھی تو علمی مباحث میں کبھی کبھی بلا تکلف آپ سے رائے طلب فرماتے۔ چناں چہ مولانا سیف الدین اصدق مصباحی صاحب قبلہ اپنے والد ماجد ادیب بے مثل حضرت سید رکن الدین اصدق مصباحی صاحب قبلہ کی زبانی حضور مدنی میاں پر اساتذہ کے اعتماد بھرے واقعہ کو یوں تحریر فرماتے ہیں:

''میں نے خود دیکھا کہ مفکر اسلام حضرت علامہ مظفر حسن صاحب ظفر ادیبی جو بلاشبہ اپنے دور کے امام المعقولات تھے اور دور دور تک ان کا طوطی بولتا تھا، وہ شمسِ بازغہ لے کر مطالعے میں غرق ہیں، میں جب قریب سے گزرا تو آہٹ پاکر انہوں نے سر اٹھایا، پوچھا کون؟ میں پلٹ کر قریب ہوا اور

بولا: جی میں! بولے: اچھا سید صاحب! ذرا مدنی میاں کو بلایئے گا۔ میں نے مدنی میاں کو جو چھت پر ہم درسوں کے درمیان کسی کتاب کی تکرار میں مشغول پایا، جاکر اطلاع دی اور وہ اٹھ کر چلے تو تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر میں بھی ان کے پیچھے ہولیا کہ آخر کیا بات ہے؟ علامہ ظفر ادیبی کے پاس جب مدنی میاں پہنچے تو آپ نے انہیں احترام کے ساتھ بیٹھنے کو کہا۔ ادھر استاذ کے احترام میں جب یہ صرف ایک کنارے ٹک گئے تو اشارہ کر کے کہا: میاں! یہاں آرام سے بیٹھیے! پھر کتاب ان کی طرف بڑھا کر عبارت پر انگلی رکھتے ہوئے، بولے: ذرا دیکھیے یہاں مصنف کیا کہنا چاہ رہے ہیں؟ مدنی میاں کتاب لے کر کچھ دیر تک دیکھتے رہے اور پھر جب اس کی وضاحت کی تو علامہ ظفر ادیبی کے چہرے پر تسکین وشادمانی کا خاص رنگ چھا گیا اور اطمینان بخش انداز میں گردن ہلا کر تائید کرتے ہوئے انہیں رخصت کیا۔'' (محدث اعظم نمبر، ص:۱۸۰)

ذکر کردہ ایامِ طالب علمی سے واضح ہوجاتا ہے کہ حضور شیخ الاسلام بحیثیت طالب علم کامل و اکمل رہے اور آپ کا دور طالب علمی میں درخشندہ وتابندہ رہا لیکن اب دل تھا کہ حضور شیخ الاسلام کے دور طالب علمی کے چند ایسے اہم واقعات وخصوصیات پیش کیے جائیں جس میں حضور شیخ الاسلام کے ایام طالب علمی کو قابل رشک بنانے میں سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ جی، ہاں! لیجیے حاضر ہیں وہ خصوصیات:

شعروشاعری:

شعروشاعری کوئی آسان فن نہیں کہ جو چاہے طبع آزمائی کرلے۔ اور اگر کوئی اس فن کا جوہر کی ثنا خوانیِ حبیبِ کبریا ﷺ کے پاکیزہ ومقدس کام میں جلوہ دکھائے تو تلوار پر چلنے سے بھی زیادہ پُرخطر ہے۔ لیکن حضور مدنی میاں مدظلہ العالی بچپن ہی سے اس خاردار میدان میں جلوہ افروز نظر آتے ہیں اور کامیابی کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ جس کا اعتراف رفقائے درس ورفقائے دارالعلوم اشرفیہ کو بھی تھا۔ چناں چہ مشہور ومعروف ادیب ونقاد ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی صاحب قبلہ اپنے گزشتہ یادداشت کو تاریخ کے اوراق میں پیوستہ کرتے ہوئے لکھتے کہ ''مدنی میاں زمانہ طالب علمی

میں بھی شعر وسخن کا بڑا ستھرا ذوق رکھتے تھے۔ مبارک پور کے مشاعروں میں بالخصوص بکھری کی بزمِ مقاصدہ میں اکثر اپنا کلام پڑھواتے تھے۔ یہ مقاصدہ طرحی ہوتا تھا، حضرت مولیٰ علی (کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) کے یومِ پیدائش ۱۳؍رجب کے موقع پر یہ بزم حکیم عبد المجید کی نگرانی میں منعقد ہوتی تھی، مدنی میاں کا کلام سید احمد حسین کوثر (برادرِ خورد اشرف العلما) اور میرا (شرر مصباحی صاحب کا) کلام سید رئیس احمد (جوان دنوں رائے پور میں ہیں) یا نذیر احمد قوال مبارک پوری پڑھتے تھے۔۔۔ایک سال کا مصرعِ طرح تھا:

دل مرا شمعِ رخِ حیدر کا پروانہ

اس بزمِ مقاصدہ کا سہرا مدنی میاں کے سر رہا، ان دنوں سب سے زیادہ توجہ تضمین کو دی جاتی تھی، مجھے مدنی میاں کی تضمین یاد نہیں رہی (مزید آگے تحریر فرماتے ہیں)۔۔۔ مدنی میاں کا کلام پڑھا جارہا تھا، وہ (میر صاحب) املو سے آگئے، ایک کنارے بیٹھے رہے اور اچک اچک کر داد دیتے دیتے ابھی کلام ختم بھی نہیں ہوا تھا کہ آپ (میر صاحب) اسٹیج کے قریب پہنچ گئے۔'' (جام نور، ستمبر ۲۰۱۰ء ص: ۲۳)

خطباتِ برطانیہ میں حضرت سید جیلانی میاں اشرفی کا تیار کردہ خاکہ ''شیخ الاسلام ایک نظر میں'' آغازِ شاعری ۱۹۵۴ء درج ہے۔ یعنی حضور شیخ الاسلام نے شعر وسخن کا آغاز ۱۹۵۴ء میں کر چکے تھے۔ امید قوی ہے کہ بہت کچھ آپ نے کہا اور لکھا ہوگا لیکن دور طالب علمی کی شاعری محفوظ رہ سکی یا نہیں، اس کا علم نہیں، البتہ فراغت سے ایک سال قبل حضور محدث اعظم ہند کی وفات کے وقت آپ کی زبان سے بے ساختہ چند اشعار ادا ہوئے جن کا اعادہ حضور اشرف العلما حضرت علامہ سید محمد حامد اشرف اشرفی مصباحی علیہ الرحمہ کی وفات کے وقت بھی آپ کی زبانِ مبارک سے ہوئے۔ ان اشعار کو یہاں پیش کیا جارہا ہے تاکہ دور طالب علمی میں شعر وسخن میں آپ کی کیفیت سے بھی آگاہی حاصل ہو، نیز جن کے علم میں نہ ہو وہ بھی ان اشعار سے واقف ہوجائیں یا کم از کم حضور شیخ الاسلام کی بچپن کی شاعری کو بطور تبرک محفوظ کرلیں۔ مدنی میاں خود لکھتے ہیں:

''حضرت والد بزرگوار کے وصالِ پُر ملال کے وقت میرے دل سے جو آواز نکلی تھی، حضور اشرف العلما کے وصال کی خبر سن کر بے ساختہ وہی

کلمات زبان پر جاری ہوگئے ؎

زندگی اشکِ فشاں گریہ کناں چھوڑ گئے
دوشِ افکار پہ اک بار گراں چھوڑ گئے
کون ہوتا ہے زمانے میں کسی کا امروز
مجھ کو تاریک فضاؤں میں کہاں چھوڑ گئے
اپنے سینے سے مجھے تو نے لگایا کیوں تھا ؟
جب رلانا ہی تھا مجھ کو تو ہنسایا کیوں تھا ؟
میری دنیائے تمنا کو بسانے والے
میری دنیائے تمنا کو بسایا کیوں تھا ؟
ساغرِ زہر پلائے گا یہ معلوم نہ تھا
وقت یہ وقت دکھائے گا یہ معلوم نہ تھا
جس کے کاندھے پہ لڑکپن مرا پروان چڑھا
میرے کاندھے پہ وہ جائے گا یہ معلوم نہ تھا''

(اشرف العلما نمبر، ص: ۹۳)

خطابت:

تقریر کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ تقریر وخطابت ایک کے ذریعہ ایک شخص بیک وقت کثیر افراد سے مخاطب ہوتا ہے نیز تقریر وخطابت سے جہاں اہل علم مستفید ومستنیر ہوتے ہیں وہیں لذتِ علم سے محروم افراد بھی علمی چاشنی سے محظوظ اور دولتِ علم سے عاری اشخاص سرمایہ علم سے مالا مال ہوتے ہیں۔ لیکن شرط ہے کہ مسند خطابت پر جلوہ افروز خود علمی اعتبار سے متوازن و مستحکم ہے ورنہ عین امکان ہے کہ تضییع اوقات کے وبال میں گرفتار ہوجائیں۔ حضور شیخ الاسلام کو خطابت کی دنیا میں جو شہرت ومقبولیت دوام حاصل ہے کسی پر مخفی نہیں، لیکن تعجب ہوتا ہے جب حضور شیخ الاسلام کے دور طالب علمی کا مطالعہ کرتے ہیں کہ ایک وہ طالب علم جس نے نہ کبھی کسی مشقی بزم میں شرکت کی ہو اور نہ کبھی کہیں خطابت کی مشق کی ہو لیکن آج وہ ملکِ خطابت کا تاجور اور مسند خطابت کا فرد فرید ہے۔ یقیناً اس کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ خطابت کا ملکہ تو ان کو ورثے میں ملا

ہے اور سینہ بہ سینہ حاصل ہوا۔ اور یہ میں نہیں بلکہ خود ان کے ہم عصر ڈاکٹر شرر مصباحی صاحب کی تحریر اس طرف رہنمائی کر رہی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

''ہمارے دورِ طالب علمی میں ہر جمعرات کو نمازِ عشا کے بعد مشقی جلسہ ہوا کرتا تھا تاکہ طلبہ کی جھجک دور ہو اور خطابت کا ملکہ پیدا ہو۔ یہ پروگرام اشرفیہ کے کسی نہ کسی استاذ کی نگرانی میں ہوتا تھا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے مدنی میاں نے کسی ایک پروگرام میں بھی حصہ نہیں لیا۔ کبھی شرکت بھی کی تو شدت سعال وغیرہ کا عذر کر کے بیٹھے رہے۔ قاری محمد یحیٰ صاحب کو خبر ہوئی تو انہیں بڑا دکھ ہوا۔ حضور محدث اعظم سالانہ جلسہ میں تشریف لائے تو قاری صاحب نے ان سے عرض کیا کہ حضور ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں اسے شکایت پر محمول نہ فرمائیں۔ محدث اعظم نے فرمایا: کہیے! شکایت بھی ہوگی تو سنی جائے گی، قاری صاحب نے عرض کیا کہ شہزادے مشقی بزم میں شرکت نہیں کرتے جس کا مجھے دکھ ہے۔ محدث اعظم نے فرمایا: ''میاں مچھلی کے بچے کو تیرنا نہیں سکھاتے۔'' (جام نور، ستمبر ۲۰۱۰، ص: ۲۲۔ ۲۳)

اور حضور شیخ الاسلام ملکہ خطابت کو اپنے والد ماجد حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کی فیض و عطا اور مرہونِ منت قرار دیتے ہیں۔ چناں چہ حضور شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

''میرے والد نے مرض الوفات میں مجھے مبارک پور سے اس وقت طلب کیا تھا کہ میں جامعہ اشرفیہ میں فضیلت کے سالِ آخر میں زیرِ تعلیم تھا۔ جب میں نے حضرت محدث اعظم ہند قدس سرہ کی بارگاہ میں حاضری دی تو آپ نے مجھے قریب بلا کر اپنے سینے سے لگایا۔ آپ کا مجھے یوں سینے سے لگانا تھا کہ اسی وقت میں نے واضح طور پر محسوس کیا کہ میرا سینہ باوزن ہو گیا ہے (یعنی سینہ علم و معرفت کے کنز اور گنجینوں سے معمور ہو گیا)۔ والد بزرگوار کی اس ملاقات کے بعد میں واپس جامعہ اشرفیہ مبارک پور فضیلت کی تکمیل کے لیے چلا گیا۔ اس کے چند دن کے بعد مجھے آپ کے وصال

کی اطلاع تار کے ذریعہ ملی تھی۔ وصال کے تیسرے دن یعنی حضرت محدث اعظم ہند قدس سرہ کی زیارت کی فاتحہ میں میں نے اپنی زندگی کی پہلی تقریر کی جو بقول بزرگانِ خانوادۂ اشرفیہ علمی و عرفانی تقریر کہلائے جانے کے ساتھ ساتھ زورِ خطابت نیز فن تقریر کی بھی عمدہ مثال قرار پائی تھی۔''

اس ابتدا کے بعد حضو شیخ الاسلام کی خطابت اس قدر ہوئی کہ ایک اندازے کے مطابق 8000 سے زائد ہی آپ کے خطابات ہوئے ہوں گے جن کو مجموعے کی شکل میں ضرور منظر عام پر لانا چاہیے جو کہ شیخ الاسلام کی زندگی کا ایک اہم باب ہے۔ خیر کی بات ہے کہ یہ سلسلہ وقتاً فوقتاً جاری ہے اور اب تک درج ذیل خطبات کا گزر ترتیب کے مرحلے سے ہو چکا ہے لیکن ان مرتب میں سے بعض کو ابھی اشاعت کی منزل کا حصول نہیں ہوا ہے۔ ان شاء اللہ امید ہے جلد از جلد عاشقان و محبان شیخ الاسلام توجہ فرمائیں گے:

خطبات برطانیہ (۹ خطبات کا مجموعہ)
خطبات حیدرآباد۔ (مرتب۔ علامہ مولانا سیف خالد اشرفی)
خطبات شہادت امام حسین۔ (۷ر خطبات کا مجموعہ؛ مرتب۔ ڈاکٹر فرحت صدیقی اشرفی)
خطبات شیخ الاسلام۔ سیریز۔۱ (۱۰ر خطبات کا مجموعہ؛ مرتب۔ علامہ مولانا اصغر علی اشرفی)
خطبات شیخ الاسلام۔ سیریز۔ ۲ (۱۰ر خطبات کا مجموعہ)
خطبات جامعہ نظامیہ، حیدرآباد۔ (۳ر خطبات کا مجموعہ؛ مرتب۔ ڈاکٹر فرحت صدیقی اشرفی)
خطبات میلاد و سیرت رسول۔ (۷ر خطبات کا مجموعہ؛ مرتب۔ ڈاکٹر فرحت صدیقی اشرفی)
خطبات معارف القران۔ (۴ر خطبات کا مجموعہ؛ مرتب۔ ڈاکٹر فرحت صدیقی اشرفی)
خطبات رفعت مصطفی۔ (۷ر خطبات کا مجموعہ؛ مرتب۔ ڈاکٹر فرحت صدیقی اشرفی)
خطبات تصوف ومقامات اولیاء۔ (۷ر خطبات کا مجموعہ؛ مرتب۔ ڈاکٹر فرحت صدیقی اشرفی)
خطبات عظمت مصطفی۔ (۷ر خطبات کا مجموعہ؛ مرتب۔ ڈاکٹر فرحت صدیقی اشرفی)
خطبہ جدہ بنام۔ شان علی
تین مجددین

پہلی تصنیف:

حضور شیخ الاسلام مدظلہ العالی بچپن ہی سے محنت ومشقت اور جد وجہد کا عملی تصویر اور ذہانت وفطانت اور فہم وفراست کے دھنی رہے ہیں جس کے سبب جس میدان میں آپ نے قدم رکھا اسے خوش اسلوبی کے ساتھ سر کیا۔ تصنیف وتالیف اگر چہ ایک اہم اور مشکل شعبہ ہے لیکن حضور شیخ الاسلام مدظلہ العالی نے اس شعبہ میں بھی طبع آزمائی کی اور کامیابی کے ساتھ کی جس کے سبب آپ کی تصانیف کو نہ صرف عوام بلکہ ارباب علم اور اصحاب فکر کے نزدیک یکساں پذیرائی حاصل ہے۔ آپ کی تصنیف وتالیف کا آغاز دور طالب علمی سے ہی ہوگیا تھا۔ آپ کے قلم سے سب سے پہلی کتاب ''اظہار حقیقت'' کے نام سے معرض وجود میں آئی جو اپنا ایک پس منظر رکھتی ہے جس کی تفصیل ڈاکٹر طارق سعید صاحب کچھ یوں لکھتے ہیں:

> ''(جون پور کی سرزمین پر) محلہ ٹولہ جہاں کے بارے میں رجب علی بیگ سرور نے ''مفت کے مفتی'' کا روزمرہ گڑھ ڈالا۔ اسی ملاٹولے کے ملا داؤد جو وہابی فکر کی ایک نامور شخصیت کے مالک تھے، حضرت قاضی شمس الدین سے کسی مسئلہ پر دست وگریباں تھے، اور ایک کتاب رد وہابیت میں'' نمونہ وہابیت'' رقم کی۔ کہیں سے اس کم سن طالب علم (شیخ الاسلام) کو اس کتاب کی اطلاع ملی کہ قاضی صاحب نے ایک کتاب تحریر کی ہے۔ فوراً مطالعہ کی فرمائش کر دی۔ مولانا نے ہمیشہ کی طرح جود وسخا اور فیاضی کا ثبوت نہ دے کر مدنی میاں کو خالی ہاتھ لوٹا دیا، بعد میں یہ عقدہ کھلا کہ یہ کتاب اس غرض سے تحریر نہیں کی گئی تھی کہ مدنی میاں جیسے طالب علم اس کتاب کا مطالعہ کریں، بات آئی گئی ختم ہوگئی۔ ہاں! اس بحث وتکرار کے نتیجے میں ایک کتاب ''اظہارِ حقیقت'' کے نام سے طالب علم کے زمانہ کی یادگار کی صورت میں صفحہ قرطاس پر منتقل ہوگئی۔'' (محدث اعظم نمبر، ص: ۱۷۶)

یہ کتاب معرض تحریر میں تو آئی لیکن پھر کیا ہوا لگے ہاتھوں یہ بھی دیکھتے چلیں ڈاکٹر طارق سعید صاحب بیان کرتے ہیں:

> ''اس کتاب کے اصل نسخے کو مولانا ایوب ٹانڈوی صاحب صاف کرنے کی غرض سے لے گئے، سو آج مجھے اس نسخے کے مطالعہ کی ضرورت آن پڑی تو معلوم ہوا کہ نسخہ صاف ہے۔'' (مصدر سابق، ص: ۱۷۶)

نہ جانے صاف ہے کس طرح صاف ہے، محفوظ بھی ہے یا دنیا ہی سے صاف ہے۔ اگر حفاظت کے ساتھ صاف ہے تو مدنی مشن (یعنی ملک وبیرون ملک حضور شیخ الاسلام پر کام کرنے والی تنظیموں) کے ارکان کو اس کی اشاعت کی طرف توجہ ضرور بالضرور دینی چاہیے تاکہ جہاں حضور شیخ الاسلام کی ایک نایاب کتاب دست برد زمانہ سے محفوظ ہوجائے وہیں اس کتاب کے ذریعہ شیخ الاسلام کی ذات پر تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے مشعل راہ ثابت ہو، کیوں کہ اس کتاب کے ذریعے حضور شیخ الاسلام کے زمانہ طالب علمی میں طرزِ تحریر، زورِ استدلال اور طریقے تحقیق وتنقید سے واقفیت بآسانی کی جاسکے گی۔

مناظرہ:

مناظرہ کس قدر دشوار گزار اور مغزماری کا کام ہے اس کا صحیح اندازہ وہی کرسکتا ہے جس نے اس خاردار وادی میں قدم رکھا ہو۔ کیوں کہ مناظرہ تقریر وخطابت، درس وتدریس اور تصنیف وتالیف سے بالکل مختلف شئی ہے جس کے لیے مناظر کو ہر لمحہ ہر پل اپنے فریق کی ہر بات اور ہر چال پر گہری نظر رکھنی پڑتی ہے ساتھ ہی حاضر جوابی کی صفت سے بھی لیس ہونا ضروری ہوتا ہے ورنہ فریق مخالف کسی بھی وقت غلبہ اختیار کرسکتا ہے۔ حضور مدنی میاں مدظلہ العالی نے کتنے مناظرے کیے اس کا مکمل علم نہیں ہوسکا اور نہ مدنی میاں صاحب قبلہ اس حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔ ہاں! حضور شیخ الاسلام کے مرید وخلیفہ اور اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن کے بانی مولانا بشارت صدیقی صاحب قبلہ کی زبانی صرف اتنا معلوم ہوا کہ حضرت نے کئی مناظرے کیے ہیں جس میں گجرات کے بھڑوچ ضلع کا تاریخی مناظرہ اور بیرون ملک ساوتھ ہامپٹن، یوکے کا مناظرہ جس میں حضور شیخ الاسلام نے دیوبندیوں کو تاریخی شکست دے کر ساوتھ ہامپٹن کی جامع مسجد فتح کی، یادگار اور اہم مناظرے تھے۔ ساوتھ ہامپٹن، یوکے کا مناظرہ انگلینڈ کی سرزمین پر پہلا سنی دیوبندی مناظرہ تھا۔ اس مناظرے کی تفصیل سے اکثر حضرات واقف نہیں۔ خیر!

حضور شیخ الاسلام فن مناظرہ اور اصول مناظرہ سے زمانہ طالب علمی ہی سے واقفیت رکھتے

تھے اور آپ کے رفقائے درس آپ کی اس صلاحیت سے واقف بھی تھے۔جیسا کہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی صاحب قبلہ کے درج ذیل اقتباس سے واضح ہے۔آپ لکھتے ہیں:

''غالباً ۱۹۶۹ء کی بات ہے۔ میرے خوش عقیدہ پڑوسی جناب محمد احمد صاحب کے ایک رشتہ دار تازہ تازہ دار العلوم دیوبند کی ہوا کھا کر آئے تھے، طبیعت باڑھ پر تھی، یہ جہانا گنج کے رہنے والے تھے، رسمی تعارف کے بعد انہوں نے علم غیب کی بحث چھیڑ دی۔آیات واحادیث سے نفی علم غیب کے دلائل پیش کرنے لگے۔ میں نے جواب دینا شروع کیا۔محمد احمد صاحب نے کہا کہ اس طرح بحث سے تلخی بڑھنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔سوال وجواب تحریری ہونا چاہیے۔صاحبِ خانہ کی اس بات سے ہم دونوں نے اتفاق کیا، میں نے کہا کہ میں چند سوالات ''حفظ الایمان'' کے تعلق سے مرتب کرتا ہوں، آپ جواب لکھ کر محمد احمد صاحب کے یہاں بھیجوادیں۔انہوں نے کہا کہ سوال کی ابتدا میری طرف سے ہوئی ہے، اس لیے سوال میں مرتب کروں گا۔ میں نے کہا چلیے یوں سہی۔ پھر انہوں نے پانچ چھے سوالات کی فہرست مرتب کر کے مجھ سے کہا کہ اس کا جواب تحریر کر کے محمد احمد صاحب کو دے دیجیے، یہ مجھ تک پہنچا دیں گے۔ میں نے وہ رقعہ مدنی میاں کو دکھایا، انہوں نے سوالات کے مدلل جواب تحریر کیے، میں نے محمد احمد صاحب کے ذریعہ یہ تحریر جہانا گنج بھیجوادی، دس پندرہ دنوں کے بعد جواب آ گیا، میں نے یہ جواب مدنی میاں کی خدمت میں پیش کیا، اب کے جواب الجواب کے ساتھ کچھ سوالات قائم کر کے حریف کو دفاعی پالے میں لاکھڑا کیا۔ پھر ادھر سے کوئی جواب نہ آیا۔مدنی میاں نے کہا کہ مناظرے میں دفاعی پوزیشن میں نہیں رہنا چاہیے۔اب انہیں اپنا دفاع کرنے پر مجبور کر دیا گیا تو وہی ہوا جس کی امید تھی۔''

(جام نور، ستمبر، ۲۰۱۰ء، ص:)

درج بالا واقعے سے کوئی بھی ذی شعور مدنی میاں کے مناظرانہ صلاحیت اور اصول مناظرہ

سے واقفیت معلوم کر سکتا ہے۔اے کاش! یہ تحریر جواب اور جواب الجواب بھی کہیں محفوظ ہوتا کہ ایک اور علمی مواد سے اہل علم لطف اندوز ہو سکیں۔

ایک جملہ جس نے ''مدنی'' کو شیخ الاسلام بنا دیا: عقیدت ایک ایسی چیز ہے کہ اگر کسی محسن سے ہو جائے تو جس سے عقیدت ہے اس کی خدمت تو ایک عام سی بات ہے ان کے نام پر مر مٹنے میں بھی عقیدت مند لوگ دریغ نہیں کرتے اور یہی حال ان کے خانوادے کے ہر فرد سے ہوا کرتا ہے۔شبیہ غوث اعظم اعلیٰ حضرت سید علی حسین اشرفی میاں علیہ الرحمہ کی ذات والا تبار رشد وہدایت کا روشن منارہ تھی جن سے لاکھوں لوگوں کو صراط مستقیم پر چلنے کی سعادت نصیب ہوئی اور لاکھوں افراد کو ایمان کی دولت ملی۔خطہ اعظم گڑھ میں بھی جو اسلام وسنیت کی باغ وبہار ہے وہ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں اور دیگر بزرگانِ اشرفیہ ہی کی مرہونِ منت ہے۔اسی اعظم گڑھ میں ایک مقام ''مبارک پور'' ہے جہاں آج دنیائے اہل سنت کا عظیم ادارہ ازہرِ ہند ''الجامعۃ الاشرفیہ'' قائم ودائم ہے۔اس مبارک پور کو بھی اسلام وسنیت کی تعلیمات ونظریات سے روشناس کرانے میں اعلیٰ حضرت اشرفی میاں نے خوب خوب حصہ لیا یہاں تک کہ اسے سرسبز وشاداب کر دیا۔ظاہر ہے کہ کہ اشرفی میاں علیہ الرحمہ کی اس قدر خدمات اور محنتیں ہیں تو ان سے عقیدت تو ہونی ہی تھی۔اس عقیدت ومحبت کا سلسلہ دراز ہوا اور ہوتا چلا گیا اور جب اشرفی میاں علیہ الرحمہ ہی کے قائم کردہ ادارے ''دار العلوم اشرفیہ'' میں خانوادہ اشرفیہ کے شہزادگان کی حصول تعلیم کے لیے آمد ہوئی تو تو کون تھا جس کے دل میں اپنے محسن اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے خانوادے کے افراد کی خدمت کی خواہش وتمنا انگڑائیاں نہ لے رہی ہوں۔انہیں شہزادگانِ اشرفیہ میں شیخ الاسلام مدنی میاں مدظلہ العالی بھی تھے جن کی خدمت کے لیے عشاقانِ ومحبانِ اشرفیہ نے درخواست کی کہ مدنی میاں دار العلوم کے کھانے کے بجائے ہمارے گھر کا کھانا تناول فرمائیں اور یہ درخواست اصرار کی شکل میں تبدیل ہوگئی۔لیکن مدنی میاں بھی نیک بخت اور نیک خو تھے، آپ نے بذات خود فیصلہ کرنے کی بجائے اہل مبارک پور کے اصرار کو اپنی والدہ ماجدہ کی بارگاہ میں پیش کیا۔ پھر کیا تھا آپ کی والدہ ماجدہ نے مدنی میاں کے ذریعہ پہنچائے گئے۔اہل مبارک پور کے اصرار کو آپ کے والد محترم محدث اعظم ہند ابو المحامد حضرت سید محمد کچھوچھوی علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں کہ سنایا۔لیکن قربان جائیے حضور محدث اعظم ہند کی ذات بابرکت پر جنہوں نے اہل مبارک پور کی اصرار کو سننے کے بعد اپنے صاحب زادے کے لیے

آرام وآسائش کو پس پشت ڈالنے کو ترجیح دی اور فرمایا: ''مدنی کو چاہیے کہ وہ اپنا پیٹ علم سے بھرے!'' ایک سعادت مند بیٹے کو جب والد محترم کی طرف سے جواب موصول ہوا تو اس نیک بیٹے کو اس جواب میں کیا نظر آیا کہ نہ چوں کیا نہ چرا، بس اس پر عمل کرنے میں لگ گئے اور علم دین سے آپ نے اپنا پیٹ ایسا بھرا کہ آج دنیاے اہل سنت اس ''مدنی'' کو شیخ الاسلام والمسلمین، سید المفسرین، رئیس المحققین، سند المتکلمین اور نہ جانے کن کن القاب سے یاد کرتی ہے اور فخر کے ساتھ کرتی ہے۔

سب سے پہلے ''مصباحی'' کا الحاق:

کبھی کبھی کوئی شخص دانستہ یا غیر دانستہ طور پر ایسا عظیم کام انجام دے دیتا ہے جس کے بارے میں اسے خود اس کا علم اور اندازہ نہیں ہوتا کہ اس کا یہ کام بعد میں آنکھوں میں بسائے جانے، زبان سے سراہے جانے اور دل سے قبول کیے جانے کے اس قدر قابل ہوگا کہ اسے خود بھی شاید علم نہیں ہوتا کہ میرا یہ کارنامہ ہمیشہ کے لیے امر ہو جائے گا اور لوگ اس کارنامے کو بسر وچشم فخریہ قبول کریں گے اور اسے بطور علامت استعمال کریں گے۔ حضور شیخ الاسلام کی ذات سے بھی زمانہ طالب علمی میں ایک ایسا ہی کارنامہ وقوع پذیر ہوا جسے آج دنیاے اہل سنت نہ صرف قبول کرتی ہے بلکہ اس کارنامے پر اور جس کے ساتھ اس کارنامے کا الحاق ہو جاتا ہے اس پر اہل سنت و جماعت ناز کرتے ہیں اور وہ کارنامہ ہے لفظ ''مصباحی'' کا اپنے ناموں کے ساتھ الحاق۔ جی، ہاں! لفظ ''مصباحی'' سب سے پہلے حضور شیخ الاسلام نے اپنے نام کے ساتھ لگانا شروع فرمایا پھر کیا تھا اس ''مدنی مصباحی'' کے اس کار خیر کو اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی کہ آج جو بھی اہل سنت کی جان اور پہچان ''الجامعۃ الاشرفیہ'' مبارک پور علمی خوشہ چینی کرتا ہے اس کے نام کے ساتھ ''مصباحی'' جزء لاینفک قرار پاتا ہے۔ لفظ ''مصباحی'' کا سب سے پہلے استعمال کرنے کے تعلق سے راقم نے والد محترم کی ذاتی لائبریری میں ''ماہ نامہ قاری'' کے کسی شمارے میں شامل مشہور ادیب ونقاد ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی صاحب کے مکتوب میں ملاحظہ کیا لیکن وہ فی الوقت پیش نظر نہیں کہ مذکورہ شمارے اور صفحات کا حوالہ پیش کیا جا سکے البتہ اس بات کی تصدیق ماہ نامہ جام نور ستمبر ۲۰۱۵ میں شائع شدہ محقق مسائل جدیدہ حضرت مفتی نظام الدین رضوی برکاتی صاحب قبلہ صدر شعبہ افتا الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے مضمون سے ہوتا جاتا ہے جس میں آپ لکھتے ہیں:

> ''تاریخ اشرفیہ میں آپ کی ذات والا صفات کا نام سنہری حروف سے لکھا جائے گا کہ آپ ہی کی ذات سے دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم کی نسبت سے ''مصباحی'' لکھنے کا رواج ہوا۔ اپنے دورانِ تعلیم میں ہی آپ نے اپنے نام کے ساتھ اس کا الحاق کیا، پھر دوسرے فارغین اشرفیہ نے آہستہ آہستہ یہ نسبت اختیار کرتے رہے اور آج ہر چہار جانب ''مصباحی علما'' کی ایک الگ شناخت ہے''۔ (جام نور ستمبر ۲۰۱۵، ص:۳۹)

حضور شیخ الاسلام کی ذات بابرکت دور طالب علمی سے متعلق چند خصوصیات، کمالات اور حیرت انگیز اور قابل قدر واقعات ''مشتے نمونہ از خروارے'' کے تحت سپرد قرطاس کر دیے گئے۔ کیا ہی خوب ہوتا کہ آپ کے رفقاے درس یا رفقاے دار العلوم اشرفیہ میں کوئی اس موضوع پر قلم کو حرکت دے تا کہ مزید دور طالب علمی کے خصوصیات، کمالات اور تفردات بھر واقعات سے دنیاے اہلِ سنت واقف ہو سکے۔



مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی، حیدرآباد

سائنسی ایجادات و تحقیقاتِ حضور شیخ الاسلام

اسلامی علوم کی روح اس کا فقہ اسلامی کہلاتا ہے اور فقہی مسائل اسلامی معاشرہ، تہذیب و تمدن، زندگی کے ہر گوشے کو اپنے حصار میں لیے ہوتے ہیں۔ حقیقتاً دین اسلام ہی انسان کے تمام تر دینی و دنیوی، معاشی، معاشراتی، اقتصادی، ثقافتی، اندرونی، بیرونی، اصولی، فروعی، تفریحی، روحانی اور مادی مسائل کا جامع حل پیش فرماتا ہے۔ شعبۂ زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جس میں پیچیدہ مسائل نہ ہوں اور اسلامی فقہ ان پیچیدہ مسائل کا حل پیش نہ کرنا ہوتا ہو۔ ائمہ مجتہدین اور فقہاء نے جس ذکاوت وفہم ادراک کے ساتھ دن رات محنت کر کے حالات وکوائف کی روشنی میں اپنے اجتہاد سے مسائل کو حل کیا ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔ سائنسی ایجادات انسانوں کے لیے ہیں۔ کیا آج کوئی موبائل، ٹیلیفون، ٹیلیگرام، فیکس، کمپیوٹر، انٹرنیٹ، ٹی وی، ویڈیو اور الکٹرانکس کی افادیت سے انکار کرسکتا ہے؟ اگر آج کوئی یہ کہے کہ سائنسی ایجادات کے استعمال سے گریز کرنا چاہیے، یہ اسلام کے خلاف ہے یا اسلامی قوانین وفقہ سے متصادم ہیں، ان تمام چیزوں سے فائدہ اٹھانا، ان کو استعمال کرنا حرام ہے تو وہ یقیناً ''احمق، مجنون، فاتر العقل، فقہی بصیرت سے محروم، قلیل البضاعہ، جاہل، عالم سے بے خبر اور مخبوط الحواس ہے۔

چھری کا کام کاٹنا ہے خواہ سبزی کاٹی جائے یا کسی کا پیٹ پھاڑ دیا جائے۔ اس میں چھری کا قصور نہیں بلکہ استعمال کرنے والے کا قصور ہے۔ اگر کوئی فیاکس پر کسی کو گالیاں لکھ کر فیاکس کر دے اور فیکس وصول کرنے والا یہ کہے کہ فیاکس غلط ہے تو یہ اس کے علم کا قصور کہلائے گا کیونکہ فیاکس کا گالی سے کیا تعلق؟ اخبارات ومیگزنس میں مذہبی صفحات کے ساتھ ساتھ فلمی صفحات اور اچھی بری خبریں بھی ہوتی ہیں، کیا فلمی صفحات اور بری خبروں کی وجہ سے کوئی اخبار و میگزن کے پڑھنے کو ناجائز وحرام قرار دے سکتا ہے؟

دورِ جدید میں ہزارہا سائنسی ایجادات کا ظہور ہو رہا ہے جن کا زمانۂ نبوی تو کیا سینکڑوں سال بعد تک انسان کو ان کے نام ونشان تک کا تصور بھی نہیں تھا۔ ان ایجادات کا ہمارے اسلاف کو گمان

تک نہ تھا اور ہم ان سے مستفیض ہو رہے ہیں۔

اللہ تعالی نے قرآن مجید میں جہاں انسان کے لے سواریوں وغیرہ کا ذکر فرمایا ہے وہاں اُن کے فوائد ومنافع سے بھی آگاہ فرمایا۔ وَالأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ O وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ O وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَى بَلَدٍ لَّمْ تَكُونُواْ بَالِغِيهِ إِلاَّ بِشِقِّ الأَنفُسِ إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَؤُوفٌ رَّحِيمٌ O وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً وَيَخْلُقُ مَا لاَ تَعْلَمُونَ O (النحل:۸) اور اُس نے چوپایوں کو پیدا کیا اُن میں تمہارے لیے گرم لباس ہے اور دوسرے فائدے ہیں اور اُن میں سے تم کھاتے ہو اور اُن میں تمہارے لے زینت ہے جب شام کو چرا کر انہیں واپس لاتے ہو اور جب چراگاہ میں انہیں چھوڑ جاتے ہو اور وہ چوپایے تمہارے وزنی سامان اُٹھا کر ایسے شہر لے جاتے ہیں تم اُس تک جانوں کی مشقت کے بغیر نہ پہنچ سکتے بیشک تمہارا رب نہایت مہربان بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ اور گھوڑے اور خچر اور گدھے (پیدا کیے) تمہاری سواری اور زینت کے لیے اور پیدا کرتا ہے جو تم نہیں جانتے۔

(یعنی جو کچھ تم اپنے زمانے میں آرام وآسائش، خوردنوش اور زیب وزینت کی اشیاء دیکھ رہے ہو ان کے علاوہ میں ایسی چیزیں بھی تخلیق کروں گا جن کا تجھے علم وشعور تک نہیں)

ان جدید تخلیقات میں طیارے، ہیلی کاپٹر، گاڑیاں، میزائل، موبائل، بمبار طیارے، ریڈار، سامانِ حرب وضرب (جنگی ہتھیار) الیکٹریشن کا سامان، ٹیلی فون، فیاکس، ٹیلکس، کمپیوٹر، کیمرے، ٹیپ ریکارڈر، ریڈیو، آڈیو کیسٹ، ویڈیو کیسٹ، سی ڈیز، وی سی آر، ٹی وی، انٹرنیٹ وغیرہ نہ جانے کیا کیا حیرت انگیز جدید ایجادات روزانہ ظہور پزیر ہیں جو انسان کے لیے باعث عزوشرف اور موجبِ زیب وزینت ہیں۔

اب ان کے استعمال میں مسلمان کے لیے حکم شرعی کیا ہیں؟ یہ کون بتائے؟ ظاہر ہے علمائے کرام اور مفتیانِ عظام کی طرف ہی رجوع کرنا پڑے گا۔

آج کا اہم سوال یہ ہے کہ جدید سائنسی ایجادات کا استعمال کیسے کیا جائے؟ کہ اسلامی فقہ کے خلاف نہ ہو۔ علماء ومحققین کو چاہیے کہ مثبت کردار ادا کرتے ہوئے سائنسی ایجادات پر تحقیق کر کے ان کا شرعی استعمال کا طریقہ بتائیں تا کہ اُمت مسلمہ ان ایجادات سے فائدہ بھی اُٹھا سکے اور

اس کا غیر شرعی وغیر اسلامی استعمال بھی نہ ہو۔عصرِ حاضر کی پیچیدہ مسائل کی فہرست بڑی طویل ہے۔جدید سائنسی ایجادات کے شرعی استعمال کی نوعیت اور حدود کا تعین کیسے ہو؟ یہ سوال آج کے دور میں فقہی استنباط،اُصول وتحقیق اور افتا واجتہاد کے شرعی منہاج کا سب سے اہم اور کلیدی نقطہ ہے جب تک اس سوال کو ہم اسلوب اجتہاد اور منہج تحقیق کی اعلیٰ سطح پر بنیادی،اصولی اور کلی حیثیت سے طے نہیں کریں گے ہمیں آئے دن فقہی جزئیات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی نے سائنسی تحقیقات اور ایجادات کے استعمال کو یہ کہہ کر استعمال کرنے سے گریز نہ کیا کہ یہ اسلام کے خلاف ہے یا اسلامی قوانین وفقہ سے متصادم ہیں بلکہ اپنی ذہانت اور تحقیق سے ان ایجادات کے استعمال کو شرعی طریقے پر استعمال کرنے کا سلیقہ وطریقہ بتایا اور امت مسلمہ کی رہنمائی فرما کر وقت کے دھارے سے مسلمانوں کو الگ نہ ہونے دیا۔

ہمارے علمائے کرام آج کے تمام پیچیدہ سائنسی اور فنی مباحث کی گہرائیوں میں اترنے کی پوری پوری صلاحیت رکھتے ہیں۔ایسا ہی ایک پیچیدہ مسئلہ ٹی وی اور ویڈیو کے استعمال کی شرعی حدود سے متعلق ہے۔

خیال رہے کہ جن امور پر شریعت نے عام حالت میں بھی مسلمان کو پابند کر رکھا ہے ویڈیو اور ٹی وی پر بھی وہ پابندی برقرار رہے گی یعنی مرد وزن کا خوشی وغمی،شادی وماتم،سفر وحضر،اسکول و کالج اور مزار وبازار میں میل جول اور اختلاط پر ہر حالت میں پابندی ہوگی۔جس طرح غیر محرم کی عام حالت میں عورت سے تفریح وغیرہ جائز نہیں اسی طرح ویڈیو کا،وی سی آر کے ذریعے ٹی وی پر دیکھنا بھی درست نہیں۔یوں عمومی حالت میں ٹی وی پر خلافِ شریعت افعال کی تائید وتوثیق نہیں کی جاسکتی۔

ٹی وی کا رخ کلیسا کی بجائے بیت اللہ کی طرف،گرجا کے بجائے گنبد خضریٰ کی جانب کر دیا جائے۔ٹی وی پر قرآنِ کریم،احادیث نبوی،مسائلِ دینیہ،مقالاتِ اسلامیہ اور مضامین سیرت مصطفیٰ ﷺ کا نظارہ کریں۔منیٰ،عرفات ومزدلفہ صفا ومروہ،حجر اسود کے گرد پروانہ وار مسلمانانِ عالم کی اندازِ عاشقانہ سے متاثر ہوں،وہ مساجد عظمتِ اسلام کی گواہی دیں،مزاراتِ اولیاء کی ٹی وی اسکرین پر زیارت سے شادکام ہوں،مستفیض ہوں،ثنا خوانِ حبیب ﷺ کی نعتوں سے اپنے

دامن معصیت کو پاک کریں۔صلوٰۃ وسلام اور ذکر واذکار سے اپنے قلوب کو منور کریں اور عالمِ وجد میں زبانِ حال سے پکار اٹھیں: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

خدارا عالمِ کفر میں اسلام کی تبلیغ کے لیے ان جدید ذرائع ابلاغ کو حرمت کے فتوؤں میں دفن کرنے کی بجائے حلت کے بم سے غالب آنے کی سعی فرمائیے۔ہاں کھلی چھٹی نہ دیں بلکہ مشروط طور پر جواز کی صورتیں پیدا فرمائیں۔

تاریخ گواہ ہے جب بھی کسی فقیہ مثبت عالم نے جدید طریقہ سے خدمتِ اسلام کو اپنایا اس کے موقف پر اظہار خیال کی بجائے منفی فتوے شروع ہو گئے۔امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ نے جب ہندوستان میں پہلی مرتبہ قرآن مجید کا فارسی ترجمہ کیا تو ان پر تحریف قرآن کے فتوے لگائے گئے۔مگر بعد میں تراجم کی ایسی دوڑ لگی کہ ہر زبان میں کئی کئی ترجمے وجود میں آگئے۔اسی طرح ہم نے دیکھا کہ حضرت شیخ الاسلام رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی دامت برکاتہم کی کتاب ’ویڈیو اور ٹی وی کا شرعی استعمال‘ عظیم ماخذ کی حیثیت کا شرف پایا۔غزالیِ زماں مظہر امام احمد رضا راس العلما حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے اس تاریخی وعلمی کتاب پر تصدیقی تبرکات کے بعد سبھوں نے سر تسلیم خم کیا سوائے چند کے۔جب کہ ماننے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں۔

حضرت اویس رضا قادری کے ٹی وی پر نعتیہ محافل اور تبلیغ اسلام:

حسان العصر شاعر خوش الحان اویس رضا قادری اب عالمِ اسلام کی مشہور ترین شخصیتوں میں شمار ہوتے ہیں۔ہندو پاک بلکہ دنیا کے بیشتر ممالک میں اپنے لحنِ داؤدی کے ذریعہ امام اہل سنت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کا نعتیہ کلام ’حدائق بخشش‘ میں پیش فرماتے ہیں۔ٹی وی پر حضرت اویس رضا قادری کی نعتیہ محافل سے روحانی کیف وسرور کا سماں پیدا ہوا ہے۔حضرت اویس رضا قادری کی روح پرور نعت سن کر ایک وجدانی کیفیت طاری ہوجاتی ہے سامعین کے دلوں میں عشقِ رسالت کے چراغ روشن ہوتے ہیں اور عالمِ تصور میں روضہ رسول ﷺ کی زیارت کرتے ہیں۔حضرت اویس رضا قادری کی شیریں آواز سے غیر متعارف حلقوں میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا کما حقہ تعارف اور حدائق بخشش کو مقبولیت حاصل ہو رہی ہے۔اب دنیا کے گوشہ گوشہ میں کلامِ رضا کی دھوم مچی جارہی ہے اور سب کی زباں پر کلامِ رضا گنگنایا جارہا ہے۔ٹی وی پر

حضرت اویس رضا کی نعتیہ محافل سے ماحول میں خوشگوار تبدیلی واقع ہوئی ہے جس سے بدمذہب عناصر کے حلقوں میں سنسنی اور کہرام مچ چکا ہے۔ باطل فرقے اب الجھن کا شکار ہو چکے ہیں۔ ٹی وی پر حضرت اویس رضا قادری کو سننے کے بعد وجد کے عالم میں یہ اعتراف کرنا ہی پڑے گا۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آ گئے سکّے بٹھا دیے ہیں

سائنسی ایجادات خصوصاً ویڈیو اور ٹی وی کے شرعی استعمال کے سلسلے میں حضور شیخ الاسلام والمسلمین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کا فتویٰ اہل سنت و جماعت کی رہنمائی نہ کرتا تو حضرت اویس رضا قادری کی خدمات کا دائرہ تنگ و محدود ہو کر رہ جاتا۔

حضرت اویس رضا قادری کی مقبولیت یقیناً حضور شیخ الاسلام کی عطا ہے جو انہوں نے فتوے سے بھرپور استفادہ فرماتے ہوئے ٹی وی اور ویڈیو کا شرعی استعمال کیا ہے۔

حضرت اویس رضا قادری اگر پردۂ ٹی وی (Screen) پر نظر آ رہے ہیں تو پردۂ ٹی وی کے پیچھے (Background) میں حضور شیخ الاسلام کا فتوی ہے جو ویڈیو اور ٹی وی کا شرعی جواز پیش کر رہا ہے۔ بلاشبہ ایک وسیع النظر عالم اور فقیہ کے فتوے سے سارا عالم مستفید ہو رہا ہے۔ یقیناً وہ مخبوط الحواس اور فقہی بصیرت سے محروم ہے جو سائنسی ایجادات سے فائدہ اٹھانے اور ان کے استعمال کو حرام قرار دیتا ہے۔

QTV پر علمائے اہل سنت کے مذہبی بیانات اور شرعی مسائل:

Qtv عصر حاضر میں اسلام اور سنیت کی عظیم خدمات انجام دے رہا ہے، اخلاقی روحانی و دینی اساس پر پروگرام پیش کر رہا ہے اب لوگ اپنے ٹی وی کے ذریعہ علمائے کرام کے بیانات' شرعی مسائل اور دین و دنیا کی بھلائی کے موضوعات پر سُن رہے ہیں۔ ذہن وفکر' دل و دماغ میں اسلامی و اخلاقی اقدار کے لازوال نقوش بھی ابھر رہے ہیں۔

بہت سے اکابرین اہلِ سنت باضابطہ Qtv پروگراموں میں آتے ہیں اور اہل سنت سواد اعظم کی باقاعدہ نمائندگی کا حق ادا کرتے ہیں۔ چند قابلِ ذکر علمائے کرام حسبِ ذیل ہیں:

پروفیسر پیر سید مظہر سعید کاظمی (شہزادۂ غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی)

علامہ غلام حسن قادری (مفتی دار العلوم حزب الاحناف لاہور)

مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی

مولانا مفتی عباس رضوی

مفتی اعظم پاکستان منیب الرحمٰن صاحب

مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی اشرفی

حضرت علامہ مفتی ابراہیم قادری

علامہ مفتی محمد یار خاں قادری اشرفی

حضرت علامہ سید تراب الحق قادری

حسان العصر حضرت اویس رضا قادری

مفتی محمد اکمل قادری عطاری

نبیرۂ صدر الشریعہ مفتی انعام المصطفیٰ اعظمی

مولانا سید مظفر شاہ صاحب وغیرہا

Qtv کی وجہ سے باطل فرقے اب الجھن کا شکار ہو چکے ہیں دنیائے وہابیت میں Qtv کی وجہ سے تہلکہ مچ چکا ہے اور Qtv کے خلاف بدعقیدہ عناصر کے جذبات بھڑک رہے ہیں۔ Qtv قصر وہابیت کی بنیادوں کو ڈھانے والا چینل ثابت ہو گیا ہے۔ وہابیت لرزہ براندام ہے اور اپنا فکری دائرہ تنگ ہوتا ہوا محسوس کر رہی ہے۔ Qtv پر علمائے اہل سنت و جماعت کی دینی خدمات قصر وہابیت پر بم ثابت ہو رہی ہیں۔ نیز اس کے علاوہ کئی سنی چینل منصۂ شہود پر آ چکے ہیں۔

مدنی چینل، نور ٹی وی، حق چینل وغیرہ

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے کرم سے نوازتا رہے اور علمائے ربانی کے فیوض و برکات سے ہمیشہ بہرہ مند رہیں۔



پروفیسر ڈاکٹر غلام زرقانی
ہیوسٹن امریکہ

شیخ الاسلام امریکہ کی سرزمین پر

جہاں تک میرا قوت حافظہ رفاقت کررہا ہے، میں پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ شیخ الاسلام حضرت علامہ مدنی میاں مدظلہ العالی کی شخصیت ان معدودے چندا کابرین اہل سنت کی ہے، جن کے نام سے صغرسنی ہی میں میرے کان آشنا ہوئے۔ اور جب خطابت سمجھنے کی شد بد پیدا ہوئی، تو میرے لیے ان کی شخصیت کسی طور اجنبی نہیں رہی۔ پچیس تیس سالوں پہلے دنیائے خطابت پر ایک سرسری نگاہ ڈالیے تو یہ حقیقت دوپہر کی دھوپ کی طرح عیاں ہوجائے گی کہ خطبائے اسلام عوام کے درمیان قدرے سہل موضوعات منتخب کرتے اور آسان لب ولہجہ میں خطاب کرتے۔ بسا اوقات کسی دقیق، علمی اور فکری عنوان پر اظہار خیال کے لیے ہمت ہوئی بھی تو اسے احباب یہ کہہ کر پس پشت ڈال دیتے تھے کہ عام لوگوں کے سروں سے اوپر گزر جائے گا اور پروگرام کامیاب نہیں ہوسکے گا۔ ایسے دور میں حضرت شیخ الاسلام مدنی میاں نے خالص علمی عناوین پر آسان ترین لب و لہجہ میں اظہار خیال کرکے عوام تو عوام ہیں، خواص کو بھی ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ دلائل وبراہین کوئی عام نہ ہوتے، تاہم اظہار خیال پر بلا کی قدرت انہیں نہایت ہی عام فہم بنادیتی۔

بہرکیف، پچھلے دس پندرہ سالوں کے درمیان شیخ الاسلام علامہ مدنی میاں مدظلہ العالی نے دومرتبہ اپنے قدوم میمنت لزوم سے ہمارے شہر ہیوسٹن کو مشرف فرمایا ہے۔ ایک مرتبہ تو خطابت ہی کے لیے ورود مسعود ہوا، جب کہ دوسری باریوں ہی اپنے عقیدت مندوں کے اصرار پر تشریف لائے، لیکن یہ اور بات کہ احباب نے موقع غنیمت جان کر ایک تقریب رکھ ہی لی۔ آپ نے ابتدائے سخن میں صراحت کے ساتھ فرمایا کہ اب میں نے خطابت بہت کم کردی ہے، اس لیے احباب آئندہ خیال رکھیں کہ میری آمد پر بغیر مشورہ کیے جلسہ طے نہ کریں۔ ازراہ تفنن کہنے لگے کہ اس بار میں نے آپ کی بات رکھ لی ہے اور امید ہے کہ آئندہ آپ بھی میری بات رکھیں گے۔ حمد و صلواۃ کے بعد مشہور زمانہ کلام ''کیا عجب ہے کفر کو کہتے ہیں جاہل احتیاط'' کے چند اشعار پڑھے۔

عام طور پر ناظم اجلاس خطیب کے لیے ماحول سازگار بناتے ہیں، تاہم میرے خیال میں موصوف کے لیے پہلے سے کسی ماحول سازی کی ضرورت نہیں ہے، آپ ابتدائی اشعار کچھ اس ڈھنگ سے پڑھتے ہیں کہ سننے سنانے کا ذوق خود ہی بن جاتا ہے۔ غالبا سرنامۂ سخن قرآن وحدیث کی روشنی میں تبرکات کی اہمیت کے حوالے سے تھا، اس لیے تمام تر توجہ موضوع کے اردگرد رہی اور جب براہ راست موضوع پر گفتگو کا آغاز کیا تو حیرت واستعجاب سے ہماری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ موصوف نے انتہائے خطابت میں حرمین طیبین، عرفات، صفا ومروہ، منی، مزدلفہ اور شعائر حج سے جس طرح اپنے موضوع پر استدلال فرمایا، وہ آپ ہی کو زیب دیتا ہے۔ باتوں باتوں میں کہہ گئے کہ فریضۂ حج درحقیقت مالک حقیقی کی محبت میں اظہار دیوانگی ہے۔ جس طرح ایک دیوانہ کو نہ اپنے لباس کا ہوش رہتا ہے، نہ پیروں میں اچھے جوتے کی پرواہ، نہ عطر وخوشبو سے رغبت اور نہ ہی نرم وگداز بستر سے مطلب، ٹھیک اسی طرح یہاں بھی ایک حاجی سے تقاضا یہ کیا جاتا ہے کہ سلے ہوئے لباس اتاردو اور عام سی چادر اوڑھ لو، جوتے موزے نہ پہنو، عطر وخوشبو سے دور رہو۔ اور جس طرح ایک محب عالم دیوانگی میں اپنے محبوب کے اردگرد گھومتا رہتا ہے، ٹھیک اسی طرح یہاں بھی ہدایت یہ ہے کہ اپنے مالک حقیقی کی محبت میں خانہ کعبہ کے گرد طواف کرو، صفا اور مروہ کے درمیان کبھی دھیرے دھیرے چلو اور کبھی دوڑ لگاؤ، نیز میدان عرفات پہنچو تو کھلی فضا میں دونوں ہاتھ پھیلا کر گڑگڑاؤ۔ کہتے ہیں کہ ایک دیوانہ کبھی کبھی اپنے پریشان کرنے والوں کو پتھر مارتا ہے، اسی طرح یہاں بھی کہا جارہا ہے کہ لو شیطان کو پتھر بھی مارلو کہ اظہار دیوانگی کی کوئی ادا تشنہ عمل نہ رہے۔ یقین کیجیے کہ ایک ایک نکتہ پر داد وتحسین کا یہ عالم تھا کہ سامعین ایک لمحہ کے لیے بھی چین سے بیٹھ نہ سکے۔ کبھی زبان سے سبحان اللہ کی صدائے بلند ہورہی تھیں، کبھی فرحت ومسرت سے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل رہی تھی، کبھی حیرت واستعجاب سے پلکیں تنی جارہی تھیں اور کبھی ڈبڈباتی آنکھیں دلوں کے زیروزبر ہونے کی سرگوشیاں کررہی تھیں۔ مجھے یاد ہے کہ اختتام جلسہ پر ایک صاحب کہنے لگے کہ ان کے لیے مولانا، علامہ اور مفتی جیسے القابات ناکافی ہیں۔ میں نے چھوٹتے ہی جواب دیا کہ اسی لیے تو ہم انہیں ''شیخ الاسلام'' کہتے ہیں۔

ہیوسٹن کے اپنے پہلے دورے پر موصوف نے شہر میں تین چار بڑے پروگراموں میں خطاب فرمایا، جس میں رائل ہال، غوث اعظم مسجد اور النور مسجد وغیرہ میں ہونے والے خطابات

خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ اور جب دوسری بار تشریف لائے تو صرف دو پروگرامات بڑے ہوئے ایک مکہ مسجد ڈیری آشفورڈ اور دوسرا پروگرام مسجد غوث اعظم میں تھا۔ دونوں مقامات پر بہت بڑی تعداد میں سامعین نے شرکت کی۔ مغربی دنیا میں مصروف ترین زندگی کی وجہ سے عام طور پر جمعہ، ہفتہ اور اتوار کو بڑے پروگرامات ہوتے ہیں، اس لیے باقی دنوں میں لوگ اپنے اپنے گھروں میں بھی محفلیں سجا لیتے ہیں۔ موصوف کے زمانۂ قیام میں بھی گھروں میں پروگرام رکھے گئے، جہاں آپ نے نہایت ہی نپی تلی زبان میں مختصر وعظ ونصیحت فرمائی۔ اسی طرح کی ایک گھریلو نشست میں کہنے لگے کہ لوگ کچھ کرنے سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہیں، لیکن عام طور پر اسے یوں ہی پڑھ لیا جاتا ہے اور مفہوم ومعانی پر توجہ نہیں دی جاتی۔ ہاں اگر پڑھنے والا پوری توجہ، انہماک اور اخلاص کے ساتھ ہر کام کی ابتداء میں بسم اللہ الرحمن پڑھنے کی عادت بنا لے، تو اسے گناہوں سے باز رکھنے کے لیے نہ کسی ناصح کی ضرورت پڑے گی اور نہ ہی کسی خارجی تنبیہ کی۔ آپ ذرا اس کے مفہوم پر غور کریں تو میری بات بہت آسانی کے ساتھ سمجھ میں آجائے گی۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے آپ کہتے ہیں کہ اللہ کے نام سے شروع، جو نہایت مہربان اور رحمت والا ہے۔ آپ جب کوئی نیک کام کریں، تو ابتدائے عمل پر پڑھے گئے ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' سے کمال ہم آہنگی ہے، تاہم جب کوئی گناہ ہونے والا ہو اور بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی جائے، تو خود بخود جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں کہ ہائے یہ میں کیا کر رہا ہوں؛ عمل گناہ اور وہ بھی مالک حقیقی کے نام سے۔ اس طرح یہ خود احتسابی ہمیں گناہوں کے دلدل میں جانے سے بچائے رکھے گی۔

کئی دنوں تک آپ کی رفاقت کے بعد میں نے محسوس کیا کہ آپ نہایت ہی سادہ لب ولہجہ میں بڑی سے بڑی بات کہہ جاتے تھے اور وہ بھی نہایت ہی قابل قبول پیرایۂ بیان میں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی باتیں عام طور پر دلوں میں گھر کر جاتیں اور برسوں تک لطف اندوز ہونے کی سعادت میسر آتی۔ ویسے یہ کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ جس زمانے میں عوام کے سامنے گفتگو کرتے ہوئے لوگ عام طور پر مصنوعی سنجیدگی طاری کرنے میں ہی کامیابی محسوس کرتے تھے، ایسے دور میں حضرت شیخ الاسلام مدنی میاں نے اپنی خطابت میں تک بندی، ثقیل الفاظ اور رعب ودبدبہ جیسے سارے بناوٹی مظاہر سے بغاوت کر کے ایک نئی جہت سے دنیائے خطابت کو روشناس کیا ہے۔

یقین نہیں آتا تو دس بیس سالوں پیشتر خبریں پڑھنے والوں سے لے کر سرکاری بیانات دینے والوں تک کی تاریخ پر سرسری نگاہ ڈالیے اور دیکھیے کہ میری باتوں میں کہاں تک صداقت ہے۔ ابھی ادھر چند سالوں سے یہ محسوس کیا جا رہا ہے کہ تصنع اور بناوٹ کوئی اچھی چیز نہیں ہے، بلکہ اپنے اصلی اسلوب بیان میں ہی اظہار مدعا کیا جائے تو وہ زیادہ پر اثر ہوتا ہے۔

خیال تھا کہ کچھ دیر اور حضرت شیخ الاسلام مدظلہ العالی کے حوالے سے گفتگو جاری رہتی، لیکن فیصل آباد کالج یونیورسٹی کے شعبہ اسلامیات کے نمائندہ جرنل ''الاحسان'' کے لیے مقالہ لکھنے میں اس قدر وقت لگ گیا کہ شیخ الاسلام کی شخصیت پر نکلنے والے زیر نظر مجلہ کی اشاعت کی تاریخ سر پر آ گئی۔ اس لیے یہی دو چار جملے کسی طور بعجلت تمام لکھ سکا ہوں۔ مجھے اعتراف ہے کہ یہ میری خواہش کے عین مطابق نہ ہو سکا، تاہم یہی کیا کم ہے کہ اس بہانے حضرت شیخ الاسلام مدظلہ العالی کے مداحوں کی فہرست میں کہیں کونے پر ہی سہی، مجھ ہیچمدان کی بھی شمولیت ہوگئی۔



ڈاکٹر فرحت علی صدیقی (مرحوم)

حضور شیخ الاسلام کا علمی وعرفانی دورۂ حیدرآباد

پہلا دورۂ حیدرآباد:

تاجدارِ منصبِ رشدوہدایت، رئیس المحققین، حضور شیخ الاسلام والمسلمین علامہ ومولانا سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی قبلہ کچھوچھوی مدظلہ نے سب سے پہلے مدینۃ الاولیاء حیدرآباد کو ۱۹۶۶ء میں اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا تھا۔ آپ کے اس دورے کی دعوت اتحاد سوسائٹی کے صدر حضرت سید محمود پاشاہ افتخاری زرین کلاہ نے مہتاب افتخاری صاحب کی ایماء پر حیدرآباد کو دو خطابات کے لیے دعوت پیش کرنے کا شرف پایا تھا۔

حضور شیخ الاسلام نے حیدرآباد دکن میں سب سے پہلی تقریر ''والعصر'' کے زیرعنوان فرمائی تھی۔ مذکورہ عنوان پر پہلی تقریر نہ صرف متعدد خوبیوں کی حامل ہے بلکہ علمی لحاظ سے اسے آپ کے شہکار بیانات میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ صرف ''والعصر'' ایک لفظ مبارکہ کی تفسیر وتشریح دو دن جاری رہی اور مکمل تقریریں کم وبیش چار گھنٹوں کا احاطہ کرتی ہے۔ یہ تقریر سپول ٹیپ ریکاڈر سسٹم کے ذریعہ ریکاڈ کی گئی ہے۔ اہلسنت کی خوش نصیبی ہے کہ اس نایاب اور معرکۃ الآراء تقریر کے سپول کو تحریری شکل دے دی گئی ہے اور بہت جلد اسے اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدرآباد۔ دکن، شائع کرنے جارہی ہے۔ حضور شیخ الاسلام نے یہی تقریر کچھ نئے مواد کے ساتھ گیارہ سال بعد ۱۹۷۷ء میں کریم نگر کی تاریخی اجلاس میں دوبارہ کی تھی۔ یہ تقریر تقریباً ڈھائی گھنٹے کے دورانیہ پر محیط ہے۔

دوسرا دورۂ حیدرآباد:

پہلا دورۂ حیدرآباد کے کم وبیش ایک سال بعد آپ حیدرآباد چار یوم کے لیے تشریف لائے۔ آپ کی آمد کی اطلاع وخبر اخبارارت وپوسٹرس کے ذریعہ چونکہ عام ہوگئی تھی اسی لیے حضرت کی آسانی کے لیے اور آپ کو اژدھام کی تکلیف سے بچانے کی غرض سے بجائے نام پلی اسٹیشن کہ علماء ومشائخین نے خود سکندرآباد اسٹیشن پہنچ کر آپ کا استقبال کیا تھا۔ حیدرآباد فرخندہ بنیاد میں آپ

کا قیام عابڈس (عابد شاپ) پر نواب خواجہ غیاث الدین صاحب کی حویلی وکاجی کمپاؤنڈ عابڈس میں قاضی سید امیر اللہ حسینی عرف مقبول نواب کے مکان پر رہا۔ ''عظمت مصطفیٰ'' کے زیرعنوان ان دونوں اجلاسوں کا انعقاد بوقت دس بجے تا ایک بجے دن روح پرور وتاریخی مکہ مسجد کے وسیع وعریض صحن میں عمل میں آیا تھا۔ پہلے اجلاس کی صدارت علامہ حضرت سید شیخن احمد شطاری کامل صاحب اور دوسرے اجلاس کی صدارت سلطان الواعظین حضرت سید مرتضیٰ پاشاہ قادری زرین کلاہ قدس سرہ نے کی تھی۔ جبکہ اس اجلاس کا خطبہ استقبالیہ نہایت ہی متشرع اور تہجد گزار شخصیت نواب غیاث الدین شطاری پوترے ٹیپو خاں شہید نے پڑھا تھا۔ بتایا جاتا ہے کہ ان جلسوں کا اہتمام بھی آپ ہی کی اعانت سے ہوا تھا۔ شیخ الاسلام کی آمد کا یہ وہ دور تھا جبکہ حیدرآباد میں بیرون علماء کرام کو مدعو کرنے کا باقاعدہ رواج نہ پایا جاتا تھا بلکہ موقتی طور پر کبھی کبھار بیرون علماء ومشائخ حیدرآباد مدعو کیے جاتے تھے۔

مذکورہ دونوں تقریروں کے بعد تیسرا اجلاس موتمر غلامان غوث کے زیر اہتمام بانی کمیٹی جلالۃ العلم حضرت سید حبیب اللہ قادری المعروف رشید پاشاہ قادری قدس سرہ جو اس دور میں جامعہ نظامیہ سے وابستہ نہیں ہوئے تھے، کے زیرصدارت، احاطہ موسیٰ قادری میں منعقد ہوا تھا جب کہ تیسرا اجلاس انجمن قادریہ کے زیر اہتمام حضرت سید محمد قادری کی زیرصدارت بمقام یحییٰ مسکن قاضی پورے میں منعقد ہوا تھا۔ اسی قیام کے دوران حضرت شیخ الاسلام حضرت عبدالرزاق نورالعین رحمۃ اللہ علیہ کی جانشین اولاد حضرت سید پاشاہ حسینی اشرفی کے گھر مدعو کیے گئے جو حیدرآباد میں اس وقت مادنا پیٹ میں فروکش تھے جن کے صاحب زادے حضرت سید جہاں گیر اشرف الجیلانی ہیں۔ ان تمام خطابات کے بعد آپ دیگر پروگرام کے لیے وجئے واڑہ روانہ ہوگئے تھے۔

اسی دورے کے دوران حیدرآباد میں حضور شیخ الاسلام کو گنڈی پیٹ اس غرض سے سیر کروائی گئی تاکہ آپ کی دعا سے پانی کی فراوانی قائم رہے اس وقت آپ کی معیت میں حضرت سید قبول پاشاہ قادری، نواب غیاث الدین اور حضرت سید محمود پاشا قادری زرین کلاہ وغیرہ ساتھ تھے۔ چنانچہ حضرت نے گنڈی پیٹ کی گلگشت ساحل پر نماز مغرب ادا کی اور دعاء فرمائی اور حضرت کی اس دعا کی برکت وقبولیت سے اللہ تعالی نے اہل حیدرآباد پر بارش کی نعمت برسائی۔

حضرت شیخ الاسلام کے مذکورہ دورے کے قیام کے دوران آپ کی خدمت میں پروفیسر افضل

محمد مرحوم۔سابق وائس چانسلر عثمانیہ یونیورسٹی اور ان کے والد علامہ حیرتؔ بدایونی مرحوم تشریف لایا کرتے تھے۔یہ وہ زمانہ تھا جب کہ علامہ حیرتؔ کے آنکھوں کی بینائی کم ہوگئی تھی۔ایک ملاقات کے دوران علامہ حیرتؔ نے کہا تھا کہ وہ کسی زمانے میں کچھوچھا مقدسہ قیام پذیر تھے اور اپنے زمانہ قیام کو یاد کرتے ہوئے یہ بھی کہا تھا کہ کچھوچھا مقدسہ کے قیام پذیری کے دوران انہوں نے حضور شیخ الاسلام کو بچپن میں گود میں لینے کا بھی شرف پایا تھا۔اسی طرح علامہ حیرتؔ نے خود شیخ الاسلام کو آپ کے بچپنے کے احوال بھی سنائے تھے۔

شیخ الاسلام کے دورے کے داعی حضرت سید محمود پاشاہ قادری زرین کلاہ بیان فرماتے ہیں کہ:

علامہ شیخین احمد شطاری کاملؔ قدس سرہ وغیرہ کی جانب سے جب حضور شیخ الاسلام کی تقریری صلاحیتوں اور آپ کی تبحر علمی کی تعریف کی جاتی تو شیخ الاسلام اپنی ساری صلاحیتوں کو اپنے والد بزرگوار حضرت محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی الجیلانی سیدؔ کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۶۱ء) کی عطاوفیض کا نتیجہ قرار دیتے تھے۔چنانچہ حضور شیخ الاسلام نے علامہ کاملؔ سے فرمایا تھا کہ:

’’میرے والد نے مرض الوفات میں مجھے مبارک پور سے اس وقت طلب کیا تھا جب کہ میں جامعہ اشرفیہ میں فضیلت کے سال آخر میں زیر تعلیم تھا۔جب میں نے حضرت محدث اعظم ہند قدس سرہ کی بارگاہ میں حاضری دی تو آپ نے مجھے قریب بلا کر اپنے سینے سے لگایا۔آپ کا مجھے یوں سینہ سے لگانا ہی تھا کہ اسی وقت میں نے واضح طور پر محسوس کیا کہ میرا سینہ وزن ہوگیا ہے (یعنی سینہ علم ومعرفت کے کنز و گنجینوں سے معمور ہوگیا) والد بزرگوار کی اس ملاقات کے بعد میں واپس جامعہ اشرفیہ مبارک پور فضیلت کی تکمیل کے لیے چلا گیا اس کے چند دن بعد مجھے آپ کے وصال کی اطلاع تار کے ذریعہ ملی تھی۔وصال کے تیسرے دن یعنی حضرت محدث اعظم ہند قدس سرہ کی زیارت کی فاتحہ میں میں نے اپنی زندگی کی پہلی تقریر کی جو بقول بزرگان خانوادۂ اشرفیہ علمی وعرفانی تقریر کہلائے جانے کے ساتھ ساتھ زور خطابت نیز فن تقریر کی بھی عمدہ مثال قرار پائی تھی۔‘‘

حضرت سید محمود پاشاہ زرین کلاہ صاحب فرماتے ہیں کہ:

’’حضرت شیخ الاسلام کے اسی بیان کی بنیاد پر حضرت سید شیخین احمد شطاری اکثر فرمایا کرتے کہ حضرت شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی کچھوچھوی قبلہ کی تقریر وہبی صفات کی حامل ہوتی ہے اور آپ کا علم عطائی یعنی علم لدنی یا وہبی معلوم ہوتا ہے۔‘‘

مشائخین وعلمائے حیدرآباد نہ صرف شیخ الاسلام کی علمیت وبزرگی سے بے پناہ متاثر ہیں بلکہ یہاں کے عوام وخواص سبھی حضرات آپ سے غایت درجہ عقیدت میں بھی رکھتے ہیں نیز یہ کہ آپ کے حیدرآبادی دوروں کی رودادیں اس طرح بیان کرتے ہیں کہ گویا یہ واقعی دو دن پہلے کی بات ہے نیز اہل علم حضرات آپ کے خطابات کو نورانی وروحانی مواعظ قرار دیتے ہیں۔چنانچہ حضرت مولانا سید حبیب موسیٰ الحسینی صاحب حیدرآبادی نے ایک محفل میں اپنی نپی تلی اور مخلصانہ گفتگو کے دوران اس ہیچ مداں سے اپنے تاثرات کا یوں اظہار فرمایا کہ:

’’حضور شیخ الاسلام ایک بے مثال عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ تبحر علمی اور شان خطابت میں اپنا جواب نہیں رکھتے اور علمی نکتہ دانی میں وہ بے مثل ومثال شخصیت ہیں۔‘‘

حضرت شیخ الاسلام کی عرفانی نکتہ دانی اور ردوہابیت میں کس قدر بلیغ جواب دینے کی اہلیت رکھتے اس کا اندازہ اس آپ کے بیان سے لگایا جاسکتا ہے کہ مجھے بخوبی یاد ہے کہ آپ نے ۷۰ء کے دہے کی ایک تقریر میں ندائے یارسول اللہ کے اعتراض پر یوں جواب دیا تھا:

’’ندا اسے دی جاتی ہے، پکارا اسے جاتا ہے جو بے خبر ہو، یا متوجہ نہ ہو! اس اعتقاد سے اگر خدا کو یا اللہ کہہ کر پکارو گے تو ایمان ہی نہیں بچے گا کیوں کہ خدا ہر آن ساری مخلوق سے باخبر ہے، وہ علیم وخبیر ہے! اب ندا اسی کو دی جائے گی جو کبھی متوجہ ہو کبھی نہ ہو! حضور چونکہ ہمیشہ خالق کی طرف متوجہ رہتے ہیں اسی لیے ہم ان کی رحمت کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے یا رسول اللہ کہتے ہیں! النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم یہ نبی تمہارے جان سے زیادہ قریب ہیں اور ہم ندا آپ کی شان رحمۃ للعالمینی کو دیتے ہیں! تو حقیقی معنوں میں ’’یا‘‘ کے ذریعہ نبی ہی

کو پکارا جائے گا۔''

اس خصوص میں ترسیل علم کا ذوق تو ملاحظہ ہو، حضور شیخ الاسلام جب تشریف لائے تو تقریر کے دوسرے دن علمائے نظامیہ بالخصوص مفتی مولانا عبدالحمید صاحب کی دعوت پر جامعہ نظامیہ میں قدم رنجہ فرمایا حالات سے آگہی اور علمائے کرام سے ملاقات و تفصیلی گفتگو کے بعد بجائے واپس ہونے کے آپ نے ''فضیلت و کاملیت'' کے طلباء و علماء کو اپنے خطاب سے بھی نوازا تھا۔ یہ وہ دور تھا جب کہ جامعہ محامد علی عباسی صاحب کارفرما اور مفتی عبدالحمید صاحب شیخ الجامعہ کی حیثیت سے کارفرما تھے۔

یہاں یہ تذکرہ بے محل نہ ہوگا کہ آپ کے والد گرامی حضور محدث اعظم ہند حضرت سید محمد اشرفی الجیلانی کچھوچھوی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۹۶۱ء) کو جامعہ نظامیہ حیدرآباد کے ارباب حل وعقد نے سنہ ساٹھ (۶۰) کے دہے میں فاضل و کامل کے امتحان کے ضمن میں بہ حیثیت ممتحن مدعو کیا تھا۔

تیسرا دورۂ حیدرآباد

حضرت شیخ الاسلام کی تیسری مرتبہ حیدرآباد آمد سنہ ستر ۷۰ء یا بہتر ۷۲ء میں ہوئی تھی۔ اس دوسری مرتبہ آمد پر تین اجلاس منعقد کیے گئے تھے۔ دو دن مکہ مسجد کے رات کے اجلاس میں اور ایک تقریر جامع مسجد مشیرآباد میں جو انعمت علیہم کے زیر عنوان کی گئی تھی۔ ان اجلاسوں کی روئیدادیں و تاثرات حیدرآباد کے روزنامے و ہفت وار اخبارات با تفصیل شائع کیا کرتے تھے۔

حیدرآباد کا دینی ماحول سنہ ۱۹۷۰ء کے آس پاس جب کہ ''بلدالصوفیاء''۔ حیدرآباد پر باطل پرستوں کی یلغار اور گجراتی ڈاکو کی جہالت پر مبنی منحوس سایہ منڈلا رہا تھا ایسے پرفتن ماحول میں حضور شیخ الاسلام کی کمی بہت شدومد سے محسوس کرتے ہوئے آپ کے شایان شان دعوت خطاب پیش کی گئی۔ جن حالات میں آپ کو حیدرآباد کی دعوت دی گئی تھی اس کا اجمالی ذکر یہ ہے کہ:

چند گمراہ مخیر اشخاص کی جانب سے ایک ایسے شخص کو تقریر کے لیے حیدرآباد بلایا گیا تھا جو بزبانِ خود پڑھا لکھا نہیں بلکہ جاہل تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ علم اور دین کی خدمت کے ڈھنڈورچیوں کے اکثر معاملات ایسے ہی جہلا سے انجام پاتے ہیں کہ وہ گستاخ مقرر جو اپنوں میں قاطع بدعات کہلاتا تھا ایک سابقہ قوال تھا جس کا باپ حقانی، ڈاکا زنی کی پاداش میں سزا کاٹ رہا تھا۔ باپ کی سزا کاٹنے کے دوران یہ جاہل پیدا ہوا تھا۔

دیگر یہ کہ دین کی خدمت کرنے کی دوہائی دینے اور اس قوال و مقرر کو مدعو کرنے والے وہی لوگ تھے جو شمالی ہند میں اپنے دارالعلوم کی صد سالہ جشن کی تقریب ایک کافرہ، بیوہ عورت کی صدارت میں منعقد کیے تھے۔ بہرحال بات یہ چل رہی تھی کہ اسی اجہل کو مدعو کرنے کا واحد مقصد یہی تھا تا کہ حیدرآبادی اہل حق کو گمراہ کیا جائے اور یہاں کے دینی وسنی ماحول میں تفرقہ پیدا کیا جائے۔ چنانچہ پالن گجراتی دیوبندی نے مکہ مسجد میں قدم رکھ کر غوث وخواجہ کے منبر کی طہارت کو بھی متاثر کرتے ہوئے کہا تھا کہ:

لوگ ہمیں وہابی کہتے ہیں اور ہمیں چوبیس نمبری بھی کہا جاتا ہے۔ سنو ''وہابی'' میں چوبیس اعداد ہیں اور کلمہ طیبہ میں بھی چوبیس حروف ہیں۔ لہٰذا جو وہابی ہے وہ کلمہ طیبہ والا ہے۔

پانچ پانچ روپے دے کر لائی گئی عوام اور تیس روپے دے کر دن بھر کے لیے بک کر لیے جانے والے آٹو میں بنا پیسیوں کے آنے والے وہابی دیوبندی لوگ اس لفظ ''وہابی'' کے اخذ کردہ جاہلانہ خیال پر واہ واہ کرنے لگے تھے۔ لیکن جب یہ بکواس پر مشتمل کیسٹ اہل حق و اہل علم نے سنی تو کیسٹ رکوا کر اس کی جہالت کو طشت از بام کرتے ہوئے اہل سنت کی حقانیت کو واضح کیا۔ چنانچہ اس خصوص میں میرے استاد محترم حضرت مولانا سید خواجہ احمد اللہ حسینی قدس سرہ کا یہ تبصرہ ملاحظہ ہو:

''دیکھا آپ نے وہاں لفظ ''وہابی'' میں یہ وہابی اعداد سے بحث کرتے ہوئے
کہا کہ اس کے اعداد چوبیس ہیں اور یہاں کلمہ طیبہ کے ضمن میں کہتا ہے کہ
حروف چوبیس ہیں۔ اگر دونوں جگہ اعداد یا پھر حروف ہی سے بحث ہوتی تو
پھر بات کچھ سنی بھی جاسکتی تھی۔ یہی اس کی کذب بیانی و دھوکہ دہی ہے۔''

یہ ہیں ان کے قاطع بدعت جو خود فریبی و جہالت کے گندے و تعفن کے دلدل میں کس قدر پھنسے ہوئے تھے۔ اس پر حماقت یہ تھی کہ فلاں آیت فلاں جگہ ہے فلاں صفحہ پر ہے کی رٹ لگاتے تھے۔ چنانچہ اس کی جھوٹ اور کذب بیانی کو حیدرآبادیوں نے متعدد پمفلٹ کی صورت میں شائع کروا کر اس کی گمرہی و جہالت کو آئینہ دکھلایا تھا۔ جب کہ ان پمفلٹس کی طباعت اولڈ موٹر پارٹس۔ افضل گنج والوں نے کی تھی، جس کی تحریر مولوی ذبیح اللہ بیگ ابن امام علی بیگ رونق کے دفتر۔ ''درس قرآن بلڈنگ''، افضل گنج میں مرتب ہوتی تھی۔ مذکورہ بہت سی اشاعتیں ہمارے پاس محفوظ اور مطالعہ کے لیے ہمدست ہیں۔ غرض گجراتی دیوبندی جاہل نے دیدہ و دانستہ سگریٹ کی مکروہ یا حرام

کمائی سے عقائد اسلامیہ میں ایک طوفان بدتمیزی برپا کردیا تھا۔ بتایا جاتا ہے کہ تقریر کے دوسرے یا تیسرے دن وہ کچھ خریداری کے لیے عثمانیہ بازار پتھر گٹی پہنچا ہی تھا کہ وہاں کے چند لوگوں نے اسی مسئلہ ''مکروکمائی'' کے متعلق اسے آڑے ہاتھوں لیا کہ ایک طرف تو لکھتا ہے کہ تمباکونوشی حرام ہے اور دوسری طرف تدخینی کمپنی کے مالکین کے گھر قیام پذیر ہے۔ چنانچہ اس سے پہلے کہ وہ جیالے اسے مزید آڑے پیر لیتے وہ وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا اور دوسرے دن حیدرآباد سے بھی۔ غرض گجراتی جاہل نے مسلک اہل سنت پر نازیبا حملے، عظمت مصطفی سے گستاخی، ذوی الاحترام بزرگانِ دین کی بارگاہ میں ناشائستہ الفاظ بکتے ہوئے نہ صرف اپنی اصلیت کا نمونہ پیش کیا بلکہ جس سے خود مدعو کرنے والے سگریٹ فروشوں کی جہالت وگمراہی بھی ظاہر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔

غوث اعظم افضل ہیں یا خواجہ اعظم؟

یہ تو تھا بے دینوں کا ماحول اور ان کے ریشہ دوانیوں کا حال مگر دوسری طرف اہل سنت کہلانے اور مرشدین کے زمرے میں شامل ہستیوں نے اس دور میں حیدرآباد میں ایسی بحث بھی چھیڑ رکھی تھی کہ وہ مسئلہ سلجھ ہی نہیں پا رہا تھا۔ بحث یہ تھی کہ '' حضرت غریب نواز رضی اللہ عنہ افضل ہیں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے !!!''

اس مفروضہ کو پھیلانے والوں کا خود حال یہ تھا کہ وہ ایسے محبی وعاشق خواجہ غریب نواز تھے کہ کیا مجال جو حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے نام اقدس کے ساتھ ''رحمۃ اللہ'' نہیں تو قدس سرہ ہی کہتے !!! بعض تو صرف شیخ عبدالقادر جیلانی کہنے پر ہی اکتفا کر لیتے۔

اور کچھ ایسے غوث اعظم کے عاشق ہونے کا اظہار کرتے تھے کہ نہ تو کبھی ''غریب نواز'' بولتے اور نہ ہی ''عطائے رسول'' کا ہی لقب ان کی زبانوں پر آتا! بس خواجہ معین الدین چشتی ہی بولتے!

کیا محبت تھی غریب نواز سے کہ ایسا لفظ آپ کی ذات اقدس کے لیے استعمال کیا کرتے ہیں جو گمراہوں اور کفاروں کا طریقہ بھی رہا ہے یعنی صرف ''خواجہ صاحب'' اس قدر گہری محبت کہ ثبوت میں نام لینا اور القابات کا ذکر کرنا تو کجا گفتگو کے دوران صفات حمیدہ کا ذکر استعمال بھی ندارد۔ بس ہمیشہ خواجہ صاحب۔ حالاں کہ اہل عشق کی مخاطبت وگمراہوں کے پکارنے کے درمیان خواجہ خواجگاں حضور غریب نواز رضی اللہ عنہ کے امتیازی القابات وغیرہ کا استعمال ناگزیر سمجھنا چاہیے۔ اصل بات تو رہ گئی، حضور شیخ الاسلام کچھوچھوی کی آمد سے پہلے یہ مسئلہ عام ہو گیا تھا اور حیدر

آباد میں یہ مسئلہ موضوع بحث بنا ہوا تھا۔ ظاہر ہے کہ ہر مسئلہ کتب وفقہ یا کتاب اللہ وحدیث میں من وعن موجود تو ہوتا نہیں۔ یہاں اہل سنت خوب یاد رکھیں کہ ایسے سوالات کے جوابات کے لیے عالم دین کے لیے ''علم'' کے ساتھ ساتھ فراست مومن بھی درکار ہوتی ہے اور یہ وہ خوبی ہے جو اہلِ بیت اطہار کا خاصہ رہی ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام کچھوچھوی کی آمد کے بعد جب یہ مسئلہ آپ کے سامنے پیش ہوا تو آپ نے حیدرآباد کے علماء ومرشدین کے ایک اجلاس میں یوں ارشاد فرمایا تھا:

> '' میں حیدرآباد میں اس ہستی سے ضرور ملنا چاہوں گا جس نے حضور غوث اعظم اور حضور غریب نواز رضی اللہ عنہما دونوں کے مقام ومرتبے کو پہچان لیا ہو یا سمجھ لیا ہے !!!''

حضرت شیخ الاسلام کچھوچھوی قبلہ کے اس فرمان کے بعد جب کہیں جا کے حیدرآباد میں یہ بحث ختم ہوئی اور افضلیت حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی روایات پھر سے بیان کی جانے لگیں۔ ظاہر ہے فوقیت وافضلیت کا یہ فیصلہ وہی ذات گرامی تو کر سکتی تھی جسے دونوں اقطاب واغواث کی قربت وعظمت اور ان کے مقام ومرتبوں سے کما حقہ واقفیت حاصل ہو نیز اسے ان دونوں ذوات ذیشان سے تعلق نسبی کا شرف بھی ملا ہو، اور پھر یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ جسے اس راز سے آگہی حاصل ہو خود وہ کتنی بلند درجت ذات گرامی ہوگی!

حقیقت حال یہ کہ حیدرآباد کے اس دور میں ایسا تھا کون! جو یہ فیصلہ صادر کر سکے کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو افضلیت حاصل نہیں ہے۔ پس شیخ الاسلام کچھوچھوی کے فرمان کے بعد ہوا یہ کہ اس بحث میں پڑنے کے بجائے وہ طبقہ خموشی اختیار کر گیا۔ شاید مومن کی فراست سے ڈرنے لگے تھے۔ الحاصل اس مسئلہ کو فرو کرنے میں شیخ الاسلام کی مدبرانہ صلاحیت اور مخاطبت با کرامت میں گویا کرشمہ خداوندی کی جھلک قرار پائی تھی۔ اس کے بعد حیدرآباد میں دیوبندی پالن گجراتی کی گمرہی موضوع بحث بنی رہی۔

حیدرآباد کے بعض مشائخین نے اس گمراہ وگمراہ گر (پالن گجراتی) کی تقریروں کو اپنے لیے نیند سے جاگنے اور جھنجوڑے جانے سے تعبیر کیا اور اسے اہل سنت کی خدمت کا موقع وذریعہ سمجھا اور حیدرآبادی اہل حق بجا طور پر دینی عملی خدمت بجالانے کی سعی وجدوجہد میں مستعد رہنے لگے اسی ماحول میں حضرت شیخ الاسلام کچھوچھوی کا دورۂ حیدرآباد عمل میں آیا تھا جس کی تفصیل آگے آئے

گی۔آپ کے تقریری دورے کے بعد مسلک اہل سنت کی ترویج واشاعت کے لیے متعدد تنظیمیں معرضِ وجود میں آئیں۔حضرت مولانا ابوالوفا افغانی صاحب کی زیرنگرانی ''مرکزی میلاد کمیٹی'' بھی اسی دوران تشکیل پائی تھی۔اسی میلاد کمیٹی کی دعوت پر کم وبیش، تیس (۳۰) سال تک شیخ الاسلام قبلہ کی آمد جاری رہی۔ یہ بات تو یوں لگتی ہے جیسے کہ گستاخ وکافر ولید ابن مغیرہ نے مکہ مکرمہ میں بارگاہ رسالت مآب میں گستاخی کی تھی، جس کے جواب میں کلام مجید میں فضل وکمال نبوی کے ایک نرالے باب کا اضافہ ہوا۔ (شفا شریف، ص: ۸۸) نیز اس خصوص میں ادب رسول کے قرینے بھی ظاہر فرمائے گئے۔ باالفاظ دیگر گمراہوں کی جانب سے جب حیدرآبادی مذہبی فضاء کو مکدر کر دیا گیا تھا تو حضور شیخ الاسلام قبلہ کی آمد کی برکت اور آپ کی علمی وعرفانی بیانات نے عقائد اہل سنت وجماعت کی حقانیت کو ثابت کر دیا۔اس طرح اہل سنت کی یہ عظیم ہستی اللہ کا فضل وحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطا کہلانے کے ساتھ ساتھ غوث وخواجہ کے تصرفات سے اہل حق کے مسلک کا دور دورہ فرما دیا تھا۔الحاصل جہاں پالن کی بکواس متہم اور خطاب باعتاب تھا وہیں شیخ الاسلام کا تاثراتی خطاب مستطاب اور آپ کی آمد مہتم بالشان ثابت ہوئی۔

چوتھا دورۂ حیدرآباد:

عقائد حق اور اسلامی تعلیمات کو تذبذب کا شکار بنانے والے اس ماحول وحیدرآباد شہر میں کوئی ایک بھی موثر ذات گرامی شاید ایسی نہ تھی جو ان بدعقیدوں کے گستاخیوں کا علمی وعرفانی جواب دیتی اور مسلک اہل سنت وجماعت کو بانگ دہل اسٹیج پر متمکن ہوکر حق ثابت کرتی تاکہ اس کا اثر ساری سنیت پر قائم ہوجائے۔ ایسے نازک حالات اور گمرہی کے سمندر میں اہل سنت کی کشتی کو بچانے کے لیے قادری چمن کی پروقار بہار اور اس کے مہکتے شگوفہ کھل اٹھے اور حضرت مولانا سید حبیب عمر حسینی قادری قدس سرہ نے مکہ مسجد ہی میں مسلسل دس دن جلسے منعقد کیے جس سے ہر روز مقامی علماء مقررین خطاب کیا کرتے تھے اور آخر میں حضرت سید حبیب عمر حسینی علیہ الرحمہ نے بھی دیوبندی پالن گجراتی کی گستاخیوں کا جواب دیا تھا۔ بہرحال اس کے بعد مشائخین وعلمائے اہل سنت بہ الفاظ دیگر اہل حق کی ایک میٹنگ منعقد ہوئی اور حضرت حبیب عمر حسینی قدس سرہ نے پیر جہاں، فقیہ زماں، تاجور اہل سنت حضرت شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی کچھوچھوی دامت برکاتہم العالیہ والقدسیہ کو حیدرآباد کے لیے دعوت خطاب دی۔ بتایا جاتا ہے ان اجلاسوں

کے سارے اخراجات بھی حضرت سید حبیب عمر حسینی قدس سرہ ہی نے اٹھائے تھے۔

اجلاسوں میں اژدہام کا عالم یہ تھا کہ مکہ مسجد کے صحن سمیت سامعین کا جم غفیر چار مینار دواخانہ تک پہنچ گیا تھا۔اس دورے میں آپ کا قیام قادری چمن رہا۔ یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ کسی دورے کے موقع پر شیخ الاسلام کا قیام مکہ مسجد کے عقبی حصہ میں واقع کسی کے گھر بھی رہا تھا۔اس دورے میں آپ کی پہلی تقریر ورفعنا لک ذکرک کے زیرعنوان نعقد ہوئی تھی جو ہفت وار ''ساز دکن'' میں شائع ہوئی تھی۔حضور کا یہ تقریری دورہ موسم برسات میں منعقد ہوا تھا، دو ایک دن پہلے بارش ہوکر تھم گئی تھی جس کی وجہ سے موسمی ٹڈے بھی بہت نکل آئے تھے اسی اثناء میں ایک ٹڈا جلسہ گاہ میں تقریر کے دوران سامعین میں آگرے جس کی وجہ سے تھوڑی دیر گہما گہمی پیدا ہوگئی تھی۔
عینی شاہدین اور اجلاس میں شریک حضرات کا بیان ہے کہ جب مجمع ساکت ہوا تو حضور شیخ الاسلام نے ذومعنیین وفی البدیہہ جملہ کہا تھا:

''سب مل کر ایک ٹڈے کو نہیں مار سکے!!!''

حضرت کے اس لطیف وشائستہ ردکو سن کر سامعین بہت محظوظ ہوئے کہ اشارہ دیوبندی گجراتی جاہل کی طرف ہے۔

پانچواں دورۂ حیدرآباد:

حضرت شیخ الاسلام کا پانچواں اہم دورۂ حیدرآباد مسلسل دس دنوں پر مشتمل رہا اور روزآنہ تقریر بھی منعقد ہوتی رہیں اس دورے کی خاص بات یہ رہی کہ موسم برسات میں روزانہ بارش ہوتی مگر بوقت مغرب تھم جاتی اور اس وقت تک موقوف رہتی تاوقتیکہ سامعین اپنے گھروں تک نہ پہنچ جاتے۔ روز بروز بارش کا یہ سلسلہ مغرب تا بوقت تہجد موقوف رہنے کے التزام پر کوئی ایک مجذوب جن کا اکثر قیام ہمیشہ لال دروازے کے قریب ہوتا وہ کہنے لگے:

''یہ کیا تماشہ ہو رہا ہے؟ کچھ سمجھے! یہ بارش میاں (حضور شیخ الاسلام قبلہ) کی تقریر کے لیے روکی جارہی ہے! یہ ایک دن کا تماشہ ہوتا تو سمجھتے کہ اتفاقی بات ہے موسم کی بات ہے۔ یہ بارش روکی جارہی ہے!!!''

متذکرہ بیان ایک ایسے شخص نے مجھے سنایا جو کہ حضور شیخ الاسلام کی ابتدائی ایک دہے ۱۹۷۲ء تا ۱۹۸۲ء کی تمام تقریریں بہ ہوش وخرد سماعت کیں ہیں۔موسم گرما کی بارش کے دورن اس

حقیر سراپا تقصیر نے بھی یہ منظر دیکھا تھا کہ بمقام ایس آر ٹی کالونی، یاقوت پورہ حیدرآباد کے ۱۹۷۶ء کے اجلاس میں حضرت کی تقریر استمداد کے زیر عنوان منعقد ہوئی تھی۔ دن بھر زوردار بلکہ موسلا دھار بارش ہوتی رہی مگر مغرب کے بعد بارش ایسی تھمی کہ رات بھر بارش ہی نہ ہوئی اس طرح خنک و روحانی فضاء میں حضرت کی تقریر کا انعقاد عمل میں آیا تھا۔ اسی قسم کے چند واقعات ادونی، ضلع کرنول کے خطابات میں بھی پیش آئے تھے۔ حضرت کی تقریروں کے یہ ایسے نظائر ہیں جو نہ صرف آپ کی کرامتوں پر منطبق کیے جاسکتے ہیں بلکہ اس سے آپ کی بزرگی کا بین ثبوت بھی فراہم ہوتا ہے۔

مدینۃ الاولیاء حیدرآباد میں عظمت مصطفی کا عظیم الشان جلسہ، اورنگ زیب عالم گیر کی افتتاح کی ہوئی تاریخی مکہ مسجد، اس کا وسیع وعریض صحن بلند و پروقار منبر پھر اس پر پیر جہاں، فقیہ زماں حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی دامت برکاتہم کا تشریف فرما ہونا پھر اس پر مستزاد یہ کہ آپ کی پروجیہہ شخصیت، رنگ ابیض، نورانی صورت، سمنانی لباس مبارک، زیب سر حضور غوث پاک کا تاج مقدس سے اس روحانی ونورانی ماحول میں، یوں لگتا تھا کہ تقریر کی نہیں جارہی ہے بلکہ کسی غیبی نورانی طاقت سے کروائی جارہی ہے! بلکہ بلا شبہ آپ پر تقریر نازل ہو رہی ہے۔ نعرۂ تکبیر ونعرۂ رسالت کی گونج، عاشقوں کا جم غفیر، وہ روح پرور ماحول، وہ بات ہی کچھ کسی اور زمانے اور دوسرے عالم کی لگتی تھی۔ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی خطابت کے متعلق کتابوں میں پڑھا تھا لیکن حیدرآبادیوں نے آپ کی ذات اقدس میں نیابت غوث اور خلافت خواجہ کے انوار کی ایسی بارش ملاحظہ کی تھی کہ آج چالیس بیالیس برس گزر جانے کے بعد بھی وہ علمی ونورانی نکات وعلمیت آپ کا نورانی چہرہ اور وہ اندازۂ بیان بلکہ دیگر احوال حیدرآبادیوں کے ذہن ودل پر ایسے مرتسم ہیں اور ان کے عقیدہ میں یوں تازہ ہیں گویا لگتا ہے کہ پرسوں کی بات ہے۔ حالانکہ یہ برسوں کی بات ہے۔ ان امور سے بجا طور پر حیدرآبادیوں کے مزاج مذہبیت اور ان کی سنیت نیز حضرت شیخ الاسلام کچھوچھوی سے والہانہ محبت وعقیدت کے بین ثبوت فراہم ہوتے ہیں۔ حال یہ تھا کہ اس دور یعنی ۷۰ء کے دہے میں، ’ورفعنا لک ذکرک‘‘ کی برکات سے سارا حیدرآباد ہی نہیں سارا آندھرا پردیش گونج رہا تھا۔ رد وہابیہ و دیوبندیہ میں عظمت مصطفی کے وہ نایاب دلائل، طرز استدلال کی وسعت کے ساتھ وہ شگفتہ بیانی ہوتی کہ جسے کوئی ادنی سا طالب علم بھی سن لیتا تو اس

کے ذہن کے کسی گوشے میں کوئی شبہ یا تشنگی باقی نہ رہتی، علم وادب کے مبتدی بھی جب گھر لوٹتے تو یہ سمجھتے ہوئے لوٹتے کہ ہمیں علم کی لطافت سے آشنائی مل گئی ہے۔ علمائے حق وخطبائے وقت اپنے گھر اس خوشی سے واپس ہوتے کہ ہمارے علم کو بھی عرفان کا خزانہ مل گیا ہے۔ علوم وفنون کے متوالے سمجھتے کے ہمارے ذوق علم کو عرفان کی مہمیز لگائی گئی ہے۔ خاصان خدا کہتے کہ ہم نے آج جلسہ میلاد النبی وعظمت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حضرت سید محمد مدنی میاں اشرفی الجیلانی کچھوچھوی سے علم وفضل کی جلا پائی ہے بلکہ ہرسو بار بار یہ اعتراف بار بار سنائی دیتا کہ حضور کی تقریر سننے سے میرا ایمان تازہ ہوگیا ہے۔ چنانچہ حیدرآباد کے ممتاز شاعر وادیب محمد ریاست علی تاج کو بھی اکثر یہ اعتراف کرتے ہوئے سنا گیا کہ:

> ’’حضرت مدنی میاں قبلہ کی تقریروں سے یقیناً ایمان تازہ ہوجاتا ہے اور آپ کی تقریروں میں ہر مسلک کا آدمی علم وعرفان کی لطافت پاتا ہے اور اکثر بدعقیدہ لوگ اپنی کج روی سے توبہ بھی کر لیتے ہیں۔ آپ کی تقریروں میں حیدرآباد کے تمام خانوادوں کے مرشدین کرام شریک رہتے اور تحسین وآفرین کی صدائیں بلند کرتے۔‘‘

حضرت شیخ الاسلام کی زور خطابت، طرز بیان اور نکتہ رسی پر حضرت ’’خواجہ میاں‘‘ کے خلیفہ قاضی پورہ کے ’’باشاہ میاں‘‘ ایک خاص ومعنی خیز انداز سے مسکراتے۔ اس دوران آپ کے جس قدر خطبات حیدرآباد میں ہوئے اس کو شائع بھی کیا جاتا رہا، جس کے اثر سے نہ صرف مستقر حیدرآباد بلکہ اضلاع و پڑوسی صوبوں یہاں تک کہ خلیجی ممالک میں بھی سنیت کی فضاء ہموار ہوگئی اور غوث وخواجہ کے گن بلند کیے جانے لگے۔

عوام وخواص کے بموجب حضرت کی تقریروں سے حیدرآباد میں سنیت کا احیاء ہوا۔ مقامی مشائخ وعلماء حضرت شیخ الاسلام کی آمد اور تقریری دوروں کو اہل سنت وجماعت کی نشاۃ ثانیہ سے تعبیر کرتے ہوئے آپ کی محبت وعظمت اور یاد کو سینے سے لگائے رکھتے ہیں۔

حضور شیخ الاسلام دامت برکاتہم کی تقریر کا انعقاد جہاں کہیں ہوتا اس جلسہ میں علماء ومشائخ کی کثرت موجود ہونے کے علاوہ صاحبان فکر ونظر، شعراء ادباء، ماہرین علم وفن اور ارباب صحافت کے ساتھ عوام کی کثیر تعداد حاضر رہتی بلکہ عام مجمع میں بھی عوام کے ساتھ سینکڑوں علماء کرام وخواص

تشریف فرما ہوتے۔حتیٰ کہ وہ لوگ جو انتظامات وغیرہ کے لیے مخصوص ہوتے جو عموماً صرف جلسے کی ضروریات اور اسی کام میں محو رہتے ہیں وہ تمام عملہ بلکہ مزدور پیشہ طبقہ بھی اپنا اپنا کام نبٹا کر ساکت و جامد بن کر تقریر میں بیٹھ جاتا۔ناچیز نے خود ایک مزدوری کرنے والے کی زبانی تاجور اہل سنت شیخ الاسلام کی تقریروں کے کئی نکات و اقتباسات تقریر کے انعقاد کے کئی برس بعد سنے ہیں۔اس خصوص میں ایک دفعہ ہوا یوں کہ جامعہ نظامیہ میں منعقدہ اجلاس کی تقریر کے بعد جب یہ راقم السطور ٹیپ ریکارڈ کے ساتھ گھر واپس ہو رہا تھا تو دودھ باولی کے پی ایس میں ناچیز کو بلا کر رات کی ڈیوٹی پر متعین پولیس والوں نے حضرت کی تقریر سنی اور سن کر پولیس کا عملہ تک عش عش کرنے لگے۔

یہ واقعہ ہے کہ حضرت شیخ الاسلام کے خطاب میں ایسی خوبی بدرجہ اتم پائی جاتی ہے کہ شریک اجلاس ہونے والے جس سامع کو جس مسئلہ کے جواب کی ضرورت یا جس مضمون کے معلومات کی حاجت ہوتی ہے اسے تقریر میں حاصل ہوجاتی ہے۔آیتوں کو پیش کرکے حدیثوں کا ورد کرنا پھر اس حدیث کے رائج قول پر وضاحتیں اس کے لیے حیرت افروز مثالیں اور معرکۃ الآرا عرفانی نکتے آپ کی علمی فضیلتوں کو نہ صرف اجاگر کرتی ہیں بلکہ میدان علم وعرفان اور خطابی دنیا میں آپ کو ایک منفرد مقام و مرتبہ کی حامل بھی ثابت کرتی ہیں علاوہ ازیں تقریر میں بے مثل فقاہت جیسی خوبیاں بھی آپ کی تبحر علمی کا طرۂ امتیاز بنی ہوئی ہیں۔ چنانچہ تحریر وتقریر میں قوت فقاہت کے پیش نظر آپ ’’فقیہہ زماں‘‘ کی شان سے بھی مزین معلوم ہوتے ہیں۔علمائے وقت کا آپ کی علمی وعملی نیز خاندان نبوت سے تعلق کی بنیاد پر یہ کہنا بجا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ الاسلام قبلہ کے علم وعمل اور دولت عرفان میں بہت سی ایسی انفرادی صفتیں پائی جاتی ہیں جو آپ کے ہمعصر اکثر علماءَ مشائخ میں مفقود نظر آتی ہیں۔

حیدرآبادی عوام علماء ومشائخین غرض سبھی عوام وخواص اس وقت سے لے کر ایں دم وارفتہ شیخ الاسلام تو ہیں ہی مگر اُس دور کی بات ہی کچھ اور تھی۔جب کبھی آپ کی حیدرآباد آمد ہوتی تو عوام الناس کی عقیدت کا حال یہ ہوجاتا تھا کہ سارے شہر میں ایک سرور انبساط کی کیفیت چھا جاتی اور شریک تقریر رہنے والوں کا ایک جم غفیر جمع ہوتا،لوگ دیوانہ وار جلسوں میں چلے آتے ،نوجوانوں کی دیوانگی کا عالم تو کچھ مت پوچھئے کہ دریا کے دریا ہیں جو مکہ مسجد کے سمندری صحن میں ضم ہوئے جارہے ہیں، کچھ لوگ جلسوں کی اطلاع پاکر چھٹی لے کر بیرون ملکوں ومشرق وسطی، یورپ وامریکہ

جیسے ممالک سے حیدرآباد تشریف لاتے نہ صرف یہ بلکہ بیرون ملک رہنے والے حیدرآبادی حضرت کو مدعو کرنے والے اور مرکزی میلاد کمیٹی کے حل وعقد کو اخبارات کے ذریعہ مبارکبادیاں پیش کرتے۔حضور شیخ الاسلام کی ذات بابرکت کے وجود مسعود اور تقریر کے لیے منبر پر جلوہ افروز ہوتے ہی لاکھوں کا مجمع ایسا ساکت وجامد ہوجاتا کہ جس سے برملا وہ روایت ذہن میں تازہ ہوجاتی کہ جس میں سرکار ابدقرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ادب نبوی میں صحابہ اجمعین کی خموشی چھائی رہتی تھی یا پھر حضور غوث جیلانی رضی اللہ عنہ کی محفل وعظ یاد آجاتی کہ آپ کی محفل وعظ میں باجود ستر ستر ہزاروں لوگوں کے شامل وشریک ہونے کے اس قدر خموشی چھائی رہتی تھی کہ آدمی خود اپنی سانس لینے کی آواز سن لیتا۔حضور شیخ الاسلام کی تقریر سماعت کرنے کے بعد سارے شہر میں اس کی روداد،اس انداز سے گشت کرتی رہتی کہ ایک ایک تقریر کے متعدد اقتباسات دوسرے دن، ہفتوں بلکہ مہینوں تک آپس میں سنے سنائے جاتے رہتے۔گھروں اداروں، مدرسوں نیز شرفاء کے دیوان خانوں میں،نوابوں کے ایوانوں میں،مرشدین عظام کی خانقاہوں میں اسی طرح مختلف درگاہوں وبارگاہوں میں حتیٰ کہ بدعقیدہ افراد کے کمروں میں بھی آپ کی تقریروں کا ذکر مقام مدح میں کیا جاتا اور مسلسل ان خطابوں کی رودادیں بیان ہوتی ہی رہتیں۔لوگوں کی وارفتگی کا حال یہ ہوتا تھا کہ سبھی حضرات بے انتہا ذوق وشوق میں اور نہایت ہی محبت سے ان نکتوں اور رد وہابیت کے فقروں کو سنتے اور عش عش کرتے رہ جاتے بلکہ دوسروں کو سناتے بلکہ حق کی بات یہ ہے کہ آج تین دہے گزر جانے کے بعد بھی حیدرآباد میں بلا شبہ ایسا کوئی دن یا ہفتہ نہیں بیتتا ہوگا جب کہ آپ کی علمیت و بزرگی کا ذکر اور عقیدت کا اظہار علمی حلقوں میں نہ کیا جاتا ہو۔آپ کی عقیدت تقریری مواد و بیان کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ مستقر حیدرآباد و اضلاع میں حضور شیخ الاسلام کی علمیت وبزرگی کے آج بھی ایسے بھی شیدائی ملتے ہیں جنہیں شیخ العالم حضرت مدنی میاں اشرفی جیلانی قبلہ کچھوچھوی کی بیسوں تقریریں من وعن صحت کے ساتھ زبانی یاد بلکہ ازبر ہیں پھر یہ کہ آپ کا تذکرہ یاد اور تعریف وتوصیف میں رطب اللسان رہنے والوں کا تو حساب ہی نہیں۔

راقم کو بارگاہ بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ کے سابقہ سجادہ نشین حضرت سید خواجہ محمد محمد الحسینی بندہ نوازی (خواجہ پاشاہ) نے ۲۰۰۸ء میں عید میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرکزی جلسے سے شرف خطاب کے لیے مدعو کیا تھا۔اس دوران انہوں نے فرمایا تھا کہ:

''حضرت مدنی میاں کو ہمارا سلام کہنا اور یہ بھی کہنا کہ ہم انہیں روز آنہ یاد کرتے ہیں! روز آنہ یاد کرتے ہیں!''

سہ بار یہی جملہ زور دے کر فرمایا تھا۔

آپ کی ہردلعزیزی اور علمی وقار کا عالم تو یہ ہے کہ یہ ناچیز سنہ ۲۰۰۰ء میں جدہ سے واپسی کے بعد حضرت بابا شرف الدین سہروردی علیہ الرحمہ خلیفہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی مزار اقدس واقع پہاڑی شریف کی زیارت کے لیے پہنچا وہاں رات کے کوئی دس بجے کیا دیکھتا ہوں کہ ایک صاحب چند لوگوں کو لیے تشریف فرما ہیں اور حضرت شیخ الاسلام کی ذات و صفات کی تعریف، آپ کی سرزمین حیدرآباد پر آمد کے احوال اور اہل سنت و جماعت کی حقانیت پر مبنی بیانات اور آپ کی خدمت لوح وقلم کے متعلق لوگوں کو واقعات بالتفصیل بتا رہے ہیں، لوگ ہیں کہ بڑی خموشی و ذوق سے بغیر پلک جھپکے سن رہے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ صاحب طولعمرہ آپ کے خطابات کے محاسن سنانے کے دوران یہ بھی فرما گئے کہ حضرت تقریر میں اپنی آواز اتنی ہی اٹھاتے ہیں جتنی سامعین کو بھلی لگے اور ان پر اثر انداز ہو، آپ زیادہ چیختے بھی نہیں جو آپ کی بزرگی کی طرف راجح ہے۔ ایسے وقت میں جب کہ آپ کی آخری تقریری آمد و حیدرآبادی دورے کو برسہا برس گزر گئے ہوں اس مدت مدید و عرصہ بعید کی تقریر کی خوبیوں کا تذکرہ دامن بابا شرف الدین علیہ الرحمہ میں یوں بیان ہونا یقیناً شیخ الاسلام کی ذات اقدس کی عقیدت وشہرت پر دال ہے۔ کہاں تک عرض کیا جائے کہ حیدرآباد دکن کے بیسوں جید علمائے کرام و ذوی الاحترام مشائخین ایسے بھی باحیات ہیں جن کی زبانیں آج بھی حضور شیخ الاسلام کی مدح سرائی میں رطب اللسان رہتی ہیں پر خصوص آپ کی صفات بزرگی، تبحر علمی، تقریری شان اور سرزمین حیدرآباد پر مسلک اہل سنت کی اشاعت وترویج کے ذکر سے۔ واقعہ یہ ہے کہ جب بھی یہ خادم سیدی ومرشدی کی بارگاہ میں باریابی کا شرف پایا ہے آپ نے اس حقیر سے حیدرآباد کے بزرگ علمائے جامعہ نظامیہ اور یہاں کے مرشدین کی خیر و عافیت اور ان کی خدمات کے متعلق ضرور دریافت فرمایا ہے۔ یقیناً سادات اہلِ بیت اعلیٰ اخلاق و کردار کے حامل اور اہل علم سے نہایت ہی محبت کرنے والے واقع ہوئے ہیں۔

حضرت کے خطاب مستطاب کے بعد آپ کی تقریروں کو سننے یا پڑھنے کی چاہت اور عرفانی بیانوں کی دیوانگی اسی پر بس نہیں ہوتی تھی بلکہ ان خطابات کو یوم دو یوم بعد ہی من وعن شائع

کردیا جاتا۔ جہاں تک تقریروں کی نکاسی و پھیلنے کا معاملہ ہوتا تھا اس میں شہر حیدرآباد ہی پر کیا موقوف تھا ساری ریاست اور ریاست کے پڑوسی مقامات وجنوبی دکن کے سارے علاقوں سے ہزاروں لوگ آتے اور آپ کی تقریروں کے شائع شدہ مجموعے، کیسٹس وغیرہ خرید کر لے جاتے۔ اس طرح ان شائع شدہ تقریروں کی مانگ پر مانگ بڑھتی جاتی۔

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ روایت ملتی ہے کہ جب آپ وعظ فرماتے تو زائد از تین سو کاتبین آپ کے مواعظ کو قلمبند کرتے جاتے۔ یہاں حیدرآبادیوں نے حضور غوث اعظم کے شہزادے کی جناب میں وہی روایت کی جھلک تازہ کردی اور سادات اہل بیت سے اپنی بے لوث محبت کو منوالیا۔

حیدرآباد کی سنیت پر جو عظیم ہستیوں کا ناقابل فراموش احسان رہا ہے ان میں سن ستر کی دہائی سے لے کر ایں دم بیرون ریاست سے تشریف لانے والے علمائے ذوی الاحترام اور پیران طریقت حضرات و شخصیات میں حضرت شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی جانشین محدث اعظم قبلہ کی ذات صد برکت تابندہ نظر آتی ہے نیز آپ کی ذات والا صفات کو اس وجہ سے بھی دیگر علماء وعرفائے دوراں پر فوقیت وعبقریت حاصل ہے کہ آپ نے جس ماحول میں حیدرآباد قدم رنجہ فرما کر دین اسلام وسنیت کی جو ناقابل فراموش خدمت انجام دی ہے، وہ عظیم دینی کارنامہ آپ کے عمل پیہم، جہد مسلسل اور جگر کاری کا نتیجہ ہونے کے ساتھ ساتھ راست طور پر غوث جیلانی کا فیضان اور غریب نواز کی نگاہ عنایت کا ایک اہم حصہ معلوم ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضور شیخ الاسلام مدظلہ العالی اپنے نورانی وعرفانی مواعظ سے بالفرض اہل دکن کو مستفیض نہ فرماتے تو کوئی تعجب نہیں کہ بدعقیدوں وگمراہوں کے مسلسل اور بھرپور وار کی وجہ سے حیدرآباد سے سنیت کی صحیح پہچان ہی ختم ہوجاتی بلکہ اگر توجہ نہ کی جاتی تو عقائد اہل سنت کا نام و نشان بھی مٹ جاتا سوائے چند خانقاہوں کے۔ جس کے نتیجہ میں عوام علمائے سوٗ ہی کو علمائے حق تصور کر لیتے جس کا مشاہدہ آج علانیہ طور پر جزیرۃ العرب یا یورپی ممالک میں ہو رہا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ سرزمین حیدرآباد میں اُس دور میں اہل سنت کہلانے والے بعض علماء بھی دیوبندی مکتبہ فکر کو نہ صرف حق سمجھتے تھے بلکہ اپنی تقریروں میں ان گمراہوں اور گستاخوں کو حق پر اور صراط مستقیم پر تصور کرتے ہوئے ان کے حوالوں سے بھی اپنی تقریروں کو آگے بڑھاتے تھے۔ مضحکہ خیز بات تو یہ تھی

کے ایک مذہبی شخصیت جو عصری تعلیم سے بھی آراستہ تھی وہ یہ کہتی ہوئی نظر آئی کہ انہوں نے زندگی میں دو زبردست اور بہترین عالموں کو سنا ہے: ''ایک ہیں مدنی میاں دوسرے پالن حقانی''!!! عصری تعلیم سے مزین موصوف کا گستاخِ اولیاء وگمراہ وگمراہ کن گجراتی کا نام اور اہل بیت اطہار کے سرخیل کچھوچھوی عالم و عارف کا اسم اقدس ایک ہی انداز سے لینے کا یہ ذوق یقیناً قابل توجہ ہے۔ جب شہر کی ایک معروف اور بااخلاق وشریف النفس ذات گرامی کی حق وصداقت کے درمیان یہ تمیز رہ گئی تھی تو عوام کی حالت کا کیا حال تھا ہوگا؟ اس پر بحث کی گنجائش ہی نہیں ہے، دین کی سمجھ سے ذرا سا بھی تعلق رکھنے والا شخص یہ خوبی سمجھ سکتا ہے۔

حضور شیخ الاسلام دامت برکاتہم نے بدعقیدوں کے باطل حملوں کا جواب کلام مجید، احادیث رسول، صوفیاء وفقہا کی معتبر کتب سے اس مسکت انداز میں دیا ہے کہ جس کی روشنی ان تقریروں کو حیدرآباد میں ''سنیت کی نشاۃ ثانیہ'' کا دور کہے جانے کے مستحق کے ساتھ ساتھ حضرت شیخ الاسلام کو یقیناً فاتح سنیت حیدرآباد بلکہ فاتح دکن قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا کیونکہ احمد آباد سے حیدرآباد تک کے تمام علاقوں میں آپ نے تصلب فی الدین وعقائد اہل سنت کی ترقی وترویج کی بے پناہ خدمت کے ذریعہ ہر جگہ سنیت ومشرب تصوف میں پھر سے حق وصداقت کی روح دوڑا دی ہے۔ جس میں حضرت کا کمال علم وعرفان اور بے مثل تقویٰ کارفرما ہے۔ بلکہ ایک دکن اور ہندوستان ہی پر کیا موقوف ہے جب کہ آپ کی وصف علمیت وخطابت اور تصوف وطریقت نے پچھلے کئی دہوں سے ساری دنیا میں حق پرستی کا تہلکہ مچا دیا ہے اور چہاردہ عالم میں اہل سنت کا بول بالا فرمادیا ہے علاوہ اس کے مشرب نقشبندیہ، سہروردیہ، چشتیہ اور قادریہ کی ایسی عالم گیر خدمت فرما رہے ہیں کہ جس کی روشنی میں آں محترم کی ذات وشخصیت ''پیر جہاں'' و''فقیہ زماں'' جیسے القاب کی مستحق قرار پاتی ہے جس کا ایک ادنیٰ سا ثبوت یہ ہے کہا آپ دنیا کے کسی بھی ایسے براعظم وملک اور بڑے شہر میں چلے جائیے جہاں سنی مسلمان آباد ہوں بالخصوص اردو بولنے والے موجود ہوں ان میں آپ کا نام نامی لے کر پوچھئے، وہ آپ کا نام نامی وذکر سنتے ہی جھوم جائیں گے اور فرط عقیدت ومحبت میں ان کا چہرہ کھل اٹھے گا۔

حیدرآبادی عوام وخواص کئی جہتوں سے آپ سے بہت متاثر و بے پناہ عقیدت رکھتے ہیں جس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ مشہور زمانہ گستاخ دیوبندی پالن گجراتی کی بکواس اور اس کی جہالت

سے اولیاء دشمنی ومرشدین عظام کے خلاف جو بدعقیدگی حیدرآباد میں پھیلی تھی اس کے تدارک کو شیخ الاسلام قبلہ ہی کی روحانی خطبات وتصرفاتی ذات کا تصدق سمجھا ہی نہیں بلکہ مانا جاسکتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ زائد از تیس سال تک اپنی معرکۃ الاراء علمی بیانات رموز خطابت، نکتہ رسی و روحانی تقریروں کے ذریعہ اہل سنت وجماعت کی آپ نے جو بنیادیں مضبوط فرمائیں ہیں اس کی یادیں اہل حیدرآباد کے ذہن میں آج تک محفوظ اور ان کے لوح دل پر کندہ ہیں۔ آپ نے شجر سنیت کی جڑوں میں ایسی صلابت ڈال دی کہ بعد میں شہر تشریف لانے والے دیگر علمائے کرام اسی مضبوط تنہ پر اپنا آشیانہ عقیدت تو بناتے رہے ہیں مگر اُن تمام میں جڑ وتنہ کو صلابت وشادابی بخشنے والی ہستیوں کو یاد کرنے والے معدودے چند ہی ہوتے ہیں اور فراموش کرجانے والے بہت۔

حیدرآبادیوں کو وہابیت ودیوبندیت کی یلغار سے بچانے اور علمائے اہل سنت کو وہابی و دیوبندی مکتبہ فکر سے روشناس کروا کر ان کے کلمہ گوئی کے نقاب کو الٹنے کا سہرا (حضور شیخ الاسلام کی آمد سے قبل) سب سے پہلے خطیب ہند حضرت حبیب اشرف سنبھلی قدس سرہ کے سر کی زینت بنتا ہے، ان ہی علماء میں سنہ انہتر ۶۹ء میں مکہ مسجد حیدرآباد سے خطاب کرنے والے بزرگ صاحب تفسیر نعیمی حضرت علامہ مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی اشرفی بھی شامل ہیں۔ پھر سنہ ۷۳ء سے ایں دم اس سلسلہ کی خدمت میں ایک اور عبقری شخصیت حضرت غازی ملت علامہ مولانا سید محمد ہاشمی جیلانی کچھوچھوی کی ذات اقدس نمایاں حیثیت کی حامل ہے۔

حضرت شیخ الاسلام مدظلہ نے اپنے روحانی وعقانی مواعظ کے ذریعہ جہاں ہزاروں لاکھوں عوام کے سامنے اہل سنت وجماعت کے عقائد کو کتاب وسنت سے مدلل فرمایا وہیں غوث وخواجہ رحم اللہ ہما کی عظمت کو داغدار ہونے سے محفوظ فرما کر لاکھوں حیدرآبادیوں کے ایمان کو لٹنے سے بھی بچالیا۔ چنانچہ اس دور کی معرکۃ الآراء تقریریں آپ کی محیر العقول خدمات کی گواہ ہیں کہ کس طرح ان تقریروں کے ذریعہ سے اہل سنت میں ایک انقلاب برپا ہوگیا تھا اور کس باعظمت طریقہ سے اہل بیت سادات کرام کی محبت وتعلیمات اور اہل سنت کا چرچا عام ہوتا چلا گیا تھا بلکہ سچ تو یہ ہے کہ حیدرآباد میں آپ کی آمد کا جو سلسلہ نورانی شروع ہوا تو چہار سو، علمائے حق کی عظمت، مرشدین کی محبت اور اسلام کی خدمت کا دور دورہ بھی ہوگیا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے ہر اجلاس میں مشائخین کرام اور علمائے عظام کی خاصی تعداد سریر آرائے تخت ہوتی، جس کی برکتیں آج تک اپنا اثر دکھا

رہی ہیں۔

حضرت کا دورۂ امریکہ اور حیدر آباد:

حضرت کے امریکہ کے دورے کا شرف بھی سرزمین حیدر آباد کو حاصل ہے جسے حضرت بابا شرف الدین سہروردی علیہ الرحمہ پہاڑی شریف کی کرامتوں سے وابستہ کیا جاسکتا ہے بلکہ حیدر آبادیوں کی سچی اور والہانہ محبت کی دلیل بھی کہی جاسکتی ہے۔ وہ اس طرح کہ حضرت کے تقریری دورے کے دوران ایک حیدر آبادی انجینئر سید فضل اللہ صاحب مرحوم جو امریکہ شکاگو میں مقیم تھے کچھ دنوں کے لیے وطن حیدر آباد آئے ہوئے تھے موصوف کی خواہش تھی کہ حضرت شیخ الاسلام کو امریکہ مدعو کیا جائے مگر انہیں آپ کا پتہ ہم دست نہیں ہورہا تھا اس خصوص میں انہیں کسی کی رہنمائی بھی حاصل نہیں تھی۔ بہرحال وہ حضرت کے پتے کے لیے سرگرداں رہے، کسی عاشق صادق کی سچی لوکب کامیاب نہیں ہوتی، اسی اثنا میں سید صاحب زیارت کے لیے پہاڑی شریف گئے وہاں آپ کے ایک دوست نے کسی آدمی کو دکھاتے ہوئے کہا کہ آپ حضرت شیخ الاسلام کے پتہ کے لیے متفکر ہیں دیکھئے وہاں ایک صاحب مزار کے قریب ٹھہرے ہوئے ہیں آپ ان سے دریافت کیجئے وہ حضرت کا پورا پتہ جانتے ہیں۔ سید صاحب گئے ان سے دریافت کرنے پر حضرت کا پتہ ملا پھر حضور شیخ اسلام امریکہ شکاگو مدعو کیے گئے۔ مگر شیخ الاسلام دوروں کے تو کبھی دلدادہ رہے نہیں کہ امریکہ کا نام سنتے ہی فوری دورے کی تاریخ دے دیتے۔ حضرت نے اس کے تعلق سے مجھے بتایا کہ امریکہ کی دعوت خطاب ملنے کے بعد اچھی طرح معلوم کرلیا گیا تھا کہ وہ لوگ کس عقیدے پر ہیں۔ بہرحال آپ نے سال دوسال بعد امریکہ کے دورے کی تاریخ عنایت فرمادی اس عرصہ میں اس بات کا بھی پتہ چل گیا کہ دعوت دینے والے صاحب ''ابن الوقت'' مسلک کے نہیں بلکہ متصلب سنی حیدر آبادی سید زادے ہیں۔ اس طرح آپ کا امریکہ کا تقریری دورہ ۱۹۸۶ء سے سنہ ۲۰۰۰ء تک کے عرصہ کو محیط رہا۔

حیدر آباد میں تقریروں کی اشاعت وطباعت: حیدر آباد فرخندہ بنیاد کا دورہ خود حضرت شیخ الاسلام کے لیے بھی بڑا متاثر کن واقع ہوا ہوگا۔ حیدر آبادی عوام کی آپ سے والہانہ عقیدت، اہلیانِ شہر نبی محترم واولیائے کرام سے محبت اور غایت درجہ عشق رکھنے والی سنیت کا ماحول تعجب خیزی نے شاید خود حضرت شیخ الاسلام کو بھی متاثر کیئے بغیر نہ رہا ہوگا۔ علماء ومشائخین کی بستی،

مزارات اولیاء کرام ومسجدوں کا شہر، سادات اہل بیت اطہار کے انوار، سنی مسلمانوں کی کثرت، شیدائیوں کی بہتات، مزید یہ کہ حضرات غوث وخواجہ کی برکات اور وہ نورانی منظر ایسی دیگر تمام عقیدمندانہ احوال بھی شیخ الاسلام کے لیے قابل دید و یادگار ایام واقع ہونا بعید از قیاس نہیں دوسری طرف حیدر آبادی سنی مسلمانوں کے لیے حضور شیخ الاسلام کی آمد بھی باعث عید ہوتی رہی ہوگی۔ ؎

ہائے یہ شہر نگاراں یہ شہر حیدر آباد بسایا کس نے

آپ مرکزی میلاد کمیٹی کی جانب سے حیدر آباد بیک وقت پانچ، سات تقریروں کے لیے ضرور مدعو کیے جاتے۔ جہاں بھی آپ کی تقریر کا انعقاد عمل میں آتا عوام وخواص کا جم غفیر حاضر تقریر ہوجاتا جس میں اہل دانش وعلماء ومرشدین کی کثیر تعداد حاضر ہوتی۔ سارا مجمع ڈھائی تین گھنٹے کی تقریر کے دوران ایمانی ولولہ سے اس قدر سرشار ہوجاتا کہ سارا مجمع نعروں سے گونجتا رہتا اور آپ کی نکتہ رسی پر جھومتا دکھائی دیتا۔

حیدر آبادی عوام حضرت کی خطابات کو سنی دلائل وحقانیت کی وجہ سے الہامی تصور کرتے اور علماء ومشائخ حضرات آپ کی ذات وخطاب کو نعمت غیر مترقبہ سمجھتے ہیں۔ آپ کے خطبات سے مستفید ہونے اور اس کی بے پناہ تعریف میں رطب اللسان رہنے والوں میں صاحبان بصیرت اور جامع الصفات شخصیات کی ایک اچھی خاصی تعداد آج بھی موجود ہے اور اس ناچیز سے اس خصوص میں برابر فرمائش ہوتی رہتی ہے۔

دیگر شہروں میں تو جلسوں کے انعقاد کی تشہیر کے لیے اشتہارات دیئے جاتے ہیں مگر حیدر آباد کو یہ شرف حاصل ہے بلکہ شیخ الاسلام قبلہ کی تقریروں کے اشتیاق کا حال یہ ہوتا تھا کہ یہاں حضور شیخ الاسلام کچھوچھوی کے منعقدشدہ تقریر کے شائع ہونے کے لیے بھی پوسٹرس چھپتے اور اخباروں کے ذریعہ عوام کو خبر دی جاتی۔ ستر عیسوی (۷۰) کی دہائی میں شیخ العالم حضرت سید مدنی میاں قبلہ مدظلہ کی تقریروں کو چھاپنے والے نفوس کی قبروں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نور سے بھردے۔ کیوں کہ ان کی اس خدمت سے ایسا لگتا تھا کہ انہوں نے وہ تقریریں اپنی ذاتی منفعت کے لیے نہیں چھاپی تھیں۔ جبھی تو پچاس، سوسو صفحات والی تقریری کتابچہ کا ہدیہ پچاس، ساٹھ پیسے، ایک یا دو روپیہ رکھتے اگر کوئی شائع شدہ تقریر ضخیم بھی ہوجاتی تو ہدیہ دو تین روپیوں سے متجاوز نہ ہوتا۔ یہ ہے مسلک اہل سنت کو پھیلانے کا جنون اور علم نبوی کو عام کرنے کا عشق۔

میں کہاں تک تفصیل عرض کروں کہ ان تقریروں کو شائع کرنے والوں کی حرارت ایمانی اور جوش اشاعت اہل سنت کا کیا حال تھا، نیز شیخ الاسلام سے والہانہ عشق ومحبت کا کیسا نشہ حیدرآبادیوں میں چھایا ہوا تھا اور ہے یا پھر یہ کہوں کہ ان تقریروں کی علمیت، روحانیت، بیان شدہ نکات، مسلک اہل سنت اور ردوہابیہ کے دلائل کی اہمیت کے پیش نظر جو لگاؤ آپ کی تقریروں سے وابستہ ہوگیا تھا کہ جس کی مثال خطبات کی تاریخ اور صحافتی میدان میں شاید ہی مل سکے گی۔ مختصراً یہ کہ حضور کی تقریر رات دو بجے ختم ہوئی ادھر چھپ کر تیار پھر دوسرے دن کی رات کی تقریری اجلاس میں پچھلی رات کی تقریر مکہ مسجد یا جلسہ گاہ کے کتب فروشوں کی دکانوں پر موجود ہوتیں بلکہ خصوصی طور پر آپ کے شائع شدہ تقریری مجموعہ کی دوکانات جب جلسہ گاہ پر لگتے تو لوگوں کے ہجوم کا یہ عالم ہوتا تھا کہ جیسے نمائش کے کسی اسٹال پر ڈسکاؤنٹ سیل کا لگا ہوا ہے اور اس کا آخری دن ہے۔

حضور شیخ الاسلام کی تقریریں علم وعرفان کا گنجینہ اور دلائل اہل سنت کا خزانہ نیز گمراہوں اور گستاخوں کے مسکت جوابات سے لبریز ہوتی ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ خطاب کے بعد عوام میں ریکارڈ کی ہوئی تقریروں کی زبردست مانگ ہوتی ایک طرف ہزاروں لوگ ریکارڈنگ کرتے تو دوسری طرف ہزاروں لوگ کیسٹس خرید کر دوست احباب کو دنیا بھر میں تحفتاً روانہ کرتے مگر اس کے باوجود ان خطبات کا ذوق وشوق کم نہ ہوتا۔ جدہ میں ایک حیدرآبادی خاتون ایسی تھیں جو کہ روز آنہ اپنے باورچی خانے میں حضرت کی تقاریر سنتے ہوئے نہ صرف پکوان میں مصروف رہتیں بلکہ ساتھ ہی ساتھ ان تقریروں کی ڈبنگ بھی کرتی جاتیں۔ اسی طرح لندن میں ایک خاتون کہا کرتی ہیں کہ میں نے حضرت کی ایک ایک تقریر پچاس پچاس مرتبہ سنی ہے مگر پھر بھی اس بیان سے جی نہیں بھرتا۔ حیدرآباد میں سینکڑوں خواتین حتیٰ کہ بہت سی بوڑھی عورتیں ایسی بھی ہیں جن میں آپ کے نورانی و عشق نبوی سے معمور خطبات سننے کا ذوق بہ درجہ اتم پایا جاتا ہے میں نے خود دیکھا اور سنا ہے کہ وہ حضرت شیخ الاسلام کی تقریروں کو بے حساب مرتبہ سنتیں مگر پھر بھی ان کے اشتیاق سماعت کی طلب کم نہ ہوتی۔ مکہ مسجد حیدرآباد کی تقریریں تو لڑکیاں وخواتین بھی آآ کر نوٹ کرتی جاتیں تھیں۔ چنانچہ سید علی چبوترے کی لڑکیاں بالالتزام آپ کی تقریریں نوٹ کرلیا کرتی تھیں۔ چنانچہ عوام کے اسی ذوق وشوق کے پیش نظر آپ کے خطابات کو جلد سے جلد تحریر میں لاکر کتابیں شائع کردی جاتی تھیں جس کی نکاسی ہزاروں کی تعداد میں عمل میں آتی۔

تقریر کی عاجلانہ اشاعت کے ضمن میں ایک مرتبہ ہوا یوں کہ جب رات ہی میں فرمائی گئی تقریر کو کتابی صورت میں لاکر صبح ناشتہ کے وقت حضرت قبلہ کے دست اقدس میں دی گئی تو حضرت نے پچھلی رات کی اپنی تقریر کو شائع شدہ کتابی حالت میں ملاحظہ فرما کر بڑے تعجب کا اظہار کیا۔ فی الواقع بات تھی بھی ایسی ہی مگر بمصداق شعر کہ؂

اولوالا لعزم جب کرنے پر آتے ہیں
سمندر چیرتے ہیں کوہ سے دریا بہاتے ہیں

خطبات شائع کرنے والے ارباب اہل سنت کا یہ فقید المثال جذبہ بلا شبہ شیخ الاسلام کی عرفانی اور روحانی تقریروں کی بدولت پروان چڑھا تھا اور ان کے عقیدۂ اہل سنت کو حضرت کے بیان سے نورانی مہمیز لگی تھی جو سارے ہندوستان میں انفرادی حیثیت اور شیخ کی چاہت کا فقید المثال محبت کا مظہر ہے۔ اشاعت کی کوشش کا عالم یہ تھا کہ حضرت کی تقریر ہی کے دوران متعدد لوگ لکھتے جاتے اور جب تقریر آدھے گھنٹے کی ہوگئی تو اس آدھے گھنٹے کی ریکارڈ شدہ تقریر سن کر تصحیح کرلیتے جیسے ہی ادھر لکھنا ہوگیا وہی آدھے گھنٹے کی تقریر ادھر متعدد کاتبوں کے ذریعہ کتابت کرائی جاتی، پھر جب پروف ریڈنگ ہوگئی تو پریس والا تختیوں میں چڑھا کر مشین میں لگاتا جاتا اور اسی رات تقریر چھپ کر تیار ہو جاتی۔ یہ ساری تقریریں ''مکتبہ اشرفیہ، حیدرآباد'' کے نام سے منظر عام پر آیا کرتی تھیں۔ اس کے بعد ماہنامہ ''المیزان'' کے زیر اہتمام ''خطبات برطانیہ'' کے نام سے آپ کی تقریروں کا مجموعہ چھپا اور بہت مقبول ہوا حتیٰ کہ بہت سے اداروں نے اسی کی کاپی بھی شائع کی ہے۔ نیز ''خطبات حیدرآباد'' کے نام سے حضور شیخ الاسلام کے خطابوں کا مجموعہ مکتبہ انوار المصطفیٰ حیدرآباد سے بھی منظر عام پر آیا ہے۔

حضرت کے خطابات کو سننے، شائع کرنے اور پھیلانے کی یہ جستجو کیا کم تھی مگر اس کے باوجود اسے آپ کے علمی عرفانی، محبت نبوی سے پرنور اور عشق مصطفوی سے مخمور بلکہ صوفیانہ رنگ وآہنگ کے علاوہ ردوہابیہ پر مبنی تقریروں ہی کا اثر سمجھا جاسکتا ہے کہ کچھ تقریریں شہر کے بعض ہفت وار اخبارات (نیوز پیپر) میں بھی شائع ہوتی رہیں، چنانچہ ہفت وار اخبار 'ساز دکن' نے آپ کی ایک تقریر اپنی اشاعت میں من وعن شائع کی تھی جس کا عنوان تھا ورفعنا لک ذکرک بعد ازاں ایک اور صاحب ذوق نے اسی تقریر کو استفادۂ عام کی غرض سے کتابی شکل بھی دی لیکن اس کے باوجود یہ تقریر مکمل نہیں چھپی

تھی۔سنہ ستّر کی دہائی کا یہ وہ دور تھا جب کہ حیدرآباد کے ماحول میں عوام الناس میں غزلیات اورقوالیاں سننے کا شوق پورے زوروشور سے جاری تھا لیکن اس ماحول میں بھی کیا ہی عوام الناس اور کیا ہی سلیم طبیعتیں غرض سبھی کے ذوق وشوق کا رخ مذہبی خیالات کی طرف منعطف ہوتا ہوا نظر آیا،اس طرح سینکڑوں گھروں میں حضور شیخ الاسلام کچھوچھوی کی تقریریں اور حلقہ احباب میں دوران گفتگو آپ کی تقریروں کے علمی نکات کا اس قدر چرچا رہتا کہ حضرت شیخ الاسلام کی ایسی سچی اور والہانہ عقیدت وہر دلعزیزی حیدرآباد فرخندہ بنیاد کے علاوہ کسی اورشہر کے حصے میں نہ آسکی ہوگی۔

حضور شیخ الاسلام کچھوچھوی قبلہ کو تقریری دوروں کے موقع پر مختلف تنظیموں کی جانب سے مختلف اجلاسوں وغیرہ میں بھی مدعو کیا جاتا تھا۔چنانچہ ایسی ہی ایک نشست بعد نماز عصر حسینی بلڈنگ معظم جاہی مارکٹ میں منعقد ہوئی تھی جس میں مولانا عبدالقادر صاحب حسینی نے میلاد کمیٹی کے اغرض ومقاصد کے بارے میں روشنی ڈالی اور آخر میں حضور شیخ الاسلام دامت برکاتہ نے مخاطب کرتے ہوئے دین کی خدمت کے فیوض وبرکات پر اجمالی روشنی ڈالی تھی۔

مکتبہ انوارالمصطفیٰ کے افتتاح کے ضمن میں جب مولانا یحییٰ انصاری اشرفی صاحب نے آپ سے گذارش کی تو آپ نے اس دعوت کو قبول فرمالیا اور اپنے دست اقدس سے مکتبہ کا افتتاح فرمایا۔ناشتہ کے بعد معتقدین ومریدین کو کچھ دیر اپنے دیدار وصحبت سے بھی نوازا،شیخ الاسلام بہت دیر تک خموش تشریف فرمارہے مگر جب کسی نے اہل سنت کے متعلق کچھ پوچھا تو نہایت ہی متانت اور سنجیدگی سے بالتفصیل جواب عطا فرمایا جس کے چند فقرے ملاحظہ ہوں:

’’آپ دیکھیں گے کہ ’’وہابی‘‘ شروع شروع میں سنیوں کا لباس اوڑھتے ہوئے اپنے کوسنی کہلواتا ہے اور سنیوں میں سنی بنے پھرتا ہے۔اس کے برخلاف اگر آپ کسی سنی کو کہیں کہ تم ذرا کچھ دیر کے لیے وہابی بنے رہو تو وہ سنی ہرگز ایسا کرنے کے لیے تیار نہ ہوگا یہی چیز اہل سنت وجماعت کے حق ہونے کی دلیل ہے۔‘‘

آخری دورۂ حیدرآباد:

حضور شیخ الاسلام کا علمی وعرفانی دورۂ حیدرآباد کئی دہوں تک جاری رہا اور مسلسل ۳۰ سال تک آپ کی آمد ہوتی رہی۔حیدرآباد میں آپ کا آخری خطاب شب براءت کے موقع پر خلوت میلاد میدان پر ۲۰۰۰ء میں میلاد کمیٹی کے زیر اہتمام منعقد ہوا تھا۔اس دورے میں حضور شیخ

الاسلام کا حیدرآباد میں دوران قیام رہا،اس قیام سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یاس ہیچ مدان نے حیدرآباد میں سلسلہ اشرفیہ کے حلقہ ذکر کی محفل کے افتتاح کی گذارش کی اور جناب ادریس اشرفی سیٹھ کے گھر حضرت شیخ الاسلام نے پہلی مرتبہ محفل ذکر وسلسلہ اشرفیہ کا حلقہ کروایا۔حلقہ کی یہ محفل بعد میں ناچیز کے گھر منعقد ہونے لگی اور جاری رہی۔اس دورے کے بعد حضور شیخ الاسلام محبوب نگر اور نارائین پیٹھ میں سیرت اولیا کانفرنس سے خطاب فرمانے تشریف لے گئے۔

(نوٹ: یہ مضمون خلیفۂ حضرت شیخ الاسلام علامہ مولانا ڈاکٹر فرحت علی صدیقی اشرفی رحمۃ اللہ علیہ نے "خطبات جامعہ نظامیہ" (حضور شیخ الاسلام کے تاریخی خطبات کا مجموعہ جو آپ نے جامعہ نظامیہ میں دیئے تھے) کے مقدمہ کے طور پر لکھ رہے تھے کہ اچانک دل کا دورہ پڑنے کی وجہ سے ان کا انتقال ہوگیا اور بہت سے تاریخی اور اہم واقعات تحریر ہونے سے رہ گئے۔اس مجلّے کے لیے اس مقالے کو جدید ترتیب کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔بشارت صدیقی اشرفی)



طاہراللہ خان اشرفی
خلیفۂ حضور شیخ الاسلام صاحب قبلہ،محبوب نگر،تلنگانہ

حضرت شیخ الاسلام کا دورۂ محبوب نگر

من علینا ربنا اذ بعث محمدا
ایده بایده ایدنا باحمدا
ارسله مبشرا ارسله ممجدا
صلوا علیه دائما صلوا علیه سرمدا

اللھم صل علی سیدنامحمد وعلی آل سیدنا محمد کماتحب و ترضی بان تصلی علیه

مدنی فاؤنڈیشن ہبلی کی کرم فرمائی ہے کہ انہوں نے محبوب نگر والوں کو حضور شیخ الاسلام کی خدمت میں خراج تحسین پیش کرنے کا موقع عطا فرمایا ہے۔

ضلع محبوب نگر صوبہ تلنگانہ،شہر حیدرآباد سے سو(100) کیلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ حیدرآباد سے محبوب نگر کا اتنا گہرا تعلق ہے کہ وہاں کی سرگرمیوں اور حالات کا اثر محبوب نگر پر بھی پڑتا ہے۔1980ء سے پہلے حیدرآباد کے حالات کچھ اس طرح تھے۔

پالن حقانی گجراتی ایک بدعقیدہ،اس کا حیدرآباد میں بیانات کا سلسلہ شروع ہوا یہاں تک کہ تاریخی مسجد’’ مکہ مسجد‘‘ میں اس کے جلسے ہونے لگے۔سنی عوام بھی ان جلسوں میں شریک ہو رہی تھی۔حیدرآباد میں بدعقیدگی کے آثار نمودار ہو چکے،عقائد اہل سنت و معمولات اہل سنت کا مذاق اڑایا جانے لگا،لوگ شکوک وشبہات میں مبتلا تھے کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط۔تب حیدرآباد میں اس فتنہ کے سد باب کے لیے حضور شیخ االاسلام کو مدعو کیا گیا۔(تفصیل کے لیے ڈاکٹر فرحت علی صدیقی حیدرآبادی کا مضمون’’حضرت شیخ الاسلام کا علمی وعرفانی دورۂ حیدرآباد‘‘ کا مطالعہ کریں جو اسی مجلہ میں شامل ہے)

جب آپ کے علمی ونورانی خطابات کا سلسلہ حیدرآباد کے مختلف مقامات پر شروع ہوا تو لوگ آپ کے خطابات عالیہ سننے کے لیے دور و دراز سے جوق در جوق آنے لگے۔آپ کے

خطابات کی یہ خصوصیت اور تاثیر ہے کہ سننے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔آپ کے خطابات عالیہ کے فیوض و برکات سے عقیدے سنورنے لگے،شکوک وشبہات کا ازالہ ہوا اور عشق مصطفی سینے میں موجیں مارنے لگا۔

حضور شیخ الاسلام کا ایک قول:

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا تھا:’’ایک عالم اگر رات بھر وعظ ونصیحت کرے تب بھی سامعین کے دلوں پر وہ اثر نہیں ہوتا جو عارف کے چند جملے دل پر اثر کر جاتے ہیں‘‘۔یہ قول خود آپ کی ذات اقدس پر صادر آتا ہے۔یہ ایک عارف ہی کی زبان کا اثر تھا کہ اہل سنت کا وقار حیدرآباد میں بحال ہوا،کئی گمراہ صحیح العقیدہ سنی ہوے اور توبہ کر کے آپ کے دست اقدس پر سلسلہ قادریہ، چشتیہ، اشرفیہ میں داخل ہوے۔

دورۂ حیدرآباد کے وقت آپ کی ملاقات علامہ ابوالوفا افغانی حیدرآبادی سے ہوئی تو علامہ صاحب نے حضرت سے فرمایا:’’ آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں،آپ تو فاتح حیدرآباد ہیں‘‘۔اسی طرح حضرت مولانا غلام نبی شاہ صاحب قبلہ حیدرآبادی نے اپنے خیالات کا اظہار اس طرح کیا کہ’’اگر حضور شیخ الاسلام حیدرآباد نہ آتے تو سنیت کا بڑا نقصان ہوتا‘‘۔

جآء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

حضور شیخ الاسلام کی محبوب نگر آمد:

عالم اسلام کی ممتاز وقد آور شخصیت شہرۂ آفاق عالم دین جن کے تبلیغی دورے کئی براعظموں کو محیط ہیں،جن کا پروگرام ملنا بڑی خوش نصیبی اور سعادت مندی کی بات ہے۔پالن حقانی کا فتنہ محبوب نگر تک پھیل چکا تھا،اس کا بیان یہاں بھی ہونے لگا۔جس طرح حیدرآباد میں اس فتنہ کا خاتمہ حضرت شیخ الاسلام سے ہوا اسی طرح یہاں بھی بدعقیدگی سے حفاظت کے لیے حضرت شیخ الاسلام کو مدعو کیا گیا۔مولانا عبدالکریم صاحب خطیب وامام جامع مسجد و ناظم مدرسہ مفتاح العلوم محبوب نگر اور جناب محمد حمید الدین قادری کی کوششوں سے پروگرام ملا۔الحمدللہ پہلی مرتبہ ۱۹۷۷ء میں حضور شیخ الاسلام کا قدم مبارک سرزمین محبوب نگر پر پڑا جس کی بدولت اہلیان محبوب نگر کو علم وعرفان کی بارش میں سرشار ہونے کا موقع ملا۔ ؎

اپنے چمن کی بات نہیں اخترؔ وہ جہاں بھی جا پہنچیں
ہر شاخ خوشی سے جھوم اٹھے ہر پھول غزل خواں ہوجائے

بدمذہبوں کو مناظرہ کی دعوت:

حضرت عصر سے پہلے پہنچ گئے، حضرت کا قیام مدرسہ مفتاح العلوم میں تھا۔ حضرت کی آمد سے پہلے بدمذہب علماء اور ان کے ذمہ داروں کو تحریر بھیج دی گئی تھی کہ اگر کوئی عقائد اہل سنت یا کسی بھی مسائل پر بات کرنا ہو تو عصر سے مغرب کے درمیان آئیں۔ مگر کوئی نہیں آیا۔ اس طرح حضرت کی آمد ہی سے سنیت کی فتح اور حقانیت کا ثبوت مل گیا۔

دارالعلوم کورم پیٹھ کا معائنہ:

محبوب نگر سے 15 کیلومیٹر پہلے 'جڑچرلہ' میں اہل سنت و جماعت کا قدیم مدرسہ دار العلوم کورم پیٹھ واقع ہے۔ یہاں ظہر کے وقت حضرت کی آمد ہوئی، مدرسہ میں علماء و مشائخ نے حضرت کا شاندار استقبال کیا۔ نماز ظہر کا وقت ہوگیا تو حضرت نے فرمایا کہ آپ حضرات میں سے کوئی امامت کریں لیکن تمام حضرات نے یہ خواہش ظاہر کہ آپ امامت فرمائیں، آپ نے فرمایا میں مسافر ہوں، اس کے باوجود تمام لوگ اصرار کرنے لگے تو حضرت نے نماز سے پہلے مسافر امام کے پیچھے اقتدا کرنے کا مسئلہ بتایا اور امامت فرمائی۔

بدمذہبوں سے دوری اختیار کرنے کا عملی درس:

نماز ظہر کے بعد حضرت کی خدمت میں کتاب الرائے (معائنہ رجسٹر) پیش کی گئی تو آپ نے اس کا جائزہ لیا تو پتہ چلا کہ اس میں کشن پرساد اور چند بدمذہبوں کی تحریریں بھی موجود ہیں تو آپ نے اس کتاب میں اپنی تحریر لکھنا گوارا نہیں کیا۔ جب وجہ دریافت کی گئی تو حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ بدمذہبوں کی تحریروں کے ساتھ میں اپنی تحریر لکھنا گوارا نہیں کرتا اس لیے کہ ''کافروں سے جان و مال کا نقصان ہوتا ہے اور بدمذہبوں سے ایمان و عقیدہ بگڑنے کا خطرہ رہتا ہے''۔

اپنے اس عمل سے حضرت شیخ الاسلام نے حاضرین کو یہ درس دیا کہ ایمان کی سلامتی کے لیے بدمذہبوں کی صحبت سے دور رہنا بے حد ضروری ہے ورنہ ان کی بدعقیدگی کے اثرات ان کے ساتھ رہنے والوں پر یقیناً اثر انداز ہوتے ہیں۔

محبوب نگر میں جملہ خطابات:۔

حضور شیخ الاسلام کی دو مرتبہ محبوب نگر تشریف آوری ہوئی۔ پہلی مرتبہ ۱۹۷۷ء میں اور دوسری دفعہ ۲۱/نومبر ۲۰۰۰ء۔ آپ کے ان دو دوروں میں جملہ تین خطابات ارشاد فرمائے جو اپنی مثال آپ ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ مجھے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی صحبت میں جو دو سال رہنے کا موقع ملا وہ میری زندگی کا سرمایہ ہے۔ اسی طرح اہلیان محبوب نگر کو دور حاضر کے امام ہمام، غوث و خواجہ کے سچے وارث کی صحبت میں بیٹھنے اور اور فیوض و برکات سے فیضیاب ہونے کا موقع ملا اور یہ لحات ہماری زندگی کے قیمتی لحات ہیں۔ ؎

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

محبوب نگر میں پہلا خطاب:

آپ کا پہلا خطاب ۱۹۷۷ء میں مدینہ مسجد محبوب نگر میں ہوا۔ مدینہ مسجد محبوب نگر کی ایک بڑی مسجد ہے، کثیر مجمع آپ کا خطاب سننے کے لیے جمع ہوا۔ خطاب کا عنوان تھا ''قد جاءکم من اللہ نور'' جسے آپ نے سرنامۂ بیان قرار دیا۔ اپنے منفرد انداز میں حضرت نے خطاب کے شروع میں اپنے اشعار سے سامعین کو نوازتے ہوئے معقولات و منقولات اور تحقیق و تدقیق کی روشنی میں علمی نکات بیان فرمائے۔ سامعین کی کیفیت عجیب تھی، سامعین دم بخود رہ گئے کہ یہ بول رہے ہیں یا کوئی نورانی طاقت انہیں بولوا رہی ہے!!

نور کے حوالے سے فرمایا کہ کائنات کی سب سے پہلی تخلیق نور مصطفی ﷺ ہے۔ مذکورہ آیت کریمہ میں نور آنے کا ذکر ہے یعنی آنے والا نور قدسی ہے، لباس بشر میں آنے سے ہماری طرح بشر نہیں اور ''قل انما انا بشر مثلکم'' کے مخاطب کافر ہیں مومن نہیں۔ بشر تو مانا جاتا ہے مگر بشر کی اصرار نہیں کی جاتی۔

نور کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں رسول اکرم ﷺ کے تین لباس ہیں۔
(۱) لباس بشری (۲) لباس ملکی (۳) لباس حقیقی۔ نور کی اس حقیقت کو سمجھانے کے لیے حضرت نے معراج کے واقعہ کی مثال دی۔ حضور نبی اکرم ﷺ سفر معراج کے وقت مکہ سے آسمان تک

لباس بشری میں تھے پھر آسمان سے سدرۃ المنتہیٰ تک لباس ملکی میں اور وہاں سے لباس حقیقی میں۔

حضرت مضمون کے ہر گوشے پر اس طرح مکمل روشنی ڈالتے ہیں کہ کئی اعتراضات کے جواب بھی دے دیتے ہیں۔آپ نے فرمایا جب حضور سدرہ پر پہنچے تو جبرئیل نے عرض کیا حضور آپ آگے جائیں میں اب اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا ورنہ ''فروغ تجلی بسوزد پرم''۔ یہاں پر آپ نے ایک اعتراض کا جواب دیا کہ دیکھو جبرئیل ملائکہ کے سردار ہیں، روح الامین ہیں، روح الامین صاحب سدرہ نبی کو اپنی طرح نہیں سمجھے تو اب اگر دو ٹانگ والا جانور نبی کو اپنی طرح سمجھے تو اس کے دماغ کی خرابی نہیں تو اور کیا ہے!!!

بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ میلاد شریف اور معراج مصطفی ﷺ کے منانے سے نبی کی یاد آتی ہے اس لیے ایسا ذکر جس سے نبی کی یاد آئے وہ حرام ہے۔اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا عبادت اسلامیہ پر غور کرو اور جو بھی عبادت دیکھو تمہیں یاد رسول کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔نماز جیسی افضل عبادت بھی رسول اللہ ﷺ پر سلام بھیجے بغیر مکمل نہیں ہوتی ہے۔

اب رسول کو بھولیں تو کیسے بھولیں! ہاں ایک طریقہ ہے بھول جانے کا، اگر کسی کو شوق ہو بھولنے کا تو نسخہ بتا دوں وہ یہ ہے کہ کافر ہو جاؤ! مومن رہنا ہے تو یاد کرنا ہی پڑے گا۔

میلادِ مصطفی کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا حدیث شریف میں ہے ''لولاك لما خلقت الدنیا''، اے محبوب تجھ کو پیدا کرنا نہ ہوتا تو آسمان کا شامیانہ نہ لگاتا، چاند وسورج کے قندیل روشن نہ کرتا۔اے محبوب آپ کی میلاد مقصود تھی اس لیے زمین کا فرش بچھا دیا، اے محبوب آپ کی میلاد مقصود تھی اس لیے آبشار کے نغمے جاری کر دیے، کائنات کو سجا دیا، ساری دنیا کو بنا دیا اس لیے میں کہتا ہوں یہ زمین میلاد والی ہے، یہ آسمان بھی میلاد والا ہے اور یہ چاند وسورج بھی میلاد والے اور ستارے بھی میلاد والے۔اگر کوئی میلاد سے اختلاف کرے تو میں یہ نہیں کہتا کہ اتفاق کرو مگر اتنی تو گذارش کرونگا کہ کم ازکم اس میلاد والی زمین کو چھوڑ دے اور اس میلاد والے آسمان سے باہر نکل جائے۔

آخر میں نور کے جلووں کا ذکر یوں فرمایا: میرے رسول ﷺ کے نور سے کتنے اولیاء کرام روشن ہوگئے۔کتنے ابدال روشن ہوگئے یہ تم مجھ سے مت پوچھو یہ خواجہ جمیری سے پوچھو، غوث جیلاں سے پوچھو کہ سرکار یہ مقام غوثیت آپ کو کہاں سے ملا ہے؟ جاؤ محبوب الٰہی سے پوچھو، امام

اعظم سے پوچھو، فاروق اعظم سے پوچھو، عثمان غنی سے پوچھو اور صدیق اکبر سے پوچھو کہ یہ مقام صدق وصفا آپ کو کہاں سے ملا ہے؟ تو وہ یہی کہینگے ؎

ضو سے اس خورشید کی اختر مرا تابندہ ہے
چاند جس کے غبار راہ سے شرمندہ ہے

دوسری مرتبہ محبوب نگر آمد:

حضور شیخ الاسلام کا پروگرام لینے کے لیے اہلیان محبوب نگر مسلسل پانچ سال سے کوشش میں تھے اور کئی اصحاب بیعت کے لیے منتظر تھے کہ حضرت کب تشریف لائیں گے۔کاوشیں کامیاب ہوئیں اور 21 نومبر 2000ء کی تاریخ محبوب نگر والوں کے لیے طے کی گئی۔سارے شہر میں آپ کی آمد کی دھوم تھی کہ نبی کے گھرانے کا شہزادہ تشریف لانے والا ہے۔جلوس کے ساتھ حضرت کا شاندار استقبال ہوا اور حضرت کا قیام سید ممتاز علی اشرفی خلیفۂ حضور شیخ الاسلام کے مکان پر ہوا۔

نماز مغرب کی امامت:

شہر کی بڑی مسجد 'مدینہ مسجد' میں حضور شیخ الاسلام نے نماز مغرب کی امامت فرمائی۔مسجد جمعہ کا منظر پیش کر رہی تھی۔نماز کی ادائیگی کے بعد سیکڑوں کی تعداد میں حضرت کے دست اقدس پر لوگ داخلِ سلسلہ اشرفیہ ہوئے۔

محبوب نگر میں دوسرا خطاب:

2000ء کو ٹاؤن ہال گراونڈ محبوب نگر میں ایک عظیم الشان جلسہ کو مخاطب فرمایا۔

اس آیت کریمہ کو سرنامۂ بیان قرار دیا ''قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ''۔ خطاب سننے کے لیے دیگر ریاستوں اور اضلاع سے آئے ہوئے تھے۔ایک وسیع میدان تنگ دامنی کا شکوہ کر رہا تھا۔جیسے ہی حضرت کرسیِ خطابت پر جلوہ افروز ہوئے تو مجمع پر خاموشی چھا گئی۔اور عالمانہ وعارفانہ انداز میں آپ نے خطاب فرمایا۔وہ ایمان افروز خطاب آج بھی سامعین کے ذہنوں میں محفوظ ہے۔

اس خطاب میں آپ نے فرمایا: اگر تم خدا سے محبت کرنا چاہتے ہو تو رسول اکرم ﷺ کی اتباع کرو، ان کے پیچھے چلو، خدا کی محبت کو بلانے والے اس آئینے کی طرف چلو جدھر خدا کے

جلوے نظر آرہے ہیں کیونکہ مرکز بنا گیا ہے ذات محمد رسول اللہ کو۔۔

نبی کی اتباع بھی فرض ہے اور اطاعت بھی فرض ہے۔’’رسول کے اقوال دیکھنا ہے تو محدثین کی کتابوں میں دیکھو اور رسول کے افعال دیکھنا ہو تو صالحین کے کردار میں دیکھو۔ اللہ تعالی نے رسول کے اقوال و افعال کو بچانے کی ذمہ داری لی ہے محدثین کی کتابوں میں اقوال محفوظ ہیں اور صالحین کے کردار میں رسول کے افعال محفوظ ہیں۔ جو محدثین کی کتابوں سے دور ہو وہ نبی کے اقوال سے دور ہے اور جو صالحین کی صحبت سے دور ہو وہ نبی کے افعال سے دور ہے‘‘۔

جائز وناجائز کا فلسفہ:

آپ فرماتے ہیں:’’اسلام ہر جائز کام کرانے نہیں آیا بلکہ ہر ناجائز کام سے بچانے آیا ہے۔‘‘ ناجائز کی لسٹ بن چکی ہے جائز کی لسٹ نہیں بنی۔ چند لوگ کہتے ہیں یہ ناجائز ہے وہ ناجائز ہے، فاتحہ ناجائز، عرس ناجائز وغیرہ وغیرہ۔ اگر یہ ناجائز ہے تو ناجائز کی لسٹ میں دکھاؤ؟ اس لیے کہ ناجائز کی لسٹ بن چکی ہے جائز کی لسٹ نہیں بنی۔ روکنے کی دلیل چاہیے کرنے کے لیے نہیں، یہ جاہل کرنے کی دلیل مانگتے ہیں! جو چیز ناجائز کی لسٹ میں نہیں ہے وہ جائز ہے۔

مسجد ومدرسہ کا سنگ بنیاد:

خطاب کے دوسرے دن 22 نومبر 2000ء کی صبح محبوب نگر سے 60 کیلومیٹر دور نارائن پیٹھ کے لیے تشریف لے گئے۔ نارائن پیٹھ کولم پلی میں حضرت سید شاہ احمد قتال حسینی اشرفی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مقدس ہے جو مرجع خلائق ہے درگاہ کے سجادہ نشین حضرت سید شاہ جلال حسینی اشرفی دامت برکاتہم العالیہ کی دعوت پر حضور شیخ الاسلام وہاں تشریف لے گئے تھے۔

کولم پلی نارائن پیٹھ میں حضرت شیخ الاسلام کے دست اقدس سے ’’مسجد بلال‘‘ اور ’’جامعہ اشرفیہ‘‘ کی سنگ بنیاد ڈالی گئی۔ اس تقریب میں تقدس مآب الحاج حضرت سید شاہ شمس عالم حسینی مدظلہ العالی سجادہ نشین گوگی شریف اور حضرت سید ابراہیم شاہ قادری قدیری صاحب مدظلہ العالی ہلکٹہ شریف بھی موجود تھے۔

اہلِ سنت کانفرنس:

اسی دن نارائن پیٹھ میں مسجد و مدرسہ کی سنگ بنیاد کے بعد عظیم الشان اعلی پیمانے پر اہل

سنت کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ وسیع وعریض میدان کو خوبصورت پنڈال اور رونق افروز اسٹیج سے سجایا گیا تھا۔ نارائن پیٹھ کی تاریخ کا سب سے بڑا جلسہ تھا۔ کانفرنس کی صدارت حضور شیخ الاسلام صاحب قبلہ نے فرمائی اور صدارتی تقریر بھی فرمائی۔ کانفرنس میں مقامی خانقاہوں کے سجادگان کے علاوہ علامہ مفتی خلیل احمد شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ حیدر آباد بھی مہمان مقرر کے طور پر شریک تھے۔

اس کانفرنس میں حضرت شیخ الاسلام نے آیہ کریمہ ’’ولوانہم اذظلموا انفسہم جاؤک‘‘ کو سرنامۂ بیان قرار دیا۔ آپ نے فرمایا: اس آیت میں اس ظلم کی بات ہے جو انسان خود اپنے نفس پر کرتا ہے۔ قوانین خداوندی کا جو پابند نہیں ہے وہ اپنے آپ پر ظلم کرنے والا ہے۔ ظلم کی دوسری تعریف یہ ہے کہ اگر کسی کو اس کے مقام سے ہٹایا تو یہ بھی ظلم ہے۔ ظلم کرنے والوں کے لیے حکم ہو رہا ہے کہ میرے محبوب کی بارگاہ میں جاؤ۔ ایسی بارگاہ میں جانے کا حکم ہے جو خدا و رسول دونوں کی بارگاہ ہے۔ جب رسول مغفرت قبول کرلیں تو اللہ بھی توبہ قبول کرنے والا ہے۔ اس کے بعد آپ نے اسی آیت سے یہ ثابت کیا کہ ’’اولیاء اللہ کی بارگاہوں میں حاضری دینا گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے۔‘‘

محبوب نگر میں آپ کے ورود مسعود کے برکات:

محبوب نگر میں آپ کی آمد کی وجہ سے سنیت کو خوب فروغ ملا، آپ کے ذریعے غوث العالم حضور مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہ سے وابستہ ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ آج محبوب نگر میں سیکڑوں کی تعداد میں غلامان حضور شیخ الاسلام موجود ہیں۔ الحمد للہ شریعت مصطفی کے مطابق اپنی زندگی گذار رہے ہیں اور محدث اعظم مشن کے بینر تلے دینی و دنیوی صلاح وفلاح کے کام انجام دے رہے ہیں۔ محبوب نگر والوں پر حضرت کی مزید کرم فرمائی یہ ہوئی کہ 9/مارچ 2014ء کو جناب سید ممتاز علی اشرفی اور مجھ فقیر طاہر اللہ خان اشرفی کو خلافت سے نوازا۔

محبوب نگر میں محدث اعظم مشن کا قیام:

حضور شیخ الاسلام کی قائم کردہ عالمی سطح کی تنظیم بنام ’’محدث اعظم مشن‘‘، جس کی شاخیں دنیا کے کئی ممالک میں قائم ہیں۔ محبوب نگر میں اس کا قیام 2010ء میں ہوا اور مشن کی آفس مسجد صالحین کی پہلی منزل نزد نیو ٹاؤن محبوب نگر میں واقع ہے۔

مشن کی چند کارکردگیاں یہ ہیں۔ (۱) مشن کے تحت ہر اتوار کو ہفتہ واری ’’درس تفسیر اشرفی‘‘ بعد نماز مغرب تا عشاء مسجد رحمت میں منعقد کیا جاتا ہے جس کو مولانا سید خواجہ معز الدین اشرفی خلیفۂ

حضور شیخ الاسلام دیتے ہیں۔(۲) بیت المال کا قیام۔اس کے تحت غریب ونادار لڑکیوں کی شادی اور وقتاً فوقتاً غریبوں کے علاج ومعالجہ اور میڈیکل کیمپ کا انعقاد ہوتا ہے۔(۳) سالانہ سنی اجتماع۔ مشن کے تحت ہر سال ضلعی سطح پر ایک روزہ سنی اجتماع کا انعقاد ہوتا ہے۔اس کے علاوہ دینی محافل کا بھی انعقاد ہوتا ہے جس سے نوجوانوں کو دینی علوم وشرعی مسائل سیکھنے کا موقع ملتا ہے۔

الحاصل:۔

محبوب نگر میں جتنے بھی اشرفی ہیں وہ سب شیخ الاسلام کے فیض یافتہ ہیں، خاص کرم ہے آپ کا۔اور محبوب نگر کے گلشنِ سنیت میں جو بہار ہے وہ مدنی سرکار کا فیض ہے،اس مرشد کامل کے دامن کرم سے وابستگی کا ثمرہ ہے کہ ہمارے ایمان وعقیدے محفوظ ہیں،الحمدللہ۔

رب ذوالجلال کی بارگاہ میں دعاء ہے کہ ہم اور ہمارا شہر ہر طرح کے فتنہ وفساد سے محفوظ رہے اور ہم اور ہماری نسلیں اہل سنت وجماعت پر قائم رہ کر دین وسنیت کی خدمت کرتے رہیں اور اشرفی فیضان سے مالا مال ہوتے رہیں۔



عبدالکبیر قادری اشرفی (مڈگاؤں گوا)

گوا کی سرزمین پر شیخ الاسلام کا فیضان

برصغیر ہند وپاک میں علمائے اہل سنت ومشائخ عظام نے اسلام کی سربلندی،اشاعت دین،توحید وسنت نبوی ﷺ کے لیے جو کارہائے نمایاں سرانجام دئے ہیں وہ تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھے جائیں گے انھیں اکابر جماعت میں ایک نام تاجدار اہل سنت رئیس المحققین،عارف کامل،صوفئ باصفا،آل رسول، اولاد غوث اعظم، پروردۂ مخدوم سمناں،نور دیدۂ حضور سرکار کلاں جانشین حضور محدث اعظم سیدی ومرشدی آقائی حضور شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ مفتی شاہ سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی ’’حفظہ اللہ تعالیٰ‘‘ کا بھی ہے جنھوں نے عقائد اہل سنت کی اشاعت وترویج میں جو کارہائے نمایاں انجام دیے وہ ہر داعئ اسلام،علما ومبلغین کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

آج دنیائے سنیت میں ان جیسے خطیب جو عصری تقاضوں سے صرف واقف ہی نہیں بلکہ موجودہ دور کے فتنوں سے بھی مکمل طور پر آگاہ ہوں اور ان کا سدِّ باب کرتے ہوں شاذ ونادر ہی پائے جاتے ہیں،آج علم وعمل کے کوہ گراں بہت سارے حضرات موجود ہیں ان سب کی صلاحیتوں کا ہم اعتراف کرتے ہیں لیکن حضور شیخ الاسلام کی شخصیت ان سب میں بہت حد تک جداگانہ ہے،حضرت شیخ الاسلام والمسلمین بیک وقت ایک عظیم خطیب محدث،مفسر،مفتی،محقق،مفکر،شاعر، مدبر اور اعلیٰ تنظیمی صلاحیتوں کے مالک ہونے کے ساتھ آپ نجیب الطرفین سید بھی ہیں۔بلا مبالغہ برصغیر ہند وپاک میں ہمیں ایسی کوئی شخصیت نظر نہیں آتی جو ان تمام خوبیوں کی حامل ہو،آپ چمن رسالت کے مہکتے پھول،آفتاب وماہتاب کی طرح اپنے بزرگوں کی امانتوں کے امین بن کر ہندوستان کے علاوہ بیرونی ممالک میں بھی اپنی علمی کرنوں سے تاریکیوں کو مٹا رہے ہیں۔ایک وہ حسین وقت بھی آیا کہ صوبۂ گوا کو بھی آپ نے اپنے قدم بابرکت سے فیضیاب فرمایا،بقول الحاج عبدالجبار جاگیردار اشرفی کے ۱۹۸۰ء میں حضور شیخ الاسلام نے گوا کا سب کا پہلا دورہ فرمایا اور اسی سفر کے دوران شہر ’’پنجیم‘‘ میں ایک مسجد کی بنیاد رکھی،آپ کے مریدین ومعتقدین کی خواہش سے

مسجد کا نام مسجد مدنی رکھا گیا۔ ۱۹۸۰ء سے ۲۰۰۶ء تک آپ کے دورے ہوتے رہے گوا کے مختلف مقامات پر آپ کا خطاب ہوا کرتا تھا خاص کر پنجیم، مڈگاؤں، ماپوسا واسکووغیرہ میں۔

غالباً ۱۹۹۷ء کی بات ہے کہ جب آپ گوا میں تشریف لائے آپ کے ساتھ آپ کے نواسے حضرت ابوالحسن سید اشرف میاں صاحب خلیفۂ حضور شیخ الاسلام مولانا قاضی شمس الدین صاحب خلیفۂ شیخ الاسلام، مولانا اقبال اشرفی علیہ الرحمہ (پونہ) بھی تھے، مڈگاؤں میں حضرت کا پہلا خطاب تھا جس کا عنوان "وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ" تھا لگا تار چار جگہ (مڈگاؤں، پنجیم، واسکو ماپوسا) کے خطاب میں مذکورہ آیت کو موضوع سخن بنایا اور ہر جگہ الگ الگ نکات بیان فرمائے، حضرت اپنے خطاب میں دقیق سے دقیق علمی مباحث میں وہ نکتہ سنجیاں فرماتے کہ عقل دنگ رہ جاتی۔

جب حضرت خطاب فرماتے تو سامعین عشق رسول میں اتنے سرشار ہوجاتے کہ آنکھوں سے آنسوں کی لڑیاں جاری ہوجاتیں، جب جلسہ اختتام کو پہنچتا تو لوگ یہ کہنے پر مجبور ہوجاتے کہ جس جماعت میں حضرت مدنی میاں جیسے بزرگ موجود ہوں تو وہ جماعت جھوٹی نہیں ہوسکتی، موجودہ دور میں بعض واعظین سے ہم سب واقف ہیں جن کی تقریر سننے کے بعد سنیت پر مضبوط ہونے کے بجائے لوگ سنیت سے دور ہوتے نظر آتے ہیں مگر حضرت کے خطاب کا یہ عالم تھا کہ کوئی کافر سن لے تو ایمان کی حرارت پیدا ہوجائے کوئی بدمذہب سن لے تو اپنی بدعقیدگی سے توبہ کرلے، اگر کوئی فاسق سن لے تو عاشق ہوجائے۔ بارہا دیکھا گیا ہے کہ جب اہم نکات بیان کرنے کے بعد آپ اپنے مخصوص انداز میں درودشریف پڑھتے ہیں جی میں آتا ہے کہ آپ کے قدموں میں ابھی جاکر جان نثار کردوں۔

حضرت خطاب کے بعد جب قیام گاہ پر تشریف لے جاتے تو وہاں پر بھی لوگ بالخصوص علمائے کرام ملاقات کی غرض سے آتے اور آپ سے علمی گفتگو کرتے اور حضرت لوگوں کے الجھے مسائل کو چٹکیوں میں حل فرماتے اور اتنے احسن انداز میں فرماتے کہ سائل مطمئن ہوجاتا۔

ایک مرتبہ سرکار شیخ الاسلام جناب طاہر اشرفی کروال کے گھر میں تشریف فرما تھے اس وقت میں خود وہاں پر موجود تھا اور مخدوم محترم سید حسین اشرف صاحب اشرفی الجیلانی بھی موجود تھے اسی دوران تحریک سنی دعوت اسلامی کے مبلغین وذمہ داران حضرت کے پاس آئے، دست بوسی کے بعد مبلغین حضرات نے عرض کیا کہ حضور ہمارے حق میں کچھ نصیحت فرمائیں، تو حضرت نے فرمایا

آپ لوگ جو تنظیم کا کام کر رہے ہو اس میں سنیت کا فروغ بھی ہے اور بد مذہبوں کا توڑ بھی ہے۔ آپ حضرات کام کرتے رہیں اور علمائے اہل سنت کی کتابوں سے استفادہ کرتے ہوئے سنیت کا کام کرتے رہنا۔ اور آخر میں اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر تنظیم اور مبلغین کے حق میں دعا فرمائی، آپ کی دعا میں اللہ نے بڑی برکت رکھی ہے۔

حضرت کے ایک مرید جناب سید حسن صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت کا قیام ایک دن میرے گھر میں تھا اسی دوران دو گاڑیاں بھر کر کچھ معتقدین و مریدین حضرت سے ملاقات کرنے کے لیے آئے اور وہ کھانے کا وقت تھا اور ہمارے گھر میں اتنا ہی کھانا بنا ہوا تھا جتنا کے حضرت ان کے خدام اور میرے گھر والوں کے لیے کافی تھا، تو حضرت فرمایا کہ سید حسن جتنے لوگ آئے ہوئے ہیں سب کو کھانا کھلاؤ۔ میں دل ہی دل میں گھبرایا اور میں نے اپنی اہلیہ سے کہا حضرت ایسا کہے ہیں۔ بالآخر ہم نے حضرت کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے سب کو کھلانا شروع کیا، ایک آلِ رسول کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کی برکت یہ ظاہر ہوئی کہ تمام لوگوں کے کھانے سے فارغ ہونے کے بعد بھی کھانا بچا رہا، جسے ہم نے دوسرے دن بھی استعمال کیا۔

۲۰۰۶ء کا واقعہ ہے یہ مجھے اچھی طرح یاد ہے ۲۰۰۶ء میں مڈگاؤں کی جامع مسجد میں آپ کی اقتدا میں نماز مغرب کا اہتمام کیا گیا نماز مغرب میں بھی اتنی تعداد میں لوگ مسجد میں آئے ایسا لگتا تھا کہ نماز جمعہ کے لیے آئے ہیں اور ہم غلاموں پر یہ کرم نوازی ہوئی کہ بعد نماز مغرب تیس منٹ کھڑے رہ کر خطاب فرمایا، سبحان اللہ، کیا نصیحت آمیز خطاب تھا اس شعر کی تشریح کو ہی آپ نے عنوان بنادیا

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود وایاز　　نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

اسی میں عقائد، ساتھ ہی ساتھ نماز کی پابندی اور مسجد کے آداب کو بیان فرما کر گویا کہ آپ نے سمندر کو کوزے میں سمانے کا کام کیا، اسی طرح ۱۹۸۰ء سے ۲۰۰۶ء تک اہل گوا آپ کے فیضان سے مالا مال ہوتے رہے آپ نے عقائد اہل سنت کو ایسے احسن انداز میں لوگوں تک پہنچایا کہ وہ لائق تحسین اور قابل تقلید ہیں۔ اللہ تبارک وتعالی آپ کو عمر خضر بالخیر عطا فرمائے اور آپ کے سایۂ کرم کو جماعت اہلِ سنت پر قائم رکھے آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ



ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی دہلی

شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں

بالائے سرش زہوشمندی

(یہ مقالہ ماہنامہ جام نور، دہلی کے شمارہ ستمبر 2015 میں شائع کیا۔افادۂ عامہ کے لیے پیش ہے)

جولائی ۲۰۱۰ کو تقریباً اڑتالیس برس کے بعد فون پر میری گفتگو ایک ایسے المعی ولوذعی بزرگ سے ہوئی جو شیخ الاسلام، مفسر قرآن اور رئیس المحققین جیسے القاب وخطابات سے یاد کیے جاتے ہیں، جن کو ہم دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور کے زمانہ طالب علمی میں ’مدنی میاں‘ کہتے تھے۔آج بھی میری زبان اسی مختصر سے نام سے شاد کام ہے اور میں اپنی یادوں کی پرتیں اسی نام سے کھولنا پسند کروں گا جن لوگوں نے شیخ الاسلام اور مفسر قرآن والا زمانہ پایا ہے وہ مجھے یہ جان کر معذور سمجھیں کہ میں اس دور کی بات کر رہا ہوں جب یہ خطابات ہنوز آں موصوف کی پیشانی علم وفضل کے نہاں خانے میں محفوظ تھے۔

خدا بھلا کرے محترم مولانا قمر احمد اشرفی کا، ۴ جولائی کو وہ دہلی میں موجود تھے، فون پر گفتگو ہوئی اثنائے گفتگو سید التفاسیر کا ذکر آ گیا، میں نے کہا اس کے دو حصوں کی زیارت عزیز گرامی مولانا خوشتر نورانی کے دفتر میں ہوئی ہے، حاصل کرنے کی کیا صورت ہوگی؟ مولانا قمر نے کہا کہ آپ اپنا پوسٹل ایڈریس ایس ایم ایس کر دیجیے حیدرآباد پہنچ کر دونوں حصے بھیجوانے کی صورت نکالوں گا معاً انہوں نے کہا کہ شیخ الاسلام ان دنوں اپنے وطن مالوف کچھوچھہ مقدسہ میں ہیں اگر ان سے رابطہ ہوجائے تو اس کی حصولیابی جلد سے جلد ممکن ہوجائے گی، پھر انہوں نے کہا کہ آپ میرے فون کا انتظار کیجیے۔تھوڑی دیر کے بعد مولانا نے کہا کہ شیخ الاسلام کا موبائل نمبر ایس ایم ایس کر رہا ہوں آپ ان سے بات کر لیجیے وہ آپ کے فون کا انتظار کر رہے ہیں۔ میں نے مرسلہ نمبر ڈائل کیا، گھنٹی ہوئی اور پھر وہی آواز وہی طرز تخاطب وہی لہجہ جو میرے حافظہ میں محفوظ تھا، فردوس گوش بن گیا، مجھے بالکل ہوش نہیں رہا کہ میں ایسی شخصیت سے ہم کلام ہوں، جس کے آگے بالاؤں کی بالائی اور

داراؤں کی دارائی سرنگوں ہے، علما ومشائخ اور فضلائے وقت جس کے آگے زانوئے ادب تہ کرتے ہیں، مگر میرے لیے زمانہ طالب علمی کی اس فضا سے باہر نکلنے کا کوئی جواز نہیں تھا جو میری علمی وادبی زندگی سے عبارت تھی۔ میں نے واضح طور پر محسوس کیا کہ شیخ الاسلام نے بھی اپنے عہد رفتہ کو آواز دے لی تھی اب وہ عالم خیال میں ۶۵ سے زائد کے نہیں بلکہ ۲۲ سے کم عمر کے تھے اب کیا کہوں میرا کیا حال تھا:

لب گزیدی و من از ذوق فتا دم مدہوش
باتو ایں کیفیت بادہ ندانم کہ چہ کرد

ورنہ حال دیگراں تو یہ ہے کہ جب منازل ترقی طے کر کے بام عروج پر پہنچ جاتے ہیں تو زمین کی شئ مرئی بہت چھوٹی نظر آنے لگتی ہے۔میرا برسوں کا ساتھ ایک ایسے قائد ملت سے رہا ہے جو پارلیمنٹ کے رکن کیا ہوئے، انہیں ہر کس وناکس بونا نظر آنے لگا، ایک دن انہیں کے حسب حال یہ دو شعر ارتجالاً کہہ کر میں ان کی میز پر رکھ آیا:

ہم بہت چھوٹے نظر آنے لگے
اتنا اونچا آپ کا سر ہوگیا
بڑھتے بڑھتے اک طلسم معصیت
قد آدم کے برابر ہوگیا

سنا تھا کہ مولانا نے ان اشعار کا مخاطب کسی اور کو سمجھ کر خوب داد دی تھی۔

ہاں تو میں نے مدنی میاں سے کہا کہ جام نور میں میری تحریریں چھپتی رہتی ہیں، ممکن ہے کبھی کبھی آپ کی نظر سے۔۔۔ابھی جملہ پورا نہیں ہوا تھا کہ ارشاد ہوا ’’ممکن نہیں واقع ہے اور کبھی کبھی نہیں یہی ایک رسالہ ہے جسے میں اول سے آخر تک پڑھتا ہوں‘‘۔ پہلے جملے میں میرے لفظ ’’ممکن‘‘ کو انہوں نے واقع سے بدل کر جو معنویت پیدا کر دی اس کی بلاغت کو کچھ وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جن کے ذہنوں میں ممکن ممتنع اور واجب کی اصطلاح محفوظ ہوگی، ممکن کے دونوں برابر کے پہلوؤں میں لفظ ’واقع‘ نے جو ایک طرف کا پلہ جھکا دیا ہے اور چار حرفی لفظ (واقع) نے شرر مصباحی کی جو حوصلہ افزائی فرمائی ہے اس کے لیے اس بندۂ آثم کے پاس تشکر کے الفاظ نہیں ہیں اور دوسرے جملے نے تو ماہنامہ جام نور کی مقبولیت اور معتبریت پر گویا مہر لگا دی ہے، شیخ الاسلام

والمسلمین کے اس دوسرے جملے کو کل الصید فی جوف الفراء کی روشنی میں ملاحظہ کیا جانا چاہیے۔

آگے ارشاد ہوا ''ماشاء اللہ آپ نے بہت ترقی کی ہے''۔ یہ جملہ سن کر میری آنکھ بھر آئی کاش اس کی جگہ حضرت نے دعائیہ جملہ استعمال کیا ہوتا جو میری ترقی کا ضامن ہوتا۔ کہاں مدنی میاں، حضور محدث اعظم کی تربیت، حضور حافظ ملت کی خصوصی توجہ اور اپنی سعی مشکور سے شیخ الاسلام والمسلمین کے عرش پر متمکن اور کہاں شرر مصباحی، خاک افتادہ علائق دنیا میں گرفتار کبھی دم بھر جست لگانے کی جرات بھی کی تو نتیجہ معلوم:

دی سروبقد تو تحشم می کرد
تقلید قد تو پیش مردم می کرد
شد تند نسیم، لالہ سر جنبا نید
خندید گل، غنچہ تبسم می کرد

سید التفاسیر کا ذکر آیا تو ارشاد ہوا ''مبارک پور سے کوئی کچھوچھہ آئے تو ہاتھ کے ہاتھ لے جائے اور لکھنؤ سے حاصل کرنے میں سہولت ہو تو عربی میاں یہاں بھجوادوں''۔ ساتھ ہی یہ خوشخبری بھی ملی کہ سید التفاسیر کے تین حصے شائع ہو چکے ہیں۔

ہاں تو میں طالب علمی کے دور کی بات کر رہا تھا، مدنی میاں ہم سے ایک جماعت اوپر کے طالب علم تھے، ان کی جماعت کے دیگر ذہین طلبہ میں (مولانا) مشہود رضا خان ابن شیر بیشۂ اہل سنت اور (مولانا) محمد نعمان خاں وغیرہ تھے اور میں (مولانا) ثناء المصطفٰی امجدی ابن صدر الشریعہ اور (مولانا) عبد القدوس مصباحی وغیرہ کا ہم سبق تھا، مدنی میاں اپنی جماعت کے طلبہ میں کئی اعتبار سے منفرد تھے، کم گو تھے، کام سے کام رکھتے تھے، طلبہ کی باہمی مناقشات سے دور رہتے تھے، اپنے کمرے میں دیوار پر اپنے مشاغل کا نظام الاوقات چسپاں کر رکھا تھا، جس پر وہ سختی سے عامل تھے، اس کا ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ دوسرے طلبہ ان اوقات میں تضیع اوقات نہیں کرتے تھے، بلکہ گمان غالب ہے کہ اسی مصیبت سے چھٹکارا پانے کے لیے یہ حکمت عملی اختیار کی گئی تھی، مدرسہ کے اوقات درس سے فارغ ہو کر ہم بالعموم مولانا شمس الحق صاحب (استاذ فارسی) کی درسگاہ میں جمع ہوتے، مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی، طبعی مناسبت کی وجہ سے میں انہیں حضرات کے ساتھ زیادہ وقت گذارتا۔ مشہود رضا خان اور نعمان خاں کے مزاج میں حدت تھی، ایک دن نعمان

خاں نے کہا کہ علامہ شبلی نعمانی کی تحریروں میں جو فصاحت، سلاست اور روانی ہے وہ اعلیٰ حضرت کی تحریروں میں نہیں ہے، یہ سننا تھا کہ مشہود رضا خان آپے سے باہر ہو گئے، آسمان سر پر اٹھا لیا، بڑی مشکل سے معاملہ رفع دفع ہوا، انہیں کے ساتھیوں میں صبیحہ ضلع بارہ بنکی کے قاری شبیر احمد تھے، بالکل گائے تھے، مدنی میاں وغیرہ جب مزاحیہ موڈ میں ہوتے تو یہی حضرت تختۂ مشق بنتے، مگر کبھی خفگی کے آثار ان کے چہرے سے ظاہر نہیں ہوتے۔

ایک دن نعمان خاں نے کہا، علامہ اقبال سہیل کا کلام ہر اعتبار سے اصغر گونڈوی کے اشعار سے فصیح وبلیغ ہے۔ میں نعمان خاں کی بات سے متفق نہیں تھا، بحث ہوتی رہی معاملہ علامہ نیاز فتحپوری کے کورٹ میں پہنچا، یہ خط میری تحریر میں نعمان خاں کا ڈکٹیٹ کرایا ہوا تھا، ہفتہ عشرہ کے بعد نیاز صاحب نے اسی خط کو اس ریمارک کے ساتھ واپس کر دیا کہ اقبال سہیل اصغر گونڈوی سے زیادہ پڑھے لکھے تھے لیکن اصغر گونڈوی کے کلام میں سہیل سے زیادہ تغزل پایا جاتا ہے، یہ خط میرے پاس محفوظ ہے۔ نعمان خاں زمانۂ طالب علمی میں بڑے گرم جوش تھے، اپنے گروپ کے لیڈر تھے۔ وقت گذرتا گیا، ان میں تبدیلیاں آتی گئیں، سیئات حسنات میں تبدیل ہوتے رہے اور آخر عمر میں تو کہا جاتا ہے کہ وہ مرتبۂ ولایت پر فائز ہو گئے تھے، رحمۃ اللہ علیہ۔ یہی حال میرے ہم سبق (مولانا) ثناء المصطفٰی کا بھی تھا وقت کے ساتھ ساتھ نیک سے نیک تر ہوتے گئے۔ تقوی شعار دنیا بیزار، رحمۃ اللہ علیہ۔

ہمارے دور طالب علمی میں ہر جمعرات کو نماز عشاء کے بعد مشقی جلسہ ہوا کرتا تھا تا کہ طلبہ کی جھجھک دور ہو اور خطابت میں ملکہ پیدا ہو، یہ پروگرام اشرفیہ کے کسی نہ کسی استاد کی نگرانی میں ہوتا تھا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے مدنی میاں نے کسی ایک پروگرام میں بھی حصہ نہیں لیا۔ کبھی شرکت کی بھی تو شدت سعال وغیرہ کا عذر کر کے بیٹھ رہے، قاری محمد یحیٰ صاحب کو اس کی خبر ہوئی تو انہیں بڑا دکھ ہوا، حضور محدث اعظم سالانہ جلسہ میں تشریف لائے تو قاری صاحب نے ان سے عرض کیا کہ حضور ایک بات کہنا چاہتا ہوں اسے شکایت پہ محمول نہ فرمائیں، محدث اعظم نے فرمایا کہیے، شکایت بھی ہوگی تو سنی جائے گی، قاری صاحب نے عرض کیا کہ شہزادے مشقی جلسہ میں شرکت نہیں کرتے جس کا مجھے دکھ ہے۔ محدث اعظم نے فرمایا ''میاں مچھلی کے بچے کو تیرنا نہیں سکھاتے''

آج جب میں اس جملے کو یاد کرتا ہوں تو محدث اعظم کا یہ قول پیش گوئی کی صورت میں نظر

آتا ہے۔دنیا جانتی ہے کہ اشرفیہ سے فراغت کے بعد مدنی میاں نے اپنی خطابت کا لوہا بڑے بڑے سحبان وقت سے منوالیا۔

مدنی میاں زمانۂ طالب علمی میں بھی شعروسخن کا بڑا ستھرا ذوق رکھتے تھے۔مبارک پور کے مشاعروں میں بالخصوص بکھری کی بزم مقاصدہ میں اکثر اپنا کلام پڑھواتے تھے، یہ مقاصدہ طرحی ہوتا تھا، حضرت مولیٰ علی کے یوم پیدائش ۱۳ رجب کے موقع پر یہ بزم حکیم عبدالمجید کی نگرانی میں منعقد ہوتی تھی، مدنی میاں کا کلام سید احمد حسین کوثر (برادر خورد اشرف العلماء) اور میرا کلام سید رئیس احمد (جو ان دنوں رائے پور میں ہیں) یا نذیر احمد قوال مبارکپوری پڑھتے تھے، احیاء العلوم مکتب فکر کے مولانا محمد عثمان ساحر مبارک پوری کا کلام امتیاز احمد اعظمی (جو ساغر اعظمی کے نام سے شہرت کے حامل ہوے) پڑھتے تھے، ایک سال کا مصرع طرح تھا:

دل مرا شمع رخ حیدر کا پروانہ بنا

اس بزم مقاصدہ کا سہرا مدنی میاں کے سر رہا، ان دنوں سب سے زیادہ توجہ تضمین پر دی جاتی تھی، مجھے مدنی میاں کی تضمین یاد نہیں رہی، اتنا یاد ہے کہ موضع املو کے میر صاحب جو غالب کے نوحہ گر (مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں) کی طرح دادگر تھے، وہ شعر سن کر ہاتھ اٹھا اٹھا کر گلا پھاڑ کر داد دیتے ہوے اسٹیج کی طرف کھسکتے جاتے، حاضرین ان سے اچھی طرح واقف تھے، ان کے لیے طوعاً یا کرہاً گنجائش پیدا کرتے جاتے اور تھوڑی دیر میں وہ اسٹیج کے قریب پہنچ جاتے، اس دن بھی ایسا ہی ہوا، مدنی میاں کا کلام پڑھا جارہا تھا، وہ املو سے آگئے، ایک کنارے بیٹھے رہے اور اچک اچک کر داد دیتے دیتے ابھی کلام ختم نہیں ہوا تھا کہ آپ اسٹیج کے قریب پہنچ گئے۔

غالباً ۱۹۵۹ء کی بات ہے میرے خوش عقیدہ پڑوسی جناب محمد احمد صاحب کے ایک رشتے دار تازہ تازہ دارالعلوم دیوبند کی ہوا کھا کر آئے تھے، طبیعت باڑھ پر تھی، یہ جہانا گنج کے رہنے والے تھے رسمی تعارف کے بعد انہوں نے علم غیب رسول کی بحث چھیڑ دی آیات واحادیث سے نفی علم غیب کے دلائل پیش کرنے لگے، میں نے جواب دینا شروع کیا محمد احمد صاحب نے کہا کہ اس طرح کی بحث سے تلخی بڑھنے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا، سوال جواب تحریری ہونا چاہیے، صاحب خانہ کی اس بات سے ہم دونوں نے اتفاق کیا، میں نے کہا کہ میں چند سوالات حفظ الایمان کے تعلق سے مرتب کرتا ہوں، آپ جواب لکھ کر محمد احمد صاحب کے یہاں بھجوادیں، انہوں نے کہا کہ

سوال کی ابتدا میری طرف سے ہوئی ہے، اس لیے سوالات میں مرتب کروں گا۔ میں نے کہا چلیے یوں ہی سہی، پھر انہوں نے پانچ چھ سوالات کی فہرست مرتب کر کے مجھ سے کہا کہ اس کا جواب تحریر کر کے محمد احمد صاحب کو دے دیجئے۔ یہ مجھ تک پہنچادیں گے۔ میں نے وہ رقعہ مدنی میاں کو دکھایا، انہوں نے سوالات کے مدلل جوابات تحریر کیے، میں نے محمد احمد صاحب کے ذریعے یہ تحریر جہانا گنج بھجوادی، دس پندرہ دنوں کے بعد جواب آگیا، میں نے وہ جواب مدنی میاں کی خدمت میں پیش کیا، اب کے جواب الجواب کے ساتھ کچھ سوالات قائم کر کے حریف کو دفاعی پالے میں لا کھڑا کیا گیا پھر ادھر سے کوئی جواب نہیں آیا، مدنی میاں نے کہا کہ مناظرے میں دفاعی پوزیشن میں نہیں رہنا چاہیے، اب جو انہیں اپنا دفاع کرنے پر مجبور کر دیا گیا تو وہی ہوا جس کی امید تھی۔

انہیں دنوں فارسی کی درس گاہ میں ہم بیٹھے ہوے تھے کسی نے کہا کہ ملاحسن کو کتنی طرح سے پڑھا جاسکتا ہے، ایک نے کہا ملاحسن (مُلا حُسن) دوسرے نے کہا ہمزہ کا شمار اعداد میں نہیں ہوتا، اس کو ملاءِ حسن بھی پڑھا جاسکتا ہے (ملئاِ حُسن) مدنی میاں نے اپنے ایک ساتھی کو مخاطب کر کے کہا ملاحسن (مَلّا ح سُن)۔

مدنی میاں کا خط تحریر زمانہ طالب علمی میں بھی بڑا ستھرا تھا، انار دانہ کی طرح ہر لفظ علاحدہ علاحدہ صاف صاف نظر آتا تھا۔ ایک دن فارسی کی درسگاہ میں بیٹھے بیٹھے انہوں نے کئی طرح سے اپنا نام لکھا، ان میں سے ایک دستخط ایسا تھا جس سے چڑیا کی مبہم شکل بن گئی تھی یہ ''سید محمد مدنی اشرفی'' سے بنی تھی، چڑیا کے پر، بازو، سر، آنکھیں، ٹانگیں غور کرنے پر سب کی جھلک محسوس ہوتی تھی، میں نے کہا میرے نام کا بھی ایسا ہی خاکہ بنا دیجیے، انہوں نے بادنی تامل اسی سے ملتا جلتا خاکہ بنا دیا، جن لوگوں نے مدنی میاں کے دستخط دیکھے ہوں گے وہ آج بھی ان کے دستخط میں ''دھڑ'' دیکھ سکتے ہیں، سر آنکھیں اور ٹانگیں جو پہلے خاکے میں محسوس کی جاسکتی تھیں، یہ سب کچھ بطور تفنن تھا، جو عادی دستخط میں باقی نہیں رہا۔

حضور محدث اعظم ہند جب دارالعلوم اشرفیہ کے سالانہ جلسے میں تشریف لاتے جو سالانہ امتحانات کے بعد ہوا کرتا تھا تو بالعموم خانوادے کے طلبہ کو بلا کر ان کا حال معلوم کرتے، ایک بار جلسہ کے موقع پر تشریف لائے، امتحان ختم ہو چکا تھا، مدنی میاں سے پوچھا، امتحان کیسا رہا؟ عرض کیا اچھا رہا، ارشاد ہوا امتحان کس نے لیا؟ عرض کیا قاضی شمس الدین صاحب نے، یہ سن کر

محدث اعظم ایک دم سنجیدہ ہوگئے، فرمایا میاں قاضی شمس الدین صاحب نے امتحان لیا اور آپ کہتے ہیں اچھا رہا؟ قاضی صاحب اگر اپنی سطح سے امتحان لینے پر آجائیں تو سید محمد کو فیل کردیں۔ اگرچہ یہ محدث اعظم کا قاضی صاحب کے لیے نثر میں قصیدہ تھا لیکن پھر بھی اس جملے کے ہر بن مو سے قاضی صاحب کی عظمت علم کا اعتراف ٹپکتا ہے۔

ایک سالانہ جلسہ میں محدث اعظم تشریف لائے فارسی کی درسگاہ میں تشریف فرما تھے، خدمت والا میں مدنی میاں، احمد میاں، سعید احمد، ملیح اشرف اور فہیم اشرف کے ساتھ میں بھی حاضر تھا۔ حضرت اقدس نے فرمایا ایک پہیلی بوجھو تو جانیں ''وہ کون سا چار حرفی لفظ ہے کہ ایک حرف کم کرنے پر چار باقی رہے''؟ اپنے پلے تو پڑا نہیں، مدنی میاں بھی غور وفکر کی منزل سے آگے نہیں بڑھ سکے کہ احمد میاں نے کہا حضور یہ لفظ ''چادر'' ہوسکتا ہے، یہ جواب سن کر محدث اعظم کا چہرہ کھل اٹھا اور ڈھیر سی دعائیں دیں۔

یادش بخیر! آج لگ بھگ اڑتالیس برس ہوگئے سوچتا ہوں مدنی میاں نے زمانۂ طالب علمی میں جس توجہ اور انہماک سے تحصیل علم کی اور بزرگوں کی دعائیں ان کے شامل حال رہیں اسی کا ثمرہ ہے کہ آج وہ شیخ الاسلام والمسلمین کی حیثیت سے علمی دنیا میں پہچانے جاتے ہیں، وہی علم و فضل کا نور جو عہد طفلی سے جبین سعادت میں پنہاں تھا، ظاہر ہوکر پوری دنیا کو اجالا بانٹ رہا ہے۔

می تافت ستارۂ بلندی



حضرت علامہ مفتی فیض الرحمٰن

دار العلوم اہل سنت مدار ٹیکری، اشرف نگر جبلپور، ایم۔ پی

شیخ الاسلام کی صحبت میں بیتے لمحات

دنیا میں ہر زمانہ میں ایسے علماء عاملین وصلحاء کاملین رہے ہیں جن کی زندگی کا ہر گوشہ تابناک رہا ہے۔ ظاہر اعمال صالحہ واخلاق حمیدہ سے مہذب ہے تو باطن اخلاق ردیہ سے پاک وصاف۔ ان کا ظاہر و باطن یکساں ہوتا ہے۔ عالم باعمل عامل بالسنہ ہوتے ہیں۔ یہی وہ علماء علماء عاملین ہیں جن کے لیے دریاؤں میں مچھلیاں اور سوراخوں میں چیونٹیاں، چرند و پرند دعا کرتے ہیں۔ ان ہی کی وجہ سے بارش دی جاتی ہے، مخلوق کو رزق دیا جاتا ہے۔ ان کی شہرت عامہ ان کی محبوبیت کی دلیل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی نعمتوں اور کرامتوں سے نوازتا ہے۔ خلق خدا ان کی طرف کشاں کشاں دوڑی چلی آتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ان الذین امنوا وعملوا الصالحات سیجعل لھم الرحمٰن ودا کے مصداق ہوتے ہیں۔

ان ہی نفوس قدسیہ میں سے عصر حاضر کے محقق علی الاطلاق سید المفسرین ماہر کلیات و جزئیات شیخ الاسلام والمسلمین علامہ مفتی الحاج الشاہ سید محمد مدنی میاں مدظلہ العالی لصحۃ وسلامتہ کچھوچھوی کی ذات بابرکات ہے جن کی ذات کا ہر گوشہ قابل تقلید ونمونۂ عمل ہے۔

شیخ الاسلام کا لقب مبنی برحقیقت ہے اس لیے کہ اہل علم کے نزدیک شیخ اس کو کہتے ہیں جو علم وفضیلت ومرتبت میں بڑا ہو۔ شیخ الاسلام کی علمی مقام کی بلندی کے ملک و بیرون ملک کے تمام اہل علم معترف ہیں۔ آپ کی تقریر یا تحریر کا ہر جملہ جچا تلا ہوتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جملے کے صرف مالہٗ پر نگاہ نہیں رکھتے ہیں بلکہ ماعلیہا پر بھی نگاہ رکھتے ہیں۔ میں نے انہیں 1958ء سے قبل جانا تھا۔ کیونکہ میں اسی سال مارچ میں مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم ماچھی پور ضلع بھاگلپور میں طلبہ کی خدمت پر مامور ہوا تھا۔ لیکن میں نے انہیں اس وقت پہچانا جب کہ وہ بھاگلپور ضلع کے ایک مشہور گاؤں راجپور میں طالب علمی کے آخری دور غالباً 1960ء میں مدعو ہوئے تھے۔ اپنے شفیق استاد امام معقولات و منقولات علامہ حضرت مولانا محمد سلیمان اشرفی بھاگلپوری کی معیت میں بیل گاڑی پر سوار ہوکر ان کی محفل میں شریک ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ موضوع سخن آیت

کریمہ ''ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح''کو بنایا تھا۔ پھر علم غیب مصطفی ﷺ کو آیہ
کریمہ کی روشنی میں اس طرح مدلل بیان فرمایا کہ سامعین کی عقلیں دنگ رہ گئیں۔ میں نے احباب
سے کہا کہ یہ بہت جلد اپنے والد گرامی شہرۂ آفاق عارف باللہ سید محمد محدث اعظم ہند کی جگہ لے لیں
گے اور وہی ہوا کہ دیکھتے ہی دیکھتے علم وآگہی کے منصب جلیل پر فائز ہو گئے۔

اس مجلس کی صدارت سیدی وسندی ومرشدی قدوۃ الواصلین علامہ مفتی الحاج الشاہ سید محمد مختار اشرف اشرفی الجیلانی سرکار کلاں نے فرمایا تھا۔ بعد اختتام حضرت سرکار کلاں مسکرائے اور دعائیں دیں۔ اس کے بعد بھاگلپور ہی کے ایک مشہور گاؤں ماچھی پور تشریف لے گئے۔ مدرسہ میں محفل کا انعقاد ہوا۔ شیخ الاسلام مدظلہ العالی نے موضوع سخن ''قل انما انا بشر مثلکم''کو بنایا تھا۔ اس سے پہلے میں نے مذکورہ آیت کریمہ پر متعدد بار تقریریں سنی تھیں لیکن بالکل نیا بیان اور انداز بیاں علمی نکات سے بھرپور جو کبھی سننے میں نہیں آیا تھا آج سننے میں آیا، عام فہم ہونے کے ساتھ اہل علم کے لیے نہایت معلومات خیز باتیں تھیں۔

مطالعہ کا وقت:

ماچھی پور میں میرے شفیق مشفق استاد حضرت مولانا الحاج محمد سلیمان صاحب کے یہاں دعوت تھی بعد ناشتہ جاڑے میں دھوپ سینکنے کے لیے بیٹھے ہوئے تھے۔ دوران گفتگو میں نے پوچھا حضور سال بھر جلسوں میں شرکت سے فرصت نہیں ملتی آپ کتب بینی کب کرتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا:''سال میں تین مہینہ جلسوں میں شرکت نہیں کرتا ہوں۔ رجب، شعبان اور رمضان ان تین مہینوں میں جو دعوتی خطوط آتے ہیں بغیر پڑھے ہوئے ایک طرف رکھ دیتا ہوں اور اپنے مطالعہ میں مشغول ہو جاتا ہوں۔ عید کے بعد ان تمام خطوط کو پڑھتا ہوں۔ بہتوں کا وقت گذر گیا ہوتا ہے اور بعض وہ جو عید کے بعد مہینوں میں دعوت ہوتی ہے اس کو جواب دے کر شرکت کرتا ہوں''۔

قوالی نہ سننے کی وجہ:

ایک دفعہ حاجی مجتبی مرحوم ماچھی پور کے دروازہ پر بعد ناشتہ دھوپ میں باہر بیٹھے ہوئے تھے کہ حاجی صاحب نے اچانک سوال کیا کہ آپ قوالی کا شوق نہیں رکھتے؟ آپ نے جواب دیا کہ:'' میں نے دنیاوی اور اخروی دونوں حیثیت سے اس پر غور کیا تو میں نے کسی حیثیت سے اس کو اپنے لیے مفید نہیں پایا پھر وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ''!!

شوگر کے مریض کا لطیفہ:

حاجی کلام صاحب ماچھی پوری کے یہاں دعوت تھی۔ دوسری جگہ کی ایک مجلس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک مجلس میں شوگر (چینی) کے مریضوں کا ذکر ہوا تو ایک مولانا صاحب نے فرمایا: کہ حضور! شوگر کے مریض ضرور جنت میں جائیں گے آپ نے پوچھا کہ کیسے؟ تو مولانا صاحب نے جواب دیا کہ قرآن کہہ رہا ہے: واما من خاف مقام ربّه و نهى النّفس عن الهوىٰ فان الجنّة هى الماوىٰ. اور ظاہر بات ہے کہ شوگر کے مریض سے زیادہ خواہشات نفسانی کو روکنے والا کون ہوگا! سب لوگ ہنس پڑے اور داد دینے لگے۔

احترام علماء:

چونکہ آپ کے علم کے مقام اور اس کی فضیلت ومرتبت سے بخوبی واقف ہیں اس لیے آپ اہل علم کی بہت قدر کرتے ہیں۔ آپ کی مجلس میں اگر علماء کی جماعت ہوتی ہے تو آپ صرف ان لوگوں سے مخاطب ہوتے ہیں دوسرے لوگ خواہ کروڑ پتی کیوں نہ ہوں ان کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہوتے۔ علمی مباحثہ ومذاکرہ کو بہت پسند کرتے ہیں۔ علمی مذاکرہ کے درمیان اگر کوئی مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہے تو سخت ناراض ہوتے ہیں پھر بعد میں اس کے سوال کا جواب دیتے ہیں۔ سیاسی گفتگو سے دلچسپی نہیں رکھتے اگر کوئی کرتا ہے تو صرف سن لیتے ہیں۔

تواضع وانکساری:

تواضع وانکساری ایسی کہ بقول عزیز محترم مولانا سیف خالد اشرفی ماچھی پوری ''احمد آباد میں حضرت جب جمعہ کی نماز کے لیے باہر نکلتے ہیں تو ہر طرح کی سواریاں کار وغیرہ موجود ہوتی ہیں مگر آپ آٹو رکشہ پر سوار ہو کر جمعہ کی نماز ادا کرنے تشریف لے جاتے ہیں''۔

خلوت نشینی:

آپ کی طبیعت تنہائی پسند واقع ہے مطالعہ کا شوق ہمیشہ رہا اور آج تک ہے۔ ابراہیم پور ضلع بھاگلپور کے جلسہ میں مدعو تھے اور بھی مشائخ کرام تھے سبھوں سے شرف ملاقات حاصل ہوئی مگر آپ کو خصوصی مجلس میں نہ دیکھ کر جستجو ہوئی، کسی سے پوچھا تو بتایا کہ دوسری طرف فلاں کمرہ میں ہیں۔ اس طرف گیا تو اندھیرا تھا، کمرہ بھی اندھیرا اور باہر کا برآمدہ بھی اندھیرا۔ لوٹ کر چلا آیا پھر کسی سے پوچھا تو انہوں نے بھی وہی پتہ بتایا میں نے کہا وہاں تو اندھیرا ہے اگر وہ ہوتے تو روشنی

ہوتی اس نے کہا کہ اندھیرے میں تنہا بیٹھے ہوئے ہیں وہ بھیڑ بھاڑ کو پسند نہیں کرتے۔ میں وہاں گیا کنواڑ کا ایک پٹ کچھ کھلا ہوا تھا میں ہمت کر کے اندر گیا تو دیکھا اندھیرے میں تنہا بیٹھے ہوئے ہیں۔ سلام ودست بوسی کے بعد میں نے پوچھا تو فرمایا کہ تنہائی میں سکون محسوس ہوتا ہے۔ کچھ دیر رہ کر میں چلا آیا۔

آپ سے ملنے کا وقت متعین ہے، عصر ومغرب کے درمیان۔ اگر علماء میں سے کوئی آ گئے تو مغرب کی نماز کے آدھ پون گھنٹہ بعد ملاقات کا موقع دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ دن ورات کے کسی حصہ میں عام ملاقات نہیں ہوتی۔ زیادہ تر اوراد ووظائف یا تصنیف وتالیف کے کام میں مشغول رہتے ہیں۔

تصانیف:

مختلف علوم وفنون پر 20 سے زائد آپ کی تصانیف ہیں۔ ان میں نمایاں تصنیف آپ کے والد بزرگوار حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کا ترجمۂ قرآن ''معارف القرآن'' کی تفسیر ''سید التفاسیر المعروف بہ تفسیر اشرفی'' ہے۔ احمد آباد میں ملاقات کے وقت آپ نے 3 پارہ کی ایک جلد تفسیر اپنے دست اقدس سے نوازش فرمایا تھا، باقی جلدیں فاضل بغداد علامہ سید حسن عسکری میاں صدر المدرسین دار العلوم اہل سنت مدار ٹیکری جبل پور نے عنایت فرمایا جو حضرت شیخ الاسلام کے فرزند آغوشی اور ولیعہد سجادہ آستانۂ محدث اعظم ہند ہیں۔ پہلے 3 پاروں کی تفسیر کے مطالعہ سے میں نے محسوس کیا کہ واقعی یہ سید التفاسیر ہے۔ اس لیے کہ جب کسی ذات کی صفت اس کے نام سے ظاہر ہوتی ہے تو کہا جاتا ہے یہ 'اسم بامسمّٰی' ہے۔ تفسیر اشرفی بلا مبالغہ سید التفاسیر اسم بامسمی ہے۔ اس لیے کہ کسی قوم کا سید (سردار) وہ ہوتا ہے جو عوام وخواص سب کے لیے نفع بخش ہو۔ تفسیر اشرفی واقعۃً سب کے لیے مفید ونفع بخش ہے۔

اس کی بڑی خصوصیت جو اور تفسیروں سے اس کو ممتاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ مفسر علامہ شیخ الاسلام نے کلمہ یا جملہ کے معنی کو مختلف عام فہم جملوں میں تعبیر کیا ہے جس سے ہر اردو داں کے لیے سمجھنا آسان ہو گیا، کوئی نہ کوئی جملہ اس کے ذہن کو ضرور روشن کر دے گا۔

یہی مابہ الامتیاز خصوصیت ہے۔ تفسیری جملے کی ترجمے سے مناسبت پر غور کیا تو میں نے محسوس کیا کہ تفسیر اشرفی کا ہر مطالعہ کرنے والا آسودگی محسوس کرے گا۔

قومی وفلاحی خدمت:

حضرت شیخ الاسلام نہ صرف خانقاہی نظام اور اس کے مقاصد سے دلچسپی رکھتے ہیں بلکہ قوم مسلم کی زبوں حالی، افلاس وغربت اور اس سے پیدا ہونے والی برائیوں سے بہت زیادہ آپ کا دردمند دل متاثر ہوتا ہے۔ اس کے نتیجے میں ''محدث اعظم مشن'' قائم کیا جس کا مقصد صرف اور صرف قوم مسلم کی فلاح وبہبودی ہے۔

حضرت شیخ الاسلام کی ذہن ساز شخصیت دنیاداروں کی بھی اصلاح کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور ان کی متکبرانہ بے وقوفی کی طرف انہیں متنبّہ کرتی ہے۔۔۔ فرماتے ہیں ؎

چاند کی رفعت کو چھو لینا کہاں کی عقل ہے
عقل یہ ہے کہ چاند کو خود اپنا دیوانہ بنا

ایک درخت کے ہم مالک ہیں اگر ہم اس کو کسی ضرورت کے تحت کاٹیں تو یہ کونسا کمال ہے! کمال یہ ہے کہ جب ہم اس کو بلائیں تو ہمارے پاس آ جائے، اشارہ کر دیں تو چاند اپنا سینہ چاک کر دے جیسا کہ ان کی (سائنس داں) تحقیق ہے کہ جب ہم چاند پر پہنچے تو دو حصوں میں بٹا ہوا پایا۔ ڈوبنے کے بعد ہم سورج سے کہیں کہ لوٹ آ تو بلا تاخیر لوٹ آئے۔

آپ کے لیل ونہار کا مطالعہ کرنے والے آپ کے ذکر وفکر وعلمی مقام اور اشغال واعمال کو بخوبی جانتے ہیں جسے آپ اس مجلّہ کے مطالعہ سے معلوم کریں گے۔

میں یہاں پر آپ کی صحبت کے مزید چند بیتے لمحات کی یاد تازہ کر رہا ہوں جس میں آپ نے علم وحکمت کے پھول برسائے ہیں، ممکن ہے اہل علم کے لیے معلومات افزا ثابت ہو۔

ماچھی پور کی ایک علمی مجلس میں گفتگو کا خلاصہ:۔

ابن تیمیہ کے بارے میں:۔

میں نے حضرت سے پوچھا ابن تیمیہ کیسا آدمی تھا؟

آپ نے فرمایا ابن تیمیہ ایک متبحر، قابل، متقی وپرہیزگار عالم تھا۔ علم وتقویٰ میں مشہور زمانہ ہو گیا تھا، دور دور تک اس کی شہرت ہو گئی تھی۔ ابتداء وہ حنبلی مسلک کا مقلد تھا مگر شیطان نے ورغلایا، اس کو اپنا اشتہار سوجھا یعنی مستقل وہ ایک مجتہد کی حیثیت سے جانا جائے اس نے تقلید کا انکار کر دیا، خود مسائل کا استنباط کرنے لگا اور بہت سارے مسائل کو شرک وبدعت کے خانے میں

ڈال دیا اور اپنے کو ''سلفی'' مشہور کیا یعنی ہم سلف کے طریقے پر چلنے والے ہیں ہم کسی کی تقلید کو روا نہیں رکھتے۔اسی لیے ان کے ماننے والے اپنے کو سلفی کہتے ہیں حالانکہ یہ بھی تقلید ہے۔

اس کے بارے میں ملا علی قاری علیہ الرحمہ وغیرہ نے جو توصیفی کلمات کو نقل کیا ہے اس کی ابتدائی حالات کو نقل کرنے والے کا قول ہے۔بعد میں جب اس کی حالت بگڑ کر مستحبات و مباحات، زیارت قبور پر شرک و بدعت کا فتویٰ دینے لگا تو اس وقت کے علماء کرام اس کی مذمت کرنے لگے ان کا بھی قول مستند کتابوں میں مسطور ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کے بارے میں متضاد اقوال کتابوں میں ملتے ہیں۔دونوں طرح کے قول اپنے اپنے وقت کے لحاظ سے صحیح ہیں۔اس لیے کہ جس نے اپنے دور میں اس کو جیسا پایا لکھ دیا۔

''بنی ہوئی سڑک چھوڑ کر نیا راستہ اختیار کرنا خطرہ سے خالی نہیں''۔اس لیے کہ نیا راستہ بنانے میں کہیں گر پڑے گا، کانٹوں سے الجھے گا۔ابن تیمیہ نے یہی کیا اس لیے گمراہ ہوگیا۔

سنی عوام کا حال:

سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا میں نے ایک اصطلاح بنائی ہے،

ظلمات دو (۲) قسم کے ہیں۔ایک ''ظلمات شیطانی'' دوسرا ''ظلمات نورانی''۔عقائد باطلہ ظلمات شیطانی ہیں کفر وشرک وغیرہ۔

ظلمات نورانی یہ ہے کہ عقائد تو صحیح ہیں لیکن فرائض وواجبات سے غافل ہو کر فروعات اور غیر ضروری کاموں میں منہمک ہونا۔اس وقت سنی عوام کا یہی حال ہے۔عقائد صحیحہ نورانی (نور) ہیں لیکن ان کے اعمال ظلماتی ہیں۔منع کرنا بھی مشکل ہے! اگر کہیے تو فوراً کہہ دینگے یہ دیوبندی ہے۔۔۔۔۔

چاند کا ثبوت خبر مستفیض سے:

رویت ہلال کے سلسلے میں گفتگو کرتے ہوئے سوال کیا گیا، یہ بتائیے کہ ایسا کون سا ذریعہ ہے جو نہ شہادت ہو نہ خبر لیکن یقین حاصل ہو جائے؟ مجمع کو خاموش دیکھ کر خود ہی فرمانے لگے: وہ ہے ''خبر مستفیض''۔یعنی مطلقاً خبر صدق و کذب کا احتمال رکھتی ہے لیکن خبر مستفیض علم یقین کا ذریعہ ہے۔اگر خبر مستفیض سے رویت ہلال کا ثبوت ہو جائے تو روزہ رکھنے یا توڑنے یعنی عید منانے میں

کوئی حرج نہیں کیونکہ اس سے رویت کا یقین حاصل ہو جاتا ہے کذب کا احتمال نہیں رہتا۔یعنی بذریعہ ٹیلیفون وغیرہ (موبائل) اتنی جگہوں سے خبر حاصل کیا جائے کہ سبھوں کو جھٹلانا ممکن نہیں۔
البتہ اس کے لیے ایک تنظیمی مرکز بنانا ہوگا جہاں علماء کرام کسی ایک کو قاضی مقرر کریں اور ان کی یہ ذمہ داری ہو کہ مثلاً پٹنہ سے متعدد جگہوں میں انتظام ہو کہ وہاں سے چاند ہونے نہ ہونے کی خبر بذریعہ فون قاضی حاصل کرے اور وہاں کے متعین لوگ عینی شہادت کی خبر فون سے دیں۔میرے نزدیک اس طرح عید منانے یا روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔

بزرگوں سے دعا کیسے لی جائے:۔

دعا کرنے کرانے کے سلسلے میں فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ حضور دعا کر دیجیے۔دیکھیے! ایک ہے دعا کرانا اور ایک ہے دعا دینا، دونوں میں فرق ہے۔دعا کرانا کوئی خاص بات نہیں، ہوسکتا ہے قبول ہو نہ ہو۔نہ چاہتے ہوئے بھی دعا کر دیا۔اور دعا دینا یہ ہے کہ اتنی خدمت اور دل جوئی کی جائے کہ مخدوم خوش ہو کر خود دعا دینے لگے تو وہ دعا قبول ہوتی ہے کیونکہ وہ دل سے نکلی دعا ہوتی ہے۔(ف)

اس میں راز یہ ہے کہ اللہ تعالی کے نیک بندوں کو جب کوئی خوش کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کی حاجت ومراد پوری کر کے اس کو خوش کر دیتا ہے خواہ وہ زبان سے کچھ نہ کہے۔

واقعہ:

موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا ''اے اللہ تو نے جنت میں میرا ساتھی کس کو بنایا ہے؟'' ارشاد باری ہوا کہ: محلہ میں فلاں قصاب ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شوق ہوا دیکھیں اس کے اندر کیا خصوصیت ہے۔دیکھا کہ ماں کی خدمت میں مصروف ہے۔اس کی والدہ فارغ ہو کر جب سونے چلی تو اس نے یہ دعا کیا کہ اے اللہ میرے بیٹے کو جنت میں موسیٰ کا ساتھی بنا۔روزانہ اس کا یہ معمول تھا۔

یعنی بیٹے کی خدمت سے اتنا خوش ہوتی کہ اس کے دل سے یہ دعا نکلتی۔معلوم ہوا کہ جس سے دعا لینا ہے اس کی اتنی خدمت و دل جوئی کی جائے کہ اس کے دل سے دعا نکلے، کہنے کی ضرورت نہیں۔

بدعت کسے کہتے ہیں؟

بدعات کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: بدعت کے دو اقسام، حسنہ وسیئہ، ملا علی قاری

وغیرہ علماء نے کیے ہیں۔ پھر حسنہ کے اقسام بیان فرمائے۔ میں نے اس سلسلہ میں ایک ضابطہ بنایا ہے جس سے طوالت میں جانے کی ضرورت نہیں۔ حدیث ''کل بدعۃ ضلالۃ'' میں 'بدعت فی العقیدہ' مراد ہے۔ کیونکہ آگے ضلالۃ فرمایا گیا ہے تو بدعت فی العقائد ضلالت ہے، 'بدعت فی العمل' معصیت ہے نہ کہ ضلالت۔ بدعت حسنہ کل سنت میں داخل ہیں۔

ضعیف احادیث کے اوراد ووظائف پر عمل:

آپ نے فرمایا: اوراد واشغال ووظائف مشائخ کرام زیادہ تر احادیث ضعیفہ ثابت ہیں۔ لیکن یہ حدیثیں سند کے اعتبار سے ضعیف ہیں نفس حدیث کے اعتبار سے نہیں۔ محدثین کرام نے ضعف وصحت کے معیار کے اعتبار سے جس راوی میں ضعف دیکھا اس کو ضعیف کہہ دیا۔ در حقیقت وہ حدیث صحیح ہے، وجہ یہ ہے کہ مشائخ صوفیہ کو بذریعۂ کشف بارگاہ رسالت سے براہِ راست اس کی صحت کا علم ہوا، انہوں نے اس کا معمول بنالیا۔ محدثین کرام کا قول ان کے ضابطہ کے مطابق صحیح ہے لیکن اس سے نفس متن حدیث کا ضعیف ہونا ضروری نہیں۔

رجال الغیب کے بارے میں:

دورانِ گفتگو آپ نے فرمایا رجال الغیب کے ثبوت کا ملا علی قاری علیہ الرحمہ انکار فرماتے ہیں۔ حالانکہ سولہ (۱۶) صوفیاء کرام کے نزدیک اس کا ثبوت ہے جس کی عمل یا سفر وغیرہ میں رعایت کرتے ہیں۔ کچھ ایسے ہیں جو ان کا انکار کرتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے معیار کے مطابق اس کا ثبوت کسی صحیح حدیث سے نہیں۔

اور یہ بھی فرمایا کہ یہ صحیح نہیں ہے کہ کسی عمل یا سفر میں ان کا سامنا کرنے سے وہ حضرات نقصان پہنچاتے ہیں۔ کیونکہ ان حضرات کا کام کسی کو تکلیف یا نقصان پہنچانا نہیں ہے۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ کسی کام یا سفر میں پس پشت یا بائیں جانب کرنا کامیابی کی دلیل ہے۔

مجتہد صحابۂ کرام کون ہیں؟

جنگ صفین وغیرہ جتنی جنگیں ہوئیں خیر القرون میں ہوی، دونوں طرف صحابۂ کرام کی جماعت تھی ان سے بے شمار حدیثیں مروی ہیں۔ ان سے مروی حدیثیں مقبول ہیں۔ اس لیے کہ صحابہ کرام سب کے سب عدول ہیں، عدول ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ کسی نے بھی جھوٹ کی

نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف نہیں کیا ہے خواہ ایک ساعت کے لیے صحبت رسول میسر ہوی ہو۔

آپ نے فرمایا: حدیث ''اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم'' میں صحابی سے صاحب اجتہاد صحابی مراد ہیں۔ ورنہ بہت سے صحابی اعرابی یعنی بادیہ نشین تھے جنہیں بہت کم صحبت رسول میسر رہوئی، حدیث رسول سننے کا موقع کم ملا۔ ان کی اقتدا کیسے سببِ اہتدا ہوسکتی ہے!

حضرت شیخ الاسلام کی کرامات:

اللہ تبارک وتعالی اپنے مقرب بندوں کو بے شمار نعمتوں اور کرامتوں سے نوازتا ہے۔ اس کرامت کا ظہور جس بندے سے ہوتا ہے اس کو اللہ کا ولی کہتے ہیں۔ اور جو واقعہ ولی سے خلاف عادت صادر ہوتا ہے اس کو کرامت کہتے ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام مدظلہ العالی سے ایسے بے شمار واقعات صادر ہوے ہیں جو آپ کی کرامت ہے۔ چند کرامات کا ذکر ہم یہاں کررہے ہیں۔ حافظ و قاری سراج الدین اشرفی ابن ابراہیم ٹنکاریہ بھروچ گجرات نے بیان کیا جو دارالعلوم اہل سنت جبل پور میں شعبۂ حفظ وقرات کے مدرس ہیں۔ حضور سرکار کلاں کے مرید ہیں، متقی و پرہیزگار ہیں جن کی دینداری ودیانت داری پر تمام مدرسین وطلبہ واراکین متفق ہیں۔ انہوں نے مندرجہ ذیل واقعات وکرامات سنائے۔

(۱) بھروچ گجرات سے تین شخص ایک کار کے ذریعے کہیں سفر کررہے تھے۔ ادھر سے اینٹ سے بھری ہوئی ٹرک آرہی تھی اتفاقاً ٹکرا گئی، کار الٹ گئی اس میں سے دو شخص ہلاک ہوگئے ایک بچ گیا۔ پولیس جائے وقوع پر پہنچی، تلاش کرنے پر موبائل ملا، گھر والے کو اطلاع دی گئی کہ آپ کے بھائی کار حادثہ کا شکار ہوگئے، اس کے جسم پر فلاں رنگ کا کپڑا ہے۔ اس کے بھائیوں نے گھبرا کر حضرت شیخ الاسلام کو بذریعہ فون حالات سے آگاہ کیا آپ نے فرمایا جو بچ گیا ہے وہ تمہارا بھائی ہے۔ جا کر دیکھا تو بچا ہوا اس کا بھائی تھا اس نے بتایا ابھی پانچ منٹ قبل ہم نے کپڑا بدلا ہے۔

(۲) احمد آباد میں ایک شخص اپنی بیوی کے کینسر کے علاج سے عاجز آگیا تھا، ڈاکٹر نے لا علاج کہنے کے بعد بھی پھر ایک ہفتہ بعد بلایا تھا۔ اس درمیان میں بیوی کی طرف سے مایوس شخص شیخ الاسلام کی بارگاہ میں ایک مبہم امید لیکر پہنچا۔ مجلس سے جب سب لوگ جانے لگے تو آپ نے کہا: تم ٹھہرو! وہ رک گیا۔ سبھوں کے چلے جانے کے بعد جسم سے اتارا ہوا اپنا کپڑا دیتے ہوے اس

شخص سے کہا کہ اسے تم اپنے بیوی کے ہاتھ سے دھلوا کر پریس کر کے لانا۔ یہ سن کر اس شخص کا تردد اور بڑھ گیا مگر زبان سے کچھ نہ بولا۔ کپڑا لیکر گھر آیا۔ بیوی جو چار پائی سے اٹھ بیٹھ نہیں سکتی تھی اسے لا کر دیا اور حضرت نے جو کہا تھا وہ کہہ کر بازار چلا گیا۔ بیوی بمشکلِ تمام کسی طرح کھسکتے ہوئے کپڑا لیے ہوئے غسل خانہ کی بالٹی میں رکھ کر پانی ڈال دیا، کچھ دیر بعد کپڑا کو نکال کر چبوترہ پر رکھا اور بالٹی میں رکھا ہوا پانی پی گئی۔ پیتے ہی جسم میں چستی پھرتی اور طاقت محسوس کیا پھر سارے کپڑوں میں صابن لگا کر اچھی طرح دھو دیا پھر چار پائی پر جا کر بیٹھ گئی۔ شوہر جب بازار سے آیا تو یہ دیکھ کر حیرت واستعجاب میں ڈوب گیا! پوچھا کہ تم نے کیسے دھویا؟ تو اس نے سارا ماجرا بتایا۔ خوشی کی انتہا نہ رہی وہ کپڑوں کو پریس کر کے شیخ الاسلام کی بارگاہ میں لایا۔ شیخ الاسلام مدظلہ العالی مسکرائے اور پوچھا کہ بیوی کا کیا حال ہے؟ تو اس نے سارا قصہ سنا دیا پھر گھر چلا گیا۔ ڈاکٹر کے پاس ایک ہفتہ کے بعد بیوی کو لیکر گیا، ڈاکٹر حیرت میں ڈوب گیا! پوچھا صحیح صحیح بتاؤ تم نے اس کا کہاں علاج کیا؟ اس شخص نے جواب دیا میں نے کہیں نہیں علاج کیا۔ ہمارے ایک گرو ہیں۔۔۔۔ پھر سارا ماجرا سنایا

(۳) ایک کروڑ پتی جب رو بزوال ہوا تو تخت نشیں سے بوریہ نشیں ہو گیا، یہاں تک کہ بھیک مانگنے پر مجبور ہو گیا۔

حضرت شیخ الاسلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر حالات سے آگاہ کیا۔ آپ نے فرمایا تمہارے گھر میں مصلیٰ ہے اسے لے آؤ۔ وہ گھر جا کر فوراً لے آیا۔ آپ نے اس پر نماز پڑھی اور فرمایا اسے لے جاؤ فریم کرا کر دیوار میں ٹانگ دو۔ اس نے ایسا ہی کیا، اس کی قسمت کا ستارہ چمکا، جیسا تھا ویسا ہی کروڑ پتی ہو گیا۔ خریدار کثرت سے آنے لگے مال کی بکری پہلے سے زیادہ ہونے لگی۔



اختر طارق اشرفی، کشمیر
الغوثیہ رضویہ اسلامی لائبریری لمبر بارہ مولہ کشمیر

حضور شیخ الاسلام: امامِ علم وفن

سرزمینِ کچھوچھہ شریف برصغیر ہند و پاک میں وہ مردم خیز خطہ ہے جہاں ہر فن کے متبحر و مقتدر علمائے کرام، مشائخ عظام اور اپنے وقت کے امام علم وفن پیدا ہوئے۔ ان قدر آور ہستیوں میں سے ایک عظیم المرتبت ذات گرامی حضور شیخ الاسلام سید محمد مدنی میاں حفظہ اللہ بھی ہیں۔ آپ ایک متبحر عالم دین، بلند خیال مفکر، جودت رقم مصنف، علوم عقلیہ ونقلیہ کے ماہر ایک باکمال ادیب وشاعر ہیں۔ حضرت سید محمد مدنی میاں اس عظیم ہستی کا نام گرامی وقار ہے جس نے بچپن سے آج تک اپنی ساری زندگی خدمت دین اور مذہب اسلام کی ترویج واشاعت میں گزاری۔ کوئی کام نام ونمود یا مفاد دنیوی کے لئے نہیں بلکہ ہمیشہ پرچم اسلام کی سربلندی اور خدا اور سول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا وخوشنودی ہی دلی تمنا رہی۔

بلا مبالغہ حضور شیخ الاسلام اس روشن چراغ کا نام ہے جس نے ہمیشہ اندھیروں کو چمکایا، گلشنِ سمناں کے اس معطر پھول کا نام ہے کہ جس نے ہمیشہ نفرتوں سے بدبودار ماحول کو معطر کیا۔ اس خطیبِ ذیشان کا نام ہے جس نے مردہ دلوں کو اپنی شیریں بیانی سے جلا بخشی۔ اس فقیہ کا نام ہے جن کے فتوؤں پر دارالافتاء ناز کرے۔ اس قائدِ قوم وملت کا نام ہے جس نے سادہ لوح مسلمانوں کو دشمنوں کی شاطر چالوں سے واقف کرایا۔ اس نورانی صورت کا نام جس کو دیکھ کر کفار بلا جھجک حلقہ بگوش اسلام ہوں۔ اس شیخِ طریقت کا نام ہے جس نے لاکھوں مسلمانوں کا رشتہ سرکارِ ابد قرار ﷺ سے جوڑا۔ الغرض سید محمد مدنی میاں اس عبقری الشرق کا نام ہے جو ہر فن کا امام ٹھہرا۔

میرے اس موقف کی تائید حضرت کی تصانیف اور آپ کے علمی صلاحیت سے ہوتی ہے۔ علم تفسیر ہو یا علم حدیث، علم فقہ ہو یا علم کلام ان تمام علوم وفنون پر آپ مہارت تامہ رکھتے ہیں، اس کے چند نمونے پیش خدمت ہیں۔

حضور شیخ الاسلام کے اوصافِ جمیلہ میں ایک وصفِ ذیشان یہ بھی ہے کہ آپ عظیم مصنف

بھی ہیں۔خانقاہی ذمہ داریوں کونبھا کرمختلف مدارس و مکاتب کی سربراہی فرما کر،تبلیغ دین کے لیے مختلف جگہوں کے اسفارفرمانے کے باوجود آپ دین وسنیت کی خدمت لوح وقلم سے بھی فرماتے ہیں۔آپ کے مبارک علم سے درجنوں کتابیں منصۂ شہود پرجلوہ بارہوچکی ہیں۔جن میں اکثرعلمی حلقوں میں مقبول اوراصحابِ علم ودانش سے دادِ تحسین حاصل کرچکی ہیں۔

حضورشیخ الاسلام اورعلم تفسیر:

حضور شیخ الاسلام کا علم تفسیر جاننے کے لیے تفسیرِ اشرفی کا مطالعہ ضروری ہے۔آپ نے نہایت سادہ،متوسط،بامعنیٰ انداز میں قرآن کریم کی تفسیر فرمائی ہے۔چنانچہ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں:

’’مقصد صرف قرآن کریم کی تفہیم ہے لہٰذا اسقدر اختصار نہیں کہ بات واضح نہ ہوسکے اوراس درجہ تفصیل نہیں کہ آیات کوسمجھنے کے لیے تعلق سے جس کی ضرورت نہیں‘‘۔

المختصر! میرایہ تفسیری حاشیہ دراصل معتبر کتبِ تفاسیر کا میراحاصل مطالعہ ہے جسکے گہرہائے آبدار کو میں نے مخدوم الملت کے اسلوب نگارش کی پیروی کرتے ہوئے ترجمہ معارف القرآن کی لڑیوں میں پرودیا‘‘۔(تفسیراشرفی،جلداول)

پروفیسرعبدالحمید اکبر(گلبرگہ یونیورسٹی)اپنی تحقیقات کوپیش کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

’’ان مذکورہ حقائق کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور مدنی میاں قبلہ کے جہاں مختلف علوم وفنون اورتفسیر کی امہات الکتب کا مطالعہ فرمایا وہیں پراصول فقہ،اصولِ حدیث کے ساتھ اصولِ تفسیر میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی معروف ومتداول تصنیف ’’الفوز الکبیر فی اصول التفسیر‘‘ جیسی کتابیں یقیناً مفسرِ محترم کے زیرِ مطالعہ رہی ہیں‘‘۔(مجلہ باشیبان جنوری 2015،شیخ الاسلام شخص وعکس نمبر)

پروفیسرمجید بیدار رقمطراز ہیں:

’’تفسیر اشرفی کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی حفظہ اللہ نے اس تفسیر کے دوران محدث اعظم حضرت

علامہ سید محمد اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ کے روپے کواستعمال کرتے ہوئے اپنے اسلوب کی حقانیت کو نمایاں کیا ہے‘‘۔(مجلہ باشیبان جنوری 2015،شیخ الاسلام شخص وعکس نمبر)

حضورشیخ الاسلام اورعلمِ حدیث:

حضور شیخ الاسلام کا علم حدیث میں مہارتِ تامہ کا مشاہدہ کرنا ہے تو آپ کی تصانیف کا مطالعہ کرکے اس کا اندازہ ہرذی علم کرسکتا ہے۔ہرکتاب میں احادیث وآثار کی تابشیں نجوم و کواکب کی طرح درخشاں وتابندہ ہیں۔جس کا ثبوت ’’الاربعین الاشرفی‘‘ کے مقدمے کے اندر علامہ سید فخرالدین علوی صاحب رقمطراز ہیں:’’عشقِ نبوی ﷺ آپ کوورثہ میں ملا ہے یہی وجہ ہے کہ فرامین رسالت ﷺ کی تشریح وتوجیہ کے لیے تفہیم الحدیث جیسا سرمایہ امت مسلمہ کوعطا فرمایا جس کی سطروں سے عشق رسول ﷺ کے انوار پھوٹتے نظرآتے ہیں۔پھرفوائد ومسائل میں بے شمار جزئیات کا استنباط کرکے گم کردہ راہوں کوایک حسین منزل یعنی ارشادرسول کی طرف دعوت دیتے ہوئے نظرآتے ہیں۔جہاں صحرائے حیات میں بے یار ومددگار جادہ پیمائی کرنے والے مسافرشجرِ سایہ دار کے نیچے محسوس کررہے ہیں۔آپ بہت ہی حکیمانہ انداز میں امتِ مسلمہ کورسول اللہ ﷺ اورمحبوبانِ بارگاہ سے وابستگی کی دعوت دیتے نظرآتے ہیں۔اوراس دعوت کے لئے مختلف لب ولہجہ میں ذہنِ انسانی سے خطاب فرما ہیں۔احادیث کی شرح کرتے وقت فوائدومسائل کا کوئی گوشہ تشنۂ طلب نہیں رکھا۔آپ کی تشریحات سے نہ صرف آپ کا عالمانہ وقار ظاہر ہوتا ہے بلکہ عارفانہ تشریحات اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ آپ عارف باللہ ہیں‘‘۔

معروف محقق عرفان محی الدین قادری ربانی حضور شیخ الاسلام کی شرح حدیث کے متعلق رقمطراز ہیں:

’’حضور شیخ الاسلام دامت برکاتہم القدسیہ نے جن احادیث کی شرح فرمائی اس کی نظیر کم ملتی ہے شرحِ حدیث میں الفاظِ معانی،معقولات و منقولات کی جھلک عالمانہ وصوفیانہ کلمات،محققانہ و فاضلانہ اسلوب، حدیثی فوائد،عوام الناس کی اصلاح،عقل ونفس کی بحث سیرفرمائی‘‘(مجلہ باشیبان شیخ الاسلام شخص وعکس نمبرجنوری2015)

حضور شیخ الاسلام اور علم فقہ:

علم فقہ میں آپ کی مہارت کا اندازہ آپ کی تصنیف ''کتابت نسواں'' اور ''ویڈیو اور ٹی وی کا شرعی استعمال'' سے ہوتا ہے۔جس میں آپ نے علم فقہ واصول فقہ کی موتیاں بکھیریں ہیں۔فقہی مسائل میں اور جدید مسائل کے استنباط میں یہ دونوں تصانیف آپ کی فقہی فن کا بین ثبوت ہے جسے مفتیان کرام بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ ردافکار مودودی پر،نظریۂ ختم نبوت پر آپ کی تصانیف آپ کے علم کلام و علم منطق میں مہارت کی دلیل ہے۔

حضور شیخ الاسلام اور علم ادب:

حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی حفظۂ جہاں ایک وسیع النظر محدث، بلیغ البیان خطیب،رمز آشنا مفسر، آبروئے مسندِ افتاء ہیں وہیں ایک سخن شناس نعت گو شاعر بھی ہیں۔آپ کے کلام میں ہر ہر حرف گلابِ گلشن کی طرح اپنی خوشبوئیں لٹارہے ہیں۔کہیں سرورِ کائنات علیہ التحیۃ والثناء کی سیرتِ طیبہ کے مختلف گوشے بیان کیے تو کہیں عشق رسول ﷺ کے پھولوں سے ویران وادیوں کو آباد کیا ہے۔ہر کلام میں عشق مصطفی اور رنگِ تصوف نمایاں ہے۔

حضور شیخ لاسلام زمانۂ طالبِ علمی سے ہی شعروشاوری میں شغف رکھتے تھے۔اس حقیقت کا اندازہ اس واقعے سے ہوتا ہے جسکو ڈاکٹر شکیل اعظمی اپنی کتاب ''شعورِ نظر'' میں یوں رقم کرتے ہیں:''ایک اور دلچسپ واقعہ بیان کروں مولوی قمر الزماں (مفکرِ اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی جنرل سکریٹری ورلڈ اسلامک مشن لندن) اشرفیہ میں، مین گیٹ کے سامنے پوربی جانب جہاں دیوار گھڑی آویزاں رہتی تھی، اس کے پاس ایک ستون تھا وہیں پر ایک تخت بچھا رہتا تھا جس پر عموماً مولانا علی احمد صاحب مرحوم بیٹھ کر طلبہ کی نگرانی فرمایا کرتے تھے۔اسی تخت پر بیٹھ کر گرد وپیش سے بے نیاز ہوکر فکر سخن میں محو تھے۔میں نے دیکھ کر ان کی کیفیت بھانپ لی تھی،قریب جا کر ستون کے آڑ سے میں نے ان کے لکھے ہوئے اشعار پڑھکر ذہن میں محفوظ کر لیے تھے،میں نے اپنے خاص احباب یعنی مولانا سید مدنی میاں (شیخ الاسلام پیرِ طریقت حضرت سید محمد مدنی میاں صاحب قبلہ اختر کچھوچھوی) اور مولانا نعمان خان صاحب اثر دیوگامی (سابق پرنسپل الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی

فیض آباد) سے اس وقعے کا ذکر کیا آپس میں یہ طے ہوا کہ آج شام کو بالائی چھت پر حسب معمول جب ہم لوگ ہوں گے تو ایک دوسرے سے تازہ اشعار سنانے کی فرمائش کریں گے،آپ مولوی قمر الزماں کے وہی اشعار سنائیں گے جو انہوں نے کہے ہیں پھر دیکھیے کتنا مزہ آتا ہے۔چنانچہ پروگرام کے مطابق ہم لوگ چھت پر اکٹھا ہوے تو اشعار سنانے کی فرمائش کی گئی پہلے سید مدنی میاں نے اپنے کچھ اشعار سنائے پھر مولوی نعمان صاحب نے اور جب میری باری آئی تو میں نے خصوصیت سے قمر الزماں صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے ان ہی کے کہے ہوے تازہ اشعار سنائے تو اس وقت ان کی کیفیت عجیب وغریب ہوگی''۔

حضرت کی نعتیہ شاعری کمال کی ہے۔نعت گوئی اگر چہ سنتِ صحابہ اور باعثِ برکت ہے مگر ساتھ ساتھ بڑی نازک بھی ہے بقول ڈاکٹر شکیل اعظمی ''نعت پاک میں فنی قیود کے ساتھ شرعی نزاکتوں کو اور قدروں کا برتنا آسان نہیں اس منزل سے سلامتی کے ساتھ وہی گزر سکتا ہے جو فن پر پوری قدرت رکھنے کے ساتھ شرعی اسرار ورموز سے بھی کما حقہ آشنا ہو''۔

ضور شیخ الاسلام کی شاعری کا اگر باریک بینی سے مطالعہ کیا جاتا ہے تو آپ عشقِ رسول ﷺ میں غرق نظر آتے ہیں۔مثلاً اس شعر کو دیکھ لیجیے ؎

جو میری جان سے زیادہ قریب ہیں مجھ سے   انہیں کو ڈھونڈ رہا ہوں مجھے ہوا کیا ہے

اس شعر کو اگر بغور پڑھا جائے تو یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ آپ عشقِ رسول ﷺ میں اسقدر ڈوبے ہیں کہ خود کو بھول گئے ہیں اور یہی وہ مقام ہے جسے راہِ سلوک میں ''مقام فنا'' کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے اور قرآن کریم کی آیت ''وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلاً'' کی عملی مثال ہے۔میری اگر چہ علمی وسماجی حیثیت نہیں ہے مگر اس بات سے شاید ہر ذی علم متفق ہوگا کہ کیا یہی وہ مقام مقامِ فنا ہے جہاں سے تاجِ ولایت کی تاج پوشی ہوتی ہے۔

مختلف علوم وفنون پر حضور شیخ الاسلام کے علمی وصف کو بیان کرنے کے لیے،اس پر تبصرہ کرنے کے لیے دفتر درکار ہیں۔کاغذ بھی اپنی تنگ دامانی کا شکوہ کرنے لگتا ہے۔اس لیے گرامی قدر مولانا محمد مسعود احمد سہروردی اشرفی کی اس بات پر ہی اکتفا کرتا ہوں کہ:''وہ کون سی نگاہیں ہوتی ہیں جن سے تقدیریں بدل جاتی ہیں،وہ کونسا حسن ہوتا ہے جو ہمیشہ آنکھوں میں سماجاتا ہے،وہ کونسا اخلاق ہوتا ہے جو دل میں ہمیشہ گھر کر لیتا ہے،وہ کونسا کردار ہوتا ہے جو انسان کو ہمیشہ کے لیے اپنا گرویدہ بنالیتا ہے،وہ

کلام کونسا ہوتا ہے جو انسان سنتے ہی کلام والے پر فریفتہ ہوتا ہے، وہ شان والا کون ہوتا ہے جس کی غلامی شاہی سے افضل ہوتی ہے اور وہ کونسا چہرہ ہوتا ہے جسے دیکھ کر خدا یاد آجاتا ہے، ان سوالات کے جوابات حاصل کرنے کے لیے حضور شیخ الاسلام کی دست بوسی وقدم بوسی ضروری ہے''۔

حرفِ آخر واظہار حقیقت:

حضور شیخ الاسلام کی غیر معمولی شخصیت کے یہ چند مناظر محض تیمناً ہدیہ قارئین و ناظرین کرنے کی جسارت کی ورنہ حق یہ ہے کہ آپ کی ذکاوت وفراست ورفکری گہرائی و گیرائی کا صحیح اندازہ لگانا، آپ کے تدبر و تفکر پر مبنی واقعات کا احاطہ کرنا، آپ کی علمی صلاحیتوں کو کماحقہٗ اجاگر کرنا مجھ جیسے کم فہم و بے بضاعت انسان کی بس کی بات نہیں۔ ؎

گماں میر کہ یہ پایاں رسید کار مغاں　　　ہزار بادۂ نا خوردہ در رگ تاک است

محمد شمس القمر قادری علیمی
خادم مدنی میاں عربک کالج ہبلی

شیخ الاسلام کے کلام میں عشقِ رسول کی جلوہ گری

تحریر کا روئے سخن موجودہ صدی کی عظیم علمی وروحانی شخصیت جلیل القدر پیر طریقت خانوادۂ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ کے شیخ عظیم مفسر قرآنِ کریم شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ الشاہ سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی دامت برکاتہم القدسیہ کا عشق رسول ہے۔لیکن مقررہ عنوان پر قلم و قرطاس سنبھالنے سے پہلے مدنی فاؤنڈیشن ہبلی کے ذمہ دار علماء خصوصاً محب گرامی عزیز القدر حضرت مولینا نعیم الدین صاحب اشرفی کا میں تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے حضرت شیخ الاسلام کی تاریخ پیدائش کی بابرکت مناسبت سے منعقد ہونے والے سیمینار میں قلمی شرکت کی دعوت مجھ حقیر کم علم کو پیش کر کے حضرت والا کی بارگاہ میں عقیدتوں کا خراج پیش کرنے کا حسین موقع عنایت فرمایا، جزاھم اللہ خیرالجزاء۔

مجھ حقیر الفہم کے لیے بڑی سعادت اور باعث افتخار بات ہے کہ ان چند سطور کے ذریعہ اس عبقری بارگاہ میں محبتوں کا پاکیزہ گلدستہ لیے حاضر ہو رہا ہوں جن کی ایک نگاہ کرم سے علم وآگہی شعور و ہنرمندی کا ایک جہان آباد نظر آتا ہے۔اور نیت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس نیک بندے کے برکات وحسنات سے مجھ بے علم و بے بصیر کو علمی بصارت اور دینی فراست سے بہرور فرمائے گا اور میرے لیے دارین کی سعادتوں اور فیروزمندیوں کا سامان کرے گا۔

أُحِبُ الصَالِحِيْنَ وَ لَسْتُ مِنْهُمْ　　　لَعَلَّ اللهُ يَرْزُقُنِىْ صَلَاحاً

میں تو خود نیک نہیں ہوں مگر نیکوں سے اس امید پر محبت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے مجھے بھی نیک بنادے۔نبوی ارشاد ہے ﷺ

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق اعظم نے رسول کائنات سے عرض کیا آپ میری جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے ہرگز کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں" یہ سن کر حضرت عمر

نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ پر کتاب اتاری آپ میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔اس پر سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا "اب اے عمر تمہارا ایمان مکمل ہوا"

قرآنی ارشادات نبوی فرمودات کی روشنی میں صحابہ کے معمولات عشق مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ کے سانچے مین ڈھلے ہوئے تھے۔ان نفوس قدسیہ کا کوئی عمل عشق مصطفیٰ کے سرمایہ سے خالی اور منشۂ رسالت کے خلاف نہیں تھا گو یا ہر صحابی کا یہی نعرہ تھا۔

میں مصطفیٰ کے جام محبت کا مست ہوں
یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتاردے

عشق رسالت کی یہی رنگینیاں تھیں کہ صدیق اکبر صداقت کے امام، عمر فاروق اعظم عدالت کے علمبردار، عثمان غنی سخاوت کے پیشوا اور مولیٰ علی شجاعت کے مقتداء بن کر چمکے۔عشق رسالت کی یہی وہ تابانیاں تھیں جو اجلۂ صحابہ کرام کے سیرت وکردار میں چمکتی رہیں۔عشق رسالت کا یہی جذبہ صادق تھا جس نے حضرت نعمان بن ثابت کو امام اعظم، حضرت عبدالقادر جیلانی کو غوث اعظم، حضرت معین الدین چشتی کو ہند کا سلطان اعظم، حضرت مخدوم اشرف کو غوث العالم، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو مجدد اعظم، حضرت مصطفیٰ رضا خان کو مفتی اعظم اور حضرت سید محمد کچھوچھوی کو محدث اعظم اور حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں کو خانوادۂ اشرفیہ کا شیخ اعظم شیخ الاسلام والمسلمین مفسر قرآن عظیم بنا دیا۔

حضرت شیخ الاسلام اور عشق رسول

ویسے تو نبی کریم ﷺ سے عشق ومحبت کی بے شمار علامتیں ہیں ان میں سے ایک علامت حضور کا کثرت سے ذکر کرنا ہے۔حدیث شریف میں ہے مَنْ اَحَبَ سیأً اکثر ذکرہ جو شخص کسی سے محبت کرتا ہے اس کا ذکر کثرت سے کرتا ہے۔اس تناظر میں جب ہم دیکھتے ہیں تو حضرت شیخ الاسلام عصر حاضر کے منفرد المثال عاشق رسول نظر آتے ہیں۔آپ کی تصنیف وتالیف، تفسیر وتحقیق، تقریر وتحریر میں عشق رسالت کا جلوہ نمایاں نظر آتا ہے۔جس کا اندازہ آپ کے نعتیہ کلمات، خطبات و منظومات اور دوسری تصنیفات وتالیفات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔آپ کی تصنیفات میں اربعین اشرفی، تفسیر سورۂ والضحیٰ، تفسیر رحمۃ للعلمین (رسول اللہ کی دعا) دلوں کا چین، اتباع نبوی، محبت رسول روح ایمان وغیرہ۔یہ وہ مستقل تصنیفات ہیں جو آپ کے عشق رسالت کی شہادتیں پیش کر رہی ہیں۔

اب ہم ذیل میں حضرت کے نظم ونثر کے چند اقتباسات قارئین کے نذر کرتے ہیں۔

حضرت کے منظوم کلام میں عشق رسول

حضرت شیخ الاسلام جب نعتیہ اشعار سے الفت مصطفیٰ کا پیغام نشر فرمانا چاہتے ہیں تو پہلے خود کو انتباہ کرتے ہیں اور احتیاط کا دامن زیردست رکھنے کی خود کو نصیحت کرتے ہوئے گویا ہوتے ہیں۔

اس دیار قدس میں لازم ہے اے دل احتیاط   بے ادب ہیں کر نہیں پاتے جو غافل احتیاط

اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ نعت گوئی کے لیے کوئی مستقل اصول متدین نہیں ہیں بلکہ (۱) مسدس (۲) مثنوی (۳) مخمس (۴) مستزاد (۵) غزل وغیرہ۔عاشق جس شکل میں عقیدتوں کا نذرانہ بارگاہ خیرالوریٰ میں پیش کر سکتا ہے کرے۔حضرت فرماتے ہیں،

لکھ رہا ہوں میں ثنائے شۂ بطحا اخترؔ   لب جبریل نہ کیوں نوک قلم تک پہنچے

گویا منظوم نعت کا تعلق موضوعی اصناف سخن سے ہے اور اس کے عنوان حضور ﷺ ہیں۔یہاں پر ایک بات قارئین کے لیے فائدہ سے خالی نہ ہوگی کہ وہ اصناف سخن جس کا تعلق عاشق کے وضع سے ہو اس کی تکمیل خلوص اور پاکیزگی کے بغیر نہیں ہو سکتی بلکہ محبت وخلوص کی شدّت جتنی تیز ہوگی کلام اتنا ہی سچا اور خالص ہو کر مقبول الخلائق ہو جائے گا۔نبی کے عشق کا دم سب بھرتے ہیں شجر وحجر، شمس وقمر، جن وملک سب حضور کی محبت اپنے سینوں میں رکھتے ہیں حتیٰ کہ رب کریم بھی مُحبّ مصطفیٰ ہے جس پر قرآنی فرمان ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی پوری آیت دال ہے۔

اپنے اسی خلوص اور محبت کے ساتھ حضرت اٹھتے ہیں اور میدان عشق میں استقامت کی دعا کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں۔

الٰہی مجھے عزم محکم عطاء کر   محبت کی دریا میں پہلا سفر ہے

اور پھر بارگاہ رسالت میں گویا ہوتے ہیں

تیرا کہلانے کے لائق نہیں ہوں نہ سہی   تیرا کہلانے کے لائق نہیں ہوں نہ سہی
میری نسبت تیری چوکھٹ سے پرانی ہے حضور   اپنے اخترؔ کی سنوگے یہ سبھی کہتے ہیں
آبرو میری غلامی کی بچانی ہے حضور

عشق صادق ہو تو عاشق اپنے معشوق کی طرف عجلت کرتا ہے اسی سچے عشق کے تقاضے کے مطابق حضرت فرماتے ہیں۔

اگر کل جان جانی ہے تو یا رب آج ہی جائے
سنا ہے قبر میں بے پردہ وہ تشریف لائیں گے

درحقیقت حضرت شیخ الاسلام نے کلام الامام اور امام الکلام کے اس پاکیزہ عقیدے کی ترجمانی فرمائی ہے۔

قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے — جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ کی

اور اس سے ماقبل کے اشعار میں کلام الامام کے اس محبت کا جلوہ ہے

تجھ سے در، در سے سگ اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا

حضرت شیخ الاسلام کے اسی جذبہ صادق نے آپ کو دارین کی وہ سعادتیں بخشی ہیں جو بہت کم لوگوں کو ملتی ہیں، حضرت والا کا عشق رسول شباب پر ہے اور گویا ہیں۔

تیری چوکھٹ تک رسائی گر شہا ہو جائے گی — بے وفا تقدیر بھی پیک وفا ہو جائے گی
ان کے در پر گر وفور عشق میں سر رکھ دیا — ایک سجدے میں ادا ساری قضا ہو جائے گی
خیر امت کی سند سرکار سے جب مل گئی — میری قسمت مجھ سے پھر کیسے خفا ہو جائیگی
گر کہیں جان چمن اختر چمن میں آ گئے — پتی پتی اس چمن کی ہم نوا ہو جائے گی

اور جب شیخ الاسلام کو میدان محشر کی نفسی نفسی یاد آئی تو رحمت رسالت کو یاد کرتے ہوئے بڑی محبت سے پکار اٹھتے ہیں۔

پاس سجدے بھی ہیں روزے بھی زکوۃ وحج بھی — حشر میں کام نہ آیا کوئی رحمت کے سواء

اور جب عشق یقین کے منزل پر پہنچ گیا تو کہہ اٹھے۔

رب نے چاہا تو قیامت میں سبھی دیکھیں گے — ان کے قدموں میں پڑا اختؔر خستہ ہوگا

حضرت کے منثور کلام میں عشق رسول

متذکرہ عبارتیں حضرت والا کے منظوم عشقیہ کلام سے متعلق ہیں۔ اب ذیل میں کلام نثر میں عشق رسالت کا جلوہ دیکھئے۔ آپ اپنی مایہ ناز تفسیر، تفسیر رحمۃ للعلمین میں عشق رسالت کے حوالے سے فرماتے ہیں: ''حضور کے دامن شفقت میں جن و انس ہی نہیں چرند و پرند بھی پناہ ڈھونڈتے تھے۔ اللہ رب العزت کی تمام مخلوقات اپنی حاجات لے کر حضور کی قدم بوسی کا شرف

حاصل کرتیں اور من کی مرادیں پاتیں۔ مصائب سے نجات ملتی اور قید سے رہائی نصیب ہوتی۔ کبھی کوئی اونٹ چارے کی قلت کی شکایت کرتا، کبھی ہرنی اپنے بچوں کو دودھ پلانے کی اجازت طلب کرتی اور کبھی کوئی جانور دیدار مصطفیٰ کی آرزو کی سبیل کرتا''۔

اسی تفسیر میں چند سطور پہلے فرماتے ہیں۔

دیکھئے جس اونٹ پر حضور سواری کریں وہ بھی مستقبل کو دیکھ لیتا ہے اونٹ اس غیبی خبر کو بیان کرتے ہوئے اپنی آرزو کا اظہار کر رہا ہے کہ حضور کے وصال کے بعد اس پر کوئی سواری نہ کرے۔ یعنی اونٹ کو اس بات کا علم تھا کہ حضور کی ظاہری حیات میں نہ تو وہ گم ہوگا نہ ذبح کیا جائے گا اور نہ ہی اس کو موت آئے گی بلکہ وصال نبوی کے بعد مزید چند دن اس کی زندگی رہے گی۔ حضور جس خچر پر سوار ہوتے تھے وہ بھی قبر کے عذاب وثواب اور کیفیت کو دیکھتا تھا۔"

قارئین کرام کے لیے یہ وضاحت ضروری ہے کہ جس اونٹ کے عشق کا تذکرہ حضرت شیخ الاسلام نے اپنے الفاظ میں فرمایا ہے یہ وہی اونٹ ہے جس کو ایک دیہاتی آدمی لے کر حضور کی بارگاہ میں آیا تھا اور عرض گذار ہوا تھا یا رسول میں اسے رب کے واسطے صدقہ کرتا ہوں تمام حاضرین صحابہ اس کی طرف متوجہ ہو گئے حضور نے اسے دعا دی اور پھر عمر فاروق اعظم سے فرمایا عمر اس اونٹ کی قیمت کا تخمینہ لگاؤ تا کہ اس کی قیمت ادا کر دیں۔ پھر حضور نے اس اونٹ کو خرید کر اپنی خدمت کے لیے خاص کر لیا۔''

اسی اونٹ کا تذکرہ کرتے ہوئے عاشق رسول حضرت شیخ الاسلام فرماتے ہیں۔

حضور کے وصال شریف کے بعد وہ اونٹ غمگین اور خاموش رہنے لگا۔ اس کے حلق سے چارہ نہیں اترتا تھا۔ اونٹ کا عشق اور جدائی کا کرب دیکھ کر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس کا سر بغل میں لے لیا اور اس پر گریہ کا عالم طاری ہو گیا۔ اتنے میں اونٹ نے جان دے دی۔ سیدہ فاطمہ کے آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے۔ سیدہ فاطمہ نے اونٹ کے لیے جگہ کھدوائی اور کپڑے میں لپیٹ کر دفن کروا دیا۔

سات دن کے بعد جب اس کے جائے مدفن کو کھود کر دیکھا تو وہاں نہ اونٹ تھا نہ کپڑا۔ وہ تو جنت الفردوس میں اپنے آقا و مولیٰ کی سواری کے لیے پہنچ گیا۔ عشق رسول نے اسے دوام بخش دیا۔" (تفسیر رحمۃ للعلمین ص76)

سورۂ والضحیٰ کی آیت وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی کی تفسیر میں شیخ الاسلام بارگاہِ رسالت مآب میں بڑے درد کے ساتھ اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار فرماتے ہیں۔

فقط تمہاری شفاعت کا آسرا ہے حضور ہمارے پاس گناہوں کے ما سواء کیا ہے
کھڑا ہے اختر عاصی درمقدس پر حضور آپ کی رحمت کا فیصلہ کیا ہے

اورفرماتے ہیں: "بتاؤ قیامت کے قائم کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ کیا خدا عالم الغیب والشہادہ نہیں؟ کیا وہ تمہارے کرتوتوں سے واقف نہیں؟ کیا خدا تمہارے اعمال سے باخبر نہیں؟ خدا جسے چاہے اپنے فضل سے جنت میں پہنچادے اور جسے چاہے اپنے عدل سے جہنم میں ڈال دے ہے کوئی دم مارنے والا؟

چند سطور کے بعد رقم فرماتے ہیں، دوستوں، رحمت خداوندی آواز دے رہی ہے کہ اے نادان حساب کتاب کے لیے قیامت نہیں ہے۔اے محبوب ﷺ اگر قیامت نہ ہوتی تو یہ ہو جاتا کہ ہم جنتی کو جنت میں پہنچادیتے اور جہنمی کو جہنم میں۔۔۔۔۔مگر اے محبوب اگر قیامت نہ ہوگی تو مقام محمود پر آپ کو کون دیکھے گا؟ لواء الحمد تمہارے ہاتھ میں کون دیکھے گا؟ میزان پر سہارا دیتا ہوا کون دیکھے گا؟ پل صراط پر بچاتا ہوا کون دیکھے گا؟ جہنم سے امت کو نکالتا ہوا تم کو کون دیکھے گا؟ جنت کا دروازہ کھولتا ہوا تم کو کون دیکھے گا؟ تو اے محبوب قیامت حساب وکتاب کے لیے نہیں تمہارا مرتبہ دکھانے کے لیے ہے (تفسیر سورۂ والضحیٰ ص 17)

چند صفحات کے بعد فرماتے ہیں۔" تمام انبیاء علیہم السلام معجزات لے کر آئے مگر آپ معجزہ بن کر آئے، حضور کا سارا وجود اطہر سراپا اعجاز ہے، حضور کا معجزہ معراج، سورج کا واپس پلٹنا، بارش کا برسنا، تھوڑے پانی کا کثیر ہوجانا، قلیل دودھ کا کثیر ہوجانا، مُردوں کو زندہ کرنا، آپ کی دعاء سے بیماروں کا شفایاب ہوجانا، صفات ذمیمہ کا اوصاف حمیدہ میں بدل جانا، دعاؤں کا مستجاب ہونا، کنکریوں کا تسبیح کرنا، شیر کا فرمانبردار ہوجانا، ایک لمحہ میں کئی زبانوں کا ماہر بنا دینا الغرض بے شمار معجزات ہیں جو حضور کے نبوت کی بڑی برہان اور فضیلت ہیں۔

دو چار معجزے ہوں تو مانے کائی بشر پوری حیات سلسلہ معجزات ہے

جس کو بھی کمال ملا وہ حضور ہی کی نسبت سے ملا ہے۔حسن یوسف، دم عیسیٰ، ید بیضاء، یہ سب کے سب معجزات وکمالات حضور ہی کی برکت سے تھے۔ (بحوالہ سابق ص 33)

قرآن حکیم کی آیت شریفہ **واللہ و رسولہ احق** کی تفسیر میں حضور کی عظمتوں کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

''اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے رسول کا ذکر کردیا جائے تو شرک نہیں ہوگا بلکہ یہ تو اہل ایمان کی نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اس کے حبیب کی خوشنودی ہر عمل میں پیش نظر رکھیں۔(رسول اللہ کی دعا دلوں کا چین ص 15)

غیب داں نبی کے غیب دانی کا ذکر فرماتے ہوئے اہل اسلام کو ایمان کے استحکام کا پیغام دیتے ہیں اور فرماتے ہیں،

''تار ٹیلیفون وغیرہ فرش والوں کو فرش کی خبر دیتے ہیں مگر انبیاء علیہم السلام وہاں کی خبریں لاتے ہیں جہاں سے نہ تار آتا ہے نہ ٹیلیفون۔اب اس (نبی) کے معنی یہ ہوں گے" اے غیب کی خبریں دینے والے" دوسروں کو غیب کی خبریں وہی دیگا جو خود بھی خبر رکھے۔جو لوگ حضور کے علم کا انکار کرتے ہیں وہ درپردہ آپ کے نبی ہونے کے منکر ہیں۔اگر (نبی کے) معنی کیے جائیں" خبر رکھنے والا" تو مطلب یہ ہوگا" اے ساری خدائی کی خبر رکھنے والے"۔ ہر محکمہ کا بڑا آفیسر اپنے سارے محکمہ کی خبر رکھتا ہے، نگرانی بھی کرتا ہے۔حضور ﷺ سلطنت الٰہیہ کے وزیر اعظم ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ذرے ذرے اور قطرے قطرے پر خبردار کیا ہے۔اگر جہاز کا کپتان جہاز سے بے خبر ہوجائے تو جہاز ڈوب جائے گا اگر ہمارے رسول ہم سے بے خبر ہوجائیں تو ہمارے ایمان کی کشتی غرق ہوجائیگی۔(بحوالہ سابق ص 32)

حضور ﷺ سے سچی محبت پر انعامات الٰہیہ کا ذکر کرتے ہوئے حضور شیخ الاسلام رقم فرماتے ہیں:

''یہ بات قطعی ہے کہ جو شخص بھی حضور (کی محبت کی وجہ سے حضور) کے ساتھ ہوگا وہ یقینا جنت میں داخل ہوگا، نتیجہ یہ نکلا کہ حضور کی محبت ہی جنت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔قیامت کے دن کلمہ، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ تمام عبادات اسی کی قبول ہونگی جس کے دل میں محبتِ مصطفی علیہ التحیۃ والثناء کی جلوہ گری ہوگی پھر جن لوگوں کا عقیدہ یہ ہو کہ اگر نماز میں نبی کا خیال آجائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے، وہاں محبت کا کیا کام۔۔۔۔۔؟ نماز تو وہ نماز ہے جو تصورِ محبوب میں گم ہوکر پڑھی جائے۔

ایمان ہے جس کا نام وہ حبِ رسول ہے   جب یہ نہیں تو ساری عبادت فضول ہے

(اتباع نبوی ص40)

کلام نظم ہو کہ کلام نثر آیاتِ قرآنیہ کی تفسیر ہو یا احادیث نبویہ کی تشریح، سب میں حضرت شیخ الاسلام نے عشق رسالت کے مقدس موضوع کو اول پیش نظر رکھا ہے۔ چنانچہ اربعین اشرفی میں ایک حدیث کی توضیح کے دوران آپ فرماتے ہیں،

''رسول کریم کی عبدیت پر اسرار صرف ابنیت کی نفی کے لیے ہے۔ جو عبداللہ ہوگا وہ ابن اللہ نہیں ہوسکتا۔ اور چونکہ صرف عبداللہ کے ذکر سے بظاہر دوسرے عام بندوں سے اشتراک و مساوات کا واہمہ ہوسکتا تھا اس لیے عبداللہ کے ساتھ رسول اللہ کی قید لگا دی تا کہ جہاں آپ کو عبداللہ کہنے والا ابن اللہ نہ کہہ سکے وہیں رسول اللہ کہنے والا اپنے جیسا نہ سمجھ سکے"

اور آپ نے اپنے اس دعویٰ کی تائید میں امام العارفین شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کا قول بھی نقل فرما دیا۔

''مقام عبدیت جو آنحضرت ﷺ کا خاص مقام ہے ایک دفعہ مجھ پر سوئی کے ناکہ کے برابر منکشف ہوا تھا تو میں اس کی بھی تاب نہ لا سکا اور قریب تھا کہ جل گیا ہوتا۔'' (ماخوذ از الاربعین الاشرفی ص269)

حضرت ابوطالب کے ایمان کا مسئلہ جو علمائے سلف وخلف کے نزدیک مختلف فیہ رہا ہے، اس بارے میں حضرت شیخ الاسلام نے اربعین اشرفی جو مشکوٰۃ شریف کی ابتدائی چالیس حدیثوں کی معرکۃ الآرا شرح ہے اس میں آپ نے حضرت ابوطالب کے متعلق پہلے علماء کا مذہب ذکر کیا ہے۔ پھر حضرت ضیائے ملت اور حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہما کے عمدہ خیالات کا ذکر کرتے ہوئے عشق رسالت مآب کے ادب کا تقاضہ ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں،

''حضرت ابوطالب کے ایمان کا مسئلہ اختلافی ہے اور جو لوگ آپ کے ایمان کے قائل نہیں انہیں یہ مناسب نہیں کہ اپنی زبان پر کوئی ناروا جملہ لے آئیں کیونکہ اس سے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد کو اذیت پہنچتی ہے اور کوئی بعید نہیں کہ حضور پاک کا دل بھی رنجیدہ ہوتا ہو، ہر عقل مند آدمی جانتا ہے کہ ایسے نازک مقام پر احتیاط سے کام لینا چاہیئے۔"

چند سطور کے بعد حضرت ضیائے ملت رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب رقم فرماتے ہیں،

''میرے خیال میں کسی عاشق بارگاہِ رسالت مآب کو اس (حضرت ابوطالب کے ایمان) کو دل سے قبول کرنے میں اعتراض نہیں ہونا چاہئے، اس تحفہ کی خاص خوبی یہ ہے کہ اس سے کسی صاحبِ مسلک کو اس کے مسلک سے نہیں ہٹایا جا رہا ہے بلکہ بقصدِ ادب بارگاہِ نبوی ایک ایسے غیر ضروری عمل و کردار سے اپنے کو بچانے کی صلاح دی جا رہی ہے جس سے ساداتِ علویہ تو سادات علویہ، خود نبی کریم کو اذیت پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

از خدا خواہیم توفیق ادب   بے ادب محروم از فضل رب

(الاربعین الاشرفی ص338)

حضرت کے خطبات میں عشق رسول

خطباتِ برطانیہ جو حضرت شیخ الاسلام کے شاہکار خطبات کا حسین مجموعہ ہے، اس سے چند اقتباسات پیش ہیں۔ چونکہ طوالت کا خوف بھی دامن گیر ہے اور قارئین کے افتادِ طبع کا خیال بھی ضروری ہے اس لیے اس اہم مجموعہ سے چند ہی اقتباسات قارئین کرام کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

میلادِ مصطفی کے عنوان پر حضور والا کا اہم بیان جاری ہے اور فرماتے ہیں،" اچھا مان لو خدا نے میلاد پڑھی، مگر شیرینی کہاں تقسیم کی تھی؟ اللہ نے کچھ بانٹا بھی؟ ہم نے کہا ہاں۔ وہاں بھی شیرینی بٹی تھی مگر اتنا جان لو کہ ہم بانٹتے ہیں تو اپنی حیثیت کے مطابق۔ جتنی ہماری حیثیت ہے اتنا ہی تو بانٹیں گے اور جب خدا دے گا تو تمہاری صلاحیت کے مطابق۔ وہ اپنی قدرت کے مطابق دے تو لینے کے لیے تمہارے پاس دامن کہاں؟ تو وہ دیتا ہے اپنی قدرت کے مطابق نہیں بلکہ تمہاری صلاحیت کے مطابق۔ تو سنو میرے رسول کی میلاد کے صدقہ میں کیا تبرکات بٹے؟ دیکھو نبی کی میلاد کے صدقہ میں کسی کو نبوت ملی، کسی کو رسالت ملی، کسی کو ولایت ملی، کسی کو قرآن ملا، کسی کو انجیل ملی، کسی کو زبور عطا ہوئی، کسی کو توریت ملی، اور ہم سب کو رسول کی غلامی ملی، رسول کا کلمہ پڑھنے کی سعادت ملی۔ اور سنو ایمان والوں کو ایمان ملا، اور کفر والوں کو رسول کی دھرتی پر رہنے کی مہلت ملی۔ (خطبات برطانیہ ص48)

عاشق سے عشق کی بات

مسطورہ تحریریں اس پاکیزہ بارگاہ میں بطور نذرانۂ خلوص پیش ہیں، جن کے علوم وفنون کا

جہان علم وفن معترف ہے۔ جو بیک وقت بے شمار کمالات، صلاحیات وصالحیات سے مالا مال ہیں، بردباری جن کی عادت ہے، کرم نوازی جن کا شعار ہے، حسن اخلاق جن کے کردار سے ہویدا ہے، شفقت ومحبت، حوصلہ وہمت، رہنمائی وبے نیازی، عجز وانکساری، سادگی واصاغر نوازی جن کی ذات کا دوسرا نام ہے۔ اور جن کا در کرم ضرورت مندوں کے لیے ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ خدا کرے حضرت والا کا بافیض سایہ ہم ناچیزوں پر قائم ودائم رہے۔ درِکرم کھلا رہے، اور ہم حقیروں کی آس آپ کے بابرکت در سے بندھی رہے۔ اس لیے کہ آپ اس چمنستان کرم کے پھول ہیں جن کی بارگاہ کرم نوازی میں امام عشق ومحبت، غواص بحر معرفت، پروانۂ شمع رسالت اعلیٰ حضرت رفیع الدرجت عرض گذار ہوتے ہیں،

کیا بات رضا اس چمنستان کرم کی — زہرہ ہیں کلی جس میں حسین اور حسن پھول

اور فرماتے ہیں،

دو جہاں میں خادم آل رسول اللہ کر — حضرت آل رسول مقتداء کے واسطے

انہیں چند کلمات کے ساتھ ناچیز حقیر الفہم اپنی بات کوختم کرتا ہے، اس امید کے ساتھ کہ یہی تحریریں میرے لیے مغفرت کا سبب بنیں، اس وقت جب کہ کسی کی نہیں چلے گی صرف حسنین کریمین کے نانا ﷺ کی چلے گی۔ گذارش ہے بارگاہِ شیخ الاسلام میں

تیرے غلاموں میں اپنا بھی نام ہوجائے"



ڈاکٹر سراج احمد قادری (یو۔پی)

شیخ الاسلام حضرت اختر کچھوچھوی کی نعتیہ شاعری کے تابندہ نقوش

شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں اختر کچھوچھوی مدظلہ النورانی مشہور عالم دین اور عظیم نعت گو شاعر حضور محدث اعظم ہند حضرت علامہ ابوالمحامد سیّد محمد سیّد اشرفی جیلانی کچھوچھوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ولد صالح ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت یکم رجب المرجب ۱۳۵۷ھ مطابق ۲۸/اگست ۱۹۳۸ء کو کچھوچھہ مقدسہ (ضلع امبیڈکر نگر۔اتر پردیش) میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے والدین کریمین سے حاصل کی۔ اور دینی علوم کی اعلیٰ تعلیم تکمیل حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز مرادآبادی کے زیر سایہ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڈھ سے کی۔ حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے گرچہ میں محروم رہا مگر میں نے ان کے جو اوصاف پڑھے یا اپنے اساتذہ سے سنے ہیں وہ مجھے آج تک محو حیرت کئے ہوئے ہیں۔ آج بھی جب میں اپنے قوتِ حافظہ پر زور دیتا ہوں تو میرے ذہن میں محفوظ ان کی یادوں کے نقوش منوّر ہوجاتے ہیں اور دل ان کی بارگاہ عظیم میں خود بخود سجدہ ریز ہوجاتا ہے بقول طاہر لاہوری ؎

اُن سے مری ہستی کہ سیہ رات ہے روشن — جودیپ مرے دل میں عقیدت کے جلے ہیں

حسرت یہ ہوتی ہے کہ کاش ان کی زیارت سے مشرف ہوا ہوتا۔ آج تک کوئی ایسا شخص مجھے نہیں ملا کہ جس نے یہ کہا ہو کہ حافظ ملت میں یہ عیب تھا، جتنے لوگ بھی ملے ان کے مدّاح ہی ملے۔

میں اس مقام پہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر حضرت علامہ سید محمد مدنی اختر کچھوچھوی مدظلہ النورانی کو حضور محدث اعظم ہند جیسے مشفق وسرخیل والد ملے تو حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ جیسے نابغۂ روزگار استاذ بھی۔ ان دونوں حضرات کی تعلیم وتربیت نے یقیناً حضرت علامہ سیّد محمد مدنی میاں قبلہ مدظلہ النورانی کو دین ودنیا کا اختر کامل بنادیا ہے۔

فرمایا گیا ہے: " اَلوَلَدُ سِرٌّ آبِیہِ " المقاصدُ الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتہرۃ علی الالسنۃ۔ تالیف العلامۃ الشیخ محمد عبدالرحمن السخاوی (متوفی سنہ ۹۰۴ھ)

بیٹا اپنے باپ کی سچی تصویر ہوا کرتا ہے۔ باپ کے نقوش زندگی بیٹے کے کردار وعمل کا

آئینہ ہوا کرتے ہیں۔استاذ کو پدرِ معنوی کا
مقام حاصل ہے۔قول مذکور کی روشنی میں اگر کوئی شخص حضور محدث اعظم ہند اور حضور حافظ ملت علیہما الرّحمہ کے علم وعمل اور ضو ریز کردار کو دیکھنا چاہتا ہے تو وہ حضرت علامہ سیّد محمد مدنی میاں صاحب قبلہ مدّظلہٗ النورانی میں دیکھ سکتا ہے۔میرے موقف کی تائید ڈاکٹر سیّد طارق سعید کی اس تحریر سے بھی ہوتی ہے وہ فرماتے ہیں۔

''یہاں یہ کہے بغیر چارہ نہیں کہ حضرت اخترؔ کی ذات گرامی پر والد محترم محدث کچھوچھوی کی نوازشات کا کوئی شمار نہیں''

(گلدستہ۔ڈاکٹر طارق سعید،طبع دوم مئی ۱۹۹۵ء فیض آباد ص ۱۴)

ماہ فروری ۲۰۱۶ء میں مدنی فاونڈیشن،ہبلی (کرناٹک) کی جانب سے حضرت مولانا نعیم الدین اشرفی،سیکریٹری مدنی فاونڈیشن،ہبلی کا گرامی نامہ موصول ہوا جس میں انہوں نے مورخہ ۱۰/اپریل ۲۰۱۶ء کو حضرت علامہ سیّد محمد مدنی میاں اخترؔ کھوچھوی قبلہ پر سیمینار کے منعقد کیے جانے کا ذکر کرتے ہوئے مقالات ومضامین طلب کیے تھے۔میں نے محترم حضرت مولانا نعیم الدین اشرفی صاحب کو بذریعہ ای میل اطلاع دی کہ حضرت علامہ مدنی میاں صاحب قبلہ کی شخصیت پر لکھنے کے لیے میرے پاس لٹریچر دستیاب نہیں،اگر لٹریچر دستیاب ہو جائیں تو حکم کی تعمیل ہو سکتی ہے۔انہوں نے بذریعہ فون رابطہ قائم کیا اور لٹریچر فراہم کرنے کو وعدہ فرمایا۔۲۲/فروری ۲۰۱۶ء کو مجھے ان کی جانب سے بذریعہ اسپیڈ پوسٹ تین کتابوں ☆ نظریۂ ختم نبوت اور تحذیر الناس ☆ علمی مجلہ حضرت شیخ الاسلام حیات وخدمات ☆ گلدستہ کا ایک پیکٹ موصول ہوا۔حضرت مولانا نعیم الدین اشرفی صاحب سے گفتگو کے دوران معلوم ہوا کہ حضرت ایک بلند پایہ شاعر بھی ہیں۔جس سے مجھے بے پناہ مسرت ہوئی۔اپنی افتادِ طبع کے پیش نظر میں نے مولانا محترم سے ان کی شاعری پر لکھنے کا وعدہ کر لیا۔مولانا نعیم الدین اشرفی کے فراہم کردہ لٹریچر'' علمی مجلہ حضرت شیخ الاسلام حیات وخدمات'' کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ آپ کا مجموعۂ کلام'' تجلیات سخن'' جو ۲۵۴ صفحات پر مشتمل ہے طبع ہو کر منظر عام پر آ چکا ہے۔جو دو جز پر مشتمل ہے۔جزء اوّل باران رحمت (جو حمد ونعت اور منقبت) اور جزء دوم ''پارۂ دل'' غزلوں اور نظموں پر مشتمل ہے۔

چونکہ حضرت اخترؔ کھوچھوی مدّظلہ کا مذکورہ مجموعہ کلام مجھے دستیاب نہیں ہو سکا اس لیے اس پر کسی طرح کا اظہار خیال نہیں کر سکتا۔

ہاں حضرت مولانا نعیم الدین اشرفی صاحب کا ارسال کردہ حضرت علامہ اخترؔ کھوچھوی مدّ ظلہٗ کا شعری مجموعہ ''گل دستہ'' اس وقت میرے پیش نظر ہے جسے ڈاکٹر سید طارق سعید،صدر شعبہ اردو ساکیت،پی۔جی کالج،ایودھیا،فیض آباد نے مدوّن کیا ہے۔ڈاکٹر سید طارق سعید صاحب ''گل دستہ'' کے دیباچۂ دوم میں تحریر فرماتے ہیں۔

'' آخر میں ایک ضروری بات کی طرف اشارہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس مجموعہ کلام کی ترتیب نہ تو حروف تہجی کے اعتبار سے ہے اور نہ سن تخلیق کے اعتبار سے بلکہ کتابت،طباعت اور مدون کی ذاتی پسند ہی ہر جگہ دخیل رہی ہے۔آپ کی بیش قیمت رائے کا انتظار رہے گا تا کہ اگلا ایڈیشن خوب سے خوب تر ہو سکے۔'' (گل دستہ۔ڈاکٹر طارق سعید،طبع دوم مئی ۱۹۹۵ء فیض آباد ص ۴۲)

میں محترم ڈاکٹر سید طارق سعید صاحب کی خدمت عالی جاہ میں نہایت ادب کے ساتھ عرض گزار ہوں کہ میرے خیال میں جب بھی کسی شاعر یا تخلیق نگار کی کاوش پر قلم وقرطاس اٹھایا جائے تو اس کو ادبی نقطۂ نگاہ سے پرکھا جائے نہ کہ اپنی ذاتی رائے سے۔جس سے کہ تخلیق نگار کی تخلیق کے عہد اور شعور وفکر کا تعین ہو سکے۔اس لیے کہ نگارشات تخلیق نگار کی ذہنی وفکری پختگی کی آئینہ دار ہوا کرتی ہیں اور اسی سے اس کے تخلیقی شعور کا اندازہ ہوتا ہے نیز اس کی ادبی قدروں کا صحیح تعین بھی۔

جب ہم حضرت علامہ اخترؔ کچھوچھوی مدّظلہٗ کی سخن طرازی پر ایک نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں ان کے یہاں شاعری کی جملہ اصناف میں طبع آزمائی کا خاطر خواہ سرمایہ نظر آتا ہے۔اگر انہوں نے اپنی فکر وفن کا موضوع نعت ومنقبت کو بنایا ہے تو غزل ونظم کی آبیاری بھی بڑے سلیقے سے کی ہے۔ان کا نعتیہ کلام پڑھکر جہاں ان کے فکر وفن اور عشق رسول ﷺ کا اندازہ ہوتا ہے وہیں ان کی غزلوں کو پڑھکر ان کی لطیف طبیعت کا بھی احساس ہوتا ہے۔مگر اس وقت میرا مطمح نظر ان کی نعتیہ شاعری ہے۔

عصر حاضر میں نعتیہ شاعری پر فکر وفن کے حوالے سے بڑا کام ہو رہا ہے خصوصاً پاکستان میں نعتیہ ادب پر تحقیق وتنقید کا کام فروغ وارتقاء کی راہ پر گامزن ہے۔اس کے ارتقاء وفروغ میں مجلہ ''نعت رنگ'' کراچی کلیدی کردار ادا کر رہا ہے جو لائق صد ستائش ہے۔ورنہ اس سے قبل شعراً صرف تیمّناً وتبرکاً ہی نعتیں کہہ اور سُن رہے تھے اور ادیب ونقاد اس کو مذہبی شاعری کا درجہ دیکر صرفِ

نظر کیے ہوئے تھے۔

حمد ونعت پر شائع ہونے والے جرائد ورسائل نے ادیبوں اور تنقید نگاروں کی فکر کو خود بخود اپنی جانب متوجہ کرلیا ہے۔ میں پر امید ہوں کہ اگر نعت پر فکر وفن اور نقد ونظر کا کام اسی طرح ارتقائی فروغ حاصل کرتا رہا توعنقریب اس کو صنفِ ادب کا درجہ مل جائے گا اس لیے کہ ادب کہ یہ واحد صنف سخن ہے جس کا تعلق براہ راست اللہ جلّ جلالہٗ اور اس کے پیارے رسول احمد مجتبیٰ محمد مصطفی ﷺ سے ہے۔ یہ وہ عظیم بارگاہیں ہیں جہاں اک سرِ مو بھی فروگذاشت کی گنجائش نہیں جس میں صرف اور صرف صداقت ہی صداقت کا بیان ہوتا ہے۔

حضرت اختر کچھوچھوی مدّظلہٗ کے فکر وفن پر آغاز سے پیش تر نعت پاک کے حوالے سے ان کے موقف کو جان لینا ضروری ہے۔ کہ نعت پاک کے حوالے سے ان کا نقطۂ نظر کیا ہے۔ چنانچہ آپ بارگاہ آقا ومولیٰ ﷺ میں سلام کی نذر پیش کرتے ہوئے ایک سلام کے مقطع میں فرماتے ہیں

آمدہ نعت محمد ﷺ در کتاب کبریا
ہر گز آساں نیست نعتش اختر خوار و ذلیل

ایک نعت پاک میں تحریر فرماتے ہیں کہ نعت پاک رقم کرنے کا صرف اور صرف اسی کو حق ہے جس کے قلم میں احتیاط کی روشنائی ہو۔ حضرت کے اس شعر سے ان کے قلم وفکر کی پاکیزگی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے ؎

صرف اُسی کو ہے ثنائے مصطفی لکھنے کا حق
جس قلم کی روشنائی میں ہو شامل احتیاط
اختر نہیں ہے وقت جنوں ہوش کو سنبھال
سوئے ادب ہے بولنا بزمِ خیال میں

آج کل ایک مخصوص فکر وآہنگ رکھنے والے حضرات کا نظریہ ہے کہ نعت صرف ستائش مصطفی ﷺ کا نام ہے۔ لیکن جب ہم نعت گوئی کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں مدح مصطفی ﷺ کے ساتھ معاندین کی تضحیک وتذلیل کا موضوع بھی نعت میں ملتا ہے۔ نعت گوئی کی یہ روش اس کی تاریخ میں بہت ہی اہمیت کی حامل ہے۔ چنانچہ حضرت اختر کچھوچھوی مدّظلہٗ اپنی ایک نعتِ پاک میں اسی پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

جس میں پاسِ شریعت نہ خوف خدا، وہ رہا کیا رہا، وہ گیا کیا گیا
ایک تصویر تھی جو مٹا دی گئی، یہ غلط ہے مسلمان مارا گیا
بدنصیبو! شہنشاہ کونین سے صاحب قربت قاب قوسین سے
تم نے کی دشمنی، ہم نے کی دوستی، کیا تمھیں مل گیا، کیا ہمارا گیا
اے مری قوم کے زاہدو عالمو نخوتِ زُہد و دانش بُری چیز ہے
کیا مجھے یہ بتانا پڑیگا تمھیں، کس سبب سے عزازیل مارا گیا
ان کے کوچے میں مرکر یہ ظاہر ہوا کچھ نہیں فرش سے عرش کا فاصلہ
گود میں لے لیا، رفعتِ عرش نے، قبر میں جس گھڑی میں اتارا گیا

حضرت اختر کھوچھوی نے مختلف اسلوب میں نعتیں رقم کی ہیں کہیں کہیں تغزل کا رنگ غالب ہے تو کہیں تفوّق علمی کی جلوہ باریاں کارفرما ہیں۔ تفوّق علمی سے صرف اہل علم ہی مستفیض ہوسکتے ہیں لیکن زیادہ تر نعتیں انہوں نے سادہ اسلوب میں کہی ہیں جس سے کہ ہر کہ ومہ لطف اندوز ہوسکتے ہے ملاحظہ ہو ؎

محمد نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا — وجود فلک نہ قمر، شمس، تارے
سمندر کی طغیانیاں نہ کنارے — نہ دریا کے بہتے ہوئے صاف دھارے
نہ آتش کی سوزش نہ اڑتے شرارے — محمد نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا
عنادل کی نغمہ سرائی نہ ہوتی — ہنسی گُل کے ہوٗنٹوں پہ آئی نہ ہوتی
کبھی سطوت قیصرائی نہ ہوتی — خدا ہوتا لیکن خدائی نہ ہوتی
محمد نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا — یہ راتوں کے منظر یہ تاروں کے سائے
خراماں خراماں قمر اُس میں آئے — مرے قلب محزوں کو آکر لبھائے
لٹاتا ہوا دولتِ نور جائے — محمد نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا
نہ بطنِ صدف میں درخشندہ ہوتی — نہ سبزی قباؤں میں ملبوس ہوتی
فلک پہ حسیں کہکشاں بھی نہ ہوتی — زمیں کی یہ پُر کیف سوتا نہ سوتی
محمد نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

فن شاعری میں طویل اور چھوٹی بحروں میں طبع آزمائی کرنا شعرائے کرام کا طریقہ رہا ہے۔ حضرت علامہ اختر کچھوچھوی نے بھی جملہ اصناف شاعری میں اپنی طبعیت کے جوہر دکھائے ہیں۔ چھوٹی بحر میں طبع آزمائی بنسبت بحرِ طویل کے مشکل تصور کی جاتی ہے۔ غزل کے رنگ میں

بالکل چھوٹی بحر میں حضرت اختر کچھوچھوی کی دو نعت پاک ملاحظہ فرمائیں ؎

نگاہ ہے سرگیں تمھاری   مہِ مُنوّر جبیں تمھاری
شبیہ کوئی نہیں تمھاری   کہ نازشِ گُل عذار ہو تم
اگر تمھارا ہو اک اشارہ   فلک سے میں نوچ لاؤں تارا
قمر بھی سینہ کرے دوپارا   قرارِ لیل و نہار ہو تم
چمن کی رنگینیاں تمھیں سے   گلوں میں رعنائیاں تمھیں سے
مرے چمن کی بہار ہو تم   ہمیں ہے بس آپ کا سہارا
نہیں تو کوئی نہیں ہمارا   توئی سفینہ توئی کنارہ
ہمارا دار و مدار ہو تم   کہیں جو ہنس دو جہان ہنس دے
جہاں کیا ربِّ جہان ہنس دے   زمین ہنس دے زمان ہنس دے
زمانے بھر کا قرار ہو تم   یہ مانا کوئی خلیل نکلا
کوئی کلیم جلیل نکلا   کوئی مسیح جمیل نکلا
حبیبِ پرور دگار ہو تم   جو تم کو دیکھے خدا کو دیکھے
جو تم کو سمجھے خدا کو سمجھے   جو تم کو چاہے خدا کو چاہے
کہ مرآۃ حسنِ یار ہو تم   زمیں پہ ہے تیز گام کوئی
فلک پہ ہے محو خرام کوئی   خدا سے ہے ہم کلام کوئی
وہ نازشِ گُل عذار تم ہو   ہے کس کا آج عرش پر بلاوا
براق کس کے لئے ہے آیا   ہے کس کا پا اور رخ فرشتہ
وہ مرآۃ حسنِ یار ہو تم   تجھے خدا کے سوا نہ جانا
کسی نے، ہو خواہ وہ فرشتہ   ہو چاہے بو بکر سا دل آرا
وہ دل کا میرے قرار ہو تم   ہم غریبوں کا آسرا تم ہو
بزم کونین کی ضیاء تم ہو   ہو گیا نازش دو عالم وہ
ہو گیا نازش دو عالم وہ   جس کہہ دو مرے گدا تم ہو
اِس طرف بھی ذرا نگاہِ کرم   دردِ دل کی مرے دوا تم ہو
میرے دل کو ہو خوفِ رہزن کیوں   جبکہ خود میرے رہنما تم ہو

عکس ہے تیرا شیشۂ دل میں   میرے دل سے کہاں جدا تم ہو
ہم غریبوں کی جھولیاں بھر دو   بحرِ جود و سخا شہا تم ہو
پھر بھلا خوفِ موجِ طوفاں کیا   میری کشتی کے نا خدا تم ہو
اختر بخت جگمگا اٹھا   ملتفت جب سے با خدا تم ہو

کسی بھی فن کار کی تخلیق میں اس کے فن کے رموز پنہا ہوا کرتے ہیں، اس کی زندگی کے ذریں نقوش اس کے فن میں ضیا بار ہوا کرتے ہیں۔ فنکار کا فن شخصیت کی صاف ستھری تصویر ہوا کرتا ہے۔ میں تو ذات کی حقیقی تصویر فن کار کی تخلیق کو ہی تصور کرتا ہوں جس سے کہ اُس کا فن وابستہ ہے۔ اُوپر میں نے حضرت علامہ اختر کچھوچھوی مدّظلہٗ کے کچھ اشعار اور دو نعتیں ان کی فکر و فن کو سمجھنے کے لیے تحریر کی ہیں اب ان کے مجموعۂ کلام سے چند منتخب اشعار اپنے موقف کے مزید وضاحت کے لیے پیش کرنا چاہتا ہوں جس سے ان کی نعت گوئی کے دیگر پہلو بھی روشن ہو سکیں ملاحظہ ہو ؎

زباں ہے مری خوگر نعت احمد   یہی ہے ہمارے لبوں کا ترانہ
نظر مائل بہ گریہ تھی وفور شادمانی سے   عجب تھا ماجرا پیش نظر جب تیرا در آیا
جب آئے جلوہ گاہ رب میں موسیٰ ہوگئے بیخود   تبسم تھا لبوں پر جب وہاں خیر البشر آیا
کلام اللہ تو کہتا ہے ان کو نورِ یزدانی   مگر کہتے ہیں اہلِ شر انہیں مجھ سا بشر آیا
تری نغمہ سرائی پُر اثر ثابت ہوئی اختر   زبان اہلِ محفل بول اٹھی نغمہ گر آیا
اس کو دنیا و عقبیٰ سے کیا واسطہ   جو مرے کملی والے تمھارا نہیں
گُل میں ان کی مہک چاند میں روشنی   کملی والے نے کس کو سنوارا نہیں
حقیقی زندگی کی ابتدا ہوتی ہے مدفن سے   نقاب اُلٹے ہوئے آتا ہے کوئی روئے رَوشن سے
مدینے میں مرا دل، اور دل میں کملی والا ہے   مرا دل کم نہیں رضواں تری جنت کے گلشن سے
یہ کون آیا یہ کون آیا مرا فریاد رس بن کر   دھواں فریاد بن کر اٹھ رہا ہے دل کے گلخن سے
خدا اس کا، زمانے کی ہر اک شئے با خدا اسکی   نچھاور ہو گیا جو مصطفیٰ پر اپنے تن دھن سے
مقدر سے اگر دو گز زمیں طیبہ میں مل جاتی   گلستاں چھوڑ دیتا اور باز آتا نشیمن سے
کس نے سرکایا نقابِ رخِ روشن سے اختر   ہر طرف ایک قیامت سی ہے برپا دیکھو

حضرت علامہ اختر کچھوچھوی مدّظلہٗ النورانی کے حضور اپنی عقیدت کا خراج پیش کرتے ہوئے ڈاکٹر عبدالمجید اکبر، صدر شعبۂ اُردو فارسی، گُل برگہ یونیورسٹی، گُلبرگہ رقم طراز ہیں۔

''حضرت شیخ الاسلام کی علمی وادبی شخصیت کی تنظیم وترتیب میں علمِ تفسیر، علمِ حدیث، علمِ فقہ اور ان کے اُصول کے علاوہ علمِ ادب و فلسفہ، منطق و مناظرہ، ردّ و ابطال اور شعر وسخن وغیرہ یہ سب بتام وکمال شامل ہیں۔
آپ طالبِ علمی کے دور سے ہی شعر وسخن کا پاکیزہ ذوق رکھتے ہیں۔
چنانچہ آپ کا شعری سرمایہ '' تجلیاتِ سُخن'' کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ آپ نے فارسی میں مولانا رومؔ، حافظؔ شیرازی، شیخ سعدیؔ، اور علامہ جامیؔ وغیرہ کا مطالعہ فرمایا تھا۔ اور اردو میں غالباً خواجہ میر دردؔ، میر تقی میرؔ، مومنؔ غالبؔ، اقبال اور رضاؔ بریلوی کے علاوہ خانوادۂ اشرفیہ کے شعرأ کرام کا کلام بھی بالاستیاب پڑھا ہے۔ حمد، نعت ومنقبت، سلام، سہرا، غزل اور قصیدے لکھے ہیں۔ زبان اور لفظیات نہایت شستہ لکھنوی اور دہلوی اُسلوب کا حسین امتزاج آپ کے کلام کی شناخت ہے۔ تقدیسی موضوعات، صنائع لفظی اور صنائع معنوی کا بہترین اظہار آپ کے کلام کی زینت ہیں۔ جو مختلف مترنم بحور و اوزان میں لکھے گئے ہیں۔ اِن خصوصیات کی بنا پر آپ کی شاعری کسی بھی یونیورسٹی میں شعبۂ اردو کے تحت تحقیق کا موضوع بن سکتی ہے۔''

(علمی مجلہ حضرت شیخ الاسلام حیات وخدمات۔ مرتبین مولانا سید نثار احمد چھگن اشرفی، مولانا نعیم الدین اشرفی مدنی فاونڈیشن، ھبلی۔ کرناٹک، ص ۷۱)

میں ڈاکٹر صاحب کی رائے سے بالکل متفق ہوں یقینا پیر طریقت، شیخ الاسلام حضرت علامہ سیّد محمد مدنی اخترؔ مدّظلہٗ النورانی کچھوچھوی کی شاعری اس لائق ہے کہ اس پر یونیورسٹی سطح پر تحقیقی کام انجام پاسکے مگر اسی کے ساتھ میں نہایت ادب کے ساتھ یہ بھی عرض گزار ہوں کہ ان کا مجموعۂ کلام اوّلاً ماہ وسال و ذہنی ارتقاء کے ساتھ ادبی پیرایہ میں مرتب ہوکر منظر عام پر آنا چاہیے''جس سے کہ اربابِ علم وفضل اس جانب متوجہ ہوکر نقد ونظر کی روشنی میں ان کے کلام کی ادبی قدر کا تعین کر سکیں۔ دنیا میں جتنی بھی عظیم شخصیتیں گزری ہیں اہل علم وادب نے ہی ان کی تخلیقات کو نقد ونظر کی کسوٹی پر کھ کر ان کے مقام ومرتبے کا تعین کیا ہے

ڈاکٹر رضوان انصاری
سیتامڑھی، بہار

لب ولہجہ کے شاعر
عارف باللہ شیخ الاسلام سید اختر کچھوچھوی

شعراء کے بارے میں اہل عرب کا بہت مشہور مقولہ ہے کہ الشعراء تلامیذ الرحمن۔ جب کہ اہل ایران کا خیال ہے کہ ؎

''شاعری جزو یست از پیغمبر''

متذکرہ دونوں مقولوں سے قطعِ نظر اگر کسی بھی زبان کی قدیم وجدید شاعری یا کلام پر تنقیدی نظر ڈالی جائے تو دو پہلو اکثر شعراء کے کلام میں نظر آئیں گے۔ تعمیری یا تخریبی۔ اس زمرہ سے نعت، منقبت وغیرہ مستثنیٰ ہیں۔

اسلام نے تعمیری فکر رکھنے والے شعراء کو خوش آمدید اور مرحبا کہا ہے البتہ تخیل کی پرواز میں سیر کرنیوالے تخریب یا شراب مجازی جنگل، بیابانوں میں سیر کرانے والے شعراء کو جہنم کا ایندھن بتایا ہے۔

چنانچہ رسول دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعہ پر عرب کے مشہور شاعر امراء القیس جس نے اعلانِ نبوت سے چالیس سال پیشتر کا زمانہ پایا ہے۔ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ:

اشعر الشعراء و قائدھم الی النار۔ یعنی وہ شاعروں کا سرتاج ہے مگر جہنم میں ان سب کا سپہ سالار بھی ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کون سی خاص بات ایسی ہے جس کی وجہ سے امراء القیس کی شاعری کے بارے میں سرور دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس طرح ارشاد فرمایا۔ دراصل اس کا تمام کلام حسن وعشق سے بھرا ہوا ہے۔ شراب ارغوانی کی اہمیت، جاں گداز جذبوں، آندھیوں سے اڑی ہوئی پرانی بستیوں کے کھنڈروں کے مرثیوں، سنسان ریتیلے ویرانوں کے دل ہلا دینے والے مناظر وغیرہ کی تصویریں ملتی ہیں۔ یہی عرب کے دور جاہلیت کی کل تخیلی کائنات تھی۔ امراء القیس کی شاعری پر علامہ اقبال کی رائے ملاحظہ ہو:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حکیمانہ تنقید میں فنون لطیفہ کے اس اہم اصول کی توضیح فرمائی ہے کہ صنائع و بدائع کے محاسن اور انسانی زندگی کے محاسن یہ کچھ ضروری نہیں کہ یہ دونوں ایک ہی ہوں۔ یہ ممکن ہے کہ شاعر بہت اچھا شعر کہے لیکن وہی شعر پڑھنے والے کو اعلیٰ علیین کی سیر کرانے کے بجائے اسفل السافلین کا تماشا دکھاوے۔ شاعری دراصل ساحری ہے۔ اور اس شاعر پر حیف ہے جو قومی زندگی کے مشکلات و امتحانات میں دلفریبی کی شان پیدا کرنے کے بجائے وہ فرسودگی وانحطاط کو صحت اور قوت کی تصویر بنا کر دکھادے اور اس طور پر اپنی قوم کو ہلاکت کی طرف لے جائے۔ اس کا تو فرض ہے کہ قدرت کی لازوال دولتوں میں سے زندگی اور قوت کا جو حصہ اسے دکھایا گیا ہے اس میں اوروں کو بھی شریک کرے۔'' (مضامین اقبال، ص:76، مرتبہ تصدیق حسین تاج)

برخلاف امراء القیس کے سرزمین عرب کے ہی ایک دوسرے قبیلۂ بنوعبس کے نامور شار عنترہ کا یہ شعر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب سنا کہ:

و لقد ابیت علی الطویٰ و اظله   حتیٰ انال به کریم المالک

ترجمہ: (میں نے بہت سی راتیں محنت ومشقت میں بسر کی ہیں تاکہ میں اکلِ حلال کے قابل ہوسکوں) تو اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے خاطب ہوکر فرمایا کہ اِس شاعر کے دیکھنے کو میرا دل بے اختیار چاہتا ہے۔ سرورِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عنترہ کو جو عزت عطا فرمائی اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ عنترہ کا کلام زندگی دہندہ ہے۔ بولتی چالتی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ اس کا شعر برائے زندگی ہے۔ شاعری یا ادب کا مقصد بھی برائے زندگی ہونا چاہئے۔ وہی ادب زندہ رہا ہے اور مستقبل میں بھی زندہ رہے گا جس میں زندگی اور اس کی توانائی رہے گی۔

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شاعری سے اور شاعری سے متعلق جو ابدی پیغام دیا ہے وہ ہر زبان و ادب کے لیے دستور العمل ہے۔ چنانچہ حضرت حسان بن ثابت سے لے کر حضرت شیخ اسلام سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کچھوچھوی دامت برکاتہم العالیہ تک ثنا خوان رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک مقدس قافلہ ملتا ہے۔ جن میں حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ عربی زبان کے قادرالکلام شاعر ہیں تو حضرت جامیؔ، رومیؔ، سعدیؔ، عطارؔ، سنائیؔ اور خاقانیؔ وغیرہ

شعراء نے فارسی زبان وادب میں نعت نبی میں اپنی غلامی کا حق ادا کیا ہے۔ جب کہ اس میدان میں اردو زبان وادب کے سرخیل سیدنا امام احمد رضاؔ خاں فاضل بریلوی ہیں جن کی نعتیہ شاعری پر مبنی کتاب ''حدائق بخشش'' ہے۔ قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اپنی کتاب کا نام بخشش کا ذریعہ نہیں قرار دیا۔

زیر نظر مقالہ جس ذات مجمع الصفات پر راقم الحروف خامہ فرسائی کی جرأت کر رہا ہے۔ وہ دراصل سورج کو چراغ دکھانے کے مصداق ہے۔ بلکہ چراغ کے مثل قرار دینا بھی سراسر ناانصافی ہے۔ وہ شیخ الاسلام جن کا سلسلہ نسب سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم براہ راست ہے۔ جن کے علم و فضل اور ولایت کے مصدر حضرت سیدنا باب العلم ہوں۔ جو خطابت اور طریقت میں سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا حقیقی جانشین اور وارث ہوں۔ جن کی سیادت، قیادت، طریقت، نجابت، ولایت، نورانیت، خطابت اور شرافت وغیرہ آپ اپنی نظیر ہوں۔ وہی تو حضور شیخ الاسلام سید محمد مدنی اشرفی جیلانی دام ظلکم علینا والملتِ اسلامیہ ہیں۔

حضرت سیدنا شیخ الاسلام سید محمد مدنی اشرفی جیلانی جس طرح بے مثل و بے عدیل خطیب ہیں اسی طرح لاثانی مداح خیرالانام بھی ہیں۔ ان کو نعت گوئی اپنے والد حضور سید محدثِ اعظم ہند کچھوچھوی قدس سرہٗ سے ورثہ میں ملی۔ جو سید تخلق فرماتے تھے۔ آپ کا وصال 15 رجب المرجب 1381ھ مطابق 25 دسمبر 1941ء بروز دوشنبہ وقت 12:30 بجے دن ہوا۔ جن کا صرف ایک شعر نذر قارئین ہے کہ:

مدینے کا کچھ کام کرنا ہے سیدؔ   مدینے سے بس اس لیے جا رہا ہوں

نعت گوئی کے لیے جن شعری محاسن کی ضرورت ہے۔ وہ تمام وکمال حضرت شیخ الاسلام کی ذات میں موجود ہیں۔ آپ میں سرورِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عشق کا جذبۂ حقیقی ابدی اور ازلی ہے۔ ان میں بیک وقت مفتی، مقرر، صوفی، مفکر، متقی، زاہد، عابد شب زندہ دار، عالم باعمل، فاضل علوم مشرقیہ، ولی باکرامت اور عاشق رسول کے اوصاف جلوہ گر ہیں۔ آپ کی ولادت اور بچپن کی مصروفیت پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر سید طارق سعید صدر شعبہ اردو ساکیت پی۔ جی۔ کالج فیض آباد رقمطراز ہیں:

'اسی سرزمین سے سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی کی شخصیت کا آفتاب طلوع

ہوتا ہے۔ تاریخ ولادت میں اختلاف ہے۔ لیکن اصل تاریخ پیدائش 28/اگست 1938ء ہے۔ والد محترم سید محمد محدث کچھوچھوی علیہ الرحمہ اور والدۂ ماجدہ سیدہ فاطمہ علیہا الرحمہ عنہا کی آغوش میں تعلیم وتربیت کا سلسلہ شروع ہوا۔ ظاہر ہے لڑکپن کو کھیل، نام بھی نصیب نہ ہوا۔ اور شرارت ترس کر رہ گئی۔ اس پیچ مطالعہ نے اگر فرصت دی تو ذرا مشق سخن کر لیا اور جانا کہ شرارت ہوگئی۔ اس طرح 11-12 سال کی عمر میں بوقتِ فراغت لفظوں کی بے ترتیبی سے ایک خاص نوع کے آہنگ کی تخلیق بچپن کا سب سے عمدہ مشغلہ طے پایا اور یوں مولانا سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی، اختر کی بازیافت کرنے میں کامیاب رہے۔'' (گلدستہ، صفحہ:13)

شیخ الاسلام حضرت سید محمد مدنی اشرف الجیلانی المتخلص اختر کچھوچھوی جس طرح خطابت میں قرآن واحادیث کے اسرار و رموز نہایت برجستہ اور رواں اسلوب میں پیش کر کے ایمان و ایقان کی دائمی خوشبو سے عوام وخواص کے قلوب کو معطر فرماتے ہیں۔ اسی طرح اپنے کلام سے اہل علم کو محو حیرت فرما دیا کہ ایسا فصیح و بلیغ کلام عصر حاضر میں منفرد اوصاف وکمالات کے حاصل عارف باللہ اور رسول کے ماسوا دوسرے کا قطعی نہیں ہوسکتا۔ انہوں نے کسی شاعر کے روبرو زانوئے ادب تہہ نہیں فرمایا بلکہ آپ حقیقی معنیٰ میں تلامیذ الرحمن ہیں۔ اس لیے آپ کا تمام کلام روحانیت کا علمبردار بھی ہے اور بھینی بھینی خوشبو کا عظیم گلدستہ بھی۔

علامہ سید اختر کچھوچھوی کو زبان و بیان پر مکمل قدرت حاصل ہے۔ وہ زندگی کی حقیقت سے پردہ کشائی میں قرآن وحدیث کو پیشِ نظر رکھتے ہیں۔ آپ نے بہت محتاط رہ کر شاعری کی ہے۔ ان کا کلام خالص اسلامی بلکہ قرآنی فکر ونظر کا ترجمان ہے۔ یہی سبب ہے کہ ان کی تمام تر شاعری میں ایک ہی روح کارفرما نظر آتی ہے۔ چنانچہ اس حقیقت پر ان کے مندرجہ ذیل اشعار شاہد ہیں۔

ملاحظہ ہوں:

زندگی ہے بے نیاز زندگی ہونے کا نام   موت کہتے ہیں جسے وہ زندگی کا ہوش ہے
چھوڑ دوں گا میں آستانے کو سن تو لیجئے مرے فسانے کو   عشق کی اصطلاح میں ہمدم موت کہتے ہیں مسکرانے کو
اس روئے والضحیٰ کی صفا کچھ نہ پوچھئے   آئینۂ جمالِ خدا کچھ نہ پوچھئے

عرش کے تارے، فرش کے ذرے آمد سرور پہ کہہ اٹھے   جاء الحق و ذهق الباطل وان الباطل كان زهوقا

حضرت مولانا اختر کچھوچھوی کے کلیات گلدستہ مرتبہ ڈاکٹر سید طارق سعید میں جابجا تلمیحات قرآنی نظر آتے ہیں۔ ایسا کیوں نہ ہو۔ کیونکہ آپ کا مطالعۂ قرآن پاک بڑا وسیع اور عمیق ہے۔ وہ غزل بھی کہتے ہیں تو نعت کے پیرایہ میں ہی ہوتا ہے۔ عشقِ رسول کا جذبہ ہر شعر میں جلوہ گر نظر آتا ہے۔ ان کے کلام پر علامہ اقبال کا اثر ملتا ہے۔ آپ کی شاعری پر پروفیسر سید عبدالمجید بیدار کا خیال قابلِ توجہ ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

''شاعر نے غزلیہ اور نظمیہ انداز کو روا رکھنے کے ساتھ ساتھ حمد ونعت و منقبت کے علاوہ غزل کے لب ولہجہ کا سہارا بھی لیا ہے۔ لیکن آپ کی شاعری کی یہ خوبی ہے کہ کہیں بھی سطحی وعامیانہ خیالات کی پیشکش اور رنگینی ورعنائی کی نمائندگی کی طرف توجہ نہیں دی گئی بلکہ غزل کی شاعری میں بھی حکیمانہ بصیرت کو شامل کر کے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ بندۂ مومن کا دل جب خدا سے لو لگالیتا ہے تو پھر ہر موجود میں اسے جلوۂ خداوندی محسوس ہوتی ہے۔'' (حضرت شیخ الاسلام حیات وخدمات، صفحہ:151)

پروفیسر موصوف آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں کہ

''جس میں شاعر محترم نے علامہ اقبال کے رنگ سے بھی استفادہ کر کے فکر کی بالیدگی کا ایسا سامان فراہم کیا ہے کہ جس کے توسط سے شاعر کی الہامی فکر کی نشاندہی ہوتی ہے۔'' (شیخ اسلام حیات وخدمات، صفحہ:152)

تلمیحات پر مبنی چند اشعار ''گلدستہ'' سے ملاحظہ ہوں:

نہ حسن ماہ نہ خورشید کے جمال میں ہے   جو بات میرے نبی آپ کے بلال میں ہے
جواب شل میں طلب کی رفاقتِ جنت   کمال ہوش ربیعہ ترے سوال میں ہے

مجھ سے مت پوچھ معراج کا واقعہ ہے مشیت کے رازوں کا اک سلسلہ
دل کو ان کی رسائی پہ ایمان بھی عقل ایسی رسائی پہ حیران بھی

نفسی نفسی کے سوا جب نہ سجھائی دے گا   رب ہبلی کی صدا کوئی لگاتا ہوگا
کوئی بلال سے پوچھے، خبیب سے سمجھے   سزائے الفتِ سرکار کا مزا کیا ہے

حضرت شیخ الاسلام کی زندگی پیدائش سے تاہنوز قال اللہ وقال الرسول کی نورانی اور معطر فضاؤں میں گزری ہے اوران شاءاللہ مستقبل کے ایام بھی گزریں گے۔آپ کی زندگی کا ہرلمحہ اسی فکروخیال میں بسر ہوتا ہے۔آپ کی زبان اورقلب روز وشب صرف اورصرف اللہ اور رسول کے ذکر سے ہی بے خود رہتے ہیں اس لیے جب نثر میں بیان فرماتے ہیں تو قرآن واحادیث مبارکہ کے اسرارورموز سے عوام کے قلوب کوروشن وحیات سرمدی عطافرماتے ہیں اور جب شعرونغمہ کی دنیا میں سیر فرمانا شروع فرماتے ہیں تو دریا نہیں بلکہ سمندر کو معمولی سے کوزہ میں بند فرما کر دانشورانِ ادب کوسر دھننے کے لیے مجبور فرمادیتے ہیں۔بعض بعض اشعار کی فکر اتنا اعلیٰ وارفع ہے کہ ان کی تشریح خود شیخ الاسلام حضرت اختر صاحب مدظلہ کے سوا دوسرا کر ہی نہیں سکتا۔الفاظ کا استعمال اس قدر ہنرمندی سے ہوا جیسے انگشتری میں خوبصورت نگینہ۔چند اشعار نذر ہیں:

اختر نہیں ہے وقتِ جنوں ہوش کو سنبھال　　سوء ادب ہے بولنا بزم خیال میں
نقاب ان کے روئے منور سے سرکا　　زمانے نے سمجھا طلوع سحر ہے
سوا ان کے اٹھا پائے نہ کوئی　　کمال ناتوانی چاہتا ہوں
اگر کل جان جاتی ہے تو یارب آج ہی جائے　　سنا ہے قبر میں بے پردہ وہ تشریف لائیں گے
سمجھ لو عہد رسالت کے جاں نثاروں سے　　یہ صدق کیا ہے صفا کیا ہے اور وفا کیا ہے

حضرت مولانا اختر کچھوچھوی کے کلام میں صنائع و بدائع کے ساتھ ساتھ محاوروں کا برمحل استعمال ملتا ہے۔ان سے کلام میں معنوی حسن میں اضافہ ہوا ہے اور قادرالکلام کا بھی پتہ چلتا ہے۔ زبان وبیان میں روانی قابل ستائش ہے۔چند اشعار نذر ہیں۔

ہاتھ پر ہاتھ دھرے شکوۂ قسمت تک　　کیا تجھے خوبیٔ تدبیر سے ڈر لگتا ہے
راس آئی نہ انہیں بندگیٔ ہوش و خرد　　تیرے دیوانے بھی ہشیار نظر آتے ہیں
عقل بھی انگشت دانتوں میں پکڑ کر رہ گئی　　اس جنوں میں خدا شاہد بلا کا ہوش ہے
وہ مسلم مارتا تھا ٹھوکریں جو تخت شاہی پر　　وہ مارا مارا پھرتا ہے مثالِ بےنوا، سن لے

حضرت علامہ اختر کچھوچھوی کے مجموعے کلام المعروف گلدستہ میں شہیدانِ کربلا کا ذکر بڑے والہانہ انداز میں ملتا ہے۔ایسا ہونا ابرلازم بھی ہے۔کیونکہ اُن سے آپ کا موروثی اور خاندانی تعلق ہے۔حضرت علامہ موصوف نے جس فکری اسلوب میں اسلام کے ان جانثاروں کی

شان میں گلہائے عقیدت پیش فرمائی ہے یقیناً آپ کا ہی حصہ ہے۔شعر ملاحظہ ہوں:

اے حسین ابن علی تری شہادت کو سلام　　دینِ حق اب نہ کسی دور میں تنہا ہوگا
بجھائی تشنگی کربل کی اپنے خوں کے دھاروں سے　　سخی کتنا حسینِ لیث اسد اللہ کا دل ہے
اللہ اللہ رے منظر کربلا　　دیکھ کر آسماں تھر تھرانے لگا

حضرت شیخ الاسلام اختر کچھوچھوی کا شہیدانِ کربلا پر ایک قطعہ اور 25 اشعار پر مشتمل ایک نظم بھی ہے۔پہلے قطعہ ملاحظہ فرمائیے اس کے بعد نظم سے چند شعر دیکھئے اور زبان و بیان کے ساتھ طرز اظہار کی داد دیجئے:

کاروانِ غم کی خونیں داستانوں کی قسم　　کربلا کے بھوکے پیاسے میہمانوں کی قسم
ہے نہاں قتل حسینی میں حیاتِ جاوداں　　برلبِ جوئے رواں پیاسی زبانوں کی قسم
الفت کسے کہتے ہیں شبیر سے جا پوچھو　　محبوب خدا کی اس تصویر سے جا پوچھو

ان کے علاوہ حضرت علامہ اختر کچھوچھوی کی ایک نظم ''امتحانِ وفا'' کے عنوان سے بھی ہے جس میں کل 4 بند ہیں۔ہر بند میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت اور اوصاف جمیلہ کا ذکر ملتا ہے۔نظم سے 3 بند ملاحظہ ہوں:

سید عالم کا تھا محبوب و پیارا وہ حسین　　حیدر کرار کا جو تھا دلارا وہ حسین
فاطمہ زہرا کا تھا جو ماہ پارا وہ حسین　　اورحسن کے آسمان دل کا تارا وہ حسین
جارہا ہے سر کٹانے آج امت کے لیے　　نرغۂ ظلم وستم میں اس کی راحت کے لیے
گلشنِ اسلام کو جس نے نکھارا وہ حسین　　آسمان صدق کا جو تھا منارا وہ حسین
کردیا باطل کو جس نے پارا پارا وہ حسین　　گیسوئے ایمان کو جس نے سنوارا وہ حسین
جس نے خوں آشام تلواروں کو کچھ سمجھا نہیں　　کہہ دیا کہ موت سے شیر خدا ڈرتا نہیں
بن گیا جو سطوتِ حیدر کا مظہر وہ حسین　　نغمۂ حق جس نے گایا زیر خنجر وہ حسین
معرکوں میں مسکراتا تھا جو یکسر وہ حسین　　تھا جو لختِ خاطر محبوب داور وہ حسین
ختم کرنے جارہا ہے دین کی پژمردگی　　گلشنِ اسلام کو بخشے گا تازہ زندگی

حضرت شیخ الاسلام نے بحر طویل اور سہل ممتنع دونوں میں شعر کہا ہے۔بحر طویل میں اپنی بات کہنا یعنی مافی ضمیر کے اظہار کے لیے زیادہ آسان ہے۔بہ نسبت سہل ممتنع کے۔نعت گو کے

لیے چھوٹی بحر میں شعر کہنا بڑا دشوار ہے۔

میر تقی میرؔ (1810-1722) جو اقلیم سخن اور خدائے سخن کہا گیا ہے اس نے چھوٹی بحروں میں متعدد کامیاب غزلیں کہی ہیں۔ اس کے علاوہ دوسرے شعراء نے بہت کم ہی بحر سہل ممتنع میں غزلیں کہی ہیں۔ البتہ حضرت علامہ اختر صاحب مدظلہٗ نے دونوں بحروں میں بکثرت نعتیہ کلام نظم فرمایا ہے۔ دراصل ان کے پاس وافر مقدار میں الفاظ ہیں اور یہ الفاظ ہر وقت آپ کے روبرو دست بستہ کھڑے رہتے ہیں۔ جن کو آپ جب چاہتے ہیں استعمال فرماتے چلے جاتے ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

عشقِ نبی پہ عصر کو قربان کردیا		کیسے کہوں نماز تمہاری قضا گئی
کوئے طیبہ کی یاد جب آئے		کیوں نہ پہلو میں دل تڑپ جائے
بول اٹھیں ان کی رحمتیں اختر		ہر مصیبت زدہ ادھر آئے
جو تم کو دیکھے خدا کو دیکھے		جو تم کو سمجھے خدا کو سمجھے
جو تم کو چاہے خدا کو چاہے		کہ مرأۃ حسن یار ہو تم
یہ مانا کوئی خلیل نکلا		کوئی کلیم جلیل نکلا
کوئی مسیح جمیل نکلا		حبیب پروردگار ہو تم
تخت شاہی نہ سیم و گہر چاہیے		یا نبی آپ کا سنگِ در چاہیے
کیا کروں گا میں رضواں تری خلد کو		آمنہ کے دلارے کا گھر چاہیے
اپنا دل عشقِ احمد سے معمور کر		رحمتِ کبریا تجھ کو گر چاہیے

وہ مری جان بھی، جان کی جان بھی میرا ایمان بھی روح ایمان بھی
مہبطِ وحی قرآن بھی اور قرآن بھی روحِ قرآن بھی
دوستو! وہ بھی مرنا ہے مرنا کوئی رشک کرتی ہو جس موت پر زندگی
خاک طیبہ میں میرے عناصر ملے عرش پر میری قسمت کا تارا گیا
ان کے کوچے میں مرکر یہ ظاہر ہوا کچھ نہیں فرش سے عرش کا فاصلہ
گود میں لے لیا رفعتِ عرش نے قبر میں جس گھڑی میں اتارا گیا

اسی نعت کا ایک شعر مزید ملاحظہ فرمائیے اور غور کرکے فیصلہ کیجیے کہ کس قدر فکر انگیز شعر ہے۔ نیز یہ کہ عنترہ کے شعر پر جو تنقید حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے کیا اس کے عین مصداق

یہ شعر ہے کہ نہیں:

جس میں پاسِ شریعت نہ خوفِ خدا وہ رہا کیا رہا وہ گیا کیا گیا
ایک تصویر تھی جو مٹادی گئی یہ غلط ہے مسلمان مارا گیا

حضرت شیخ الاسلام سید اختر صاحب مدظلہٗ کے مجموعہ کلام ''گلدستہ'' میں نعت، سلام اور منقبت کے علاوہ مختلف عناوین پر بھی نظمیں ملتی ہیں۔ جن پر ان شاء اللہ العزیز بعد میں الگ سے اظہار خیال کروں گا۔

حیرت ہوتی ہے کہ حضرت شیخ الاسلام مدظلہ العالی نے نعت گوئی کے ساتھ ساتھ درجنوں دیگر عنوانوں پر کیسے کیسے گل بوٹے کھلائے ہیں اور وہ کہاں سے اس طرح شعر کہنے کے لیے وقت نکال لیتے ہیں۔ جس کے لیے بہت سکون واطمینان درکار ہیں۔ کیونکہ آپ کی زندگی کا ہر ہر لمحہ بڑا قیمتی ہے۔ کیونکہ آپ کی راتیں تو افریقہ، لندن اور امریکہ کے بعد ہندوستان کے مختلف صوبہ جات کے شہروں میں عوام کی اصلاح اور قلوب کو روشن ومنور کرنے میں گزرتی ہیں۔ اور دن سفر میں رہنا پڑتا ہے۔ اس جگہ پس یہی کہہ کر خاموش رہنا پڑتا ہے کہ:

ایں سعادت بزور بازو نیست		تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حاصل مطالعہ یہ ہے کہ حضرت علامہ شیخ الاسلام پر جب مقالہ لکھنے کے لیے قلم اٹھایا تو سمجھ میں ہی نہیں آرہا تھا کہ آخر کیا اور کیسے لکھوں؟ مگر یہ ان کا ہی فیض ہے کہ اب لکھنے سے قلم رکتا ہی نہیں ہے۔ اور دل کہتا ہے کہ لکھتے ہی چلا جاؤں لکھتے ہی چلا جاؤں۔ مگر مقالہ کی طوالت دامن گیر ہے۔ اس لیے اختصار سے کام لیا گیا ہے۔

حضرت علامہ سید اخترؔ صاحب کچھوچھوی کی نعت ہو یا منقبت یا بیانیہ شاعری ہو موسارا کلام آمد پر مبنی ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے تو سچ ہوگا کہ الہامی شاعری ہے۔ ان کا کلام دیکھنے کے بعد بلاشبہ یہ کہنا پڑتا ہے کہ آپ ''یقیناً الشعراء تلامیذ الرحمن'' اور ''شاعری جزویست از پیغمبری'' کہے جانے کے حقیقی مصداق ہیں۔ آپ اسلامیات قرآن واحادیث کے زبردست عالم ربانی ہیں۔ اس لیے شیخ الاسلام کہنا ہی بجا ہے اور نعت گوئی میں یقینی طور پر حسان الہند کے حقیقی مستحق ہیں۔ میں اپنی بات حضور شیخ الاسلام کے ہی شعر پر ختم کرتا ہوں کہ:

لکھ رہا ہوں میں ثنائے شہ بطحا اخترؔ		لبِ جبریل نہ کیوں نوکِ قلم تک پہنچے

مخدوم جمالی اشرفی حیدرآباد

تجلیات سخن میں تجلیات اختر

یہ تو آپ حضرات نے سنا ہی ہوگا کہ چراغ سورج کے سامنے نہیں جلا کرتے۔لیکن میں آج سورج کے آگے ایک دیا روشن کرنے کی جسارت کرنے لگا ہوں۔ یہ جسارت سورج کے جاہ وجلال سے مقابلہ نہیں بلکہ اس کے جود ونوال کا مظاہرہ ہے۔وہ سورج جو شاہ سمنانی کے فیض نورانی کا نمائندہ ہے،وہ سورج جو ہم شبیہ غوث اعظم کے نور مجسم کا ہالہ ہے،وہ سورج جو ملک العلماء کی تجلیاتِ عارفانہ کی مکمل شیرازہ بندی ہے،وہ سورج جو محدث اعظم ہند کی قامتِ زیبا کا نسبی تراشہ ہے،وہ سورج جو اپنے پیرومرشد کی خانقاہ کے اشرفی اجالوں کا نقیب ہے،وہ سورج جس کے عالمانہ جاہ و جلال،فضل وکمال،جود ونوال،حسن وجمال نے بے مثال تربیت خانے بسا رکھے ہیں کہ اپنے وقت کے بڑے بڑے عالمانِ ذی وقار،مفتیانِ کبار،میدان علم وادب کے درخشندہ شہ سوار،اکتساب نور کے لیے نیازمندانہ حاضر درگاہ جلالت ہوتے ہیں۔اور اس سورج کو دنیائے عشق ومحبت ''اختر کچھوچھوی'' کے نام سے جانتی ہے۔

یہ میرا اور قلم کا مشترکہ ادبی امتحان ہے کہ غلام اپنے آقا کے لیے کیا سوچتا ہے؟ قلم کی محدود دسیاہی لامحدود علمی،ادبی،تہذیبی،ثقافتی،فنی،سائنسی،تاریخی وغیرہ علوم کے ایوان علم وفضل کے تاجدار بے بدل کی تعریف وتوصیف میں گلزار قرطاس پر کتنے گل بوٹے اگاسکتی ہے اور اس امتحان ادب میں کامیابی وناکامی کا فیصلہ یا تو قارئین کریں گے یا اس مضمون کے صاحب الرائے قارئین۔

اربابِ ذی وقار! نعت گوئی اگرچہ کہ ادب کی معروف صنف ''صنف شاعری'' کا ایک جزو معلوم ہوتی ہے لیکن جب ہم اس کے ماخذات پر نظر ڈالتے ہیں تو مجملہ اصناف سخن کا وجود بشمول شاعری کالعدم نظر آتا ہے۔لیکن نعت کی باقیات الصالحات کو ذرہ برابر بھی فرق نہیں پڑتا بلکہ نعت گوئی تمام اصناف سخن کی بنیاد بن کر منظر وجود پر ظہور پذیر ہوتی ہے اور اپنے تقدس ذاتی کا خدائے قدیم کے کلام قدیم کے ذریعے

کبھی ''**ورفعنالک ذکرک**'' کہہ کر۔۔۔کبھی ''**انااعطینک الکوثر**'' کہہ کر۔۔۔

کبھی ''**تلک الرسل فضلنا بعضهم علی بعض**'' کہہ کر۔۔۔

کبھی ''**قد نرٰی تقلب وجهک فی السمآء فلنولینک قبلة ترضٰها**'' کہہ کر۔۔۔

کبھی ''**لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی**'' کہہ کر۔۔۔

کبھی ''**قد جآءکم من اللّٰہ نور وکتب مبین**'' کہہ کر۔۔۔

کبھی ''**النبی اولی بالمئومنین من انفسهم**'' کہہ کر۔۔۔

کبھی ''**لقد جآءکم رسول من انفسکم عزیز علیه ماعنتم حریص علیکم بالمئومنین رئوف رحیم**'' کہہ کر۔۔۔

کبھی ''**وماارسلنٰک الا رحمة للعالمین**'' کہہ کر۔۔۔

کبھی ''**سبحان الذی اسرٰی بعبده لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الا قصیٰ**'' **الخ** کہہ کر۔۔۔

کبھی ''**عسٰی ان یبعثک ربک مقام محمودا**'' کہہ کر۔۔۔

کبھی ''**ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین**'' کہہ کر۔

کبھی ''**وتعزروه وتوقروه**'' کہہ کر۔۔۔

کبھی ''**ولو انهم اذظلموا انفسهم جائوک**'' **الخ** کہہ کر۔۔۔

کبھی ''**والشمس وضحٰها**'' کہہ کر۔۔۔

کبھی ''**والضحٰی۔واللیل اذاسجٰی۔ماودعک ربک وماقلٰی۔وللآخرة خیرلک من الاولٰی**'' **الخ** کہہ کر۔۔۔

کبھی ''**الم نشرح لک صدرک**'' کہہ کر۔۔۔کبھی ''**الذی انقض ظهرک**'' کہہ کر۔۔۔۔۔۔

کبھی ''**یٰس**'' کہہ کر۔۔۔کبھی ''**طٰهٰ**'' کہہ کر۔۔۔

کبھی ''**یٰا ایها المزمل**'' کہہ کر۔۔۔کبھی ''**یآ ایها المدثر**'' کہہ کر۔۔۔کبھی ''**لا اقسم بهٰذ البلد**'' کہہ کر۔۔۔

کبھی ''**والعصر**'' کہہ کر۔۔۔کبھی ''**یآایها النبی انا ارسلنک شاهدا ومبشرا ونذیرا**'' کہہ کر۔۔۔

کبھی ''**انعم اللّٰہ علیهم من النبیین**'' کہہ کر۔۔۔

کبھی ’’**تبت یدا ابی لھب وتب**‘‘ کے ذریعے نبی کے دشمنوں کی سرکوبی کر کے۔۔۔

کبھی ’’**عتل بعد ذٰلک زعیم**‘‘ کے ذریعے نطفۂ بے تحقیق کو بیان کر کے، نعرہائے نور پیکر لگاتی ہے۔

صاحبانِ علم! نعت گوئی سے متعلق مختلف افکار نے مختلف تجربے کیے ہیں۔ کسی نے نعت گوئی کو ’’برہنہ خنجر کی نوک پر برہنہ پا رقص کرنے کا عمل‘‘ قرار دیا ہے اور کسی نے ’’ایمان کا پل صراط‘‘، کسی نے ’’انوارالہیہ تک پہنچنے کا سراغ‘‘ بتایا ہے تو کسی نے ’’خلد بریں کی شاہراہِ مختصر‘‘۔

دنیائے فارسی کے عظیم صوفی شاعر عرفیؔ نے نعت پر خامہ فرسائی کی نیت سے قلم اٹھایا تو اس کے ضمیر نے دلِ حسّاس پر کچوکے لگائے اور اندر کا قلندر با محمد ہوشیار کا نعرہ بلند کرتے ہوئے رقم طراز ہوا۔ ؎

عرفیؔ مشتاب ایں رہ نعت است نہ صحرا است　　　آہستہ برہ بر دمِ تیغ است قدم را

تصوف نگری کے شہزادے امام العاشقین حضرت صوفی عبدالرحمن جامیؔ نے زندگی صرف کردی اپنے محبوب کے جلوؤں کی مدح سرائی میں، جب عمر کے آخری موڑ پر پہنچے تو گویا خیال نے دستک دی کہ جامیؔ! ایسی ہزار زندگیاں بھی مل جائے تو نعت کا حق ادا کر نہیں پاؤ گے۔ جواب میں حضرت جامیؔ نے قلم کو جنبش دی اور لکھا ؎

یاصاحب الجمال و یا سید البشر　　　من وجھک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ　　　بعداز خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

پھر جب اسی خیال سے مجدد دنیائے غزل مرزا غالبؔ نے قلم کو جنبش دی تو غالبؔ کی تمام صلاحیتوں نے غالبؔ کے سامنے آئینۂ حقیقت رکھ کر غالب کے لہجے میں غالب کو مخاطب کیا کہ

غالبؔ ثنائے خواجہ بیزداں گزاشتیم　　　کاں ذات پاک مرتبہ دانِ محمد است

ایک ہزار کتابوں کے پڑھنے والے نہیں، لکھنے والے، ساری دنیائے علم وفضل جس کے تبحر علمی کی معترف ہے، سارے حضرت جسے اعلی حضرت کہتے ہیں۔ جب انہیں اس امر سے آگہی ہوی کہ بے شمار کتابیں تصنیف کرنے کے بعد بھی میدان نعت میں کوئی بشر کامل شہسوار نہیں کہلاتا تو قلم کو والہانہ جنبش دیتے ہوئے صیغۂ ضمیر متکلم کے پردے سے آواز لگائی ؎

اے رضاؔ خود صاحب قرآں ہے مداحِ حضور　　　تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول کی

مختصر یہ کہ بڑے بڑوں نے اس میدان میں زور آزمائی کی لیکن آخری نتیجہ ’’بعد از خدا بزرگ توئی‘‘ کے علاوہ کچھ برآمد نہیں ہوا۔

سیدنا امام بوصیری نے اپنے ’’قصیدۂ بردہ‘‘ کے ذریعے اور حضرت شیخ سعدی شیرازی نے اپنی رباعی کے ذریعے دنیائے نعت میں ’’عطا‘‘ کا ایک ایسا باب وضع کیا ہے کہ غزل اپنے لفظوں کے لشکر سمیت اس ’’باب عطا‘‘ کی نوکری انجام دی رہی ہے۔ یہ باب عطا تو کھلا سب کے لیے ہے لیکن اس تک رسائی یا تو عرفیؔ کی ہوی ہے یا جامیؔ کی، اس دروازے کی دہلیز بوسی کا شرف یا تو اعلی حضرت اشرفیؔ میاں کچھوچھوی کے قلم کو ہوا ہے یا اعلی حضرت امام احمد رضاؔ بریلوی کی نوکِ خامہ کو، اس باب عطا کے سائے کو محدث اعظم ہند سید کچھوچھوی کی فکر نے چھوا ہوگا یا اب تجلیات سخن کے تجلیوں سے فیضیاب ہونے کے بعد دل گواہی دے رہا ہے کہ اس باب عطا کے منظر حضرت سید مدنی اخترؔ کچھوچھوی کے شعور لوح وقلم کو منور رکھے ہوے ہیں۔ جہاں تک خدمت نعت کی بات ہے تو میرا شعور اتنی شہادت تو ضرور دیتا ہے کہ دنیائے قرطاس وقلم میں کوئی ایسا پاکیزہ قلم نعت لکھنے سے محروم نہیں رہا ہے کہ جس کے متعلق محرومئ نعمت کا خیال ہو۔ ہاں ایسے دل ضرور ہوے ہیں جنہوں نے ’’قرطاس وجود‘‘ پہ نعت رقم کرنے کے بجائے ’’قرطاس شہود‘‘ یعنی دل کے کاغذ پر اپنے قلم کی پاکیزہ دنیا بسائی۔ بقول حافظ شیرازی: ؎

بہر سو جلوئے دلدار دیدم　　　بہر چیزے جمالِ یار دیدم

جب اس کیفیت کا رنگ کسی پر چڑھتا ہے تو اس کے لیے ہر نظارۂ ظاہر منظرِ باطن بن جاتا ہے اور اس کی زبان اس کے دل کی بولی بولتی ہے اور اس کا دل اس کی زبان بن کر بولتا ہے۔

شیخ الاسلام سید مدنی میاں اخترؔ کچھوچھوی کی شاعری میں ہم نے کچھ ایسے ہی مناظر پائے ہیں۔ حضرت اخترؔ کچھوچھوی کی یہی کیفیت جب نغمہ بار ہوتی ہے تو قرطاس حریر پر لفظوں کا منظوم خمیر کچھ اس طرح جلوہ پذیر ہوتا ہے ؎

اخترؔ منقش آسماں، یہ شمس یہ نجم و قمر　　　بس عکسِ حسنِ یار ہے اس کے سوا کچھ بھی نہیں

شاعری ’’بازیچۂ اطفال‘‘ ہے ان کے لیے جن کو الفاظ سے کھیلنے کا شوق جنوں خیز ہے، لیکن ’’عشق جنوں پیشہ‘‘ شاعری کو محض الفاظ کی ’’رقص گاہ‘‘ یا خیالوں کا اکھاڑہ نہیں بلکہ محبوب کے پاکیزہ تصورات کا ’’مہمان خانہ‘‘ اور غم جاناں کے اترنے کی جگہ تصور کرتا ہے اور اگر وہ محبوب ’’محبوب

حقیقی'' ہوتو اس مہمان خانے کا مرتبہ عرش وکرسی کا ہم پلہ ہوجا تا ہے۔اورغم جاناں کا تعلق شہر بطحہ کی اڑتی ہوئی فلک مآب دھول سے ہوتا ہے تو وہ غم جاناں دونوں عالم کی مصیبتوں اور پریشانیوں سے رہائی کی سند عطا کرتا ہے۔اوراس سند کو حاصل کرنے کے بعد عاشق کے تیور کیا ہوتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

تخت شاہی نہ سیم و گہر چاہیے یا نبی آپ کا سنگ در چاہیے
ماہ و خورشید کی کوئی حاجت نہیں زلف کی شام رخ کی سحر چاہیے
کیا کروں گا میں رضواں تری خلد کو آمنہ کے دلارے کا گھر چاہیے

اورچشم عشق کے سنگھار کے لیے محبوب کے تلوؤں کی خاک مانگی جارہی ہے۔

چشم دل کے لیے کحل درکار ہے خاک پائے شہِ بحر وبر چاہیے

شاعری عوامی مقبولیت کے لیے جہاں بہت سارے تقاضے رکھتی ہے وہیں ''کیفیتِ دل'' اور''کشفِ مضمون'' کی چاشنی بھی مانگتی ہے اور حضرت اختؔر کچھوچھوی نے نہ صرف شاعری کے اس تقاضے کو پورا کیا بلکہ کیفیتِ دل کی جگہ'' کیفیت روح'' کو اپنی شاعری میں گھول دیا اور کشف مضمون سے ہٹ کر''کشفِ قرآن وحدیث'' اپنی شاعری کو ہم آہنگ کر کے سامعین وقارئین کو اپنا گرویدہ وشیفتہ بنالیا ہے۔ذیل میں اس قبیل کے کچھ اشعار''مشتے نمونے ازخروارے'' کے طور پر ملاحظہ فرمائیں۔

خدائے بر تر و بالا ہمیں پتہ کیا ہے ترے حبیب مکرم کا مرتبہ کیا ہے
جبینِ حضرت جبریل پر کفِ پا ہے ہے ابتدا کا یہ عالم تو انتہا کیا ہے
بشر کی بھیس میں لا کا لبشر کی شان رہی یہ معجزہ جونہیں تو پھر معجزہ کیا ہے
یہ واقعہ ہے لباسِ بشر بھی دھوکا ہے یہ معجزہ ہے لباس بشر میں رہتے ہیں
وہ اور ہی تھا جو قوسین پر نظرآیا ملک تو اپنی حد بال و پر میں رہتے ہیں
تو نے اعجازِ کمال بندگی دیکھا نہیں بھیس میں بندہ کے خود مولیٰ نظر آنے لگا
نورو بشرٰی مل گئے اور بن گیا نوری بشر رہ کے پردے میں وہ بے پردہ نظر آنے لگا
جواب سل میں طلب کی رفاقتِ جنت کمالِ ہوش ربیعہ ترے سوال میں ہے
خدا بھی جس کو رؤف رحیم کہتا ہے مرا نبی ہے وہی !حشر کس خیال میں ہے

یہ راز آیۂ تطہیر سے کھلا اختؔر ردا کے نیچے جو ہے ظلِ ذوالجلال میں ہے

ایسے بہت سارے اشعار تجلیات سخن میں کبھی سلسلہ وار اور کبھی کچھ اشعار کے وقفے کے بعد ملتے ہیں جن میں ''کشفِ قرآن'' و''کشفِ حدیث'' کے علاوہ ''کشفِ خاندانی'' کے اجالے بھی مسند آرائے بزمِ فکر ہیں۔

حضرت اختؔر کچھوچھوی کی شاعری استادانہ مزاج رکھتی ہے۔اس میں کوئی شک نہیں۔کیونکہ حضرت اختؔر کچھوچھوی نے صرف شاعر بن کر شاعری نہیں کی بلکہ ان کا قلم کبھی رومی ورازی کی بولتا ہے تو کبھی سعدی وغزالی کی،کبھی اعلی حضرت فاضل بریلوی کی رنگت بتا تا ہے تو کبھی اعلی حضرت اشرفی میاں کی کی شباہت،کبھی اقبال کا ہم فکر ہوجا تا ہے تو کبھی محدث اعظم کا ہم مزاج۔

حضرت اختؔر کچھوچھوی کی شاعری کی اصلاح کے حوالے سے ایک عبارت ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

''حضرت شفیق جونپوری کی خدمت میں شیخ الاسلام نے اپنا کلام بغرض اصلاح پیش کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ایسے ٹھوس اوجامع اشعار کی اصلاح نہیں ہوا کرتی'' (بحوالہ خطبات برطانیہ)

حضرت اختؔر کچھوچھوی نے جہاں شعری اوزان کا مکمل پاس ولحاض رکھا ہے وہیں الفاظ کا حکیمانہ استعمال اور تراکیب کی پر تکلف بندشیں اور مضامین کی شفاف تہذیب کا بھی درجہ بدرجہ اہتمام کیا ہے۔حضرت اختؔر کچھوچھوی کا قلم اور فکر دونوں سریلے ہیں۔یہ سریلا پن شاید کہ ساقیِ کوثر کے میرِ میخانہ بننے کے بعد چاند وسورج کے خم سے نکلی ہوی ہے،'' مئۓ عشقِ مصطفی'' کو پیمانۂ نجم سے پینے کے بعد حاصل ہوا ہو۔حضرت اختؔر کچھوچھوی نے تجلیاتِ سخن میں کچھ ایسی سریلی بحروں کا بھی استعمال کیا ہے اور اس میں اپنی شاعرانہ چابک دستی اس ناز وادا سے دکھائی ہے کہ قلم کے ''اندازِ حرم'' کا طواف کرنے کو جی چاہتا ہے۔

ان مترنم بحروں میں لکھے گئے نعتوں کے کچھ اشعار آپ کی ضیافتِ طبع کے لیے پیش کیے جاتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

وہ مری جان بھی، جان کی جان بھی، میرا ایمان بھی روحِ ایمان بھی
مہبطِ وحی آیات قرآن بھی اور قرآن بھی روحِ قرآن بھی

ناز سے ایک دن آپ نے یہ کہا، یہ بتا طائرِ سدرۃ المنتہی
ہے ترے سامنے عالمِ کن فکاں تو نے پائی کسی میں میری شان بھی
بولے یہ حضرت جبرئیل امیں، اے نگاہِ مشیت کے زہرہ جبیں
ہو ترا مثل کوئی بھی اور کہیں، رب نے رکھا نہیں ایسا امکان بھی
ان کی رحمت پہ اختر دل وجاں فدا، جن کو کہتا ہے سارا جہاں مصطفی
گو میری زندگی ان سے غافل رہی، وہ نہ غافل رہے مجھ سے اک آن بھی

اور آگے بحر کی نغمگی کے ساتھ الفاظ کی شستگی اور افکار کی شائستگی، جذبات کی وارفتگی ملاحظہ فرمائیں۔

تمہاری آمد لیے ہوئے ہے نویدِ صبحِ بہار ساقی
گلوں کے لب پر ہے مسکراہٹ غریقِ شادی ہیں خار ساقی
ہے شانِ محبوبیت نمایاں تری اداؤں سے مثلِ خاور
ترا تبسم فروغِ ہستی تو نازشِ گل عذار ساقی
لرز اٹھے تارِ عنکبوتی کے مثل ایوان باطلوں کے
تری صدا ہے قسم خدا کی صدائے پروردگار ساقی
تمہارے تلوؤں پہ جب نچھاور ہے حسن اختر جمال خاور
تم اور تشبیہ آفتابی ہو کیسے پھر خوشگوار ساقی

مزید آگے بحر کی خاص ہیئت میں مضمون کی ترنم انگیزیاں ملاحظہ فرمائیں۔

ذکر جہاں میں پڑ کر کیوں ضائع لمحات کریں
آؤ پڑھیں والشمس کی سورت روئے نبی کی بات کریں
اہل عشق گذر جاتے ہیں دار و نار کی منزل سے
اہلِ خرد کے بس میں نہیں ہے اہل عشق کی مات کریں
یہ لذات کی دنیا کب تک اس کی اسیری ٹھیک نہیں
آؤ سمجھ سے کام لیں اختر خود کو طالبِ ذات کریں

اسی قبیل کی ایک اور بحر کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

صبا بصد شانِ دلربائی ثنائے رب گنگنا رہی ہے
کچھ ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ وہ مدینے سے آ رہی ہے
مجھے مبارک یہ ناتوانی سہارا دینے وہ اٹھ کے آئے
خرد ہے حیراں کہ اک توانا کو توانی اٹھا رہی ہے

مندرجہ ذیل شعر میں 'سیاہی' کی مختلف الجہت تکرار نے شعر کے حسن کو دوبالا کر دیا ہے۔

سیاہ زلفیں سیاہ کملی سیاہ بختوں کو ہو مبارک — سیاہ بختی کو رحم والی سیاہی کیسی چھپا رہی ہے

اور مقطع میں حسبِ ذوق مسلسل اپنے تخلص کے بامعنی استعمال سے اپنی قادر الکلامی کا مظاہرہ اور بزمِ فکر کی جگمگاہٹ کا راز افشاں کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

نگاہِ ادراک میں دیارِ نبی کے جلوے سما گئے ہیں — نہ پوچھو اختر ہماری بزمِ خیال کیوں جگمگا رہی ہے

حضرت اختر کچھوچھوی نے شاعری بحیثیت فن بھلے ہی نہ سیکھی ہو لیکن ان کی شاعری میں فنکارانہ نقش ونگار اپنے حسن وجمال کے ساتھ زیبندۂ سخن ہیں۔ اصول فن شاعری میں بانیانِ فن سخن نے کچھ دستور وضع کیے ہیں جنہیں ''صنعات فن'' کہا جاتا ہے۔ آیئے اب ہم صنعات فن کے آئینے میں حضرت اختر کچھوچھوی کی نعتیہ شاعری کے خدوخال دیکھتے ہیں۔

صنعتِ استعارہ:

ایسی صنعت کو کہتے ہیں جس مین شاعر اپنے کلام کا حقیقی معنی ترک کر کے اس کو مجازی معنی میں استعمال کرے۔ حضرت اختر کچھوچھوی کے قلم نے اس صنعت کو اپنی فکر کی جولان گاہ بنا کر اس صنعت میں کتاب بھر شعر لکھے ہیں۔ نمونے کے طور پر پانچ اشعار پیش کیے جاتے ہیں، خط کشیدہ الفاظ 'صنعت استعارہ' سے متعلق ہیں۔

ساقی کوثر مرا جب میر میخانہ بنا — چاند وسورج خم بنے ہر نجم پیمانہ بنا
صد شکر اے وفور مسرت کے آنسوؤں — دامانِ عشق غیرت ہفت آسماں ہوا
ہے شانِ محبوبیت نمایاں تری اداؤں سے مثل خاور — ترا تبسم فروغِ ہستی تو نازشِ گل عذار ساقی
سبق دیتی ہے اے اختر یہی شان اویسانہ — شہید نرگسِ رعنائے فرقت ہو تو کیا کہنا

اور اس مقطع میں دیکھیں تخلص خود ایک استعارہ بن کر ظاہر ہو رہا ہے

پتہ دیتی ہے اس خورشید کا میری درخشانی — میں اختر ہوں نہیں یہ روشنی ہے روشنی میری

صنعتِ تشبیہ:

ایک شئے کو دوسرے کے مثل قرار دینا یا اس کی صفت میں شریک ٹھہرانا۔

اس صنعت میں حضرت اخترؔ کچھوچھوی کے قلم کے خرام سخن کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں خط کشیدہ الفاظ مذکورہ صنعت کی تعریف میں آتے ہیں۔

میں نے سمجھا عرش اعظم ہی اتر کر آگیا　　جب تمہارا گنبد خضری نظر آنے لگا
اس روئے والضحی کی صفا کچھ نہ پوچھیے　　آئینۂ جمال خدا کچھ نہ پوچھیے
رات پہ ان کی زلف کے سائے دن عارض کے صدقے لائے
کیوں نہ پھر ان کے دیوانے یاد انہیں دن رات کریں

علاوہ ازیں دیگر صناعت فن کی مثلاً ''صنعت تجاہل عارفانہ''، ''صنعت حسن تعلیل''، ''صنعت تلمیح''، ''صنعت تضاد''، ''صنعت اقتباس''، ''صنعت مراۃ النظیر''، ''صنعت لف و نشر''، ''صنعت تشبیب''، صنعت حسن طلب''، ''صنعت ترجیع بند''، ''صنعت سیاق الاعداد''، ''صنعت تجنیس کامل'' حضرت اخترؔ کچھوچھوی کے یہاں بے تکلف استعمال ہوئے ہیں۔ صنعتوں کے بیان سے میرا مقصود شاید آپ کے شعور پر واضح ہو گیا ہوگا۔ لیکن میں اس کے اظہار کو ''قدر دانی کا نعرہ'' سمجھتا ہوں۔ مذکورہ صنعتوں کے تذکرے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اخترؔ کچھوچھوی کی نعتیہ شاعری 'پی ایچ ڈی' کے مقالے کا عنوان بن گئی ہے۔

حضرت اخترؔ کچھوچھوی اسم بامسّمٰی ہی نہیں تخلص بامسّمٰی بھی ہیں، آپ کو اپنے اپنے تخلص کے معنی خیز استعمال پر خاص ملکہ حاصل ہے، شاید یہ طبیعت کی عارفانہ شوخی بھی ہو۔ بہر کیف اس مزاج میں رنگے ہوئے کچھ مقطعے ملاحظہ فرمائیں۔

پتہ دیتی ہے اس خورشید کا میری درخشانی　　میں اخترؔ ہوں نہیں یہ روشنی ہے روشنی میری
تمہارے تلوؤں پہ جب نچھاور ہے حسن اخترؔ جمال خاور
تو اور تشبیہ آفتابی ہو کیسے پھر خوش گوار ساقی
نگاہ ادراک میں دیار نبی کے جلوے سما گئے ہیں
نہ پوچھو اخترؔ ہماری بزم خیال کیوں جگمگا رہی ہے
بھلا کیا تاب لائے گی نگاہ حضرت موسیٰ
رخ انور سے وہ اخترؔ اگر پردہ ہٹائیں گے

حضرت اخترؔ کچھوچھوی کی شاعری میں ایک صوفی باصفا، عارف کامل، پیر ہدی، اپنے وقت کا رومی وغزالی الفاظ کی دستار باندھے ہوئے ہے جو اپنے سامعین کو کبھی تصوف کا درس دیتا ہے تو کبھی معرفت کا سبق پڑھاتا ہے، کبھی گم شدگانِ حق کو راہ ہدایت سے جوڑ دیتا ہے تو کبھی عقل وخرد کی گتھیاں سلجھاتا ہے تو کبھی احیائے عشق ووفا کے دبستان کی نگرانی کرتا ہے۔

حضرت اخترؔ کچھوچھوی کا قلم اپنی تمام تر عالمانہ وعارفانہ، محدثانہ ومفتیانہ اور قلندرانہ جاہ و حشمت کے ساتھ ساتھ جدید شاعری کے ذوق کو اور اس کے تقاضے کو بھی پورا کرتا ہے۔

حضور تاج الصالحین حضرت سید شاہ جمیل الدین اشرفی (سابق سجادہ بارگاہ اشرفی چمن حیدرآباد) کی جدید نعتیہ شاعری کے مطالعے سے میری فکر نے ترقی کی سیڑھیاں چڑھنا سیکھا ہے۔ اپنے ذوق جدید کے اصرار شدید کو پورا کرتے ہوئے حضرت اخترؔ کی تجلیات سے سخن کی کچھ نئی شعاعیں آپ کے ظرف کے حوالے کیے جاتے ہیں۔

سبق دیتی ہے اے اخترؔ یہی شان اویسانہ　　شہید نرگس رعنائے فرقت ہو تو کیا کہنا

حضرت اخترؔ کچھوچھوی کی یہ ترکیب 'شان اویسانہ' پڑھ کر جی تو یہی چاہتا ہے کہ ایک قلم کی مکمل سیاہی اس ترکیب لے لیے داد لکھی جائے، ساتھ ہی آپ کے سخن کا رنگ جمیلی حضرت جمیل الدین اشرفی اس بے مثال شعر کے بے مثال مضمون کی بے مثال ترتیب وترکیب کو یاد دلاتا ہے جو ہندوستان کے منجملہ 'عاشقانِ دیوانہ باش' کی نمائندگی کرتا ہے، فرماتے ہیں:

دیوانگی کو جلوۂ ظاہر کا کیا شعور　　ویسے اویسی پن میں زیارت معاف ہے

آمدم برسر مطلب حضرت اخترؔ کچھوچھوی کی شاعری کا نیا پن ملاحظہ فرمائیں۔

فراق محمد میں آنسو بہا کر مجھے آگیا دائمی مسکرانا
ذرا چھیڑ دیں نغمۂ نعت احمد مری زندگی کے ستاروں سے کہدو
یہ کون آیا یہ کون آیا مرا فریاد رس بن کر　　دھواں فریاد بن کر اٹھ رہا ہے دل گلخن سے
وہ کچھ اس طرح آئے سامنے یکبارگی اخترؔ　　نکل بھاگی مرے پیروں کے نیچے سے زمیں سن سے
نظر کا چار ہونا تھا نگاہ ناز سے اخترؔ　　رگوں میں برق سی دوڑی طبیعت ہو گئی جھن سے
دل میں بسے ہیں شاہ مدینہ معرفت اللہ کا زینہ
گود میں منظر گنبد خضری رکھ کر دل کیوں نہ اترائے

ایسے بہت سے اشعار تجلیات سخن میں موجود ہیں، طوالت کے خوف سے بس انہیں اشعار پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

حضرت اخترؔ کچھوچھوی نے سخت جان قافیہ وردیف میں بھی اپنے قلم کی نزاکت اور فکر کی طراوت باندازِ صباحت دکھائی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں ’احتیاط‘ کی ردیف میں حضرت اخترؔ کا قلم کتنا برق رفتار ہے۔

اس دیارِ قدس میں لازم ہے اے دل احتیاط
بے ادب ہیں کر نہیں پاتے جو غافل احتیاط
جی میں آتا ہے لپٹ جاؤں مزار پاک سے
کیا کروں ہے مرے ارمانوں کی قاتل احتیاط
ان کے دامن تک پہنچ جائیں نہ چھینٹیں خون کی
ہے تڑپنے میں بھی لازم مرغ بسمل احتیاط
نام پر توحید کے انکار تعظیم رسول !
کیا غضب ہے کفر کو کہتے ہیں جاہل احتیاط
اس ادب نا آشنا ماحول میں اخترؔ کہیں
رہ نہ جائے ہو کے مثل حرف باطل احتیاط

ہر زمین زادے کو ستاروں کی جستجو اور آسمانی بلندیوں کا حصولی اشتیاق ہوتا ہے، حضرت اخترؔ کچھوچھوی کے ہاں یہ جستجو اور اشتیاق کچھ عارفانہ اور متصوفانہ رنگ میں جلوہ گر ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

ہوں جلوہ فگن یاد محمد کے ستارے   میں وہ فلک دیدۂ تر ڈھونڈ رہا ہوں

اور حضرت اخترؔ کی وہ تمنا بھی ملاحظہ ہو جو دل اختر کو مدنی اجالوں کا دارالحکومت بنانا چاہتی ہے۔

وہی دل ہاں وہی یعنی اسیر کاکل مشکیں   مرے آقا ترا دارالحکومت ہو تو کیا کہنا

حضرت اخترؔ کچھوچھوی کے تصورات کی فضا بھی بڑی گل صفت اور گلاب مزاج واقع ہوی ہے، ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں ؎

غالبًا ان کے زلفوں کو چھو آئی ہے   کر رہی ہے صبا عطر افشانیاں

اور حضرت اخترؔ کچھوچھوی جب ملت ابراہیمی کی زبوں حالی کا افسانہ زائر حرم رسول کو اپنا ایلچی

بنا کر پیش کرتے ہیں تو احساسات مرثیہ خواں نظر آتے ہیں اور الفاظ کی بے چارگی کی سیاہی پہن لیتے ہیں اور خواجہ الطاف حسین حالیؔ کے جذبات سے ہم آہنگ ہو کر ’’اے خاصۂ خاصانِ رسل وقت دعا ہے‘‘ کا جدید نغمہ الاپتے ہیں اور اشکوں کی روشنی سے پلکوں کا قلم قرطاسِ دل پر فریاد رقم کرتا ہے

مدینے جانے والے درد مندوں کی صدا سن لے
غریبوں کی حکایت بے کسوں کی التجا سن لے
پکڑ کر روضۂ اقدس کی جالی چوم کر کہنا
دل فرقت زدہ کی اے حبیب کبریا سن لے
عنادل مائل شور و فغاں ہیں گل ہیں پژمردہ
خدا را جور دوراں اے زمانے کے شہا سن لے
تمہارے ہجر میں پر درد میری زندگانی ہے
براہیمی چمن کے عندلیب خوشنوا سن لے

اور اپنے سنہرے ماضی کے ماتھے پر لگے داغ کا نغمۂ افسوس اس طرح سنانے کو کہتے ہیں

وہ مسلم مارتا تھا ٹھوکریں جو تخت شاہی پر   وہ مارا مارا پھرتا ہے مثال بے نوا سن لے

المختصر حضرت اخترؔ کچھوچھوی کا مجموعہ نہ صرف تجلیات سخن ہے بلکہ ’’تجلیات اختر‘‘ بھی۔۔۔۔اور تجلیات اختر کا چاند تارے، زمیں سب طواف کرتے ہیں اور حضرت اخترؔ بھی کچھ شان بے نیازی اور خاصی ادائے دلربانہ کے ساتھ اختری تیور میں خامہ فرسا ہیں۔

جو بات سچ ہے عیاں اس کو صاف صاف کرے   مرے مقام کی رفعت کا اعتراف کرے
دل ونظر میں خدا کا حبیب رہتا ہے   کہو زمانے سے آکر مرا طواف کرے

آخر مضموں اس بات کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں کی یہ میرے قلم کا پہلا تجرباتی مقالہ ہے جس کو میں نے ’’شیخ الاسلام سیمینار بلگام‘‘ کے لیے باصرار محب قدر منزلت حافظ پیر نواز اشرفی خلیفہ حضور شیخ الاسلام و جانشین مولانا صوفی اقبال اشرفی علیہ الرحمہ پونہ لکھا تھا، جو اس وقت میری اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے شائع نہ ہوسکا۔ اس مرتبہ مدنی فاؤنڈیشن ہبلی کی جانب سے حضور شیخ الاسلام کی حیات وخدمات پر جاری ہونے والے ضخیم مجلّے کے لیے روانہ کر رہا ہوں۔ قارئین سے التجا ہے کہ مضمون کی خوبیوں کو بزرگوں کے کرم سے منسوب کریں اور خامیوں کو میری نااہلی کا نتیجہ سمجھیں۔

ڈاکٹر غلام ربانی فداؔ
مدیر جہان نعت ہیرور

شیخ الاسلام علامہ اخترؔ کچھوچھوی کی غزلیہ شاعری

علامہ اخترؔ کچھوچھوی بنیادی طور پر نعت کے شاعر ہیں مگر اُنہوں نے غزلوں نظموں اور رباعیات وغیرہ میں بھی اپنے پاکیزہ اور اعلیٰ افکار کی روشنی بکھیری ہے۔ اُن کی غزلوں میں ایک خاص رکھ رکھاؤ کی کیفیت موجود ہے۔ بقول ڈاکٹر امین اشرف: یہ سوال اہم نہیں ہے کہ حضرت اخترؔ نے شاعری کی شروعات غزل سے کی ہے، نظم سے یا نعت سے ''باران رحمت'' (نعتیہ شاعری) اور پارۂ دل (غزلیہ شاعری) کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اول الذکر کلام میں رچاؤ، پختگی اور الفاظ ومحاورات پر حاکمانہ قدرت زیادہ بھرپور ہے اور اس کے مقابلہ میں فنی ہنرمندی سے بھرپور غزلوں کے علاوہ ایسی غزلیں بھی ہیں جن کا مطالعہ اس امر کا غماز ہے کہ یہی ابتدائی نقوش ہیں۔

انہوں نے اُن سوقیانہ جذبات، مریضانہ موضوعات اور غیر مہذب افکار سے غزل کو یکسر پاک رکھا ہے جو غزل کے لیے معیوب اور باعثِ عار ہیں۔ اُن کی غزلوں میں پاکیزگی بھی ہے اور فکر کی گہرائی بھی اور ذوق ونظر کی طہارت بھی۔ اُن کی غزلیں پڑھتے ہوئے جہاں ذوق جمال کی تسکین ہوتی ہے وہاں فکر کی نئی پہنائیوں سے آشنائی بھی۔ یہ خصوصیت نہ صرف انہیں دوسرے ہم عصر شعرا سے ممتاز کرتی ہے بلکہ ۱۹۶۰ کے بعد آسمانِ ادب پر روشن ہونے والے شعرا میں ایک اہم مقام بھی عطا کرتی ہے۔

علامہ اخترؔ کچھوچھوی کی غزل میں ان کی سنجیدہ روی اور مزاج کی روحانی تاب قاری کو فی الفور اپنی طرف متوجہ کرلیتی ہے۔ کئی دہائیوں پر پھیلا ہوا ان کا کلام انہیں اِس عہد کا ایک معتبر ذہین اور اچھا شاعر ثابت کرتا ہے۔ اب وہ شاعری کی اُس منزل پر پہنچ چکے ہیں جہاں شاعری خود شاعر کی ذات میں گم ہوجاتی ہے اور شاعر کی ذات مکمل شاعری ہوجاتی ہے۔ تبھی تو ایسے اشعار وجود میں آتے ہیں:

عشق کی اصطلاح میں ہمدم
موت کہتے ہیں مسکرنے کو
پھر اس میں آیا کہاں سے کمال رعنائی
اگر یہ کہکشاں ان کی راہ گزار نہیں
عظمت انسانیت سمجھے کوئی ممکن نہیں
خاک کا ذرہ سہی لیکن فلک آغوش ہے

علامہ اختر جذبات کی پیکر تراشی کرنے والے شاعر ہیں۔ ان کے اسلوب میں روایتی شاعری کی مٹھاس اور لہجے میں تر وتازگی اور فکر وخیال کی بے شمار نیرنگیاں موجود ہیں۔ چاہے وہ حمد ہو، نعت ہو، غزل ہو یا نظم۔

علامہ اخترؔ نے ہر صنف میں ندرت بیاں کے جوہر دکھائے ہیں۔ بنیادی طور پر وہ نعت کے شاعر ہیں۔ معزز علمی وادبی گھرانے سے تعلق ہونے کی بنا پر فن شعر وادب انھیں وراثت میں مل گیا لیکن ان کا طبعی میلان خود آفریدہ ہے۔ کسی شاعر کے گھر جنم لینے والا بچہ خود بھی شاعر ہو قطعی ضروری نہیں۔ یہ تو بس خدا کی شان کریمی ہے کہ جسے چاہتا ہے اور جو چاہتا ہے نواز دیتا ہے۔ علامہ اختر نے جو شاعری کی ہے وہ وِجدان کے بل بوتے پر کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اشعار میں اثر آفرینی موجود ہے۔ انداز بیاں یکسر سادہ وسلیس ہے۔ مگر فکر کی اڑان اپنی آغوش میں آفاقیت کو سمیٹے ہوئے ہے۔ انھوں نے خوب سے خوب تر کی تلاش کی ہے۔ **

علامہ اختر کے اشعار کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ علامہ اختر کی شاعری میں فنی رچاؤ کے بالمقابل جذباتیت کا عنصر بدرجۂ اتم موجود ہے۔ لفظیات کے برتاؤ میں بھی وہ طاق نہیں۔ ان کی شاعری شعوری وارادی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک طرح کا بے ساختہ پن لیے ہوئے ہے جس میں احساسات کی اتھاہ گہرائیاں نظر آتی ہیں۔ موضوعاتی نظموں میں بھی انھوں نے تغزل کی چاشنی برقرار رکھی ہے۔ بہت سلیقے اور خوبصورتی کے ساتھ دلنشیں انداز میں پابند اور نظمیں کہی ہیں۔ یہ ان کی فنکاریت کی نظیر ہے۔

علامہ اخترؔ کچھوچھوی کی غزلیہ شاعری میں مجھے سب سے زیادہ وہ فضا پسند آئی جو اُن کی زندگی کے واقعات، ان کے ذاتی محسوسات اور ان کی شخصیت کے طبعی افتاد سے ابھرتی ہے۔

انہوں نے جو کچھ لکھا ہے، جذبے کی صداقت کے ساتھ لکھا ہے۔ ان کے احساسات کسی عالمِ بالا کی چیزیں نہیں ہیں بلکہ ان کی اپنی زندگی کی سطح پر کھیلنے والی لہریں ہیں۔ انہیں نازک چنچل، بے تاب، دھڑکتی ہوئی لہروں کو انہوں نے شعروں کی سطروں میں ڈھال دیا ہے، اور اس کوشش میں انہوں نے انسانی جذبے کے ایسے گریز پا پہلوؤں کو بھی اپنے شعر کے جادو سے اجاگر کر دیا ہے جو اس سے پہلے اس طرح ادا نہیں ہوئے تھے:

یہ بھی ہیں چہرۂ پرنور کے پروانے دو
دوش پر کاکل خمدار کو بل کھانے دو
کہہ رہی ہے رخ پہ بکھری ہوئی زلف حسیں
ابر کے پیچھے کوئی برق تپاں روپوش ہے
بدمست گھٹاؤ یہ تو کہو اس وقت ہمیں کیا لازم ہے
جب ساغر عارض موج میں ہو جب زلف پریشاں ہو جائے

ان کی شاعری سوچ، طرزِ احساس اور فنی برتاؤ ہر لحاظ سے اردو شاعری کے روایتی مزاج سے یکسر مختلف ہے۔ اور اپنے اندر انفرادی رنگ و روپ رکھتی ہے۔ علامہ اختر کچھوچھوی کے اسلوب، لہجے اور موضوعات کی انفرادیت کا یہ عالم ہے کہ اُن کی شاعری سب سے الگ پہچانی جاتی ہے۔ نعتوں کے مجموعوں سے قطع نظر صرف ''پارۂ دل'' پڑھ جائیے، یہ حقیقت پہلی نظر میں سامنے آئے گی۔

یہ بھی ہیں چہرۂ پرنور کے پروانے دو
دوش پر کاکل خمدار کو بل کھانے دو
کہہ رہی ہے رخ پہ بکھری ہوئی زلف حسیں
ابر کے پیچھے کوئی برق تپاں روپوش ہے
بدمست گھٹاؤ یہ تو کہو اس وقت ہمیں کیا لازم ہے
جب ساغر عارض موج میں ہو جب زلف پریشاں ہو جائے

اپنی شاعری کو زندگی کی معنویت سے آشنا کرنے میں علامہ اختر کچھوچھوی کے براہ راست حسی تجربوں کا بڑا دخل رہا ہے۔ یہ حسی تجربے بھی محض سرسری نہیں ہیں بلکہ ماضی کے خوابوں کی

صورت میں شاعر کے لاشعور کا جزو بن گئے ہیں کہ علامہ اختر کچھوچھوی ان کے بغیر اپنے حال اور مستقبل کو دیکھ ہی نہیں سکتے۔ زندگی کی بدلی ہوئی قدروں کے بارے میں ہر شاعر اظہار خیال کرتا ہے اور رنج وغم کا اظہار بھی کرتا ہے مگر علامہ اختر کچھوچھوی ماضی کو حال سے اور حال کو مستقبل سے ہم آہنگ کر کے زندگی کے اس جشنِ بے چارگی کو متحرک تجسیم میں بدل دیتے ہیں:

مجھے معلوم ہے اے اشتراکیت کے فرزندو
حصار عافیت کے دعویٰ ہائے بے نشاں کب تک
ہے میری زندگی ویرانیوں کا منظر خستہ
مرے دم سے قفس صیاد کا آباد ہوتا ہے
گلہ کوئی بھی چیرہ دستیٔ صیاد سے کیا ہو
جہاں پر خود گل تر تیشۂ صیاد ہوتا ہے

علامہ اختر کچھوچھوی کی ایسی سوچ کا مابعد الطبیعاتی عقیدے سے کوئی تعلق نہیں بلکہ ان کی سوچ براہ راست جیسا کہ میں نے اوپر کہا اُن کے حسی اور ذہنی تجربوں کی دین ہے۔ اپنے گردوپیش کے عمل اور ردعمل کے نتیجے میں انہوں نے اس طرح سوچا اور اس طرح محسوس کیا ہے۔ تنہائی، عدم تحفظ زندگی کی بے معنویت، اخلاقی خلا، ذات کا کرائسس، فرد کی گمشدگی، فنا کا خوف، حالات کی یکسانیت، مشینی زندگی کی جبریت، اقدار کی شکست و ریخت، آج کی زندگی کے ایسے محرکات و مسائل ہیں جو ہر باشعور آدمی کے دل و دماغ کو ایک طرح کی الجھن میں ڈالے ہوئے ہیں۔ شاعروں اور ادیبوں کی حساس طبیعتوں نے اِن باتوں کا کچھ زیادہ ہی اثر قبول کیا ہے۔ چنانچہ علامہ اختر کچھوچھوی کے یہاں بھی اس قسم کے محسوسات کا اظہار ملتا ہے اور بعض جگہ بڑی شدومد کے ساتھ ملتا ہے۔ مگر خوبی یہ ہے کہ اُن کے یہاں یہ احساسات منفی نقطۂ نظر یا نا اُمیدی کے تصورات پیدا نہیں کرتے۔ جدید شعرا کے یہاں یہ محسوسات نا اُمیدی اور مایوسی کا پیش خیمہ ثابت ہوتے تھے اور زندگی اُن کے یہاں اپنی معنویت ہمیشہ کے لیے کھو چکی تھی۔ علامہ اختر کچھوچھوی کی شاعری جدیدیت سے اسی لیے برسرِ پیکار نظر آتی ہے کہ ان کی شاعری زندگی کے منفی رویوں کی شاعری نہیں ہے۔ کہیں کہیں اس طرح کا لمحاتی احساس ان کے یہاں ضرور ابھرتا ہے۔ لیکن یہ احساس جب فکر و تامل کی منزلوں سے گزرتا ہوا کیف جذبی اور عاطفہ بن کر شعر میں نمودار ہوتا ہے تو

مثبت رویے میں بدلا ہوا نظر آتا ہے۔ اُن کے پاس ایسی قوت کا عقیدہ ہے جو مصائب کے بعد انسان کو بشارت کی ضمانت دیتا ہے۔ یاس کے اندھیرے میں امید کی چاندنی چٹکاتا ہے اور زندگی کی بے معنویت کو تازہ معنویت عطا کرتا ہے۔

آدمی کیا ہے آدمیت کیا
حسن سیرت نہیں تو صورت کیا
فرشتہ ہو گیا اخترؔ تو کیا ہے
کہو فرزند آدم بن کے آئے

مثبت افکار اور امید کی کرنوں سے معمور یہ وہ ذہن اور عقیدہ ہے جس نے بھیانک سے بھیانک حالات میں بھی زندگی کو علامہ اخترؔ کچھوچھوی کی نظر میں مہمل، لغو اور عذاب نہیں بننے دیا۔ اس عقیدے اور یقین نے ان کی شاعری میں جس طرح جگہ بنائی ہے اور اپنے فکر وفن میں انہوں نے اسے جس طرح برتا ہے وہ ثبوت ہے کہ شاعر ایک صالح اور نورانی طرز زندگی کا حامل ہے۔ اور ثبوت اس کا بھی ہے کہ علم وفضل، قرآن وسنت اور الٰہیات کی قوت نے اُن کی عام فکر کے ساتھ زندگی کے متعلق محسوسات کو بھی مثبت، روشن اور صحیح راہ دکھانے میں پورا تعاون پہنچایا ہے۔ علامہ اخترؔ کچھوچھوی کی شاعری وجدانی اور فکری گہرائیوں کی شاعری ہے۔

ایسا لگتا ہے علامہ اخترؔ کچھوچھوی نے دنیاوی بدیوں اور شیطنتوں کو صوفیا کی داخلی آنکھوں سے دیکھنے کا جتن کیا ہے۔ وہ تخلیق ادب کے عصری تقاضوں سے باخبر ہیں۔ اس لیے ان کی شاعری نئے اخلاقی اور انسانی اسباق کا خزینہ سمیٹے ہوئے ہے۔

رنگینئ مجاز حقیقت نما ہوئی
منزل پہ پہنچے سلسلہ عاشقی سے ہم
عشق کی اصطلاح میں ہمدم
موت کہتے ہیں مسکرانے کو
آنکھ ہے اشک باریوں کے لیے
دل ہے چوٹوں پہ چوٹ کھانے کے لیے



بشارت علی صدیقی اشرفی (قسط اوّل)
اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدرآباد۔دکن

خلفائے حضرت شیخ الاسلام

جانشین محدث اعظم ہند حضرت شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی کچھوچھوی دامت برکاتہم العالیہ کے خلفاء کی فہرست جو میں نے مرتب کی ہے اس میں 300 سے زائد خلفاء کے نام درج ہیں۔ اس میں سے جنوبی ہند کے 30 سے زائد خلفاء کا تعارف مکرمی مولانا حافظ سید صادق انواری اشرفی نظامی قبلہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں، جو مجلہ باشیبان (جنوری۔2015ء) میں مضمون کی شکل میں شائع ہو چکا ہے۔

خلفائے حضرت شیخ الاسلام پر یہ دوسری اہم تحریر ہے جس میں ہم نے 20 اکابر خلفاء کا مختصر تذکرہ کیا ہے اور اسے قسط اول کے نام سے موسوم کیا ہے کیونکہ بہت سے خلفاء کے تعلق سے مواد ہم تک پہنچ نہیں پایا ہے، اور جو مواد پہنچا ہے اسے ہم وقت کی قلت، اور مضمون کا غیر معمولی طور پر طویل ہو جانے کے خوف سے شامل نہ کر سکے۔ ان شاء اللہ تعالی اگلے شمارے اور قسط دوم میں انہیں پیش کیا جائے گا۔

(1) حضرت علامہ مفتی قمر عالم صدیقی اشرفی مصباحی مظفر پوری
شیخ الحدیث۔دار العلوم علیمیہ، جمداشاہی، یوپی

زین المحدثین، استاذ المشائخ، سیدی وسندی حضرت علامہ مولانا مفتی محمد قمر عالم صدیقی قادری اشرفی مصباحی ابن محمد تعظیم الحق صدیقی ابن امیر الدین ابن برکت علی صدیقی کی ولادت ۲۹ رجون ۱۹۵۹ء کو اپنے آبائی گاؤں بلتھی، رسول پور، ضلع مظفر پور، بہار میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کرکے عربی وفارسی کی تعلیم 'مدرسۂ نور الہدیٰ، پوکھریرا، ضلع سیتامڑھی' میں مکمل کی۔ اس کے بعد 'جامعہ قادریہ مقصود پور، ضلع مظفر پور' میں چار سال تک رہ کر شرح جامی تک تعلیم حاصل کی۔ جامعہ قادریہ میں سب سے زیادہ خلیفۂ مفتی اعظم شیر بہار حضرت علامہ مفتی محمد اسلم قادری رضوی سے استفادہ کیا۔ پھر یہاں سے آپ نے 'دار العلوم

مظہر الاسلام، بریلی شریف‘ کا رخ کیا اور دو سال رہ کر متوسطات تک تعلیم حاصل کی۔ یہاں آپ کو محدث مئو حضرت علامہ مفتی ثناء اللہ قادری رضوی، حضرت مفتی محمد اعظم ٹانڈوی اور حضرت علامہ مولانا محمد صالح (موجودہ شیخ الحدیث الجامعۃ الرضا، بریلی شریف) سے خصوصی علمی فیض حاصل ہوا۔

اپنے استاذ کریم حضرت مفتی محمد اسلم رضوی کے مشورے سے شیخ المعقولات حضرت علامہ معین الدین خان سے اکتساب فیض کے لیے ’جامعہ عربیہ، سلطان پور، یوپی‘ تشریف لے گئے اور قطبی مع میر، شرح عقائد، ملاحسن کی خصوصی تعلیم حاصل کی، پھر حضرت شیخ المعقولات کے مشورے سے جامعہ اشرفیہ مبارکپور میں شعبۂ فضیلت میں داخلہ لیا۔ سابعہ سے تعلیم شروع ہوئی، پہلے ہی سال اپنی جماعت میں اول درجہ حاصل کیا اور پورے دار العلوم میں امتیازی نمبرات حاصل کیے۔ تمام اساتذہ نے دعاؤں سے نوازا۔

اس کے بعد جماعت ثامنہ میں ترقی ہوئی، اسی دوران دار العلوم ضیاء العلوم، ادری، مئو کے صدر المدرسین نے استعفیٰ دے دیا، ان کی جگہ پُر کرنے کے لیے وہاں کے ارباب حل وعقد نے جامعہ اشرفیہ سے رابطہ کیا۔ اس وقت حضرت بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ جامعہ اشرفیہ کے رئیس الاساتذہ تھے۔ آپ نے حضرت عزیز ملت و دیگر اساتذہ کی میٹنگ کی اور باتفاق رائے مدرسہ ضیاء العلوم میں جب تک کوئی صدر المدرسین نہ آجائے بحیثیت صدر المدرسین آپ کا انتخاب ہوا۔

جامعہ اشرفیہ میں جن اکابر علماء سے شرف تلمذ حاصل ہوا ان میں حضرت بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی، محدث کبیر حضرت علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی، محدث جلیل حضرت علامہ عبد الشکور قادری مصباحی اور شیخ القرآن علامہ عبد اللہ خان عزیزی کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔ ۱۷/اپریل ۱۹۸۰ء میں جامعہ اشرفیہ سے فراغت ہوئی۔ بعد فراغت مدرسہ ضیاء العلوم، ادری، مئو میں ۴/ستمبر ۱۹۸۰ء کو نائب عالیہ کی جگہ تقرری ہوئی اور دوسرے سال ہی مدرسہ میں بحیثیت صدر المدرسین منتخب کیے گئے اور ۱۳/جون ۱۹۸۴ء تک عہدۂ صدارت پر فائز رہے۔

اس زمانے میں مدرسہ ضیاء العلوم میں صرف رابعہ تک تعلیم ہوتی تھی اور مزید تعلیمی ترقی کی راہ نظر نہ آنے کی صورت میں وہاں سے استعفیٰ دے کر جامع اشرف، کچھوچھا شریف تشریف لائے اور یہاں منتہیٰ تک کے طلبہ کو پڑھانے کا موقع ملا۔ جامع اشرف میں تدریس کے دوران حضرت مخدوم اشرف سمنانی و مشائخ سلسلہ اشرفیہ کے روحانی فیوض و برکات سے خوب مالا مال ہوئے۔ جامع اشرف کچھوچھا شریف میں چار سال رہ کر وہاں سے ۱۸/جون ۱۹۸۸ء کو دار العلوم اہل سنت، جبل

پور منتقل ہوئے۔ جہاں پر صدر المدرسین، شیخ الحدیث اور دار الافتاء جیسی تین اہم وعظیم ذمہ داریاں سنبھالی اور ان عہدوں پر ۱۹۹۵ء تک فائز رہے۔ اسی دوران ساؤتھ افریقہ اور ملاوی کا تبلیغی دورہ بھی کیا۔ یکم نومبر ۱۹۹۵ء کو اپنے استاذ محترم حضرت شیخ القرآن عبد اللہ خان عزیزی کے حکم پر دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی میں تدریسی ذمہ داری سنبھالی۔ یہاں پر نائب عالیہ کی جگہ تقرر ہوئی اور پھر شیخ الحدیث کے عظیم منصب پر فائز ہوئے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب کو اعلیٰ حضرت اشرفی میاں حضرت سید علی حسین اشرفی جیلانی کچھوچھوی کے خلیفہ، قبلہ مفتی اعظم کانپور حضرت علامہ مفتی رفاقت حسین اشرفی مظفر پوری علیہ الرحمہ سے شرف بیعت حاصل ہے اور جانشین محدث اعظم ہند حضرت شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی کچھوچھوی دامت برکاتہم العالیہ سے ۲۳/شعبان المعظم ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۴/ستمبر ۱۹۹۷ء کو خلافت واجازتِ اشرفیہ حاصل ہوئی۔ اجازت وخلافت کے بعد حضرت شیخ صاحب قبلہ اپنی آبادی کے علاوہ سیوان، جمدا شاہی، ممبئی اور ناگپور کے عقیدت مندوں کے اصرار پر ان کو داخل سلسلہ بھی کرتے رہے ہیں۔

حضرت شیخ صاحب قبلہ کو کئی اکابر علماء اہل سنت سے اجازت سند حدیث حاصل ہے۔ جس میں حضور سرکار کلاں مخدوم المشائخ حضرت علامہ مفتی الشاہ سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی علیہ الرحمہ اور سرکار مجاہد ملت حضرت علامہ مفتی حبیب الرحمن نقشبندی قادری اشرفی اڑیسہ علیہ الرحمہ جیسی قد آور شخصیات بھی ہیں۔

سن ۲۰۰۴ء میں حج بیت اللہ شریف زادھا اللہ تعظیما وتکریما اور زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ ۱۹۹۳ء میں ساؤتھ افریقہ اور ملاوی، ۲۰۱۳ء میں نیپال اور فروری ۲۰۱۵ء میں ماریشس کا دعوتی وتبلیغی دورہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب قبلہ کا سایہ ہم اہل سنت بالخصوص اہل سلسلہ پر دراز فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ!

(2) محترم المقام حضرت سید صابر علی باپو اشرفی گجرات، انڈیا۔

حضرت سید صابر علی باپو اشرفی، حضرت سید شرف الدین اشرفی بن سید صدر الدین بن بحر الدین بروڈوی کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۹۳۰ء/ ۱۳۴۸ھ بروز منگل کو ہوئی۔

آپ ابھی کم سن ہی تھے کہ آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ۱۹۳۶ء/ ۱۳۵۴ء میں ہوگیا۔ اس کے بعد آپ کی پرورش کی ذمہ داری آپ کی نانی صاحبہ نے لے لی۔

آپ کو شرف بیعت حضرت مخدوم الملت، محدث اعظم ہند علامہ سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی علیہ الرحمہ سے حاصل تھا، حضرت محدث اعظم ہند آپ کے زہد وتقویٰ سے بے حد متاثر تھے اور آپ کو اپنی خلافت واجازت سے نوازنا چاہتے تھے اور اسی کے لیئے آپ کو ناپاڑ بلایا تھا۔ مگر اتفاق ایسا ہوا کہ حضرت سید صابر علی باپو کو وہاں پہنچنے میں تاخیر ہوگئی اور جب وہ محدث اعظم کی قیام گاہ پہنچے تو حضرت گاڑی میں بیٹھ چکے تھے اور گاڑی نکلنے ہی والی تھی۔ حضرت محدث اعظم نے افسوس کا اظہار کیا اور فرمایا کہ اگلے دورے میں اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا جائے گا۔ مگر حضرت محدث اعظم کا کچھ مہینوں بعد انتقال ہوگیا۔

حضرت شیخ الاسلام کی فراغت وجانشینی کے بعد جب پہلی بار گجرات کے کا دورہ ہوا تو حضور شیخ الاسلام کا قیام کرجن میں ٹھاکر رتن سنگھ کے گھر ہوا۔ اس بابرکت محفل میں حضرت صابر علی باپو ایک کونے میں بیٹھے ہوئے تھے، حضرت شیخ الاسلام نے صابر علی باپو کو قریب بلایا اور کہا کہ ہمیں ہمارے بزرگوں نے اشارہ دیا ہے کہ آپ کو سلسلہ اشرفیہ کی اجازت وخلافت عطا کی جائے۔ بقول سید شوکت علی باپو: حضرت شیخ الاسلام کو خواب میں حضور محدث اعظم نے حکم فرمایا تھا اور حضرت صابر علی باپو کا چہرہ بھی دکھادیا تھا جس کی وجہ سے شیخ الاسلام نے بھری محفل میں اس پاکباز ونورانی ہستی کو پہچان لیا تھا۔

حضرت شیخ الاسلام نے خلافت نامہ اپنے ہاتھ سے لکھا اور عطا کیا۔ اس طرح **سید صابر علی باپو کو حضرت شیخ الاسلام کے سب سے پہلے خلیفہ ہونے کا شرف حاصل** ہے۔ یہ ۱۳۸۸ھ ۱۹۶۸ء کا واقعہ ہے۔ آپ نے حضرت شیخ الاسلام کے ساتھ ۱۹۸۱ء میں حج بیت اللہ شریف، زیارت حرمین شریفین کے ساتھ شام وعراق کے مقدس مقامات کی زیارت کی۔

حضرت سید صابر علی باپو کے کل بارہ (۱۲) اولاد ہوئی۔ ۵/ صاحبزادیاں اور ۷/ صاحبزادے۔ خلیفہ حضور شیخ الاسلام حضرت علامہ قاری سید نورالدین اشرفی اور خلیفہ حضور شیخ الاسلام حضرت حافظ وقاری مولانا سید شوکت علی باپو اشرفی کرجن، گجرات آپ ہی کے صاحبزادے ہیں۔

حضرت صابر علی باپو کے دینی ومسلکی خدمات سے ایک عالم واقف ہے، آپ نے اپنے

علاقے میں کئی دینی وفلاحی ادارے قائم فرمائے، مساجد کی تعمیر کیے، تحریکیں چلائیں اور قیادت فرمائی۔ کرجن کی جامع مسجد آپ ہی کی محنتوں کا نتیجہ ہے۔ سنی حنفی کا قیام، خانقاہ اشرفیہ کی تعمیر، صابری ہائی اسکول، مدرسہ منظر اشرف، پرانی مسجد کرچیا کی تعمیر نو، وغیرہ جیسے عظیم دینی خدمات انجام دیے ہیں۔

آپ کا وصال کرجن میں ہوا۔ کرجن کی تاریخ میں اس طرح کا جنازہ پہلی بار رہا۔ فاتحہ چہلم میں سادات کرام خصوصاً خانوادۂ اشرفیہ کے اکابر، حضور سرکار کلاں مخدوم المشائخ حضرت علامہ سید مختار اشرف اشرفی جیلانی، مفکر اسلام حضرت سید مثنی میاں اشرفی جیلانی، محبوب المشائخ مفتی محبوب اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی ثم ناگپوری، غازی ملت سید ہاشمی میاں اشرفی جیلانی اور حضرت سید سلیم اللہ رفاعی سورتی تشریف لائے تھے۔

(3) مفتی اعظم پاکستان حضرت پیر طریقت مفتی محمد اشرف القادری اشرفی صاحب قبلہ، محدث نیک آبادی گجرات، پاکستان

حضرت علامہ مفتی اشرف القادری کی ولادت ۱۳/ جمادی الثانی ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۲/ اپریل ۱۹۴۹ء کو ولی کامل، شیخ المشائخ حضرت پیر محمد اسلم قادری (۱۳۴۷ھ۔ ۱۴۲۴ھ/ ۱۹۲۹ء۔ ۲۰۰۴ء) ابن قطب العارفین حضرت علامہ مولانا پیر محمد نیک عالم قادری (۱۳۰۱ھ۔ ۱۳۷۸ھ/ ۱۸۸۴ء۔ ۱۹۵۸ء) علیہما الرحمہ کے گھر ضلع گجرات پاکستان میں ہوئی۔ آپ کے والد شیخ المشائخ حضرت پیر محمد اسلم قادری کو حضرت مخدوم الملت، محدث اعظم ہند علامہ سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی علیہ الرحمہ سے خلافت واجازت حاصل تھی۔

ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کرنے کے بعد آپ کا داخلہ مدرسہ غوثیہ نعیمیہ گجرات میں ہوا جہاں آپ نے اشرف المفسرین حکیم الامت مفتی احمد یار خان اشرفی نعیمی سے اکتساب فیض کیا، پھر مرکزی دار العلوم حزب الاحناف لاہور کا رخ کیا اور مفتی اعظم پاکستان حضرت ابو البرکات سید احمد قادری اشرفی سے درسیات مکمل کی اور ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۹۶۳ء میں دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

تدریس وافتا نویسی: دار العلوم حزب الاحناف میں حضرت سیدی ابو البرکات احمد قادری کی نگرانی میں چار سال فتویٰ نویسی کی خدمت انجام دی۔ اور تدریسی خدمات کا آغاز اپنے دادا حضرت محمد

نیک عالم قادری کے ۱۹۰۵ء میں قائم کردہ ''دار العلوم جامعہ قادریہ عالمیہ'' مراڑیاں شریف کا با قاعدہ آغاز کیا۔ ایک عرصہ تک جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو، لاہور میں شیخ التفسیر، شیخ الحدیث، صدر المدرسین اور رئیس دار الافتاء کے عظیم منصب پر بھی فائز رہے۔

سن ۱۹۷۹ء میں برائے تبلیغ اسلام آپ نے ''سرینام مسلم ایسوسی ایشن'' کی دعوت پر سرینام ساؤتھ امریکہ کا سفر کیا، یہاں آپ کا قیام چار ۴ سال رہا۔

تصانیف: (۱) فتح العلام فی فتاوی سرینام۔ سرینام و دیگر یورپی ممالک کی مسلم تنظیموں کی طرف سے قدیم وجدید مسائل پر آپ کے تقریباً چھ سو (۶۰۰) فتاوی کا مجموعہ غیر مطبوعہ۔ (۲) شرب بول النبی ﷺ۔ اُن واقعات و احادیث کا مجموعہ جن میں صحابہ کرام کا رسول اللہ ﷺ کا بول مبارک پینے کا ذکر ہے۔ ان تمام روایات پر غیر مقلدین کی طرف سے وارد اعتراضات کا زبردست تحقیقی جواب بھی شامل کتاب ہے۔ یہ کتاب حضرت علامہ اشرف القادری قبلہ کی شاہکار تصنیف اور تحقیق ہے جس سے آپ کی محدثانہ بصیرت اجاگر ہوتی ہے۔ عن قریب ''اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن'' سے شائع ہوکر منظر عام پر آئے گی۔ (۳) بارہ ربیع الاول: میلاد النبی یا وفات النبی؟ رسول اللہ ﷺ کی تاریخ ولادت ووصال پر اولین جامع تحقیق۔

سن ۲۰۰۴ء/ ۱۴۲۵ھ میں آپ کے والد گرامی حضرت پیر محمد اسلم قادری کے انتقال کے بعد آپ درگاہ عالیہ قادریہ نیک آباد کے سجادہ نشین بنے۔ عرس چہلم میں اکابر علماء ومشائخ اہل سنت کی موجودگی میں اس بات کا اعلان آپ کے برادر اصغر پیر طریقت علامہ مولانا محمد افضل قادری نے کیا۔

اسی سال اپنے والد گرامی کے روحانی اشارے پر ''الجامعۃ الاشرفیہ'' کو قائم کیا جو فی الوقت پاکستان کے مشہور ترین بڑے اداروں میں شمار ہوتا ہے۔ حضرت علامہ اشرف القادری کی سرپرستی میں ماہنامہ ''اہلِ سنت'' بھی پابندی سے ایک زمانے سے شائع ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت قبلہ کو صالح اولاد بھی عطا فرمائی ہے۔ آپ کے چار صاحبزادیاں اور دو صاحبزادے ہیں۔ خلف اکبر حضرت علامہ مولانا مفتی حافظ عبداللہ قادری اشرفی ''الجامعۃ الاشرفیہ'' کے ناظم اعلی ہیں اور خلف اصغر حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالرحمن قادری اشرفی ''الجامعۃ الاشرفیہ'' میں درس وافتاء کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے ہیں۔

خلافت: حضرت علامہ مفتی اشرف القادری کو اپنے والد گرامی کے علاوہ قطب مدینہ حضرت علامہ ضیاء الدین احمد مدنی، مفتی اعظم پاکستان حضرت ابوالبرکات سید احمد قادری اشرفی اور جانشین محدث اعظم ہند حضرت شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی کچھوچھوی دامت برکاتہم العالیہ سے خلافت و اجازتِ اشرفیہ حاصل ہے۔ اللہ تعالی سے دعا گو ہوں کہ حضرت مفتی اعظم پاکستان کا سایہ ہم اہل سنت پر دراز فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

(4) حضرت علامہ مفتی محمد اکمل قادری عطاری مدنی کراچی، پاکستان

Qtv کے مشہور ومعروف مفتی، حضرت علامہ مفتی محمد اکمل قادری ابن محمد شمشیر علی خان کی ولادت ۱۰ رصفر ۱۳۸۸ھ/ ۷ رمئی ۱۹۶۸ء کو مظفر گڑھ میں ہوئی۔ آپ پہلے عصری تعلیم سے آراستہ ہوئے۔ آپ ایک زبردست کیمیکل انجینیر ہیں۔ دوران طالب علمی ہی میں آپ عالمی تحریک دعوتِ اسلامی سے وابستہ ہوئے اور ایک بہترین مبلغ کے طور پر ابھرے۔ پھر آپ با قاعدہ دینی تعلیم یعنی درس نظامی کی تکمیل کے لیے حضرت علامہ مولانا مفتی الیاس رضوی اشرفی، پرنسپل جامعہ نصرۃ العلوم کراچی کے حلقہ درس میں شامل ہوئے۔ پھر مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے آپ نے جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں داخلہ لیا جہاں آپ نے مفتی اعظم پاکستان مفتی عبدالقیوم ہزاروی قادری رضوی، شرف ملت حضرت علامہ مفتی عبدالحکیم شرف قادری رضوی، علامہ مفتی اشفاق احمد رضوی، علامہ مولانا محمد صدیق ہزاروی، علامہ مولانا عبدالستار سعیدی، علامہ مولانا مفتی گل احمد عتیقی، علامہ مولانا شیخ الحدیث خادم حسین نقشبندی رضوی وغیرہم جیسے اکابر علماء اہل سنت سے اکتساب فیض فرمایا۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی کی خدمت میں رہ کر افتا نویسی کی مشق کی اور خصوصی سندِ افتا سے نوازے گئے۔

تصنیف وتالیف: ۱) ایصال ثواب سنت ہے۔ ۲) عاشقوں کی عید۔ ۳) نجاستوں کی پہچان۔ ۴) ٹھنڈی چھاؤں۔ ۵) نفل کی جماعت کرنا کیسا ہے؟ ۶) مقصد حیات۔ ۷) البیان۔ ۸) ہمیں امیر اہلِ سنت سے پیار ہے۔ ۹) تلفظ درست کیجیے۔ ۱۰) احساس نعمت۔ ۱۱) روزوں کے مسائل۔ ۱۲) عیوب و نقائص کی پہچان۔ ۱۳) عقل کا دشمن۔ ۱۴) ہدایۃ النحو۔ ۱۵) النحو الکبیر۔ ۱۶) ہدایۃ

الصرف۔ ۱۷) الترکیب۔ ۱۸) بڑا بھائی۔ ۱۹) قابل رشک خواتین۔ ۲۰) شیطانی چکر۔ ۲۱) نیکیوں کا چور۔ ۲۲) ایمان کی صفت۔ ۲۳) الاربعین الرضوی۔ ۲۴) میٹھا زہر۔ ۲۵) باطنی گناہ اور ان کا علاج۔ ۲۶) کیا آپ جانتے ہیں؟ ۲۷) رہنمائے کامل۔ (۱۰ حصے) ۲۸) اصلاحی بیانات۔ ۲۹) سرکار کے قافلے، وغیرہ اہم اور ضروری موضوعات پر حضرت مفتی صاحب کی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

بیعت وخلافت: دور طالب علمی میں امیر اہل سنت حضرت علامہ مولانا الیاس عطار قادری رضوی ضیائی سے سلسلہ قادریہ رضویہ ضیائیہ میں مرید ہوئے۔ جانشین محدث اعظم ہند حضور شیخ الاسلام حضرت علامہ مفتی سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی سے سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ اشرفیہ میں ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ، اکتوبر ۲۰۱۵ء کو خلافت حاصل ہوئی۔

آپ کو شرف ملت حضرت علامہ مولانا عبدالحکیم شرف قادری، مفکر اسلام حضرت مولانا قمر الزماں اعظمی قادری، حضرت علامہ مولانا سید وجاہت رسول قادری، حضرت علامہ مفتی اشفاق رضوی رحمت اللہ علیہ اور حضرت علامہ مولانا مفتی حنیف قادری صاحب سے بھی اجازت وخلافت حاصل ہے۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت مفتی صاحب کو مزید دینی خدمت انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے، اپنے حفظ وامان میں رکھے اور ہم اہل سنت پر ان کا سایہ دراز فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ!

(5) حضرت علامہ مفتی محمد شبیر احمد صدیقی اشرفی

قاضی القضاۃ۔ گجرات وناظم اعلی۔ دارالعلوم شیخ احمد گنج بخش کھٹو، سرخیز۔ احمد آباد

حضرت علامہ مفتی محمد شبیر احمد صدیقی اشرفی ابن محمد مجیب الرحمن صدیقی کی پیدائش 12/دسمبر 1958ء کو سمری، بختیار پور، ضلع سہرسہ، بہار میں ہوئی۔ آپ کی تعلیم ابتدا سے لے کر مولوی تک علاقائی مدرسہ قادریہ انوار العلوم سربیلہ، ضلع سہرسہ، بہار میں ہوئی۔ اس کے بعد درس نظامیہ کی تعلیم مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم۔ برہان پور، ایم پی میں ہوئی اور 1975ء میں فراغت ہوئی۔ پھر اس کے بعد بہار مدرسہ ایجوکیشن بورڈ، مدرسہ شمس الہدی پٹنہ، بہار سے عالم فاضل کی سند حاصل کی۔ اس کے بعد تقریبا تین چار سال تک مدرسہ مفتاح العلوم، راوڑ کیلا، اڑیسہ میں تدریسی

خدمات انجام دی، اور وہاں سے کچھ دنوں کے لیے مدرسہ معین العلوم، درگاہ اجمیر شریف چلے گئے اور تدریسی خدمات پر مامور رہے۔ پھر 1982ء میں گجرات کی مرکزی درس گاہ 'دارالعلوم شاہ عالم' میں درس وتدریس کے ساتھ اٹھارہ سال تک فتوی نویسی کی ذمہ داری سنبھالی۔

1995ء میں احباب کی خواہش اور دعوت پر احمد آباد کی شاہی جامع مسجد کی امامت و خطابت قبول کی۔ 2001ء میں فیملی کے ساتھ حج و زیارت کی سعادت نصیب ہوئی۔ حج سے واپسی کے بعد دارالعلوم شاہ عالم سے استعفیٰ دے کر حضور سیدی شیخ الاسلام کی سرپرستی میں 'دارالعلوم شیخ احمد گنج بخش کھٹو، سرخیز' کے نام سے دارالعلوم قائم کیا جہاں بفضلہ تعالی ابتدا سے لے کر عالم فاضل کے علاوہ تخصص کی تعلیم کے ساتھ ساتھ حالت حاضرہ کے تحت انگلش و ہندی کی تعلیم بھی ہوتی ہے۔ اردو کمپیوٹر کورس کا بھی مکمل انتظام ہے۔

گجرات میں ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے حضرت شیخ الاسلام کے مشورے سے ہندوستان کے قابل قدر مفتیان عظام کے ہاتھوں سے ادارہ شرعیہ گجرات قائم کیا گیا۔ جس میں بالخصوص محقق مسائل جدیدہ مفتی نظام الدین رضوی برکاتی۔ صدر مفتی الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، صدر العلماء حضرت علامہ محمد احمد مصباحی۔ ناظم تعلیمات۔ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، حضرت علامہ مفتی آل مصطفی اشرفی مصباحی، گھوسی، حضرت علامہ مفتی عبید الرحمن رشیدی، قاضی شرع ضلع کٹھیار، پورنیہ بہار اور حضرت علامہ مفتی اشرف رضا صاحب، قاضی شرع، مہاراشٹر، بمبئی تشریف فرما تھے۔ یہ اکابرین نے باضابطہ حضرت علامہ مفتی محمد شبیر احمد صدیقی اشرفی کو گجرات کا قاضی القضاۃ منتخب فرمایا۔ ویسے انفرادی طور پر جانشین محدث اعظم ہند حضور شیخ الاسلام حضرت علامہ مفتی سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی نے حضرت علامہ مفتی محمد شبیر احمد صدیقی اشرفی کو گجرات کا چیف قاضی منتخب فرما چکے تھے۔

حضرت علامہ مفتی محمد شبیر احمد صدیقی اشرفی کو شرف بیعت حضور سیدی سرکار کلاں سید مختار اشرف اشرفی جیلانی، سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ سرکار کلاں سے حاصل ہے اور جانشین محدث اعظم ہند حضور شیخ الاسلام حضرت علامہ مفتی سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی سے سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ اشرفیہ کی خلافت واجازت حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت علامہ مفتی محمد شبیر احمد صدیقی اشرفی قبلہ کا سایہ ہم اہل سنت بالخصوص اہل سلسلہ پر دراز فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ!

(6) حضرت علامہ مفتی محمد ممتاز عالم اشرفی مصباحی
صدرالمدرسین۔جامعہ شمس العلوم، گھوسی

ممتاز العلما حضرت علامہ مفتی محمد ممتاز عالم اشرفی مصباحی بن الحاج ماسٹر عبدالوحید ابن محمد حصیر الدین بن محمد اشرف بن محمد وزیر کی ولادت ۱۰ رفروری ۱۹۶۸ء کو مقام ہتھمنڈل [Hathmandal]، سمری بختیار پور، ضلع سہرسا، بہار میں ہوئی۔ آپ کے آباواجداد جونپور سے آئے تھے اور آج بھی جون پوری کہلاتے ہیں۔ حضرت علامہ مفتی محمد ممتاز عالم صاحب کے خاندان کو اعلیٰ وجاہت اور سماجی ثقاہت حاصل ہے۔تایازاد کل ملاکر پندرہ بھائی ہے۔ان میں اکثر صاحبان علم وفضل مصباحی ہیں۔ضلع اور آس پاس میں اس خاندان کے علمی قابلیت اور فکری قیادت کا ثمرہ ہے۔نئی نسل دینی اور عصری علوم سے آراستہ ہے۔ خاندان میں عم زاد بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، قدوۃ العلماء حضرت علامہ مفتی عبد الشکور مصباحی قبلہ زیدت مکارمھم کو قائدانہ حیثیت حاصل ہے۔

حضرت علامہ مفتی محمد ممتاز عالم اشرفی نے ابتدائی تعلیم مولوی کلیم الدین اشرفی، بڑے والد محمد توحید مرحوم، بری ہمشیرہ عنبری خاتون سے، ناظرہ اور پرائمری کی تعلیم حاصل کی۔ درجۂ اعدادیہ واولیٰ دار العلوم اسحاقیہ جودھ پور راجستھان میں بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، عمدۃ المحققین، مفتی عبد القدوس اشرفی مصباحی ناظم تعلیمات دار العلوم کی سرپرستی میں حاصل کی۔ چند مہینے علاقائی دار العلوم قادریہ انوار العلوم سربیلہ میں بھی تعلیم حاصل کی۔

اس کے بعد الجامعۃ الاشرفیہ میں داخلہ لیا اور درجہ ثانیہ سے لے کر فضیلت تک تعلیم یہیں حاصل کی اور ۱۹۸۵ء میں فراغت ہوئی۔ ہمیشہ امتیازی نمبرات سے کامیابی اور پوزیشن اول رہی۔ سند اور مارک شیٹ پر عمدۃ الفقہاء والمحدثین، سلطان الاساتذہ حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری صاحب قبلہ نے بحیثیت صدر المدرسین اپنے قلم سے ''ممتاز'' لکھا تھا۔

اشرفیہ سے فراغت کے بعد جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی کے بانی حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری صاحب قبلہ نے مدرس اول کے طور پر منتخب فرمایا۔ تین سال تک یہیں تدریسی خدمات عربی میڈیم سے انجام دی۔ پھر ۱۹۸۸ء میں جامعہ شمس العلوم میں تقرری عمل میں آئی اور درس نظامی کی منتہی کتابوں کا درس متعلق رہا اور ۲۰۰۰ء میں بحیثیت صدر المدرسین انتخاب ہوا۔

حضرت علامہ مفتی محمد ممتاز عالم اشرفی مصباحی کو سلطان المفسرین شیخ الاسلام والمسلمین رئیس المحققین علامہ مولانا سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی کچھوچھوی کے دست مبارک پر شرف بیعت حاصل ہے اور نعمت خلافت واجازت اشرفیہ حاصل ہوئی۔

جامعہ شمس العلوم میں حضور بحر العلوم مفتی عبد المنان صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد دار الافتا کی اضافی ذمہ داری بھی حضرت علامہ مفتی صاحب قبلہ پر آئی، اسی طرح تخصص فی الفقہ والوں کو فتاوی نویسی کی مشق بھی حضرت علامہ مفتی صاحب کے ذمہ ہے۔حضرت علامہ مفتی صاحب قبلہ پر آئی کے مشاغل میں تدریس، تقریر، مقالہ نویسی، فقہی سمیناروں میں شرکت شامل ہیں۔آپ نے کچھ کتابیں بھی تصنیف کی ہیں۔جس میں [۱] جہیز کی تباہ کاریاں [۲] مصافحہ ومعانقہ کی شرعی حیثیت [۳] شرح ملاحسن زیر ترتیب وغیرہ قابل ذکر ہے۔

حضرت علامہ مفتی محمد ممتاز عالم اشرفی کے قابل ذکر اساتذہ میں استاذ الاساتذہ مفتی عبد الرشید اشرفی علیہ الرحمہ [۲] شیخ الاساتذہ بحر العلوم حضرت مفتی عبد المنان صاحب علیہ الرحمہ [۳] قاضی شریعت حضرت علامہ ومولانا شفیع اعظمی صاحب علیہ الرحمہ [۴] سلطان الاساتذہ ممتاز الفقہاء محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ [۵] شیخ القرآن حضرت علامہ عبداللہ خان صاحب عزیزی علیہ الرحمہ [۶] زبدۃ الاساتذہ حضرت علامہ عبد الشکور صاحب قبلہ شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور [۷] نصیر ملت حضرت علامہ مولانا نصیر الدین صاحب قبلہ [۸] یادگار سلف حضرت علامہ مفتی اشفاق حسین صاحب علیہ الرحمہ مفتی اعظم راجستھان [۱۰] سراج الفقہاء محقق مسائل جدیدہ حضرت علامہ مفتی نظام الدین صاحب قبلہ صدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور [۱۱] مولانا اسرار احمد صاحب قبلہ جیسے اکابرین شامل ہیں۔

آپ کے تعلق سے اشفاق العلماء حضور مفتی اعظم راجستھان مفتی اشفاق حسین نعیمی علیہ الرحمہ ذہانت وطباعی کو دیکھتے ہوئے پیش گوئی فرمایا کرتے تھے کہ: ''یہ لڑکا شیخ الحدیث ہوگا'' الحمد للہ حضرت علامہ مفتی محمد ممتاز عالم اشرفی کئی سالوں سے بخاری شریف کا درس دے رہے ہیں۔اسی طرح محدث کبیر نے جامعہ امجدیہ کے صحن میں طلبہ سے خطاب کے دوران فرمایا کہ: ''میرا ممتاز ممتاز العلما ہے!'' اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت ممتاز العلما علامہ مفتی محمد ممتاز عالم اشرفی قبلہ کا سایہ ہم اہل سنت بالخصوص اہل سلسلہ پر دراز فرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

(7) حضرت علامہ مولانا مفتی ایوب اشرفی شمسی سنبھلی

امام وخطیب، جامع مسجد نورالاسلام، بولٹن، یو، کے

حضرت علامہ مولانا مفتی ایوب اشرفی خان ابن جناب عبدالحفیظ خان اشرفی ابن الحاج جناب عبدالرشید خان اشرفی اپنے علاقے کے ایک بڑے زمیندار گھرانے میں یکم اگست ۱۹۶۶ء کو سنبھل ضلع مرادآباد کے معروف علاقہ کوٹورمیں پیدا ہوئے۔ حضرت علامہ نے نویں کلاس کے بعد اسکول کو خیرآباد کہہ کر علوم دینیہ کی طرف رجوع کیا۔ جوآپ کے والد گرامی کی خواہش کا تقاضہ تھا، استاذِ گرامی قدر مولانا پیر محمد صاحب داغستانی کے ارشاد پر آپ مدرسہ اشرفیہ شمس العلوم سنبھل میں داخلہ لیا۔ اور حضرت علامہ مولانا مفتی حافظ وقاری محمد معین الدین اشرفی (شاگرد شمس العلماء قاضی سید شمس الدین قادری رضوی جونپوری رحمۃ اللہ علیہ) سے جملہ علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل میں مشغول ہوئے۔ اور ۱۹۸۵ میں دارالعلوم اہل سنت جبل پور سے پہلی سند فراغت حاصل کی۔ آپ نے پھر دوبارہ مدرسہ اشرفیہ شمس العلوم سنبھل میں مراجعت فرمائی۔ اور یہاں آپ مشقِ افتا بھی کرتے رہے اور تیس سال کی عمر میں ۱۹۹۰ء میں ساٹھ ستر ہزار کے عظیم اجتماع میں جہاں ملک بھر کے مقتدر علماء ومشائخ کا جم غفیر تھا، فاضل درسیات اور افتاء کی دستار سے نوازے گئے۔

عوام وخواص اور علمائے کرام مشائخ عظام کے اس کثیر مجمع میں بطور ہدیۂ تشکر وخیر مقدم میں آپ نے فصیح وبلیغ عربی میں نصف گھنٹے تک تقریر فرمائی، جس سے جملہ اہلِ علم وزباں بے حد متاثر ہوئے، اس تقریر کی پذیرائی کا عالم یہ تھا کہ تنویر ملت حضرت علامہ سید تنویر اشرف اشرفی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ۔ مہتمم دارالعلوم اہل سنت جبل پور نے اپنے مدرسہ میں آپ کی خدمات حاصل کرنا چاہا۔ چنانچہ حضرت سیدی شیخ الاسلام سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی کے حکم اور استاذِ گرامی مفتی معین الدین اشرفی کے ارشاد کے مطابق آپ جبل پور پہنچے۔ اور ۶ جولائی ۱۹۹۱ء کو آپ دارالعلوم اہل سنت میں نائب شیخ الحدیث پر تقرر ہوئے۔

حضرت علامہ مفتی ایوب اشرفی قبلہ کو شرفِ بیعت حضرت سرکارکلاں مخدوم المشائخ مفتی سید مختار اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی سے حاصل ہے، اور انہیں سے خاص سندِ حدیث اور سلسلۂ عالیہ اشرفیہ میں خلافت بھی حاصل ہوئی۔ پھر بعد میں حضرت شیخ الاسلام حضرت علامہ مولانا محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی کچھوچھوی سے بھی خلافت اشرفیہ حاصل ہوئی۔

حضرت مولانا ایوب اشرفی کی شادی صدر العلماء امام النحو حضرت علامہ مولانا سید شاہ غلام جیلانی اشرفی میرٹھی کی صاحبزادی سے ۲۶ اپریل ۱۹۹۵ کو ہوئی، تقریبِ عقدِ نکاح میں غازی ملت حضرت علامہ مولانا سید ہاشمی میاں اشرفی جیلانی کچھوچھوی اور محبوب العلماء حضرت علامہ سید محبوب اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی جیسی شخصیات نے شرکت کی۔

حضرت علامہ شمسی صاحب برطانیہ اپنے برادرِ نسبتی شہزادۂ امام النحو حافظ وقاری سید محمد عرفان میاں کی دعوت پر ۱۹۹۷ء میں پہنچے اور مسجد نورالاسلام، بولٹن میں بحیثیت امام وخطیب تقرر ہوا، اس کے علاوہ مدرسہ نورالاسلام میں تدریسی خدمات بھی انجام دے رہے ہیں۔ حضرت شمسی صاحب کو تصنیف وتالیف بھی کافی دلچسپی ہے، آپ کے تصانیف میں ''مختصر تذکرۂ سرکارکلاں، مطبوعہ، اشرفی جامع مسجد، اشرفی چوک، مرید کے، شیخوپورہ، پاکستان۔'' حیاتِ صدر العلماء۔ حضرت علامہ سید غلام جیلانی اشرفی میرٹھی، ''حضرت امام النحو کی حیات وخدمات پر ضخیم دوجلدوں میں ''صدر العلماء نمبر'' جیسے اہم تصانیف شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت علامہ مولانا مفتی ایوب اشرفی شمسی سنبھلی قبلہ کا سایہ ہم اہل سنت بالخصوص اہل سلسلہ پر دراز فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

(8) حضرت علامہ مفتی آل مصطفیٰ صدیقی اشرفی مصباحی

استاذ ومفتی۔ جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی

زین الفقہاء، شمس المحققین حضرت علامہ مولانا مفتی آل مصطفیٰ صدیقی اشرفی مصباحی ابن حضرت علامہ مولانا مفتی شہاب الدین اشرفی لطیفی ابن علامہ منشی نجابت حسین صدیقی کی ولادت شیجنہ، بارسوئی، ضلع کٹیہار، بہار میں ۷ ۱۲ اکتوبر ۱۹۷۱ء میں ہوئی۔ والد گرامی حضرت علامہ مفتی شہاب الدین اشرفی لطیفی حضرت ملک المحدثین ملک العلماء حضرت علامہ مفتی سید ظفر الدین رضوی فاضل بہار علیہ الرحمہ کی ارشد تلامذہ میں سے تھے اور حضرت سرکارِ کلاں حضرت علامہ مولانا مفتی سید مختار اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی کے مرید وخلیفہ تھے۔ حضرت علامہ مفتی آل مصطفیٰ قبلہ کے نانا حضرت قاضی ثمیر الدین رشیدی علیہ الرحمہ جامع معقول ومنقول حضرت علامہ ہدایت اللہ خان رامپوری ثم جونپوری علیہ الرحمہ کے شاگردوں میں سے تھے۔

حضرت مفتی صاحب کی ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں ہوئی، فارسی اور ابتدائی عربی کی تعلیم مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم، حوراحجرا، سوناپور، کٹہار مین ہوئی، پھر مدرسہ فیض العلوم، محمد آباد،

گوہنہ میں داخلہ لیا، اوراس کے بعد جامعہ اشرفیہ، مبارک پور سے دورۂ حدیث ومشقِ افتاء مکمل کیا اور ۱۹۸۹ میں فارغ ہوئے۔

آپ کے اساتذہ میں آپ کے والدِ گرامی مفتی شہاب الدین صاحب اشرفی، صدرالعلماء حضرت علامہ محمد احمد مصباحی، حضرت علامہ مولانا علامہ مفتی مطیع الرحمان مضطر رضوی، حضرت علامہ مولانا نصر اللہ خان رضوی مصباحی بھیروی، حضرت علامہ مولانا عارف اللہ اشرفی مصباحی فیضی، حضرت علامہ مولانا مفتی شمس الہدیٰ مصباحی، حضرت سراج الفقہاء علامہ مفتی نظام الدین برکاتی رضوی مصباحی، محدث جلیل حضرت علامہ عبد الشکور مصباحی، محدث کبیر علامہ مولانا ضیاء المصطفیٰ قادری رضوی امجدی وشارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی جیسے اکابرین شامل ہیں۔اجازتِ فقہ مفتی شریف الحق، اجازتِ حدیث حضرت بحر العلوم مفتی عبدالمنان اعظمی، علامہ ضیاء المصطفیٰ اور اپنے والدِ گرامی حضرت شہاب الدین اشرفی سے حاصل کی۔

حضرت علامہ مولانا مفتی آلِ مصطفیٰ صاحب کو بیعت کا شرف حضرت سرکارکلاں مخدوم المشائخ مفتی سید مختار اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی سے حاصل ہے اور حضرت شیخ الاسلام، رئیس المحققین حضرت علامہ مولانا سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی کچھوچھوی سے خلافت سلسلۂ عالیہ قادریہ چشتیہ اشرفیہ حاصل ہوئی، اس کے علاوہ آپ کو دیگر اکابرین سے بھی اجازت وخلافت حاصل ہے۔
جامعہ اشرفیہ کی فراغت کے بعد، حضرت علامہ مفتی آلِ مصطفیٰ قبلہ نے اپنے استادگرامی محدث کبیر کی دعوت پر جامعہ امجدیہ گھوسی تشریف لے گئے۔ یہاں آپ کے ذمہ مروجہ علوم وفنون کی منتہی کتابوں کی تدریس، شعبۂ تخصص فی الفقہ کی نگرانی،، اصول افتاء کی تدریس اورفن افتاء کی مشق وتربیت ہے۔

آپ کی اہم تصنیفات، تالیفات اورتحقیقات میں: سوانحِ صدرالشریعہ، بیمۂ زندگی کی شرعی حیثیت، کنزالایمان پر اعتراضات کا تحقیقی جائزہ، منصبِ رسالت کا ادب واحترام، اسبابِ ستہ اور عمومِ بلویٰ کی توضیح وتنقیح، روداد مناظرہ بنگال، بچوں اوربچیوں کی تعلیم وتربیت کے اصول، نقشۂ دائمی اوقات صلوٰۃ برائے گھوسی، حاشیہ فتاویٰ امجدیہ (صدرالشریعہ) جلدِ سوم وچہارم، حاشیہ توضیح عربی (مجلسِ برکات) وغیرہ ہیں اورتقریباً ۳۰ سے زائد علمی وتحقیقی مضامین ہیں جومختلف جرائد وماہنامہ میں شائع ہوچکے ہیں۔
حضرت علامہ مفتی آلِ مصطفیٰ مصباحی ''مجلسِ شرعی'' جامعہ اشرفیہ کے اہم رکن بھی ہیں۔اور

ہند وپاک کے صفِ اول کے فقہاء ومحققین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔جن پر سلسلۂ اشرفیہ اورساری سنیت کوناز ہے۔حضرت کے فتاویٰ کے تین ضخیم رجسٹر حضرت کے پاس رہ پائے ہیں ہنوز غیر مطبوعہ ہیں، علم اورعرفان سے بھرپور ہیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت علامہ مولانا مفتی آلِ مصطفیٰ صدیقی اشرفی مصباحی قبلہ کا سایہ ہم اہل سنت بالخصوص اہل سلسلہ پر دراز فرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

(9) حضرت علامہ قاری سید نورالدین اشرفی کرجن، گجرات

حضرت علامہ قاری سیدنورالدین اشرفی ابن خلیفۂ شیخ الاسلام حضرت سید صابر علی اشرفی کی ولادت 1 جون 1956ء کوایک علمی گھرانے میں بمقام بروڈہ ہوئی۔آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والدگرامی سے حاصل کرنے کے بعد مقامی اسکول میں داخلہ لیا اورعصری تعلیم حاصل کرنے لگے۔
پھراس کے بعد شیخ الاسلام کے مشورے سے آپ کا داخلہ دارالعلوم دیوان شاہ، بھیونڈی میں ہوا اور یہاں سے آپ نے قرات میں مہارت حاصل کی۔فراغت کے بعد آپ اپنے وطن واپس لوٹ آئے اور یہاں ملت ومسلک کی بڑی خدمات انجام دی۔آپ کا گھرانہ پہلے ہی سے خانوادۂ اشرفیہ کے بزرگوں کا مرکز تھا۔آپ کے والد گرامی کوحضور شیخ الاسلام کے سب پہلے خلیفہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔حضرت علامہ قاری نورالدین اشرفی نے 1961ء میں حضرت شیخ الاسلام والمسلمین، رئیس المحققین علامہ مولانا سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی کچھوچھوی کے دست اقدس پر بیعت ہونے کا شرف پایا اورحضرت ہی سے خلافت واجازت حاصل ہوئی۔
حضرت علامہ قاری نورالدین اشرفی کئی کتب کے مصنف ہیں؛ 1) ہمارا ایودھیا؛ 2) حالاتِ خواجہ غریب نواز؛ 3) تاریخ بیت المقدس؛ 4) شریعت نہ اکھاڑاں؛ 5) امام احمد رفاعی؛ 6) حالات نورالعین؛ 7) حالات محمود دریائی؛ 8) نغمات اشرفی؛ 9) سیدی مختار اشرف؛ 10) مشائخ اشرفیہ؛ 11) مشائخ قادریہ؛ 12) درود کا خزانہ؛ 13) آؤ تبلیغ کریں؛ 14) اورادِ اشرفیہ؛ 15) مومن کی نماز؛ 16) مناقب رفاعی؛ 17) صابری عملیات؛ 18) معلومات قرآنی؛ 19) سوانح محدث اعظم؛ 20) خلفاء اعلی حضرت اشرفی میاں؛ 21) یہ سب تمہارا کرم ہے آقا؛ 22) تفسیر سورہ فاتحہ؛ وغیرہ وغیرہ۔

آپ نے 1999ء میں میں حج بیت اللہ اورزیارت روضۂ رسول ﷺ سے مشرف ہوئے، 2002ء میں حضرت شیخ الاسلام والمسلمین، رئیس المحققین علامہ مولانا سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی کچھوچھوی کے ساتھ دوبارہ تشریف لے گئے اور 2007ء میں اپنے سارے گھروالوں کے ساتھ تشریف لے گئے اور عراق، شام اور بیت المقدس کی زیارتیں کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

حضرت علامہ قاری صاحب نے اپنے برادر اصغر حضرت علامہ حافظ وقاری سید شوکت علی اشرفی کے ساتھ مل کر تاریخی کارنامے انجام دئے ہیں۔ کرجن میں ایک علم کا شہر بسایا ہے اور فروغ اہلِ سنت کے لیے اپنی زندگی وقف کررکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت علامہ قاری نورالدین اشرفی قبلہ کا سایہ ہم اہل سنت بالخصوص اہل سلسلہ پر دراز فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ!

(10) حضرت علامہ حافظ وقاری سید شوکت علی اشرفی

کرجن، گجرات

حضرت علامہ حافظ وقاری سید شوکت علی اشرفی ابن خلیفۂ شیخ الاسلام حضرت سید صابر علی اشرفی کی ولادت 1962ء کو ایک علمی گھرانے میں بمقام بروڈہ ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والدگرامی سے حاصل کرنے کے بعد مقامی مدرسے میں تعلیم حاصل کرنے لگے۔ پھر اس کے بعد شیخ الاسلام کے مشورے سے آپ کا داخلہ دارالعلوم دیوان شاہ، بھیونڈی میں ہوا اور یہاں سے آپ نے حفظ وقرات میں مہارت حاصل کی۔ فراغت کے بعد آپ جامع اشرف میں داخلہ لیا جہاں سے آپ نے 1983ء میں فضیلت کی تعلیم مکمل کی۔ جامع اشرف میں آپ نے خلیفۂ سرکارکلاں حضرت علامہ مفتی عبدالجلیل اشرفی علیہ الرحمہ، حضرت علامہ مفتی مطلوب اشرفی، مولانا اسلم، حضرت علامہ مفتی سید ہشام محی الدین جعفری رضوی جونپوری سے پڑھا۔ اس دوران حضرت سرکارکلاں کی خاص عنایتیں رہی اور حضرت کی صحبت سے خوب استفادہ کیا۔ حضرت سرکارکلاں سے آپ کو سند فقہ وحدیث بھی عطا ہوئی اور دیگر تبرکات بھی حاصل ہوئی۔

حضرت علامہ سید شوکت علی اشرفی کو حضرت شیخ الاسلام والمسلمین، رئیس المحققین علامہ مولانا سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی کچھوچھوی سے وہی تعلق ہے جو حضرت صدرالافاضل کو اعلیٰ حضرت اشرفی میاں سے تھا۔ یہ بات کئی اعتبار سے درست بھی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں اور نہ اسے قبول

کرنے میں کوئی تردد محسوس ہوتا ہے۔ حضرت شوکت باپو کی دینی خدمات کی ایک لمبی فہرست ہے۔ آپ حضرت شیخ الاسلام کے مریدین وخلفاءمین ایک امتیازی شان کے مالک ہیں۔ گجرات کے خلفاء سلسلہ اشرفیہ اور خانوادۂ اشرفیہ میں آپ رئیس الخلفاء کے اعزازی لقب سے معروف ومشہور ہیں اور آپ اس عظیم خطاب کے حق دار بھی ہیں۔

آپ اپنے برادر اکبر حضرت علامہ قاری نورالدین اشرفی کے ساتھ مل کر ایک علم کا شہر آباد کیا۔ حضرت شوکت باپو کی قیادت وتحریک پر گجرات میں عظیم الشان سادات کانفرنس منعقد ہوئی جس میں صوبۂ گجرات سے 200 سے زائد سادات مشائخ وپیران طریقت نے شرکت کی، یہ کوئی ڈسمبر 1994ء کی بات ہے۔ آپ ہی کی تحریک پر 1996ء میں صابری ٹرسٹ کا قیام عمل میں آیا جس کے تحت اسکول، کالیج، 25 بیڈ کا مدنی جینرل ہاسپٹل، سمنانی ہاسٹل وغیرہ تعمیر کیے گئے۔ 1998ء میں، گجرات میں سنی مشائخ کانفرنس کے روح رواں رہے۔

ابھی حضرت شوکت باپو ''اشرفی چینل'' کا آغاز کرچکے ہیں اور گجرات کے کئی علاقوں میں یہ نشر بھی ہورہا ہے۔ اس چینل کو یہ شرف حاصل ہے کہ ملک ہندوستان میں یہ واحد اسلامی چینل ہے جو بغیر کسی حکومتی امداد کے چل رہا ہے اور اسے یہ شرف بھی حاصل ہے کہ یہ سنیوں کا واحد چینل ہے جو یہیں۔ اسی ملک سے نشر ہورہا ہے ورنہ دیگر سارے سنی دینی چینل دوسرے ممالک سے رلے/نشر ہورہے ہیں۔ حضرت شوکت باپو کا یہ ایک اور تاریخی کارنامہ ہے۔

حضرت علامہ سید شوکت علی اشرفی باپو بچپنے ہی میں حضرت شیخ الاسلام والمسلمین، رئیس المحققین علامہ مولانا سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی کچھوچھوی کے دست اقدس پر بیعت ہونے کا شرف پالیا تھا اور حضرت سے خلافت واجازت 1987ء میں حاصل ہوئی۔ حضرت سید شوکت باپو فروغ اہلِ سنت کے لیے اپنی زندگی وقف کررکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت علامہ سید شوکت علی اشرفی قبلہ کا سایہ ہم اہل سنت بالخصوص اہل سلسلہ پر دراز فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ!

(11) حضرت علامہ عارف اللہ اشرفی فیضی مصباحی

شیخ الادب۔ فیض العلوم، محمد آباد، گوہنہ

حضرت علامہ مولانا محمد عارف اللہ بن محمد رفعت اللہ بن عبدالقدیر کی ولادت باسعادت موضع برپھر، پوسٹ متھرابازار، ضلع گونڈہ، موجودہ ضلع بلرام پور، یوپی میں ۱۹ اپریل ۱۹۵۹ء میں

ہوئی۔آپ نے مدرسہ ریاض العلوم، بر پور میں ناظرہ قرآن کریم، خوش نویسی کی مشق اور ابتدائی درجات کی اردو کتابوں کی تعلیم حاصل کی۔ پھر دار العلوم منظرِ حق، ٹانڈہ میں داخلہ لیا اور فارسی و عربی کی بنیادی تعلیم حاصل کی، اس کے بعد مدرسہ اشرفیہ مسعود العلوم، بہرائچ شریف، دار العلوم ندائے حق، جلال پور، مدرسہ عربیہ فیض العلوم، محمد آباد گوہنہ اور الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں تکمیلِ علوم و فنون کیا اور ۱۹۸۰ میں دستارِ فضیلت سے سرفراز کیے گئے۔

فراغت کے بعد ہی آپ کا تقرر مدرسہ فیض العلوم، محمد آباد، گوہنہ میں ہوا اور تا حال اسی ادارے میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔قارئین کی معلومات میں اضافے کی غرض سے یہ عرض کرنا بہتر ہوگا کہ دیگر کئی مدارس اور جامعات کی طرح مدرسہ عربیہ فیض العلوم کو بھی سلسلۂ اشرفیہ سے وابستہ افراد نے قائم کیا تھا اور حضرت محدث اعظم ہند مخدوم الملت نے اس مدرسہ کا سنگِ بنیاد رکھا تھا۔

حضرت علامہ مولانا عارف اللہ اشرفی فیضی کو حضرت سرکارِ کلاں مخدوم المشائخ مفتی سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی سے بیعت کا شرف حاصل ہے اور حضرت سیدی مرشدی شیخ الاسلام سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی کچھوچھوی قبلہ سے خلافت واجازت حاصل ہے۔

آپ کئی کتب کے مصنف اور مترجم ہیں، آپ کی سب سے پہلی کاوش حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کا عربی ترجمہ بنام ''الشیخ احمد رضا خان وشی، من حیاۃ وافکارہ'' ہے جو پاکستان سے شائع ہوا ہے، اور محدث حجاز امام سید محمد بن علوی المالکی کی کتاب ''زبدۃ الاتقان فی علوم القرآن'' کا اردو ترجمہ جو مجلسِ برکات، مبارک پور سے شائع ہوا ہے۔آپ کے درجنوں مقالات اور علمی مضامین ہند و پاک کے اہم جرائد میں شائع ہوتے ہیں، ۲۰۰۵ سے مسلسل آپ مجلسِ شرعی، مبارک پور کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والے سالانہ فقہی سیمناروں کے لیے بھی مقالات تحریر فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت علامہ مولانا عارف اللہ اشرفی فیضی قبلہ کا سایہ ہم اہل سنت بالخصوص اہل سلسلہ پر دراز فرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

(12) حضرت علامہ مولانا مفتی مطیع الرحمن اشرفی نعیمی

مدنی دار الافتاء۔احمد آباد، گجرات

حضرت علامہ مولانا مفتی مطیع الرحمن اشرفی نعیمی کی ولادت 29 ربیع الثانی 1375ھ/ 14

دسمبر 1955ء کو ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن پناسی ضلع کشن گنج بہار میں مکمل کی۔ دیگر اساتذہ کرام کے علاوہ خاص طور پر استاذ العلماء ناصر ملت خلیفہ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں تلمیذ صدر الافاضل حضرت علامہ حافظ وقاری مفتی نصیر الدین اشرفی رحمۃ اللہ علیہ سے شرح جامی شرح وقایہ وغیرہ تک تعلیم پائی۔اس کے بعد ۱۳۶۹ھ میں مرکزی درسگاہ منظر اسلام بریلی شریف میں داخلہ لیا اور یہاں ہدایہ ملاحسن تک تعلیم حاصل کی۔ پھر جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں داخلہ لیا اور یہاں معقولات میں میر زاہد رسالہ، صدرا، تفسیر میں جلالین بیضاوی تفسیر مدارک علم معانی میں مختصر المعانی، مطول، حدیث میں مشکوٰۃ، بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ تک بحمدہ تعالیٰ پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔حضرت مفتی صاحب کی دستار بندی وفراغت ۱۸؍شعبان ۱۳۹۴ھ بمطابق ۱۹۷۴ء کو جامعہ نعیمیہ سے ہوئی۔ جلسۂ دستار بندی میں حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مصطفےٰ رضا خاں قادری نوری رحمۃ اللہ علیہ، سرکارِ کلاں شیخ المشائخ حضرت علامہ سید مختار اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی، شمس العلماء حضرت علامہ مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء کرام تشریف فرما تھے۔مفتی صاحب کی سند فراغت کو ان اکابرین کے علاوہ شیخ الاسلام حضرت علامہ سید مدنی میاں اشرفی جیلانی کچھوچھوی مدظلہ العالی، مناظر اہل سنت حضرت علامہ محمد حسین اشرفی نعیمی سنبھلی، حضرت علامہ ظفر ادیبی، حضرت علامہ مفتی حبیب اللہ اشرفی نعیمی۔شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ نے اپنی دستخط سے مزین کیا جواب تک مفتی صاحب کے پاس بطور تبرک موجود ہے۔

فراغت کے سال ہی مرکز اہل سنت منظر اسلام بریلی شریف میں مدرس مقرر ہو گئے۔اعلیٰ حضرت مجدد اہل سنت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انور کے متصل تین سال تک تدریسی خدمات انجام دینے کا شرف حاصل ہوا۔اسی دوران نبیرہ اعلیٰ حضرت فرزندان حضرت علامہ ریحان رضا خاں۔ حضرت مولانا توصیف رضا خاں، مولانا انجم رضا خاں، تسلیم رضا خاں کو درس دینے کا موقع نصیب ہوا۔پھر استاذ گرامی حضرت علامہ مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی نعیمی قبلہ کی ایماء پر مدرسہ حنفیہ۔امروہا پھر جامع اشرف۔ کچھوچھہ، دار العلوم اہل سنت۔ جبلپور، دار العلوم امجدیہ۔ ناگپور، جامعہ عربیہ۔ ناگپو، دار العلوم رحمانیہ غازی ملت۔ بیتولا ایم پی میں صدر مدرس وشیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہو کر درجہ عالم وفاضل کے طلباء کو بڑے ذوق وشوق سے پڑھایا۔

ناگپور میں قیام کے دوران ناگپور یونیورسٹی سے عربی اور فارسی سے مولوی، عالم فاضل منشی

کی ڈگریاں حاصل کی، جوڈبل ایم اے کے مساوی ہیں۔ پھر جنوری ۲۰۰۲ء میں دارالعلوم شاہ عالم احمد آباد تشریف لے آئے اور تدریس کے ساتھ افتاء کی ذمہ داری سنبھالی۔ اگست ۲۰۰۹ء میں حضرت شیخ الاسلام حضرت علامہ سید مدنی میاں قبلہ کی سرپرستی اور خطیب اہل سنت حضرت علامہ سید ابوبکر شبلی میاں قبلہ کی صدارت اور علماء احمد آباد کے اتفاق سے مدنی دارالافتاء کا قیام عمل میں آیا جس میں افتاء کی خدمت انجام دینے کے لیے مفتی صاحب کو مقرر کیا گیا جہاں سے اب تک سیکڑوں فتاوی جاری ہو چکے ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام کی وجہ سے مدنی دارالافتاء کی شہرت انڈیا کے علاوہ باہر ملکوں میں بھی ہوگئی ہے۔

حضرت مفتی صاحب کو علاقۂ بنگال کے مرشد اعظم اشرف الاولیاء حضرت سید مجتبیٰ اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی سے شرف بیعت حاصل ہے اور حضرت شیخ الاسلام حضرت علامہ سید مدنی میاں قبلہ مدظلہ الاقدس نے اپنے کرم سے سند خلافت سے نوازتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا: آپ جس کے حق دار ہیں۔ حق والے کو حق ادا کر رہا ہوں۔ اللہ تعالی سعادت دارین سے نوازے۔ پھر آپ نے دلائل الخیرات جامع الصفات اور حزب البحر پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمائے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب کو شیخ الاسلام حضرت علامہ سید مدنی میاں اشرفی جیلانی کچھوچھوی کے علاوہ استاذ العلماء حضرت علامہ نصیر الدین اشرفی نعیمی، شیخ اعظم حضرت علامہ سید اظہار اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی، حضرت شمس العلماء مفتی غلام مجتبی اشرفی نعیمی، مناظر اہل سنت حضرت علامہ عبدالحلیم اشرفی رضوی ناگپوری، استاذ گرامی حضرت علامہ ایوب رضوی، مفتی جامعہ نعیمیہ مراد آباد، حضرت علامہ سید عارف رضوی شیخ الحدیث منظر اسلام بریلی شریف، پیر طریقت حضرت علامہ سید ظل حسن اشرفی جیلانی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل الخیرات شریف، حزب البحر دعائے حیدری، اوراد فتحیہ پڑھنے اور جملہ سلسلۂ اشرفیہ کے نقوش کی اجازت ودعاؤں سے نوازے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت علامہ مولانا مفتی مطیع الرحمن اشرفی نعیمی قبلہ کا سایہ ہم اہل سنت بالخصوص اہل سلسلہ پر دراز فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم!

(13) حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالخبیر اشرفی مصباحی

صدر المدرسین۔ مدرسہ منظر الاسلام، امبیڈکر نگر، یوپی۔

حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالخبیر اشرفی مصباحی بن مطیع الرحمن کی ولادت ''مہان خاں''

علاقہ اسلام پور۔ ضلع اتر دیناج پور بنگال میں 7 جمادی الاول 1399ھ/ 4 اپریل 1979ء کو ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم گھر ہی میں مولانا عبدالجلیل مظفر پوری سے حاصل کی۔ پھر قریبی گاؤں کے مدرسہ میں داخلہ ہوا اور چند مہینوں کے بعد کشن گنج بہار کے ایک گاؤں ''دھولا باڑی'' میں تقریبا تین سال تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد ۱۹۹۰ء تا ۱۹۹۴ء مالیگاؤں، مہاراشٹر میں رہ کر تعلیم حاصل کی۔ پھر اعلی تعلیم کے لیے اتر پردیش کا رخ کیا اور جامع اشرف کچھوچھہ مقدسہ میں داخلہ لیا۔ جامع اشرف کچھوچھہ مقدسہ، میں فضیلت کی تکمیل کے بعد، قبل دستار بندی الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور میں داخلہ لیا اور یہاں سے دوبارہ فضیلت کا کورس مکمل کیا۔

اشرفیہ مبارکپور میں داخلہ کی سب سے بڑی وجہ بحرالعلوم مفتی عبدالمنان اعظمی علیہ الرحمہ کی ذات تھی جن کا ذکر آپ کے ہم درس اور رفیق خاص علاقۂ بنگال کے مرشد اعظم اشرف الاولیاء حضرت سید مجتبیٰ اشرف علیہ الرحمہ اکثر کیا کرتے تھے۔ اشرفیہ مبارکپور سے تکمیل فضیلت کے بعد دو سال مسلسل حضرت بحرالعلوم مفتی عبدالمنان اعظمی علیہ الرحمہ کی خدمت گزاری کا شرف حاصل کیا۔ اس دوران مشق افتاء، تحقیق فتاوی اور دیگر علوم سے حضرت نے مفتی صاحب کو خوب مالا مال فرمایا اور ۲۲ر نومبر ۱۹۹۸ء میں حضرت بحرالعلوم نے سر پر ''تحقیق فی الافتاء'' کی دستار باندھ کر سند عطا کی۔

آپ کے مشاہیر اساتذہ میں بحرالعلوم مفتی عبدالمنان اعظمی علیہ الرحمہ، نائب مفتی اعظم ہند مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ [شرف تلمذ بختم بخاری]، خلیفۂ سرکارکلاں حضرت علامہ مفتی عبدالجلیل اشرفی علیہ الرحمہ، محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، صدر العلماء حضرت علامہ محمد احمد مصباحی، حضرت علامہ عبدالخالق اشرفی۔ صدر المدرسین جامع اشرف کچھوچھہ شریف، خلیفۂ سرکارکلاں حضرت علامہ مفتی رضاء الحق اشرفی مصباحی سابق صدر المدرسین جامع اشرف، خلیفۂ سرکارکلاں حضرت علامہ محمد قاسم اشرفی مصباحی اور خلیفۂ شیخ الاسلام حضرت علامہ ممتاز عالم اشرفی مصباحی۔ پرنسپل شمس العلوم گھوسی۔ وغیرہ مدظلہ عالی جیسے اکابر علما شامل ہیں۔

درس وتدریس کی ابتدا تربیت فتاوی نویسی کے زمانے میں ہی شمس العلوم گھوسی میں معین المدرسین کی حیثیت سے شروع کر چکے تھے۔ پھر باضابطہ فراغت کے بعد ۲ر فروری ۱۹۹۹ء میں دارالعلوم جائس قصبہ جائس ضلع رائے بریلی میں بحیثیت مدرس ومفتی تقرری عمل میں آئی اور ۲۰۰۵ء تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ پھر جانشین حضرت اشرف الاولیاء۔ شیخ طریقت حضرت علامہ سید

جلال الدین اشرفی جیلانی مدظلہ العالی کی دعوت واصرار پر ضلع مالدہ بنگال میں واقع ''مخدوم اشرف مشن'' میں خدمت انجام دینے کا موقع ملا جہاں بحیثیت صدرالمدرسین وسپر وائزر خدمت کرتے ہوئے اگست ۲۰۱۲ء میں اس ادارہ سے مستعفی ہوئے۔ اب فل وقت مفتی صاحب ضلع امبیڈکر نگر کی تحصیل ٹانڈہ میں واقع قصبہ التفات گنج میں دارالعلوم عربیہ اہل سنت منظر اسلام میں صدرالمدرسین کے عہدہ پر فائز ہیں۔

حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالخبیر اشرفی مصباحی کو بیعت کا شرف مخدوم المشائخ سرکار کلاں حضرت علامہ مفتی محمد مختار اشرف الاشرفی الجیلانی علیہ الرحمہ سے حاصل ہے۔ موجودہ سجادہ نشین سرکار کلاں قائد ملت حضرت علامہ سید محمود اشرف الاشرفی جیلانی مدظلہ العالی اور جانشین محدث اعظم ہند حضرت شیخ الاسلام والمسلمین، رئیس المحققین علامہ مولانا سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی کچھوچھوی مدظلہ العالی سے خلافت واجازت حاصل ہے۔

تالیف وتصنیف، ترجمہ نگاری، اور مقالہ نگاری سے کافی دل چسپی ہے اور بہت سی اہم کتب منظر عام پر آچکی ہیں۔ اس کا اجمالی خاکہ یہ ہے:
[۱] شانِ اہلِ بیت، ترجمہ علموا اولادکم محبۃ اہل بیت النبی ﷺ۔ مطبوعہ۔ [۲] خاموشی کے محاسن و فوائد، ترجمہ: الدرر والیاقوت فی محاسن السکوت۔ مطبوعہ۔ [۳] جنتی والدین، ترجمہ التعظیم والمنۃ فی شان ابوی رسول اللہ فی الجنۃ۔ مطبوعہ۔ [۴] انیس الغرباء۔ فارسی، ترجمہ بزبان اردو۔ مطبوعہ۔ [۵] تذکرۂ امین شریعت، مطبوعہ۔ [۶] کھیل کود کے شرعی احکام۔ غیر مطبوعہ۔ [۷] نور قطب عالم حیات وخدمات،۔ زیر ترتیب۔ اس کے علاوہ بے شمار مضامین مختلف رسائل وجرائد میں شائع ہوئے اور سلسلہ جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالخبیر اشرفی مصباحی قبلہ کا سایہ ہم اہلِ سنت بالخصوص اہلِ سلسلہ پر دراز فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

(14) حضرت علامہ مولانا مفتی خالد ایوب مصباحی شفقؔ شیرانی

مفتی۔ سنی دارالافتا۔ جے پور، راجستھان

حضرت علامہ مولانا مفتی خالد ایوب مصباحی شفقؔ شیرانی بن خلیل احمد بن عمر خاں بن پیارو خاں بن دیندار خاں بن صلو خاں بن پیر خاں۔ آپ کا تعلق پٹھانوں کے ایک نہایت ہی قدیم قبیلہ ''شیرانی'' سے ہے۔ خالد ایوب خان مدنی شیرانی (۱۴۰۹ھ) تاریخی نام ہے۔

مفتی صاحب کی پیدائش ۹ر ربیع الاول ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۰ر اکتوبر ۱۹۸۸ء بروز سنیچر حضرت عمر کالونی، صوفیہ محلہ، شیرانی آباد، تحصیل ڈیڈوانہ، ضلع ناگور شریف، راجستھان میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم یعنی قرآن پاک، اردو اور نقل واملا والد محترم الحاج خلیل احمد صاحب سے حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم کے لیے ۲۵ر جنوری ۲۰۰۱ء مطابق ۲۹ر شوال ۱۴۲۱ھ بروز جمعرات جامعہ حنفیہ نجم العلوم، مکرانہ میں داخلہ لیا جہاں درجہ اولی تا خامسہ شعبان ۲۰۰۵ء رہنا ہوا۔ پھر ایک سال یعنی ۲۰۰۶ء میں جامعہ اسلامیہ رونا ہی میں سادسہ پڑھی۔ ۲۰۰۷ء سادسہ تا فضیلت ۲۰۰۹ء جامعہ اشرفیہ، مبارک پور میں کسب علم کی اور یہیں سے ۲۶ر مئی ۲۰۰۹ء مطابق ار جمادی الآخر ۱۴۳۰ھ بروز منگل ۳۴ رویں عرس عزیزی کے موقع پر سند ودستار فضیلت سے آپ کو نوازا گیا۔

آپ نے شیخ المعقولات مفتی شبیر حسن رضوی، خیر الاذکیا علامہ محمد احمد مصباحی، محدث جلیل علامہ عبدالشکور مصباحی، مولانا اسرار احمد اعظمی، نصیر ملت مولانا نصیر الدین عزیزی، محقق مسائل جدیدہ مفتی نظام الدین رضوی، مفتی معراج القادری، مولانا نفیس احمد مصباحی، مولانا صدرالوری قادری، مفتی نسیم احمد مصباحی، مفتی بدر عالم مصباحی، مولانا عبدالحق رضوی اور مولانا اختر کمال قادری سے اکتساب فیض کیا۔

آپ نے فراغت کے بعد جامعہ حنفیہ نجم العلوم، مکرانہ۔ ۱۰ر شوال ۱۴۳۰ھ بروز بدھ تا ۱۴ر شعبان ۱۴۳۲ھ سے اپنی تدریسی سفر کا آغاز کیا۔ پھر رمضان ۱۴۳۲ھ سے رمضان ۱۴۳۴ھ تک عالمی تحریک سنی دعوت اسلامی، شاخ: جے پور کے ساتھ تحریکی کام میں مشغول رہے جس میں درس وتدریس بھی شامل تھی۔ اس کے بعد دارالعلوم اہل سنت رضویہ، گھاٹ گیٹ، جے پور میں تقرر ہوا اور وہاں ایک سال خدمت انجام دی۔ ۹ر شوال ۱۴۳۴ھ سے ۱۲ر شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ تک جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی میں بحیثیت استاد رہے۔ پھر والدین کے اصرار پر واپس اپنے آبائی وطن کے نزدیک منتقل ہوگئے اور رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ تادم تحریر عالمی تحریک سنی دعوت اسلامی، شاخ: جے پور کے نگراں کی حیثیت سے خدمت دین میں مصروف ہیں۔

مولانا مفتی خالد ایوب مصباحی کے بے شمار خدمات ہیں۔ آپ مسلم اسٹوڈنٹ آرگنائزیشن آف انڈیا کے آل راجستھان صدر ۲۰۱۱ء تا ۲۰۱۴ء رہے۔ اصلاح معاشرہ کے لیے قادری اکیڈمی، مکرانہ اور مجلس فکر واصلاح، شیرانی آباد کی بنیاد رکھی۔ ۱۷ر جولائی ۲۰۱۰ء مطابق

۴؍شعبان ۱۴۳۱ھ بروز سنیچر بموقع ''چوتھی سہ سالہ سنی تعلیمی کانفرنس'' شیرانی آباد میں اردو سالنامہ ''احساس'' کا اجرا کیا۔حضرت مفتی اعظم راجستھان علامہ اشفاق حسین نعیمی علیہ الرحمہ کے عرس چہلم کے موقع پر ۱۷؍نومبر ۲۰۱۳ء بروز اتوار رسالہ ''احساس'' جے پور کا بطور ہندی ماہنامہ آپ نے اجرا کیا۔ پھر عالمی تحریک سنی دعوت اسلامی کی جے پور شاخ کے تحت مفتی شہر جے پور مفتی عبدالستار صاحب رضوی کی سرپرستی میں ''سنی دارالافتا'' کا قیام بھی کیا۔

مولانا مفتی خالد ایوب مصباحی پابندی کے ساتھ ایک عرصے سے ہفتہ واری ''درس قرآن'' آمیر، جے پور؛ ہفتہ واری ''درس بخاری'' امرت پوری، گھاٹ گیٹ، جے پور؛اور ہفتہ واری ''درسِ فقہ'' قریشیان مسجد، چاند پول، جے پور کرتے آرہے ہیں۔

مفتی خالد ایوب مصباحی کے تحریری خدمات کو اس طرح تقسیم کیا جاسکتا ہے: (ا) مستقل تصانیف۔(ب) ترجمہ، تسہیل، تجدید، تحشیہ۔(ج) ہندی ترجمہ کاری۔

مستقل تصانیف:۔

(۱) حکمت کے سرچشمے (مختلف موضوعات پر چالیس جوامع الکلم کی فکری وادبی شرح)۔

(۲) عید میلاد النبی ﷺ۔ (۳) فلسطین اور مسجد اقصی کی حالت زار اور ہماری غفلت۔

(۴) دلیل المحتاج لمزید انوار صلاۃ التاج ۱۴۲۹ھ۔ (درود تاج کی عربی شرح جس کو حضور خیر الاذکیا نے سماعت فرما کر اصلاح فرمائی اور یہ تاریخی نام بھی تجویز فرمایا۔ یہ کام دوران طالب علمی کا ہے)۔(۵) کرنے کے کام (جذبہ کار رکھنے والے افراد کے لیے چند اہم اور ممکنہ تدابیر)۔
(۶) تفسیر سورہ فاتحہ (اردو،ہندی)۔(۷) نغمہ نعت (نعتوں کا مجموعہ)۔ (۶) نسبت کی بات (منقبتوں کا مجموعہ)۔(۷) پرواز تخیل (نظموں کا مجموعہ)۔(۸) حضرت رابعہ بصریہ۔(۹) امام احمد رضا اور ردِ آریہ۔(۱۰) ایمانی کہانی قرآن کی زبانی۔(۱۱) منتخب احادیث۔(۱۲) بھکاری پن اور اسلام۔ (۱۳) عزیز طلبہ!۔ (۱۴) تین طلاقیں تین یا ایک؟ (۱۵) جن پر لعنت ہے (ملعون کاموں سے متعلق چہل احادیث)۔(۱۶) آن لائن مفتی، حصہ اول۔ اول الذکر تینوں کے علاوہ باقی سب غیر مطبوعہ ہیں۔

ترجمہ، تسہیل، تجدید، تحشیہ:۔ علامہ عبدالرحمن جوزی متوفی ۵۹۷ھ کی (۱) فضائل القدس اور (۲) ''کتاب الاذکیا'' کا نامکمل اردو ترجمہ۔ (۳) ''افاضات حمید'' کی تسہیل۔(۴) پروفیسر مسعود احمد

مجددی علیہ الرحمہ کی ''محبت کی نشانی'' کی تسہیل وتحشیہ۔

ہندی ترجمہ کاری:۔ دسمبر ۲۰۱۴ء سے تادم تحریر مستقل ہندی ماہنامہ ''احساس'' جے پور کی ادارت۔درج ذیل کتب ورسائل کی تسہیل اور ان کا ہندی ترجمہ: (۱) تمہید ایمان (۲) تدبیر فلاح و نجات واصلاح (۳) مشعلۃ الارشاد فی حقوق الاولاد۔از: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ۔ (۴) فقہ حنفی میں حالات زمانہ کی رعایت۔از: محقق مسائل جدیدہ حضرت مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ رضوی۔ (۵) سعودی جانے والوں کے نام ایک پیغام۔از: مولانا سید رکن الدین اصدق (۶) یہودیت وصیہونیت: ایک جائزہ۔از: مولانا سید سیف الدین اصدق۔(۷) قرآن کی سات نصیحتیں۔ از: مولانا عبدالقدیر قادری، محبوب نگر، آندھرا پردیش۔ (۸) نکات القرآن۔از: مولانا احمد رضا مصباحی، بمبئی۔ (۹) گلزار قدس۔از: مولانا حبیب اللہ بیگ ازہری استاذ: جامعہ اشرفیہ، مبارکپور۔(۱۰) احسن الوعا لآداب الدعا۔از: علامہ نقی علی خاں علیہ الرحمہ۔ہنوز جاری ہے۔
(۱۱) شمائل ترمذی۔از: امام محمد بن عیسی ترمذی متوفی ۲۷۹ھ۔ (۱۲) ''ارشاد الحیاریٰ فی تحذیر المسلمین من مدارس النصاریٰ'' از: علامہ شیخ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی۔اردو ترجمہ بنام: مشنری اسکولوں میں مسلم طلبہ کا انجام۔از: مولانا فیض اللہ مصباحی ہزاری باغ۔

علاوہ ازیں فتاوی رضویہ، بہار شریعت، دیگر اسلامی کتب ورسائل اور علمائے اہلسنت کے چیدہ چیدہ درجنوں مسائل، تحقیقات اور مضامین کو آسان ہندی لہجے میں منتقل کرکے ماہنامہ احساس کے واسطے سے عوام اہل سنت تک رسائی۔اسی طرح آپ کے مقالات ومضامین کی تعداد اردو، ہندی اور عربی زبانوں میں 250 سے متجاویز ہے جس کو یہاں بیان کرنا طوالت کا باعث ہوگا۔اور ماہ نامہ ''احساس'' کے اداریے، مختلف کتب ورسائل پر تقریظات وتقدیمات، کتابوں پر تبصرے، کئی سو فتاوی، طلبہ کے لیے مکالمات، خطبات، سفر نامے، خطوط اور درسی مباحث وغیرہ ان کے علاوہ ہیں۔

حضرت علامہ مولانا مفتی خالد ایوب مصباحی دوران تعلیم مکرانہ میں تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خاں قادری ازہری دام ظلہ کے ہاتھوں شرف بیعت حاصل کیا اور خلافت واجازت شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی الجیلانی دام ظلہ سے حاصل ہوئی۔

آپ کو اجازت وسند حدیث علامہ عبدالشکور شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ، مبارکپور۔ و۔ علامہ

محمد احمد مصباحی صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ، مبارکپور سے حاصل ہے؛ اجازت وسند فقہ مفتی محمد نظام الدین رضوی صدر شعبہ افتا جامعہ اشرفیہ، مبارکپور اور اجازت وسند قرآن کریم واحادیث نبویہ مفتی محمد نظام الدین رضوی صدر شعبہ افتا جامعہ اشرفیہ، مبارکپور سے حاصل ہے۔

راجستھان کے بہت سے علاقوں کے علاوہ یوپی، مہاراشٹر، گجرات اور مدھیہ پردیش میں بھی تقریری دورے ہوتے رہے ہیں۔ عام طور پر اصلاحی خطبات کی عادت ہے۔ حسب ضرورت ترمیم بھی ہوجاتی ہے۔ انداز نہایت سادہ، فکر انگیز، سنجیدہ، دردمند اور پرسکون ہوتا ہے۔ قرآن پاک سامنے رکھ کر بولنے کی عادت ہے۔ ان کے بے حد اچھے اور نتیجہ خیز اثرات دیکھنے کو ملے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت علامہ مولانا مفتی خالد ایوب مصباحی شفق شیرانی قبلہ کا سایہ ہم اہل سنت بالخصوص اہل سلسلہ پر دراز فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

(15) مولانا قاضی سید شمس الدین برکاتی اشرفی مصباحی

قاضی شہر- ہری ہر ومتولی وسجادہ نشین- درگاہ حضرت سید شاہ عبداللہ قادری مکی، ہری ہر

مولانا قاضی سید شمس الدین برکاتی اشرفی مصباحی ابن خلیفۂ شیخ الاسلام حضرت قاضی سید غوث شاہ قادری اشرفی کا تعلق خاندان غوث اعظم سے ہے۔ غوث اعظم کے شہزادے حضرت سید شاہ شیخ تاج الدین قادری جیلانی کی اولاد میں سے حضرت سید شاہ عبداللہ قادری مکی رحمۃ اللہ علیہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے دور حکومت میں غالبا 1909ء میں ہندوستان تشریف لاکر ہری ہر کو اپنا مسکن بنایا، آپ کے انتقال کے بعد یہیں آپ کو سپرد خاک کیا گیا اور ہری ہر کے پاس باتی نامی گاؤں میں ایک پہاڑ پر آپ کی آخری آرام گاہ ہے۔ ہری ہر کی قضاوت آپ ہی کے خاندان میں چلی آرہی ہے۔

قاضی سید شمس الدین قبلہ کی ولادت 10 اکتوبر 1963ء اسی علمی اور ادبی گھرانے میں مقام ہری ہر ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کرنے کے بعد دار العلوم غوثیہ، ہبلی میں داخلہ لیا اور پھر یہاں سے از ہر ہند، اہل سنت کا مرکزی ادارہ الجامعۃ الاشرفیہ کا رخ کیا اور یہاں کے اساتذہ- شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی، محدث جلیل علامہ عبدالشکور مصباحی، مولانا سردار احمد قادری مصباحی، محقق مسائل جدیدہ مفتی نظام الدین رضوی، شیخ القرآن علامہ عبداللہ خان عزیزی، علامہ مولانا اعجاز احمد مصباحی اعظمی، علامہ مولانا قاری ابوالحسن مصباحی، شیخ المعقولات مولانا نصیر الدین عزیزی اور محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء

المصطفیٰ قادری سے اکتساب فیض کیا- 1985ء میں عرس عزیزی کے موقع پر آپ کی دستار بندی ہوئی اور سند فضیلت سے نوازے گئے۔ اشرفیہ میں قیام کے دوران آپ نے الہ آباد عربی فارسی بورڈ سے بھی امتحانات دئے اور اسنادات حاصل کیے۔

فراغت کے بعد آپ اپنے وطن واپس لوٹ آئے اور ہبلی کو اپنا مرکز دعوت وتبلیغ بنایا، ہبلی میں بہت پہلے ہی سے خانودۂ اشرفیہ اور خانودۂ برکاتیہ کے بزرگوں کی آمد ہوتی رہی۔ حضرت محدث اعظم ہند اور احسن العلماء وسید العلماء کے روحانی دورے ہوتے رہے اور عوام کی اکثریت انہی بزرگوں سے وابستہ تھی۔ حضور شیخ الاسلام نے بھی ہبلی کو دکن میں اپنا مرکز دعوت وتبلیغ بنا رکھا تھا۔ اس بات کا یہاں ذکر ضروری ہے کہ حضور شیخ الاسلام کی ہبلی پہلی بار آمد 1963ء میں ہوئی تھی، اسی کے اگلے ہی سال 1964ء میں شیخ الاسلام نے پہلی سنی کانفرنس رکھی جس میں حضور مفتی اعظم ہند شاہ مصطفی رضا خان قادری نوری، حضور سید العلماء آل مصطفی برکاتی مارہروی، برہان ملت مفتی برہان الحق صدیقی قادری رضوی جبلپوری، حکیم الامت مفتی احمد یار خان اشرفی نعیمی بدایونی، شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی اعظمی جیسے اکابرین نے شرکت کی۔ یہ کانفرنس نے دکن کی مذہبی فضا کو بدل کر رکھ دیا، ردوہابیت ودیوبندیت اور اتحاد اہل سنت کے لیے مثال قائم کردی۔

قاضی سید شمس الدین قبلہ نے اسی ہبلی میں اپنے بزرگوں کے مشن کو فروغ دینے کے لیے خوب محنت کی۔ آپ پہلے کئی تنظیمات اور تحریکات سے منسلک تھے لیکن بعد میں بحیثیت مہتمم مدنی میاں عربک کالج کے ذریعے کام کرتے رہے۔

حضور شیخ الاسلام نے قاضی صاحب کو 1989ء میں محدث اعظم کانفرنس کا ناظم اعلی بنا کر آپ کو حوصلہ بخشا اور یہ کانفرنس تاریخی اعتبار سے اپنی کامیابی کی بنا پر ہبلی شہر کی سب سے بڑی کانفرنسوں میں شمار ہوتی ہے۔ اسی طرح آپ 1998ء میں سنی مشائخ کانفرنس؛ 2000ء میں غوث اعظم کانفرنس اور 2005ء میں رحمت عالم کانفرنس کے روح رواں رہے۔ یہ ساری کانفرنسیں حضور شیخ الاسلام کی سرپرستی اور قیادت میں ہوئے۔

آپ کو حضور شیخ الاسلام کے جنوبی ہند کے کئی ایک دوروں میں ساتھ رہنے اور خوب استفادہ کرنے کا شرف ملا، کم وبیش 23 سال سفر وحضر میں شیخ الاسلام کے ساتھ رہنے کا موقع نصیب ہوا، کئی اہم اور تاریخی واقعات کے عینی شاہد اور امین ہیں۔

قاضی سید شمس الدین قبلہ غالباً 1980ء میں احسن العلما حضرت سید مصطفی حیدر حسن برکاتی کے دست مبارک پر شرف بیعت حاصل کیا اور حضرت شیخ الاسلام والمسلمین، رئیس المحققین علامہ مولانا سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی کچھوچھوی کے دست اقدس پر طالب ہوئے۔ حضور شیخ الاسلام نے قاضی صاحب اور آپ کے والد گرامی حضرت قاضی سید غوث شاہ قادری اشرفی کو 1991ء میں نعمت خلافت سے نوازا ہے۔

آپ نے پہلی بار 1999ء میں حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ رسول ﷺ سے مشرف ہوئے، پھر اس کے بعد کئی مرتبہ اس کی سعادت حاصل ہوتی رہی۔

آپ ایک زبردست خطیب ہیں اور ملک کے مختلف کانفرنسوں میں مدعو کیے جاتے ہیں۔ اپنے آبائی وطن ہری ہر شہر اور تعلقہ کے موروثی سرقاضی ہیں اور ہری ہر کی جامع مسجد اور تاریخی عیدگاہ کے امام وخطیب ہیں۔ حال ہی میں علاقے کی عوام نے آپ کو آپ کے مورث اعلی حضرت سید شاہ عبداللہ قادری مکی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ کے متولی اور سجادہ نشین کی حیثیت سے منتخب کیا۔ قاضی سید شمس الدین صاحب اپنے آبائی وطن ہری ہر اور ہبلی میں خدمت دین میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت علامہ قاضی سید شمس الدین برکاتی اشرفی مصباحی قبلہ کا سایہ ہم اہل سنت بالخصوص اہلِ سلسلہ پر دراز فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ!

(16) شہزادۂ فقیہ ملت حضرت علامہ مولانا مفتی ازہار احمد امجدی ازہری

خادم الافتا والتدریس۔ مرکز تربیت افتا، دار العلوم امجدیہ اہل سنت ارشد العلوم اوجھا گنج

حضرت علامہ مولانا مفتی ازہار احمد امجدی ازہری ابن فقیہ ملت الحاج الشاہ حافظ وقاری مفتی جلال الدین احمد امجدی نور اللہ مرقدہ کی ولادت ۲ر جمادی الاولی ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۶ر فروری ۱۹۸۳ء بروز بدھ کو اوجھا گنج ضلع بستی یوپی، انڈیا میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی فقیہ ملت حافظ وقاری مفتی جلال الدین احمد امجدی سے حاصل کی، پھر دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف، سدھارتھ نگر، مرکز تربیت افتا، مدرسہ امجدیہ اہل سنت ارشد العلوم اوجھا گنج، دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی، جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، مئو، جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ میں رہ کر تعلیم مکمل کی اور بتاریخ ۱ر جمادی الآخرۃ ۱۴۲۶ھ مطابق ۸ر جولائی ۲۰۰۵ء بروز جمعہ فراغت کی سند حاصل کی۔ اس کے بعد ۲۰۰۶ تا ۲۰۰۷ء جامعہ اشرفیہ، مبارکپور میں سراج الفقہا حضور مفتی محمد نظام

الدین رضوی دام ظلہ کی بارگاہ عالی میں رہ کر دو سالہ مشق افتا کی تکمیل کی۔ یہاں سے آپ نے جامعہ ازہر شریف، قاہرہ، مصر کا رخ کیا اور تخصص فی الحدیث یعنی بی اے، ایم اے ۲۰۰۸ء تا ۲۰۱۴ء رہ کر مکمل کیا۔

حضرت علامہ مولانا مفتی ازہار احمد امجدی ازہری اپنے والد ماجد حضور فقیہ ملت علیہ الرحمہ والرضوان سے بتاریخ ۲۳ر ربیع النور ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۰۰۱ء بیعت وخلافت سے شرف یاب ہوئے اور بتاریخ 29 ربیع الثانی 1436ھ/ 19 فروری 2015ء حضرت شیخ الاسلام والمسلمین، رئیس المحققین علامہ مولانا سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی کچھوچھوی مدظلہ العالی سے خلافت واجازت حاصل ہوئی۔

حضرت علامہ مولانا مفتی ازہار احمد امجدی ازہری ایک زبردست محقق ومحدث ہیں، آپ پر حضور صدر الشریعہ اور حضور فقیہ ملت کا خصوصی فیضان ہے۔ کتابوں کی مختصر فہرست یہاں پیش کی جا رہی ہے: (۱) حدیث وعلوم حدیث کے مختلف موضوعات پر بے شمار تحقیقی مقالے؛ ایک مجموعہ شائع ہو چکا ہے۔ (۲) الاربعون فی الام الحنون/ ماں چالیس احادیث کے آئینہ میں؛ (۳) رفع المنارۃ لتخریج احادیث التوسل والزیارۃ کا مکمل اردو میں ترجمہ؛ (۴) کتاب 'النور والضیاء فی احکام بعض الاسماء' کا عربی میں ترجمہ وتخریج، مصنف: امام الفقہا امام اعلی حضرت علیہ الرحمہ والرضوان؛ (۵) کتاب 'اسماع الاربعین فی شفاعۃ سید المحبوبین' کا عربی میں ترجمہ وتخریج، مصنف: اعلی حضرت علیہ الرحمہ والرضوان؛ (۶) امام نووی شافعی رحمہ اللہ کی مایہ ناز کتاب 'ریاض الصالحین' کی شرح دلیل القارئین کی پہلی جلد منظر عام پر آ چکی ہے، امید ہے کہ یہ شرح تین جلدوں میں مکمل ہوگی۔ (۷) مناظر اہل سنت علامہ حشمت علی علیہ الرحمہ کی کتاب 'راد المھند علی المفند' کا عربی میں ترجمہ، آخر الذکر کتاب کی تحقیق وتخریج ابھی باقی ہے، ان شاء اللہ عن قریب اس کی تکمیل ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت علامہ مولانا مفتی ازہار احمد امجدی ازہری قبلہ کا سایہ ہم اہل سنت بالخصوص اہلِ سلسلہ پر دراز فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ!

(17) حضرت علامہ مولانا مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی

صدر المدرسین وصدر دار الافتاء۔ ادارۂ شرعیہ اتر پردیش رائے بریلی

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی ابن محمد خرم علی مرحوم ابن محمد فناء اللہ

مرحوم کی ولادت یکم جنوری ۱۹۸۱ء کو مقام دولالی گرام، قصبہ، رام گنج، اسلام پور، اتر دیناجپور، مغربی بنگال میں ہوئی۔ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی کے تعلیمی دور کی تفصیل کچھ اس طرح ہے: ناظرہ قرآن اور اردو کی مکمل تعلیم ۱۹۹۰ء، ۱۹۹۱ء میں مدرسہ جمالیہ کمالیہ اڑیا ٹول اتر دیناجپور میں ہوئی۔ ☆ فارسی کی ابتدائی کتابوں کی تعلیم ۱۹۹۲ء میں مدرسہ اسلامیہ، بیل پوکھر ضلع کشن گنج بہار میں ہوئی۔ ☆ فارسی کی منتہی کتابیں اور نحو وصرف کی ابتدائی کتابیں ۱۹۹۳ء میں مدرسہ غوثیہ فیض العلوم سلّی گوڑی بنگال میں پڑھیں۔ ☆ درجہ ثانیہ اور ثالثہ (مولوی اول) کی تعلیم ۱۹۹۴ء اور ۱۹۹۵ء میں جامعہ مخدومیہ انوار العلوم عشری، حسن پورہ، سیوان بہار میں پائی۔ ☆ درجہ رابعہ (مولوی دوم) کی تعلیم ۱۹۹۶ء میں الجامعۃ الاسلامیہ اشرفیہ سکٹھی، مبارک پور میں پائی۔ ☆ درجۂ خامسہ تا درجہ فضیلت (عالمیت وفضیلت) اور تخصص فی الفقہ الحنفی کی تعلیم اور مشق افتاء ۱۹۹۷ء تا ۲۰۰۲ء باغ فردوس جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ میں حاصل کی۔

آپ کے اساتذۂ کرام میں محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفی قادری، محقق مسائل جدیدہ حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی، خیر الاذکیاء حضرت علامہ محمد احمد مصباحی، محدث جلیل حضرت علامہ عبدالشکور مصباحی، نصیر ملت حضرت علامہ نصیر الدین عزیزی، حضرت علامہ شمس الھدی خاں رضوی، حضرت مفتی معراج القادری مصباحی، حضرت مولانا صدر الوری قادری مصباحی، حضرت مولانا ناظم علی مصباحی، حضرت مولانا اعجاز احمد مبارک پوری دامت ظلھم علینا وغیرہ شامل ہیں۔

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی کو اجازت حدیث محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفی قادری مدظلہ العالی سے حاصل ہے؛ اجازت فقہ شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان سے حاصل ہے؛ اور تربیت افتاء محقق مسائل جدیدہ، حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی سے حاصل ہوئی۔

۲۰۰۲ء میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے تحقیق وافتاء کی فراغت کے بعد سے ۲۰۰۵ء تک مخدوم اشرف مشن پنڈوہ شریف ضلع مالدہ بنگال میں بحیثیت صدر المدرسین، شیخ الحدیث اور صدر شعبہ افتا اور اس کے بعد ۲۰۰۶ء سے تادم تحریر ادارۂ شرعیہ اتر پردیش رائے بریلی میں بحیثیت مدرس وصدر شعبۂ افتاء۔

تدریس وافتاء، مضمون نگاری، مقالہ نگاری، تصنیف وتالیف، وعظ وخطابت، دعوت و

تبلیغ، فقہی وادبی سمیناروں میں شرکت اور علمی تحریکوں میں حصہ داری حضرت علامہ مولانا مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی کے اہم علمی مشغلے ہیں۔ جلسوں اور کانفرنسوں میں بحیثیت خطیب شرکت بھی ہوا کرتی ہے۔ عرس رضوی بریلی شریف، عرس مخدومی کچھوچھہ شریف، عرس اشرف الاولیاء پنڈوہ شریف، عرس حافظ ملت مبارک پور، عرس اشرف العلماء ممبئی، عرس استاذ العلماء پناسی بہار، ان کے علاوہ ۲۰۰۲ء سے اب تک چھوٹے بڑے جلسوں اور کانفرنسوں میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی ایک اچھے محقق ور مصنف بھی ہیں۔ آپ کی بہت سی کتابیں شائع ہو کر خوب داد حاصل کر چکی ہیں۔ یہاں ایک اجمالی فہرست پیش کی جا رہی ہے۔ تصانیف: (۱) اشرف الاولیاء حیات و خدمات؛ (۲) استاذ العلماء مشرقی بہار کی ایک عبقری شخصیت؛ (۳) بنگال اور اسلام ایک تاریخی جائزہ؛ (۴) اسلام میں والدین کا مقام؛ (۵) تذکرہ مشائخ کچھوچھ؛ (۶) تجلیات رمضان؛ (۷) خصائص فتاویٰ رضویہ؛ (۸) خطبات کمال ۲/ جلدیں؛ (۹) تذکرہ علماء و مشائخ بنگال؛ (۱۰) مجموعۂ فتاوی (۵۰۰/ فتاوے کا مجموعہ)۔ دینی، علمی، ادبی اور حالات حاضرہ کے عنوان پر ۳۰/ سے زیادہ مقالے مقالات ومضامین شائع ہو چکے ہیں۔

مذہبی تحریکات کی بنیاد اور رکنیت: (۱) غریب نواز آرگنائزیشن، سنگتام سکّم، سنّی حنفی ایسوسی ایشن، رنگ پو سکّم (بانی)؛ (۲) آل انڈیا صوفی آرگنائزیشن رائے بریلی (رکن)؛ (۳) آل انڈیا علماء مشائخ بورڈ لکھنؤ (رکن)؛ (۴) تنظیم ابنائے اشرفیہ مبارک پور (رکن)؛ (۵) کلچرل کلب سلّی گوڑی (رکن)؛ (۶) جامعہ مخدومیہ حسن پورہ، عشری، سیوان بہار (ناظم تعلیمات)۔

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی کی خدمات کے اعتراف میں آپ کو اشرف العلماء ایوارڈ۔ اشرف العلماء مشن دار العلوم محمدیہ، ممبئی کی طرف سے ۲۰۰۸ء میں عطا ہوا۔

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی کو شرف بیعت شیخ المشائخ اشرف الاولیاء سید شاہ مجتبیٰ اشرف اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہے اور جانشین محدث اعظم ہند۔ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین، رئیس المحققین علامہ مولانا سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی کچھوچھوی مدظلہ

العالی سے خلافت واجازت حاصل ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی قبلہ کا سایہ ہم اہل سنت بالخصوص اہل سلسلہ پر دراز فرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم !

(18) حضرت علامہ مولانا مفتی محمد مبشر رضا ازہر قادری مصباحی

صدرالمدرسین ومفتی دارالعلوم شاہ احمد کھٹو، احمد آباد، گجرات

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد مبشر رضا ازہر قادری مصباحی بن مولانا نذیر احمد رضوی مرید حضور مفتی اعظم ہند کی ولادت آسجہ پوسٹ آسجہ موبیہ وایا بائسی ضلع پورنیہ بہار میں 1398ھ/ اکتوبر 1978ء کو ہوئی۔حضرت علامہ مولانا مفتی صاحب نے ابتدائی تعلیم دارالعلوم امان الاسلام جنتا ہاٹ بائسی پورنیہ میں اعدادیہ دارالعلوم تنظیم المسلمین بائسی پورنیہ میں اولیٰ: دارالعلوم محی الاسلام بجرڈیہ بائسی پورنیہ؛ ثانیہ تا خامسہ: جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو؛ سادسہ تا فضیلت: الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ سے مکمل کیا اور یکم ستمبر ۲۰۰۰ء کو فضیلت کی سند سے نوازے گئے۔پھر اس کے بعد الجامعۃ الرضویہ مغلپورہ پٹنہ سے ۲۰۰۲ء میں تخصص فی الفقہ کر کے سند فراغت حاصل کی۔

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد مبشر رضا ازہر قادری مصباحی کو سندِ حدیث وفقہ۔ممتاز الفقہاء محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دامت برکاتہم العالیہ اور سند افتا وقضا۔مناظر اسلام فقیہ النفس حضرت علامہ مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی مضطر دامت برکاتہم العالیہ اور عمدۃ المحققین فقیہ اہلِ سنّت حضرت علامہ مفتی آل مصطفی اشرفی مصباحی دامت برکاتہم العالیہ جیسے ماہرین واصولین سے حاصل ہے۔

مفتی صاحب نے تدریسی خدمات کا آغاز جامعہ مدینۃ العلوم پھکولی، گورول، مظفر پور بہار سے کیا جہاں ۲۰۰۲ء تا ۲۰۰۵ء چار سال بحیثیت مفتی ونائب صدرالمدرسین رہے، پھر آپ مدرسہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف یوپی تشریف لے گئے جہاں ۲۰۰۶ء سے ۲۰۰۷ء دو سال بحیثیت۔استاذ ومفتی خدمات انجام دی۔یہاں سے آپ دارالعلوم قادریہ صابریہ برکات رضا کلیر شریف یوپی تشریف لے گئے اور ایک سال ۲۰۰۸ء بحیثیت، مفتی وصدرالمدرسین رہے۔اس کے بعد آپ کا تقرر شیخ الاسلام کی سرپرستی میں چلنے والا گجرات کا مشہور ومعروف مرکزی ادارہ ”دارالعلوم شیخ احمد کھٹو“ سرخیز احمد آباد گجرات میں ہوا، جہاں آپ ۲۰۰۹ء سے تادم تحریر بحیثیت مفتی، شیخ الحدیث وصدرالمدرسین

ترسیلِ علوم وفنون میں مصروف ہیں۔

آپ کے دینی مشاغل میں تحقیق، تالیف، تدریس، فتوی نویسی، مرکزی دارالقضاء ادارۂ شرعیہ احمد آباد گجرات کے مقدمات کی سماعت تحقیق وتفتیش اور تصفیہ بحیثیت نائب قاضی شریعت ادارۂ شرعیہ گجرات جیسے اہم امور شامل ہیں۔آپ کے تصانیف کچھ اہم عنوانات پر منظر عام پر آ کر مقبول ہو چکے ہیں، جن کے اسماء حسب ذیل ہیں: میزانِ عدل کا تحقیقی جائزہ (مطبوعہ)؛ (۲) ایصالِ ثواب کی تحقیق (مطبوعہ گجراتی)؛ (۳) ایصال ثواب کی تحقیق (مطبوعہ اردو)؛ (۴) حیلۂ شرعی جواز وتقاضے (چند مباحث مطبوعہ، ماہنامہ کنزالایمان دہلی، سہ ماہی امجدیہ گھوسی، المختار کلیان)؛ (۵) مجموعۂ فتاوی (دو رجسٹر غیر مطبوعہ)؛ (٦) نظامِ قضا (زیر ترتیب)؛

مفتی صاحب کے علمی اور فقہی مقالات کی تعداد 200 سے زائد ہیں جو مختلف جرائد و ماہناموں میں شائع ہوئے ہیں اور اسی کو دو جلدوں میں جمع کر دیا گیا ہے۔(۷) غبار مدینہ (مجموعۂ مقالات جلد اوّل غیر مطبوعہ ۳۰۰ صفحات) اور (۸) صبح حیات (مجموعہ مقالات جلد دوم)

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد مبشر رضا ازہر قادری مصباحی کو حضرت تاج الشریعہ علامہ مولانا مفتی اختر رضا خان قادری برکاتی ازہری قبلہ سے سلسلہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں شرف بیعت حاصل ہے اور جانشین محدث اعظم ہند، حضرت شیخ الاسلام والمسلمین رئیس المحققین علامہ مولانا سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی کچھوچھوی مدظلہ العالی سے سلسلے قادریہ چشتیہ اشرفیہ کی خلافت واجازت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد مبشر رضا ازہر قادری مصباحی قبلہ کا سایہ ہم اہل سنت بالخصوص اہل سلسلہ پر دراز فرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم !

(19) حضرت علامہ مفتی محمد جاوید احمد عنبرؔ مصباحی

بانی ومفتی۔حنفی دارالافتا والقضا وفضل حق خیرآبادی چیریٹیبل فاؤنڈیشن۔اَنڈمان، ہند

مفتی اَنڈمان حضرت علامہ مفتی محمد جاوید احمد عنبرؔ مصباحی بن سیٹھ عمیر احمد بن سیٹھ صغیر احمد بن محمد نصیر الدین بن محمد کی ولادت ۹ر صفر المظفر ۱۴۱۰ھ/ ۱۱ر ستمبر ۱۹۸۹ء بروز دوشنبہ موضع کسیّا پٹی، تھانہ باجپٹی ضلع سیتامڑھی بہار ہند کے ایک عزت دار گھرانے میں ہوئی، آپ کے پردادا محمد نصیر الدین ایک زمین دار آدمی تھے لیکن برطانوی اقتدار میں آپ جائداد سے محروم کر دیے گئے۔

آپ کی تعلیم کا سلسلہ گاؤں کے مکتب سے شروع ہوا اور آپ کے عم محترم واستاذ مکرم مفتی محمد

مرتضیٰ رضوی مصباحیؔ اور مفتی محمد مشرف رضا مصباحیؔ طال ظلہما کے زیر سرپرستی دارالعلوم غریب نواز، ناندیڑ، مہاراشٹرا اورطیبۃ العلما جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی، مئو، یوپی ہوتے ہوئے الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی میں تکمیل فضیلت وتقابل ادیان پر جا کر ختم ہوا۔ پھر مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی، حیدرآباد، آندھرا پردیش (موجودہ ریاست تلنگانہ) سے ۲۰۱۲ میں بی اے مکمل کیا۔

استاذ مکرم حضرت مولانا ناظم علی مصباحیؔ استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے حکم پہ فراغت کے بعد کچھ دنوں کے لیے آپ بحیثیت عربک لکچرار دارالعلوم امام احمد رضا، رتنا گیری، مہاراشٹر میں رہے۔ پھر کنز الایمان ایجوکیشنل اینڈ چیریٹیبل ٹرسٹ گلبرگہ کرناٹک والوں نے آپ کو ٹرسٹ کا ڈائریکٹر مقرر کیا لیکن کچھ مدت بعد مولانا صابر رضا رہبرؔ مصباحی کے مشورہ پہ دارالعلوم شاہ ہمدان پانپور، کشمیر کے تحت نکلنے والے ماہنامہ ''المصباح'' کے ایڈیٹر اور دارالعلوم کے مدرس کی حیثیت سے آپ وہاں تشریف لے گئے۔ جہاں پہلے وائس پرنسپل پھر پرنسپل اور ماہنامہ المصباح کے ایڈیٹر کی حیثیت سے مسلسل ڈھائی سال قیام فرما رہے۔ پھر جزیرۂ اَنڈمان (کالا پانی) سے مفتی شہاب الدین حلیمی مصباحی، مولانا محمد شوکت نعیمی کشمیر، مولانا محمد یوسف مصباحی کیرلا اور جناب محمد خالد شافعی صاحبان (اللہ ان کے جذبۂ خدمت دین ومحبت علما کو باقی رکھے) کے اصرار پر انڈمان تشریف لائے اور مرکز پبلک انگلش میڈیم اسکول، مرکز نگر، وِمبرلی گنج، جزیرۂ انڈمان، ہند کے پرنسپل مقرر ہوئے۔

اَنگریزوں کی دریافت نوآباد خطۂ انڈمان کے مسلمانوں کی بے راہ روی وگمرہی کو دیکھ کر آپ بہت پریشان تھے اور چاہتے تھے کہ کوئی ایسی تنظیم بنے جس کے تحت دین وسنت کا کام باضابطہ کیا جا سکے۔ لہٰذا اسی سوچ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ۱۳؍ربیع الاول شریف ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۵؍جنوری ۲۰۱۴ء کو علامہ فضل حق خیرآبادی چیریٹیبل فاؤنڈیشن کی بنیاد ڈالی جس کی کفالت میں کئی مکاتب خدمت دین وسنت انجام دے رہے ہیں۔ علاوہ ازیں لوگوں کی شرعی ضرورت کے مدنظر دینی علوم سے نامانوس اس علاقہ میں اولین دارالافتا بنام ''حنفی دارالافتا والقضا'' کی بنیاد کا سہرا بھی آپ ہی کے سر جاتا ہے، اسی طرح فروری ۲۰۱۵ء میں سرزمین اَنڈمان میں پہلی بار ۴؍روزہ ''علامہ فضل حق خیرآبادی کانفرنس'' کا کامیاب اِنعقاد بھی آپ کا تاریخی اِقدام ہے۔ جزیرۂ اَنڈمان میں سنیت کی نشاۃ ثانیہ اور اکیسویں صدی کی پہلی حنفی سنی مسجد (قصبہ مایا بندر) کی تعمیر آپ کا وہ تاریخ ساز کارنامہ

ہے جو ان شاء اللہ رہتی دنیا تک یاد کیا جائے گا۔ بفضلہٖ تعالیٰ اولین مجاہد آزادی علامہ فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمہ کے زیر سایہ اہل دین وملت کا کام بحسن وخوبی چل رہا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ مولانا کے عزم و حوصلہ کو عقابی پرواز عطا فرمائے اور زیادہ سے زیادہ ان سے دین وسنت کا کام لے۔ آمین!

مولانا موصوف کی ''اسلامی قوانین بائبل اور دور جدید کے تناظر میں'' (اشاعت ۲۰۱۵ء) تیسری تصنیف ہے جبکہ قبل ازیں آپ کی دو اور کتابیں ''اسلام اور عیسائیت ایک تقابلی مطالعہ'' (۲۰۱۱ء) اور ''بائبل میں نقوش محمدی ﷺ'' (۲۰۱۳ء) منظر عام پر آ چکی ہیں اور ان شاء اللہ اسی کتاب کے ساتھ مولانا کی چوتھی تصنیف ''استعانت: اسلام اور سائنس کی نظر میں'' اور پانچویں تالیف ''Hijab in Modern Perspective'' منظر عام پر آنے والی ہیں۔

تقابلِ ادیان تو آپ کا خاص موضوع ہے مگر اس کے علاوہ دیگر موضوعات پہ بھی آپ کے اردو، عربی اور انگریزی میں ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل مضامین شائع ہو چکے ہیں اور مزید بر آں کئی کتابیں زیر تکمیل ہیں۔

اللہ کرے زور قلم اور ہی زیادہ

جزیرۂ اَنڈمان آنے کے بعد مولانا عنبرؔ مصباحی صاحب کی محنت، لگن اور فروغِ اہل سنت کے لیے عزم مصمم اور جہد مسلسل کو دیکھ کر استاذی المکرم خیر الاذکیا حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ کا شخصیت ساز قول یاد آ گیا کہ ''آدمی میں محنت، جستجو اور اپنی خفیہ صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کی لگن ہو تو بہت ساری سر بفلک چوٹیاں سر ہو سکتی ہیں۔''

مفتی اَنڈمان حضرت علامہ مفتی محمد جاوید احمد عنبرؔ مصباحی کی قلمی اور تحقیقی کاوشوں کو دیکھ کر حضرت علامہ رحمت اللہ کیرانوی، صدر الافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین قادری اشرفی مراد آبادی، مبلغ اعظم حضرت علامہ عبد العلیم قادری میرٹھی، سہیل ہند سید قطب الدین مودودی اشرفی برہمچاری وغیرہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ بے شک مفتی عنبرؔ مصباحی پوری جماعت اہل سنت کی طرف سے فرض کفایہ ادا کر رہے ہیں۔

مفتی اَنڈمان کو حضرت علامہ مولانا مفتی جمال رضا خان قادری برکاتی قبلہ سے سلسلہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں شرف بیعت حاصل ہے اور جانشین محدث اعظم ہند، حضرت شیخ الاسلام والمسلمین رئیس المحققین علامہ مولانا سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی کچھوچھوی مدظلہ العالی سے سلسلہ قادریہ چشتیہ

اشرفیہ کی خلافت واجازت حاصل ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مفتی اَنڈمان حضرت علامہ مفتی محمد جاوید احمد عنبرؔ مصباحی قبلہ کا سایہ ہم اہل سنت بالخصوص اہل سلسلہ پر دراز فرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم!

(20) حضرت علامہ مفتی عبدالمالک صدیقی مصباحی

مدیر اعلی-سہ ماہی فیضان مخدوم اشرف ومفتی-سنی دارالافتاء، جمشید پور

حضرت علامہ مفتی عبدالمالک مصباحی ابن محمد الیاس ابن عبدالجلیل ابن نادعلی ابن مردن علی ابن بہادرعلی کی ولادت ۹رمحرم الحرام مطابق ۱۲ رفروری ۱۹۷۳ءکو اپنے ننیہال بالاساتھ میں ہوئی۔جو گاؤں بکھری، پوسٹ باچپٹی، ضلع سیتامڑھی سے تقریباً ۲۵ رکیلومیٹر کے فاصلے پر جانب شمال واقع ہے۔آپ کا تعلق بہار کی مشہورومعزز برادری شیخ صدیقی سے ہے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے مکتب میں ہی حاصل کی بعدۂ مدرسہ قاسمیہ بالاساتھ ہوتے ہوئے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور تک گئے مگر مرضی مولیٰ وہاں سے ۱۹۸۶ء میں مدرسہ فیض العلوم محمد آباد گوہنہ ضلع مؤ پہنچے جہاں آپ نے اولیٰ اور ثانیہ جماعت کی تعلیم حاصل کی۔ یہاں دو سال تک پڑھ کر ۱۹۸۸ء میں ملک کی عظیم الشان درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ پہنچے اور ثالثہ سے لیکر ۱۹۹۱ء میں عالمیت اور ۱۷رنومبر ۱۹۹۳ءکو دستار فضیلت سے نوازے گئے۔اسی درمیان آپ نے عالم و فاضل الہ آباد بورڈ، یوپی، وسطانیہ فوقانیہ بہار مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ کی اسناد حاصل کی۔اور ۱۹۹۷ء میں میسور یونیورسیٹی سے ایم۔اے کی ڈگری اعلیٰ نمبروں سے حاصل کی۔

فراغت کے فوراً بعد آپ راجستھان کے شہر بیکانیر گئے اور پھر کچھ سال بعد ہبلی کرناٹک چلے گئے جہاں دارالعلوم غوثیہ میں شیخ الحدیث اور مفتی کے فرائض انجام دہی پر مامور کیے گئے۔ پڑھنے کے ساتھ ساتھ لکھنے کا شوق بھی آپ کو شروع ہی تھا اس لیے آپ نے طالب علمی کے زمانے ہی سے مضامین لکھنا شروع کردیا تھا اور دوران طالب علمی ہی آپ کے مضامین ملک اور بیرون ملک کے مختلف رسائل وجرائد میں شائع ہونے لگے تھے۔مختلف عناوین (عقائد اور اعمال سے متعلق) پر نصف درجن سے زائد کتابیں شائع ہوکر اہل علم سے دادوتحسین حاصل کر چکی ہیں۔اردو کے علاوہ انگریزی زبان میں درسی اور غیر درسی آٹھ کتابیں کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ کے مراحل سے گذر رہی ہیں۔ یہ تمام کتابیں سی۔بی،ایس،سی بورڈ کے طرز پر درس نظامی کے نصاب کو مدنظر

رکھ کر ترتیب دی گئی ہیں۔ان شاء اللہ جلد ہی طباعت کے مراحل سے گذر کر اہل نظر کی نگاہوں کے سامنے آنے والی ہیں۔آپ کی بہت سی کتابیں شائع ہوکر خوب داد حاصل کر چکی ہیں۔ یہاں ایک اجمالی فہرست پیش کی جاری ہے۔تصنیفات:(۱)-جنگ آزادی اور وطن کے جانباز؛(۲)-امتیاز حق وباطل؛(۳)-خطبات اسلام؛(۴)-دلکش تقریریں؛(۵)-معاشرے کی خرابیاں:اسباب و علاج؛ (۶)-رہبر دین؛(۷)- النور-انگریزی تعریفات ؛ (۸) النور- انگریزی گرامر؛ (۹)النور انگلش ریڈر (نصاب کا سلسلہ)۔زیر ترتیب وطباعت:(۱)رمضان کے تیس اسباق۔ (۲)خطبات اسلام حصہ دوم۔(۳)خطبات سیرت۔(۴)درس نماز۔(۵)احکام نماز۔

اندرون ملک تو آپ کے تبلیغی دورے ہوتے ہی رہتے تھے قیام بیکانیر کے دوران اسلام سنیت کی خدمت کے فیجی (نزد آسٹریلیا) سے تعلیمی خدمات کا دعوت نامہ آیا تو ان لوگوں کی دعوت پر فیجی تشریف لے گئے جہاں آپ نے ایک سال تبلیغی اور دعوتی کام کا فریضہ انجام دیا مگر حالات کی ناسازگاری او ماحول کی عدم موافقت کی وجہ سے واپس آگئے دوسری مرتبہ افریقہ کے سفر پر گئے مگر وہاں بھی آب وہوا راس نہ آنے کی وجہ سے واپس آکر ہندوستان ہی میں ”جامع اشرف کچھوچھہ شریف“ میں بحیثیت صدر شعبہ علوم عصریہ تدریسی خدمات انجام دے چکے ہیں۔

تدریس وخدمات:

بحیثیت مفتی و شیخ الحدیث، دار العلوم غوثیہ ہبلی، کرناٹک: بانی رکن، مفتی وصدر مدرس دارالعلوم سلیمانیہ رحمانیہ بیکانیر، راجستھان؛ بانی ومہتمم، مفتی وصدر مدرس دار العلوم غریب نواز بیکانیر، راجستھان؛ مفتی وصدر مدرس، مدرسہ ونوالیبو مسلم لیگ، فیجی؛ سکریٹری مدینہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر سوسائٹی، سیتا مڑھی (بہار)؛ مفتی وصدر مدرس مدرسہ شاہ خالد، گیبرون، بٹسوانہ (افریقہ)؛ ناظم اعلیٰ دارالعلوم رضائے مصطفی، بکھری، باچپٹی، سیتا مڑھی، بہار؛ مفتی سنی دارالافتاء، مدینہ مسجد، آزادنگر، جمشید پور، جھارکھنڈ۔

حضرت علامہ مفتی عبد المالک مصباحی نے ۱۸راگست ۱۹۸۸ء کو تاج الشریعہ، مرجع العلماء حضرت علامہ اختر رضا صاحب قبلہ ازھری دامت برکاتہ علینا کے دست مبارک پر شرف بیعت حاصل کیا۔خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ الشاہ معید احمد رضا فریدی قادری برکاتی، لکھیم پور، یوپی نے ۱۰رمئی ۲۰۰۷ سلسلہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی خلافت عطا کی اور جانشین محدث

اعظم ہند، حضرت شیخ الاسلام والمسلمین رئیس المحققین علامہ مولانا سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی کچھوچھوی مدظلہ العالی نے ۱۷؍رجب المرجب ۱۴۳۰ھ مطابق ۱۱؍جولائی ۲۰۰۹ کوسلسلہ قادریہ چشتیہ اشرفیہ کی خلافت واجازت عطا کی ہے۔

آپ کے دست حق پرست پر کئی افراد کرناٹک اور فیجی میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ جو الحمدللہ آج بھی اپنے اسلام قائم اور عملی طور پر کاربند ہیں۔

سہ ماہی فیضانِ مخدوم اشرف:

آپ کی ادارت میں سہ ماہی فیضان مخدوم اشرف رسالہ شائع ہورہا ہے جو اس اعتبار سے بالکل منفرد ہے کہ اس ایک ہی رسالہ میں عوام کی سہولت اور ترسیل کی وسعت کے پیش نظر تین زبانیں اردو، ہندی اور انگیریزی بیک وقت شائع کی جارہی ہیں۔جس سے ایک ساتھ کافی لوگ فیضیاب ہورہے ہیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت علامہ مفتی عبدالمالک مصباحی قبلہ کا سایہ ہم اہل سنت بالخصوص اہل سلسلہ پر درازفرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!



شیر محمد خان رضوی
صدرالمدرسین دارالعلوم اسحاقیہ، جودھ پور، راجستھان

شیخ الاسلام کی تبلیغ وارشاد

وہ نقشہ جم گیا ہے اب تو دل میں ذات اقدس کا
تصّور میں وہ رہتے ہیں نگاہیں ہوں کہیں میری
ہوا دیوانہ جب سے آپ کا خلوت میں رہتا ہوں
کسی سے بات کرنے کی کوئی خواہش نہیں میری

الحمد للہ المنّان: اہل حق میں سے ہمیشہ ایک گروہِ حق تبلیغ وارشاد کے میدان میں سرگرم عمل رہا ہے وعظ وپند، تبلیغ وارشاد، اورتزکیۂ نفس کا عمل صدیوں سے ہی علماء حق کا محبوب مشغلہ رہا ہے،صوفی علمائے کرام کی تابندہ زندگی تبلیغ وارشاد اورخلق خدا کی رہنمائی سے ہی عبارت ہے تدریسی خدمات انجام دینے والے علمائے کرام کی خدمات بھی آبِ زرّیں سے لکھی جائیں گی، ماضی قریب میں حضرت صدرالشریعہ،حضرت صدرالافاضل،حضرت ملک العلماء،حضرت محدّث سورتی علیہم الرحمہ اوران کے بعد حضرت حافظ ملّت مبارک پوری اورحضرت محدّث سرداراحمد لائل پوری علیہماالرحمہ اوران کے بعدان کے نامور تلامذہ کی تدریسی خدمات بھی لائق صدستائش ہیں مگر دوسری طرف فروغ سُنّیت اور ردّ مذاہب باطلہ اورشدھی تحریک جیسی زہریلی تحریکات کے قلع قمع میں سرکارمفتی اعظم ہندعلیہ الرحمہ اورحضورمحدّث ہندعلیہ الرحمہ،شیر بیشہء اہل سنت علامہ حشمت علی خاں علیہ الرحمہ اوران کے بعدبھی ردّوہابیت میں علاّمہ نظامی صاحب اورمجاہد دوراں سید مظفرحسین کچھوچھوی قبلہ اورعلاّمہ چمن قادری صاحب علیہم الرحمہ کی تبلیغی جدوجہد اورفکر وآگاہی سے لبریز خطابات کا بہت بڑارول رہا ہے،سرکارغریب نواز علیہ الرحمہ اورآپ کے باکمال خلفاء کی زندہ کرامت ہے کہ سیدنااعلیحضرت علیہ الرحمہ نے اپنی فقیدالمثال تبحرعلمی اورخداداد قابلیت وولایت کے جوہرتاباں سے تبلیغ وارشاد کے میدان میں ایسے ایسے شہسوارتیّار کیے جنہوں نے ہرمیدان میں اپنی اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کارلاکر وہ دینی وملّی خدمات انجام دیں، جوتاقیامت یادرکھی

جائیں گی۔

اُس دورزرّیں کے میر کارواں سرکارمحدّث ہندعلیہ الرحمہ اورآپ کے محبوبِ نظرشیر بیشۂ اہل سُنت علامہ حشمت علی خاں علیہ الرحمہ نے نہ فقط ہند بلکہ پورے ایشیا میں جو ہرخطابت کی وہ شمشیر برُّاں چلائی کہ تمام باطل پرست تحریکات پسِ پردہ چلی گئیں،حق وصداقت کا پرچمِ سبز ہرسولہرانے لگا، وہابیت، غیر مقلدّیت اور قادیانیت کی گمراہ گرٹولیاں ذلّت ورسوائی کی گہرائیوں میں روپوش ہوگئیں،اسی دور بااقبال سے متصل ہی علاّمہ نظامی علیہ الرحمہ اورمجاہد دوراں حضرت علامہ سید مظفر حسین کچھوچھوی علیہ الرحمہ اوران کے رفقاء ہمسفر نے فروغ سنّیت اور میدان تبلیغ وارشاد میں نمایاں خدمات انجام دیں، جو ہمیشہ یادرکھی جائیں گی،مگراس کاروانِ عشق ومحبت کے میر کارواں سرکارمحدّث اعظم ہندعلیہ الرحمہ ہی تھے،جن کی سحر بیانی،تبحرعلمی اور جو ہرخطابت نے ایوانِ باطل میں وہ زلزلہ بپا کیا جس کوآئندہ نسلیں ہمیشہ یادرکھیں گی۔پچھلی تین چار دھائیوں سے میدان تبلیغ و ارشاد میں جوخاموش انقلاب معرض وجود میں آیااورمیدان خطابت میں جن جن نفوس باعظمت نے انقلاب انگیز تاثیر پیدا کی،جس تاثیر نے ایوان باطل کو ہلا کر رکھ دیا،اورگمگشتۂ راہ مخلوقِ خدا دامِ وہابیت سے نجات پا کراور بدعملی کے صحریٰ سے نکل کرراہِ عمل پر گامزن ہوئی،اورپُرنور پرچمِ سُنیت کے دامن میں پناہ پوش ہوئی،اس خاموش انقلاب کے میر کارواں حضرت شیخ الاسلام علاّمہ سیّد محمد مدنی میاں صاحب قبلہ جانشینِ حضورمحدّث اعظم ہندعلیہ الرحمہ کی ذات ستودہ صفات ہے، میں الحمد للہ المنّان مدح سرائی کا قائل نہیں ہوں لیکن اظہارحق کومستحسن سمجھتا ہوں،حضرت علاّمہ شیخ الاسلام صاحب قبلہ جہاں علم وعرفان، زہدواتقاء، شرافت ونجابت،خوش خلقی اورشیریں گفتاری کے پیکرِ جمیل ہیں وہیں سرکارمحدّث اعظم ہندعلیہ الرحمہ اور حافظ ملّت علیہ الرحمہ کےعلوم ومعارف کے بھی سچے وارث ہیں، ربّ العزت نے آپ کوتمام علوم عقلیہ ونقلیہ، عالیہ واٰلیہ میں مہارت تامہ سے نوازا ہے، آپ کے تبحر علمی کی تابانیاں، آپ کی تالیفات وتصنیفات سے ظاہر ہے، مودودی صاحب جیسے گرُگِ باراں کا ایسے پاکیزہ اور مہذّب اسلوب میں ردّ تحریر فرمایا کہ آں گروہ تاامروزمحوِ حیرت ہے، کئی دھائیوں کے بیت جانے کے باوجود آج تک وہ انگشت بدنداں ہے، جواب چہ معنی؟ تصور جواب سے بھی قاصر ہے کیونکہ ردّ کا اسلوب نگارش بہت میٹھا نیز فکری بالیدگی، ادب وانشاء اور حلاوت وشیریں بیانی کے جواہر پاروں سے مالا مال تھا، اتنا عظیم مودودیت کا

آپریشن اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا مگر حزبِ مخالف، مخالفت تو کجا؟ لب کشائی کی جرأت سے بھی بازرہا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

تبلیغ وارشاد کے میدان میں آپ حقیقی معنوں میں سرکارمحدّث اعظم ہندعلیہ الرحمہ کے حقیقی وارث ہیں غازی ملّت ہوں یا اعظمی برادران سبھی کی خدمات دینیہ قابلِ صدتحسین ہیں مگر حضرت شیخ الاسلام قبلہ کی خطابت میں وہ تاثیرسحر اور کشش قلوب کا جوہرنایاب ہے جوانسانی دلوں کی دنیا کولمحوں میں زیروزبر کردیتا ہے، مستزاد یہ کے رب نے آپ کوایسی شکل زیبااور چہرۂ پرنور بخشا ہے کہ جوایک بارآپ کے چہرۂ زیبا کا دیدار کرلیتا ہے وہ گرویدہ ہوجاتا ہے، زبان ونطق کی حلاوت سے پہلے تابندہ چہرہ ناظرکواپنی گرفت میں لے لیتا ہے،اورناظر بےساختہ پکار اٹھتا ہے کہ یہ تابندہ چہرہ تو یقیناً فرزندغوث الوریٰ کا ہی ہوسکتا ہے،ایک واقعہ قابلِ سماعت ہے، جوآپ کی ہی شخصیت سحرانگیز سے وابستہ ہے، ملاحظہ ہو: حضرت شیخ الاسلام ۱۹۷۱ یا ۱۹۷۰ میں جودھ پورتشریف فرماہوئے اس وقت حضرت کی ریش مبارک بالکل سیاہ تھی البتہ معدودے چند بال سفید رہے ہوں گے، قریشی محلہ میں آپ کا خطاب تھا اس دور میں آپ پائجامہ کے بجائے تہبند زیب تن فرماتے تھے،آپ کا خطاب شروع ہوا سامعین کا سیلاب امنڈ پڑاایک باثروت بھائی جو میرے قریبی تھے ان کو میں نے خصوصی دعوت دی تھی وہ بھی شریک محفل ہوئے مگرغرورثروت کے باعث دور کرسی پر بیٹھے چند احباب دوسرے بھی ان کے ہمراہ کرسیوں پر بیٹھے ان میں مسلم وغیر مسلم دونوں تھے حضرت اسی صوفیانہ لباس میں رونق اسٹیج ہوئے البتہ اشرفی عمامہ اپنی رعنائیوں کا نورضرور برساتا رہا، حضرت کی فکروادب، علم وآگاہی دردسوز میں ڈوبی ہوئی تقریراس صاحب ثروت جوان نے بھی سماعت کی حقائق معارف اورالفاظ کے موتی دل کی گہرائیوں میں اترتے چلے گئے،علم وعرفان کی تابش نے دل کی دنیا میں ہلچل مچادی، مستزاد یہ کہ آپ کے نورانی چہرہ نے سونے پر سہاگا کا کام کیا۔سیٹھ صاحب تقریر کے اختتام پراسٹیج کے قریب آئے اور مجھ سے بڑی عاجزی سے کہا کہ حضرت مجھے حضرت کی دست بوسی کا شرف بخشوائیں، میں حضرت کی دست بوسی کرنا چاہتا ہوں اور برملا رقت انگیز انداز میں بولے کہ میں نے آج الحمدللہ ایک ولی کا چہرہ دیکھا ہے، ایسا پرنور چہرہ میں نے آج تک نہیں دیکھا تھا یہ تھی تبلیغ آپ کے روئے زیبا کی جس نے غرورآمیز دلوں کو مائل بحق اورمعمور بہ محبت وعقیدت کردیا، اور یہ تھا حضرت شیخ الاسلام کا چہرۂ تاباں جس کودیکھ کرلوگ راہِ مستقیم کے راہی

ہو گئے، آپ کا خطاب جو درحقیقت علم وعرفان کی ایک بارش ہوتی ہے، وہ اپنی جگہ پر مسلّم ہے، مگر رب نے آپ کے چہرۂ زیبا کو جو معصومیت اور نورانیت سے نوازا ہے وہ معصومیت صدہا شکستہ دلوں کا مرہم ثابت ہوتی ہے، یہ واقع گو ۴۰/۴۵/سال قبل کا ہے مگر آج بھی وہ معصومیت اور نورانیت علی حالھا قائم ہے، اب میں نے سنا ہے کہ حضرت کافی عرصہ سے میدان خطابت سے کنارہ کشی اختیار فرما چکے ہیں، مگر میرا وجدان آج بھی اس کا قائل ہے کہ حضرت شیخ الاسلام قبلہ گو خطاب نہ فرمائیں مگر سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ اور محدّث اعظم ہند علیہ الرحمہ کے تابندہ چہروں کی طرح جو بھی آپ کا دیدار کرلے گا یقیناوہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہے گا، گو آپ کی زبان خاموش رہیگی مگر آپ کا چہرۂ زیبا ہمہ وقت حق تبلیغ انجام دیتا رہیگا، اور دلوں کی دنیا میں عشق نبوی کا جام انڈیلتا رہیگا، رب العزّت آپ کو صحت وعافیت کے ساتھ ہمارے سروں پر شفقت فرمارکھے اور چمنستانِ رضویت واشرفیت کے پھول آپ کے علمی سرچشمہ سے تادیر سیرابی پاتے رہیں۔



منظومات

ازشہزادۂ غازیِ ملت، نبیرۂ محدث اعظم حضرت علامہ مولانا سیدنورانی میاں اشرفی جیلانی صاحب قبلہ نورؔ کچھوچھوی

منقبت درشانِ حضور شیخ الاسلام

میرا دل اور میری جان ہیں شیخ الاسلام
چوم لو بولتے قرآن ہیں شیخ الاسلام

حامیِ سنت و ایمان ہیں شیخ الاسلام
قاطعِ بدعت و کفران ہیں شیخ الاسلام

جن سے مل جاتی ہے دارین کی نعمت سب کو
میرے اشرف کا وہی دان ہیں شیخ الاسلام

بحرِ سید کے دو انمول جواہر پارے
ہاشمی لؤ لؤ تو مرجان ہیں شیخ الاسلام

ہاشمی غازیٔ ملت ہیں شہنشاہِ سخن
مسندِ علم کے سلطان ہیں شیخ الاسلام

شاہ سید سے ملی ایسی نعمت تم کو
حور و غلمان بھی حیران ہیں شیخ الاسلام

جن کے فتوؤں میں صداقت کے سوا کچھ بھی نہیں
دینِ احمد کی وہی شان ہیں شیخ الاسلام

چھوڑ کر دامنِ مدنی کہاں جاؤ گے
ہر طرف آپ کے میدان ہیں شیخ الاسلام

رؤ سیاہ ہوگیا جس کو تم نے ٹھکرایا
مظہرِ اشرفِ سمنان ہیں شیخ الاسلام

پُر خطر دور میں تنہا نہ سمجھیں خود کو
ہم سبھی آپ پہ قربان ہیں شیخ الاسلام

غم کے ماروں کو عجب دولتِ خوشحالی ملی
اس قدر آپ مہربان ہیں شیخ الاسلام

نعتِ سرکار میں دیکھا ہے عجب طرزِ سخن
گویا اس دور کے حسّان ہیں شیخ الاسلام

ہاشمی گھر کی مہک بول اٹھی سن لے نورؔ
تو تو ایک پھو ل ہے گلدان ہیں شیخ الاسلام

منقبت درشان حضور شیخ الاسلام

از: مرحوم مولانا خلیل اطہر اشرفی رامپوری

کیا جانے یہ دنیا والے رتبہ شیخ الاسلام کا   آقا کے کنبے کا ہے کنبہ شیخ الاسلام کا
اشرف سمناں کے صدقے میں فیض ہے قادری نسبت کا   شیروں سے بھی ڈرتا نہیں کتا شیخ الاسلام کا
کہتے رہو مدنی یا مدنی پڑھتے رہو مدنی یا مدنی   جاری رہے گا حشر تلک چرچہ شیخ الاسلام کا
سر پہ عمامہ غوث پیا کا اور عبا بھی چشتی ہے   ولیوں سے ملتا ہے یوں نقشہ شیخ الاسلام کا
اہل سلاسل کے شجرے بھی بے شک عظمت والے ہیں   سارے شجروں سے ہے اعلی شجرہ شیخ الاسلام کا
شرط ہے توفیقِ طلب سب کچھ ہے ان کے دامن میں   اور کسی سے کیوں مانگیں منگتا شیخ الاسلام کا

آج خلیلؔ اشرفی سنیے ہر جانب ہے ایک صدا
ولیوں کے جلوؤں کا ہے جلوہ شیخ الاسلام کا

گنہگارو مبارک ہو نبی کا پیار باقی ہے   در مدنی سلامت ہے در مختار باقی ہے
نہ کیوں قربان ہوں اہل محبت شیخ مدنی پر   ان ہاتھوں میں شریعت کی ابھی تلوار باقی ہے
بدل پاؤ گے کیسے تم شریعت کے اصولوں کو   ابھی اسلام میں تو ہاشمی کردار باقی ہے
جو حق والے ہیں باطل سے کبھی سودا نہیں کرتے   وفا والوں میں عشق سیدِ ابرار باقی ہے
قیامت تک چلے گا سلسلہ آل محمد کا   رگوں میں اس کی خون حیدرِ کرار باقی ہے

منقبت حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ علینا

از: مولانا سید محمد محی الدین شاہ قیسؔ نگراں جامعہ خدیجہ للبنات ترس، تعلقہ شیگاؤں، کرناٹک

جاں گُسل وقت کا انجام ہیں شیخ الاسلام   صبر ائے دل کہ لب بام ہیں شیخ الاسلام
تو ہے سورج تری کرنوں کا ہے شہرہ ہر سو   سب مخالف ترے گمنام ہیں شیخ الاسلام
تیرے فتوؤں کو جو سمجھے ہی نہیں آج تلک   علم میں اپنے وہ سب خام ہیں شیخ الاسلام
ہیں ترے عجز کی تلوار سے ریزہ ریزہ   کبر ونخوت کے جو اصنام ہیں شیخ الاسلام
مرے حق میں بخدا غوثِ زمانہ ہے تو   مرے سب کام ترے نام ہیں شیخ الاسلام
قیسؔ کیا سوچتے ہو عشق نوردی کے لیے   سالکِ عشق کا احرام ہیں شیخ الاسلام

قطعات درشان شیخ الاسلام

از: مولانا مخدوم جماؔلی اشرفی حیدرآبادی

محبتوں کی صفوں کا امام مدنی ہے   قیادتوں کے شہر کا نظام مدنی ہے
ولایتوں کے قبیلے کا کام مدنی ہے   ہمارے دور کے اشرف کا نام مدنی ہے

تصرفات کی دنیا کا شاہ زادہ ہے   تجلیات کی نزہت کا خانوادہ ہے
مشاہدات کی منزل کا ایک جادہ ہے   نگاہِ حضرتِ مختار کا ارادہ ہے

وہ اپنے دور میں خود آپ اپنے جیسا ہے   ہر ایک جہت سے وہ عبقری ہے یکتا ہے
نظر سے غوثِ زمن کا کرم برستا ہے   جبیں سے اشرفِ سمناں کا نور بٹتا ہے

قلم سے جس کے ہے فتوؤں کی کائنات میں نور   عمل سے جس کے ہے تقوؤں کے جامعات میں نور
ہے جس کی فکر سے بزمِ تصورات میں نور   ہے جس کے رخ سے ہماری اندھیری رات میں نور

ہے جس کی ذات میں اشرف کے ذات کی خوشبو   ہے جس کی بات میں اشرف کی بات خوشبو
ہے جس کے ہاتھ میں اشرف کے ہاتھ کی خوشبو   ہے جس کی پیاس میں جوئے فرات کی خوشبو

طبیعتوں میں شعورِ حیا ہے مدنی میاں   عقیدتوں کی سنہری قبا ہے مدنی میاں
ہمارے شہر کی آب و ہوا ہے مدنی میاں   ہم اشرفی ہیں ہماری انا ہے مدنی میاں

حضور ہاشمی کے دل کا نور مدنی میاں   نگاہِ عسکری کا ہے سرور مدنی میاں
سکوتِ حمزہ میاں کا شعور مدنی میاں   تجلیاتِ محدث کا طور مدنی میاں

محبتوں کے کرشمے دکھائی دیتے ہیں   یہ بولتے ہیں تو سید سنائی دیتے ہیں
عجیب عشق کے منظر سجھائی دیتے ہیں   نگاہِ مدنی میں ساغر گواہی دیتے ہیں

جماؔلی اب میں حصارِ اماں میں رہتا ہوں   جہانِ حضرت اشرف جہاں میں رہتا ہوں
ہمیشہ فیض بھری کہکشاں میں رہتا ہوں   نگاہِ حضرت مدنی میاں میں رہتا ہوں

منقبت درشانِ حضور شیخ الاسلام

از: **مفتی نور محمد حسنیؔ قادری صاحب** دارالافتاء جامعہ خدیجہ پورنپور، پیلی بھیت، یوپی

کیا سمجھ پائے زمانہ عظمتِ مدنی میاں
چارسو یوں ہی نہیں ہے شہرتِ مدنی میاں

سیرت وکردار میں اسلاف کے عکسِ جمیل
منبعِ رشد و ہدایت ہے سیرتِ مدنی میاں

قلب کو تسکین و راحت ہوتی ہے بیشک اسے
ہو گئ جس کو میسر صحبتِ مدنی میاں

آلِ پاکِ مصطفی ہیں اس میں کوئی شک نہیں
حضرتِ مخدوم سے ہے نسبتِ مدنی میاں

اشرفی، عطاری، رضوی ہوں یا برکاتی چمن
ہوتے ہیں سرشار پی کے شربتِ مدنی میاں

چوں چرا کر رہے تھے جو آپ کی تحقیق سے
دیر سے پہچان پائے حکمتِ مدنی میاں

آپ کی تحقیق سے عالم منور ہو گیا
اہلِ حق ہی جانتے ہیں رفعتِ مدنی میاں

اتحادِ اہلِ سنت یا خدا قائم رہے
کرتے ہیں رب سے دعا یہ حضرتِ مدنی میاں

فیضِ مدنی سے ملے حسنیؔ کو طیبہ کا سفر
راہِ طیبہ میں ہو حاصل قربتِ مدنی میاں

منقبت درشانِ حضور شیخ الاسلام

از: جناب **محمد یوسفؔ اشرفی** رائے پوری، چھتیس گڑھ۔ برادر زادۂ انور رائپوری

عرس سید ہے یہ اس کا کیا پوچھنا
رحمتوں کا برسنا ہر اک آن ہے

جتنے مہمان یہاں پر ہیں آئے ہوے
آج تو سب پہ سید کا فیضان ہے

وہ جو ہوتا ہے سو سال میں کردیا
سب کے ذہنوں میں تفسیر کو بھر دیا

ہم غلاموں کو حمزہ حسن دے دیا
اب تو سمجھو کہ مدنی کی کیا شان ہے

یہ حقیقت ہے کوئی کہانی نہیں
شیخ الاسلام کا کوئی ثانی نہیں

مانتے ہیں جسے سارے عرب وعجم
سچ کہوں سنیت کی یہ پہچان ہے

سر غریبوں کے خم ہیں امیروں کے خم
سر ادیبوں کے خم ہیں خطیبوں کے خم

ہاتھ باندھے کھڑے ہیں سبھی محترم
میرے مدنی میاں کی عجب شان ہے

ہے خدا کا مرے نور نور نبی
اور نبی کا وہی نور آل نبی

ایسی نسبت سے یوسفؔ کہے کیوں نہ اب
ہاں میرا پیر بھی نور رحمٰن ہے

سراب کسی کے در پہ جھکایا نہ جائے گا
سید تمہارے در سے اٹھایانہ جائے گا

ہوگی نہ کامیاب یہ باطل کی کوششیں
دامنِ مدنی ہم سے چھڑایانہ جائے گا

ہیرا ہے وہ مدنی اشرف سمناں کے کان کا
دنیا کے کسی کان میں یہ پایانہ جائے گا

اکبر جسے منا نہ سکا الف ثانی سے
وہ آج بھی مدنی سے منایا نہ جائے گا

یوسفؔ رہے گا دین نبی جب تلک عیاں
احسانِ اہل بیت بھلایانہ جائے گا

منقبت درشانِ حضور شیخ الاسلام

از: **مولانا محمد حنیف رضا**، بیجاپور، کرناٹک

علم کے سلطان ہیں مدنی میاں
فخر ہندوستان ہیں مدنی میاں

صرف یاقوتی شریعت ہی نہیں
لئو لئو و مرجان ہیں مدنی میاں

نعت گوئی آپ کی مقبول ہے
آج کے حسّان ہیں مدنی میاں

اشرفی تفسیر لکھی آپ نے
بولتا قرآن ہیں مدنی میاں

میں جو نعتیں پڑھ رہا ہوں حنیفؔ
آپ کا فیضان ہے مدنی میاں

منقبت درشانِ حضور شیخ الاسلام

از: جناب محمد سمیعؔ کچھوچھوی

آمنہ بی تیرا دلدار بڑا پیارا ہے
یعنی وہ احمدِ مختار بڑا پیارا ہے

دیکھ کر پیرِ طریقت کو مریدوں نے کہا
مرحبا چہرۂ انوار بڑا پیارا ہے

لاڈلا میرے محدث کا مفسر ٹھہرا
شیخ الاسلام کا معیار بڑا پیارا ہے

ہر کسی چھوٹے بڑے، مفلس ومجبور کے ساتھ
مدنی سرکار کا ویوہار بڑا پیارا ہے

جانبِ پیر بڑھا ہاتھ پکڑلے دامن
فیض و برکات کا یہ مینار بڑا پیارا ہے

منقبت درشان حضور شیخ الاسلام

دریائے انوار سید مدنی ہے　　جلوؤں کا انبار سید مدنی ہے
کیسے لٹیرے دولت ایماں لوٹیں گے　　جب کہ پہرے دار سید مدنی ہے
علم تو ان کے گھر و آنگن کی وادی ہے　　علم کے شہر یار سید مدنی ہے

قطعات درشان حضور شیخ الاسلام

از: **عبدالحسیب کچھوچھوی**

علی کا خون، لعاب رسول، شیر بتول　　اس امتزاج کو ہم سب حسین کہتے ہیں
اسی حسین کے اولاد ہیں شیخ الاسلام　　ہم ان کے کنبے کو کنبۂ حسین کہتے ہیں

یہ نسل رسول ہیں شیخ الاسلام　　اللہ کے مقبول ہیں شیخ الاسلام
شیر خدا کی نسب کے اک فرد بے مثال　　سب کے دلِ حضور ہیں شیخ الاسلام

منقبت درشان حضور شیخ الاسلام

از: **انجم کچھوچھوی**

علم کا وہ مینار ہیں مدنی میاں　　قافلہ سالار ہیں مدنی میاں
دین احمد کی حفاظت کے لیے　　آہنی دیوار ہیں مدنی میاں
بد عقیدوں کے لیے رب کی قسم　　حیدری تلوار ہیں مدنی میاں
کربلا میں جو تھا پیغام حسین　　اس کا ہی اظہار ہیں مدنی میاں
نجدیت کے واسطے انجم کبھی
لشکر جرّار ہیں مدنی میاں

منقبت درشان حضور شیخ الاسلام

سلمان رضا اشرفی ابن مولانا شاہد رضا اشرفی، اتراکھنڈ

صاحبِ رشد وہدایت حضرت مدنی میاں　　ہادیِ راہ طریقت حضرت مدنی میاں
وارث علم نبی ہیں شیخ ہیں اسلام کے　　تاجدار علم و حکمت حضرت مدنی میاں
کیوں نہ ہو سر پر مریدی لاتخف سایہ فگن　　ہوگئی جب تم سے نسبت حضرت مدنی میاں

منقبت درشان حضور شیخ الاسلام

از: **سہایر پٹلاد، گجرات**

مدنی میاں کا نام پکاروںگا بار بار　　مرشد ہیں میرے ان کو بلاؤںگا بار بار
علماء بہت ہیں آپ سا عالم نہیں کوئی　　یہ بات سچ ہے سب کو بتاؤںگا بار بار
الجھا کبھی وہابی مجھ سے اگر کہیں　　میں اشرفی مزاج دکھاؤںگا بار بار
مدنی میاں کا چاند سا چہرہ میں دیکھ کر　　روشن میں اپنی آنکھوں کو کرلونگا بار بار

منقبت درشان حضور شیخ الاسلام

از: **سید خالد بورسدی گجرات**

میرا مدنی اشرف آگیا　　وہ مدنی آیا کہ سج گئیں یہ گلیاں بازار
ہر اشرفی جشن مناتا ہے بس یہی کہتا جاتا ہے　　اشرف کا دلارا آگیا
میرا مدنی اشرف آگیا
ہے قلب وجگر میں بس مدنی　　ہے نور ونظر میں بس مدنی
بس مدنی ہر سو چھا گیا　　میرا مدنی اشرف آگیا
مدنی آیا کہ سج گئیں یہ گلیاں بازار
ہے سایۂ غوث اعظم یہ　　خواجہ کی سیرت ہے ان میں
مخدومی جلالت پا گیا　　میرا مدنی اشرف آگیا

مدنی آیا کہ سج گئیں یہ گلیاں بازار

ہے مدنی اشرف کے دو نین   ایک حمزہ اشرف اور حسن
حسنین کا رم جم چھا گیا   میرا مدنی اشرف آگیا
مدنی آیا کہ سج گئیں یہ گلیاں بازار

پوری ہوگئی ہم سب کی یہ دعا   جب دور مجدد آپہنچا
جب شیخ الاسلام آگیا   میرا مدنی اشرف آگیا
مدنی آیا کہ سج گئیں یہ گلیاں بازار

اشرف کا کرم ہے ان پر صدا   خالدؔ بھی ان کا ادنیٰ گدا
کیسا یہ مقدر پا گیا   میرا مدنی اشرف آگیا
مدنی آیا کہ سج گئیں یہ گلیاں بازار

منقبت درشان حضور شیخ الاسلام

از: **عبدالقادر اشرفی**

مدنی میاں کی ذات تو ایسی دکھائی دے   کوزے میں جیسے ایک سمندر دکھائی دے
تقویٰ طہارت میں بے مثل آپ ہیں   واللہ ثانی بوحنیفہ دکھائی دے
حق کو بجھانے آندھیاں چلتی رہیں صدا   یہ اشرفی چراغ تو روشن دکھائی دے
صورت میں قادری تو سیرت میں چشتیت   مرشد مرا سبھی میں انوکھا دکھائی دے
قادرؔ غلام مدنی کی کیا شان ہو بیاں   سب میں انوکھا سب میں نرالا دکھائی دے

منقبت درشان حضور شیخ الاسلام

از: **سید فاضل اشرفی میسوری** کرناٹک

طوفان نے خود آگے بڑھ کر میری کشتی کو سنبھالا ہے
مدنی رکھوالا ہے جس کا اسے کون مٹانے والا ہے

ہر اہل نظر نے جانا ہے مدنی کو مجدد مانا ہے
سب ہند کے علماء میں رتبہ شیخ الاسلام کا اعلیٰ ہے
کیوں جلتے ہو میرے مدنی سے ہے وقت ابھی بھی سدھر جاؤ
جسے رب نے بلندی عطا کی ہو اسے کون گرانے والا ہے
ہے ہاتھ میں دامن مدنی کا محشر میں کرم ہم پر ہوگا
سب کو شفاعت آقا سے میرا مدنی دلانے والا ہے
جو آل نبی کو نہ مانے رتبہ ان کا نہ پہچانے
ایسے گستاخ کو دوزخ میں اللہ جلانے والا ہے
ہم سب مدنی کے در والے، مدنی آقا کا گھر والا
حسنین کے صدقے دے دے کر مدنی نے ہم کو پالا ہے
سرکار دو عالم کے پیارے اوصاف تیرے کردار میں ہے
اپنے تو اپنے دشمن کے دامن کو تو نے بھر ڈالا ہے
فاضلؔ تیرے نغمے گاتا ہے اپنی قسمت چمکاتا ہے
تیرے نور کے صدقے میں مدنی آنگن میں مرے اجیالا ہے

منقبت درشان حضور شیخ الاسلام

میرے مدنی میاں سرکار ہیں شیخ الاسلام   عترتِ حیدرِ کرار ہیں شیخ الاسلام
بوبکر فاروق، عثمان و علی کے واللہ   دکھتے آپ کے کردار ہیں شیخ الاسلام
محدث اعظم ہند و شہ سمناں کے لخت جگر   غوث و خواجہ کے دلدار ہیں شیخ الاسلام
اہل حق، اہل نظر، اہل محبت کی دلیل   آپ کی ادائے گفتار ہیں شیخ الاسلام
مفتی، شاعر بھی، مقرر بھی، مصنف، صوفی   رہبر و رہنما غمخوار ہیں شیخ الاسلام

نذرانۂ عقیدت

از: ڈاکٹر قاضی ریاض احمد اشرفی ہبلی

مرحبا صد آفریں ہمارے شیخ الاسلام کی ذات پر
خلیفہ ومرید لٹاتے ہیں جان ان کی ذات پر
بیکراں فضلِ الٰہی وکرم رسول ہے ان کی ذات پر
دنیائے ولایت کی نگاہیں لگی ہیں ان کی ذات پر
علم وعرفاں کا عالم یہ کہ مجددِ زماں ہوگئے
ان کے متوسلین کو بڑا ناز ہے ان کی ذات پر
عالمِ برزخ ومحشر کی کیوں ہو فکر ہمیں ریاضؔ
پار لگ جائے گا سفینہ یقیں ہے ان کی ذات پر

منقبت درشان حضور شیخ الاسلام

قسمتؔ سکندر پوری، امبیڈکر نگر یو۔پی

جب کہا مل گئے لب حضرت شیخ الاسلام
کتنا پیارا ہے لقب حضرت شیخ الاسلام

ضمہ کسرہ کو بھی پڑتی ہے ضرورت تیری
آپ ہیں ایسے نصب حضرت شیخ الاسلام

بھیڑ میں رہ کے بھی تنہا ہی نظر آتے ہیں
علم وتقویٰ کے سبب حضرت شیخ الاسلام

ہم سے ادنیٰ کو بھی دامن میں چھپائے رکھئے
آپ ہیں عالی نسب حضرت شیخ الاسلام

دیدِ قسمتؔ کو بھی کچھ فکر ونظر کی سوغات
ماہر علم وادب حضرت شیخ الاسلام

منقبت درشان حضور شیخ الاسلام

از: مولانا غلام مصطفی اشرفی، ایم۔پی

تیرگی میں چاندنی ہیں حضرتِ مدنی میاں
روشنی ہی روشنی ہیں حضرتِ مدنی میاں

وار دشمن کا کبھی بھی کارگر ہوتا نہیں
وہ دیوار آہنی ہیں حضرتِ مدنی میاں

جھولیاں بھر جائیں گی فیضان اشرف سے سبھی
وہ سخی ابنِ سخی ہیں حضرتِ مدنی میاں

عارف حق اور امیر کاروانِ اشرفی
معرفت کی چاشنی ہیں حضرت مدنی میاں

ہاتھ پھیلائے کہاں صوفی بتائے تو کوئی
جب ولی ابن ولی ہیں حضرت مدنی میاں

منقبت درشان حضور شیخ الاسلام

از: ڈاکٹر غلام ربانی فداؔ

ہر شخص کی زباں پر آیا بیانِ مدنی
سایہ فگن سبھی پر ہے سائبانِ مدنی

طوفاں سے نکل کر پا جائے گی کنارا
کشتی پہ بندھ گیا ہے اب بادبانِ مدنی

ہونٹوں تلک نہیں ہے محدود اس کی وسعت
ہر اک مشامِ جاں کا ہے مدح خوانِ مدنی

اللہ نے جو بخشی ذاتِ مبارکہ کو
کیا کر سکیں بیاں ہم وہ عزوشانِ مدنی

منقبت درشان حضور شیخ الاسلام

از: محمد یوسفؔ اشرفی نظامی، ڈانڈیلی، کرناٹک

اہلِ سنت کے پیشوا تم ہو
بالیقیں نائب رضاؔ تم ہو

فیض مولیٰ علی سے رب کے ولی
میرے مدنی میاں شہا تم ہو

شیخ اسلام ، شیخِ کامل بھی
میرے مختارؔ کی دعا تم ہو

ہو مفسر، فقیہ، محدث بھی
رب ہی جانے کہ اور کیا تم ہو

موجِ طوفاں کا خوف کیوں ہو مجھے
میری کشتی کے ناخدا تم ہو

حشر کا خوف کیوں ہو یوسفؔ ہو
میری بخشش کا آسرا تم ہو

حضرت شیخ الاسلام کا وصیت نامہ

حامداً و مصلیاً و مسلماً

اس فقیر اشرفی و گدائے جیلانی کی طرف سے یہ چند جو ہدایات ہیں، جن کا روئے سخن خصوصی طور پر عزیز القدر نورالعین سید حسن عسکری سلمہ اور عزیز القدر قرۃ العین سید حمزہ اشرف سلمہ اور عمومی طور پر سارے اعزہ واحباب۔۔نیز۔۔مریدین ومعتقدین کی طرف ہے۔

والدِ بزرگوار مخدوم الملت حضور محدث اعظم ہند قدس سرہ العزیز نے اپنی یہ دلی خواہش ظاہر کی تھی، کہ:

موت آئے تو درِ پاکِ نبی پر سید
ورنہ تھوڑی سی زمیں ہو شہِ سمناں کے قریب

یہ بندۂ ناچیز بھی اپنے دل میں خواہش رکھتا ہے۔مذکورہ بالا خواہش کی دوسری صورت پیش آنے کے پیشِ نظر میں نے درگاہِ معلّٰی کچھوچھا شریف میں،'گلشن مختار' کے اندر اپنے پیر ومرشد حضرت سرکارِ کلاں کے قدموں کے نیچے اپنی آخری رہنے کی جگہ کی نشاندہی بھی کردی ہے۔آج کل ذرائع کے پیشِ نظر کہیں سے بھی وہاں پہنچا جاسکتا ہے۔ساتھ ہی ساتھ یہ بھی طے کر دیا ہے، کہ میرا سفر عالم فنا سے عالم بقا کی طرف کسی مہینہ اور کسی بھی تاریخ میں ہو،لیکن میرے لیے سالانہ طور پر مرکزی تقریبِ ایصالِ ثواب،خواہ وہ برسی کے نام یا سالانہ فاتحہ یا عرس کے نام سے ہو،وہ پندرہ رجب المرجب (جو سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی تاریخ وصال بھی ہے) خانقاہِ محدثِ اعظم، کچھوچھا شریف، ضلع امبیڈکر نگر، یوپی، انڈیا ہی میں انجام دی جائے۔اس کی شکل یہ ہوگی، کہ فی الحال خانقاہِ مذکورہ میں ۱۵/رجب المرجب میں جو پروگرام ہوتا ہے، اس کو من وعن ۱۴/رجب میں منتقل کردیا جائے، اور سولہ (۱۶) رجب المرجب کو جو کچھ ہوتا ہے اس کو یونہی باقی رکھا جائے۔اب اس صورت میں پندرہ (۱۵) رجب کی تاریخ خالی ہوجاتی ہے،تو اس تاریخ میں عزیز القدر حسن عسکری سلمہ اور عزیز القدر حمزہ اشرف سلمہ اتفاق رائے سے، اور قریبی اصحاب الرائے حضرات سے مشورہ کر کے، جو پروگرام طے کرلیں گے، اسی پر عمل درآمد کیا جائے گا۔ یہاں اس بات کا خیال رہے، کہ شجرہ خوانی حسب معمول صرف سولہ (۱۶) رجب ہی کے پروگرام کا حصہ رہے گی۔

مذکورہ بالا صورت میں ۱۴ رجب سے لیکر سولہ (۱۶) رجب تک کے جملہ اخراجات۔۔

نیز۔۔ چودہ (۱۴) رجب سے پہلے آجانے والے اور یونہی ۱۶ رجب کے بعد جانے والے مہمانوں کی مہمان نوازی میں بھی جو کچھ خرچ ہوگا،سب کی مجموعی رقم نصف کے ذمہ دار ۱۶ رجب کی تقریب کے ذمہ دار ونگراں سید حسن عسکری ہوں گے، اور نصف کے ۱۵ رجب کی تقریب کے ذمے دار ونگراں سید حمزہ اشرف ہوں گے۔سید حسن عسکری میاں اس رقم کو درگاہ فنڈ سے نکالیں گے، اور سید حمزہ اشرف شیخ الاسلام ٹرسٹ سے۔۔المختصر۔۔دونوں اتفاق رائے سے اپنے اپنے لیے جو راہ متعین کریں گے، اس پر عمل درآمد کیا جائے گا۔اب اگر ان دونوں میں سے کسی کو بھی بنام عرس عطیات حاصل ہوں گے،تو وہ ایام عرس چودہ (۱۴) رجب تا سولہ (۱۶) رجب کے مصارف میں استعمال کیے جائیں گے۔ یہاں تک کہ اگر بالفرض اخراجات عرس کے بعد کچھ بچ رہیگا،تو اسے اگلے عرس کے لیے محفوظ کردیا جائے گا۔اس مقام پر مناسب لگتا ہے کہ بعض ان باتوں کو دوبارہ پیش کردوں، جن کو چھ (۶) رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ۔۔مطابق۔۔سات ۷ ستمبر ۲۰۰۸ء کو 'ایک ضروری اعلان' کے عنوان کے تحت پیش کرچکا ہوں۔

وہ یہ کہ میرے دو فرزند آغوشی ہیں، جو میری معنوی اور روحانی اولاد ہیں: (۱)۔عزیز القدر مولانا حسن عسکری سلمہ جو میرا ہی مرید اور خلیفہ ہے،(۲)۔عزیز القدر سید حمزہ اشرف سلمہ جو حضور سرکارِ کلاں قدس سرہ کا مرید اور میرا خلیفہ و پروردہ ہے۔ میں نے پہلے فرزند کو پہلے اپنا ولی عہد نامزد کیا تھا اور پھر درگاہِ محدث اعظم ہند قدس سرہ کا نائب سجادہ نشیں بھی مقرر کردیا۔المختصر۔۔ یہ میرے بعد درگاہ محدث اعظم ہند، کچھوچھا شریف کے سجادہ نشیں ومتولی ہوں گے۔رہ گئے دوسرے فرزند سید حمزہ اشرف،تو ان کو خود میں نے اپنا جانشین مقرر کردیا ہے۔

اپنے ان معنوی اور روحانی فرزندوں کو دینے کے لیے میرے پاس دو چیزیں تھی، ایک درگاہ محدث اعظم کی سجادہ نشینی وتولیت اور دوسری خود اپنی جانشینی۔پہلی چیز کو نائب سجادہ نشیں درگاہ محدث اعظم بنا کر، میں نے عزیز القدر سید حسن عسکری کے نام اپنے بعد کے لیے محفوظ کردیا۔اور دوسری چیز کے لیے نورچشم سید حمزہ اشرف کو نامزد کردیا۔۔چنانچہ۔۔میری سربراہی اور میری سرپرستی میں چلنے والے جتنے ادارے یا جتنی تنظیمیں ہیں، ان کے عہدہ داران وارکان پر لازم ہے، کہ وہ فوراً عزیز القدر سید حسن عسکری کو اپنے اپنے ادارے یا اپنی اپنی تنظیموں کے لیے نائب سرپرست و نائب سربراہ اعلیٰ کے طور پر مقرر کرلیں، اور جلد از جلد اس کا رجسٹریشن بھی کروالیں۔میری عدم موجودگی میں ان کو وہ جملہ اختیارات حاصل ہوں گے جو بحیثیت سربراہ وسرپرست مجھے حاصل ہیں۔

اس مقام پر یہ ذہن نشین رہے، کہ ہر عہد میں مذکورہ بالا اداروں اور تنظیموں کا سربراہ و سرپرست وہی ہوگا جو درگاہ محدث اعظم کا سجادہ نشیں ہو۔ہاں ہر دور میں اس دور کے سجادہ نشیں درگاہ محدث اعظم ہند قدس سرہ کو اختیار رہیگا کہ کسی بھی اپنے معتمد کو کسی علاقے کی تنظیم یا کسی علاقے کے ادارے کے لیے اپنا نائب بنا کر عارضی یا مستقل طور پر نامزد کردے اور اپنے اختیارات وفرائض کو جزوی یا کلی طور پر اسے تفویض کردے۔اب رہ گئیں دو اور چیزیں۔(۱) شیخ الاسلام ٹرسٹ، (۲) محدث اعظم مشن اسکول، کچھوچھا شریف۔تو میرے بعد شیخ الاسلام ٹرسٹ کے متولی و چیئرمن خود اس کے دستور میں وضاحت کے مطابق عزیز القدر نور چشم سید حمزہ اشرف ہوں گے۔اور محدث اعظم مشن اسکول کے چیئرمن میرے حقیقی بھانجے، ڈاکٹر طارق سعید۔صدر شعبہ اردو، ساکیت یونیورسٹی، فیض آباد ہوں گے۔یہ اسکول ہر دور میں سجادہ نشیں درگاہ محدث اعظم کی سرپرستی میں رہے گا۔اسے درگاہ کی طرف سے قائم کردہ ایک ادارے کی حیثیت حاصل ہوگی۔اگر خدانخواستہ یہ آشوب روزگار کا شکار ہوگیا اور اسے بند کرنا پڑا، تو اس کی ساری جائیداد، منقولہ وغیر منقولہ کو درگاہ کی ملکیت تصور کیا جائے گا۔

دعا گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ ان دونوں بچوں میں قلبی و دلی پرخلوص تعلقات برقرار رکھے، اور ہمیشہ آپس میں متحد و متفق رہیں۔قناعت واستغناء کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔۔نیز۔۔دعاء گو ہوں کہ رب کریم سب کو صراط مستقیم پر چلاتا رہے، اور انعام والوں کے راستے پر قائم و دائم رکھے۔۔نیز۔بشارۃ المریدین میں غوث العالم محبوب یزدانی قدوۃ الکبریٰ مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا نے ہم سب کو جو ہدایت فرمائی ہے ہم اس کو ہر حال میں ملحوظِ خاطر رکھیں، کبھی بھی اس سے غافل نہ ہوں۔اس طرح ہم اپنے جد کریم قدس سرہ کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے رہیں۔

آمین یامجیب السائلین بحقِ طٰہٰ و یٰسین و بحرمت سید المرسلین سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ و آلہ واصحابہ وسلم

فقط دعا گو و دعا جو (بروز یکشنبہ۔احمد آباد)

ابوالحمزہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی غفرلہ ۱۸ ربیع الآخر ۱۴۳۱ھ

۔۔بمطابق۔۔۴ ۱ اپریل ۲۰۱۰ء

دعا برائے مغفرت

مرحوم خلیفۂ شیخ الاسلام پیر طریقت حضرت سید محمد غوث شاہ قادری قاضی شہر ہری ہر	مرحوم حضرت مولانا تسلیم الدین اشرفی سابق شیخ الحدیث مدنی میاں عربک کالج
مرحوم انور احمد بن راجے صاحب گدگکار، ہبلی	مرحومہ حفیظہ بی زوجہ میر آدم، یلاپور
مرحومہ انوری جہاں اشرفی، یلاپور	مرحوم ملا قاسم بن ملاز میر، یلاپور
مرحوم امام شیخ، یلاپور	مرحومہ اختر بانو زوجہ امام شیخ، یلاپور
مرحوم حاجی محمد یعقوب قاضی اشرفی چائے پتے والے، ہبلی	مرحومہ محبوب بی ملاں، ہبلی
مرحوم مختوم حسینی منیار، ہبلی	مرحوم الحاج عبدالرزاق سونور، ہبلی
مرحوم عبدالستار بیپاری	مرحوم حضرت سید نور اللہ پیرزادے، انکولا
مرحوم محبوب صاحب بن حسین صاحب دھارواڑکر، مدھول	مرحوم محمد اسماعیل اشرفی، بنگلور
مرحوم الحاج بڈھن صاحب عرف بابن صاحب اشرفی دکاندار، شاہ نور	مرحومہ عائشہ بی بلاری
مرحوم عبدالقادر منگلور	مرحومہ منیرہ بی منگلور
مرحوم محمد اسماعیل منگلور	

رب کریم کی بارگاہ میں دست بستہ دعا گو ہیں ربِّ دو جہاں پیارے مصطفٰی کے طفیل مذکورہ بالا مرحومین و دیگر مسلمین و مسلمات کی مغفرت فرمائے۔ اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے آمین ثم آمین براہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

دعا گو: صدر و اراکین مدنی فاؤنڈیشن ہبلی

